قومی تحریک

اور قیادت کا کردار

تالیف

امداد علی گھلو

ناشر

عاشقانِ قائد ملت جعفریہ پاکستان

کتاب کا نام	:	قومی تحریک اور قیادت کا کردار
تالیف	:	امداد علی گھلو
اشاعت ثانی	:	اپریل2019ء
تعداد	:	1000
ناشر وطبع	:	عاشقانِ قائد ملت جعفریہ پاکستان
قیمت	:	600روپے



شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

انتساب

قومی تحریک

کے

کارکنان کے نام

اظہارِ تشکر و اِمتنان

فرمانِ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق یہ ناشکر گزاری ہوگی کہ کتاب قومی تحریک اور قیادت کے کردار کی اس طباعت کے سلسلہ میں جناب قمر عباس گھلو اور جناب علی ظہور مہدی کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جن کے مخلصانہ تعاون سے یہ کتاب اس وقت زیب شکل و صورت میں اَبناءِ ملت کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

دعا ہے کہ خداوند متعال ان کی اس سعی جمیل کو شرف قبول سے نوازے، ان کے خانوادوں کے تمام مرحومین کو شہدائے کربلا کے ساتھ محشور فرمائے اور ان کی فیملیز کو اپنے حفظ وامان میں رکھے نیز توفیقات خیر میں اضافہ عطا فرمائے۔

بجاہ النبی وآلہ

فہرست مطالب

مقدمہ

تاریخ انسانی میں تحریریں دائمی اثرات کی حامل، حیات بخش اور قوموں کی ترقی کا پیمانہ ہوتی ہیں، تقریریں وقتی طور پر پُراثر ہوتی ہیں مگر تحریر کے دائمی اثرات ہیں، افراد مرجاتے ہیں مگر تحریریں نہیں مرتیں بلکہ منتقل ہوتی ہیں۔ ”ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں“ کی تلاش کچھ لوگوں کو نت نئے مضامین و عنوانات پر قلم اٹھانے پر مجبور کرتی ہے اور وہ اپنے علم و افکار کو تخلیق کا روپ دھار کر اپنے ذوق وشوق کی تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ قلم لکھنے کے لئے ہوتا ہے بکنے کے لئے نہیں، ”لکھنے کے لئے لکھنا ضروری ہے“ اور ”لکھنا“ شوق و ذوق، تڑپ اور لگن سے ہی آتا ہے۔ یہ وہ آتش ہوتی ہے جو فکر وتخیلات کے روپ میں دل و دماغ کے نہاں خانوں تک سلگتی رہتی ہے اور پھر بتدریج الفاظ کا جامہ پہن کر صفحہ قرطاس پر بکھرتی ہے۔

قیام امام حسینؑ سے عصر حاضر تک ظالم وجابر حکومتوں کے خلاف جتنی بھی تحریکیں وجود میں آئیں ان میں سے اکثر نے امام حسینؑ کی تحریک اور قیام سے درس لیا ہے۔ جہاں اس عظیم تحریک سے دنیا کے دیگر مما لک میں بسنے والوں نے درس لیا وہاں سرزمین پاکستان میں شیعہ قومی تحریک حضرت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی قیادت میں ۱۲ را پریل ۱۹۷۹ء کو باقاعدہ معرض وجود میں آئی۔ تحقیق اور تدقیق سے پتا چلتا ہے کہ اس جماعت نے بھی امام عالی مقام کے قیام سے الہام لیا ہے۔ ”تحریک جعفریہ پاکستان“ شیعیان پاکستان کی سب سے بڑی جماعت ہے، اس جماعت نے از ابتدا تا بحال شیعیان پاکستان کے حقوق کے دفاع کے لئے بہت ساری خدمات انجام دی ہیں، یہ خدمات سیاسی، اجتماعی، ثقافتی، فلاحی، علمی اور مذہبی میدانوں میں انجام پائی ہیں اور اس کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ لیکن... افسوس کہ اتنی بڑی جماعت کے بارے میں کوئی تفصیلی کتاب موجود نہیں ہے؛ البتہ قابل ذکر ہے کہ تحریک کے بارے میں کچھ مواد اس کی

ماہانہ اور سالانہ رپورٹس میں پراگندگی کی صورت میں ضرور موجود ہے۔

الحمد للہ توفیق خداوندی اور محمد وآل محمد کے توسل کے سائے میں بندۂ ناچیز نے قیادت، جماعت کے کچھ رہنماؤں اور تحریک جعفریہ پاکستان جیسی ایک عظیم جماعت کے بارے اپنی علمی توان کے مطابق معلومات فراہم کرنے کے لئے مختلف مقالات وتحاریر کی صورت میں توصیفی انداز اپناتے ہوئے اسے تجزیہ وتحلیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں، ہم نے مختلف کتب، خطابات، سائٹس، مرکزی دفترِ تحریک کی طرف سے شائع کی گئی رپورٹس اور قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی سوانح عمری کے متعلق لکھی گئی کتب سے استفادہ کیا نیز ایسے مصادر سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے جہاں بطور عموم اس موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا گیا تھا اور مختلف شخصیات سے براہ راست ملاقات اور گفتگو کی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ قومی تحریک کے متعلق بہت کچھ تاریخ کے صفحات پر منتقل کرنے کی ضرورت ہے جو میں نہیں کرسکا چونکہ اس قومی تحریک نے مختصر مدت میں بہت عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں مگر اس کے باوجود جو مطالب صفحہ قرطاس کے حوالے کئے گئے ہیں وہ بارش کے اس پہلے قطرے کی مانند ہیں جو بارش کی آمد کا پتا دیتا ہے۔

تمام تر کم علمی اور بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ یہ شکستہ الفاظ بشکل کتاب حاضر ہیں، امید کہ صاحبان علم اور محترم قارئین اپنے مفید اور کارآمد مشوروں سے نوازیں گے ساتھ ہی ہم آپ سے ملتمس ہیں کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور اطلاع دیں تا کہ آیندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جا سکے، اس بابت ہم آپ کے تہہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔

امداد علی گھلو

۳رشعبان المعظم، ۱۴۳۹ ہجری

قومی تحریک کا اجمالی تعارف

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اجتماعی اور انفرادی انعامات کی فراوانی ہے اگر ہم ان انعامات الٰہی کا شمار کرنا چاہیں تو یہ ہمارے بس میں نہیں ہے یہ بھی واضح ہے کہ شکران نعمت ان نعمات میں اضافے اور اس کی بقا کا سبب ہے اور کفران نعمت خوش بختی کو بدبختی میں بدل جانے کا سبب ہے اجتماعی انعامات میں سب سے بڑا انعام کسی ملت اور قوم کے لئے اس کا اجتماعی پلیٹ فارم اور قیادت ہے۔ قیادت ہی وحدت کا نشان ہوتی ہے اور وحدت میں بقا مضمر ہے وہ قومیں تباہ و برباد ہوئیں جن کے پاس اجتماعی قیادت موجود نہ تھی اور وحدت کھو بیٹھی تھیں۔

پاکستان میں بسنے والے شیعیان حیدر کرار انتہائی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تحریک جعفریہ پاکستان کی شکل میں انہیں ایک عظیم نعمت سے نوازا ہے جس کی برکتیں ہر خاص و عام کے لئے یکساں ہیں۔ یہ پلیٹ فارم ہماری وحدت کا ضامن ہے اور دشمنان کی سازشوں کو ناکام بنانے کا وسیلہ بھی ہے ہماری قومی زندگی میں بڑے بڑے بحران آتے رہے اور دشمن نے ملت جعفریہ کو مٹانے کے لئے کئی حربے آزمائے۔ ملت جعفریہ کے خلاف سازشوں کے طوفان کھڑے کئے گئے مگر تحریک جعفریہ کی بابصیرت اور روشن فکر قیادت اور اس کے مخلص اور متعہد کارکنان ان سازشوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر ڈٹے رہے اور قوم وملت کے وقار میں اضافہ کرتے رہے پاکستان کی سلامتی اور استحکام میں اس جماعت نے عملی کردار ادا کر کے اپنی مسلمہ حیثیت اور وجود کو دوست و دشمن سب سے تسلیم کرایا۔

یہ بات برملا اور پورے یقین کے ساتھ دوٹوک انداز میں کہی جاسکتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی حامل تحریک جعفریہ پاکستان کا وجود نہ ہوتا تو شیعوں کی مظلومیت میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہوتا اور شاید کئی مجبور اور بے کس شیعہ، طوفان فتنہ انگیز کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہوتے۔ لیکن رب ذوالجلال کا چونکہ

وعدہ ہے:

"اس نے کمزوروں اور محروموں کو ظالموں اور طاقتوروں پر غلبہ عطا کرنا ہے اور روئے زمین پر انہیں اپنا وارث بنانا ہے۔"

لہٰذا پروردگار نے ہمیشہ کی طرح اپنے وعدے کو پورا کیا اور رہنمائی فرمائی۔ حسینیؑ مکتب کے پیروکاروں کے دفاع کے لئے تحریک جعفریہ پاکستان جیسا منظم اور ہمہ گیر قومی پلیٹ فارم اپنے قائدین کی بابصیرت اور دانشمندانہ قیادت میں سرگرم عمل تھا اور ہے؛ ہر ہر مصیبت اور بلا ناگہانی سے بچانے کے لئے قومی تحریک کے کارکنان اور تنظیمی مسؤلین ہمیشہ میدان عمل میں موجود رہے۔ انہوں نے مکار اور سفاک دشمن کی سازشوں کا بروقت ادراک کیا اور اسے پنپنے سے پہلے ہی ناکام ونامراد کردیا۔

قومی تحریک نے ملت جعفریہ کو ہمیشہ دباؤ سے نکالا اور آزمائش کے ہر میدان میں سرخرو کیا اور اسے ملک کے اندر ایک باوقار اور آبرومندانہ رتبہ سے ہمکنار کیا۔ ہر جگہ شہدا کے خون کا تحفظ کیا اور شجر اسلام کی مرگ گلرنگ سے آبیاری کے سلسلہ کی رکھوالی کی؛ تحریک کے کارکنان نے اپنی گردنیں کٹوا کر قوم کی گردنیں بلند کرادیں۔

تحریک جعفریہ کی تاسیس

یوں تو ملت تشیع نے قیام پاکستان کے بعد انفرادی سطح پر اس ملک کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جزوی طور پر تشیع اور مذہب جعفریہ کو در پیش مسائل کے حل کے لئے بھر پور سعی کی۔ مختلف تنظیموں، انجمنوں، شیعہ کانفرنس (۱) اور ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان (۲) وغیرہ کے نام سے کوششیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد مرحوم علامہ سید محمد دہلوی کی قیادت میں شیعہ مطالبات کمیٹی کا وجود عمل میں آیا (۳)۔ لیکن ۱۲ر اپریل ۱۹۷۹ء سے باقاعدہ جماعتی سطح پر منظم انداز میں قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی قیادت میں کام کا آغاز کیا۔

تاسیس کا سبب

اس کے قیام کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ضیاء الحق نے اسلامائزیشن کا اعلان کیا اور بعض مبہم اعلانات کئے جن سے اہل تشیع میں خدشات پیدا ہوئے کہ ان پر ایک مخصوص فقہ اور نظریات مسلط کئے جا رہے ہیں اس

طرح قانون سازی میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی بنیاد ڈالی گئی۔ (۴)
بھکر کی سرزمین سے چلنے والے اس عظیم قافلے کی قیادت چونکہ براہ راست علمائے حقہ کے پاس تھی اس لئے تمام طبقات نے مل کر جدوجہد کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ (۵)
یوں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے نام سے ایک جماعت معرض وجود میں آئی شیعہ نمائندگان اور قائد مرحوم نے انقلاب اسلامی ایران سے قبل ملت جعفریہ پاکستان کے حقوق ومسائل کے لئے آواز بلند کی ملک میں اتحاد بین المسلمین کے لئے گرانقدر خدمات کے ساتھ ساتھ وطن عزیز میں غیر ملکی مداخلت کے خاتمے کے لئے بھی جدوجہد کی۔ (۶)

نصب العین

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک متقی اور مدبر عالم دین کی قیادت میں انسانیت کے لئے دین اسلام کی صداقتوں کو اجاگر کرنا نیز نظام زندگی کو اسلامی عدل کی بنیادوں پر استوار کرنا۔ (۷)

اغراض ومقاصد

۱۔ پاکستان میں ہر سطح پر اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی کوشش۔
۲۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تمام موجودہ اور آئندہ نافذ ہونے والے دستور وقوانین میں تمام اسلامی مکاتیب فکر کے لئے ان کے مسلمات کے مطابق قانون سازی بالخصوص اہل تشیع کے لئے فقہ جعفریہ کے مطابق قوانین کے نفاذ کی جدوجہد۔
۳۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اہل تشیع کے جملہ آئینی اور قانونی، مذہبی، بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد۔
۴۔ عزاداری امام حسینؑ کا فروغ، تحفظ اور تعلیمات محمدؐ وآل محمدؐ کی تبلیغ اور اور ترویج کے لئے عملی اقدامات۔
۵۔ دینی تعلیمی مراکز کا قیام، تعلیمی اور تبلیغی اداروں میں ہم آہنگی اور ان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے حوزہ علمیہ کا قیام نیز مروجہ تعلیمی، فنی اداروں اور یونیورسٹی کا قیام۔
۶۔ سامراجی اور استعماری قوتوں کے خلاف جدوجہد نیز تمام ایسی تحریکوں اور تنظیموں سے تعاون کرنا

جوتحریک کے مقاصد کے حصول میں معاون و مددگار رہوں۔

۷۔اتحاد بین المسلمین کے لئے عملی جدوجہد۔

۸۔ پاکستان میں لسانی، مذہبی اور علاقائی تعصب کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن جدوجہد۔

۹۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تمام معاشرتی، سماجی برائیوں اور غیر اسلامی شعائر کے خلاف جہاد، اسلامی اقدار کا فروغ اور اس ضمن میں ذرائع ابلاغ کی اصلاح۔

۱۰۔ملت اسلامیہ کی فکری ونظریاتی تربیت کے لئے مناسب اقدامات۔

۱۱۔ یتامیٰ، مساکین اور معذور و مستحق افراد کے لئے فلاحی اداروں کا قیام۔

۱۲۔ پاکستان میں تمام اقلیتوں کے جائز حقوق کا تحفظ۔(۸)

اسلام آباد کنونشن ۱۹۸۰

تحریک کوکسی گروہ، فرقہ، جماعت یا مسلک کے خلاف قرار دینا یا اس کا مقصد پورے ملک پر فقہ جعفریہ کا نفاذ، قرار دینا سراسر زیادتی ہے۔ جہاں تک نفاذ اور پرسنل لاء کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تحریک کا موقف ہے کہ مسلمانوں کی کوئی فقہ ایسی نہیں ہے جو یہ لازم قرار دیتی ہو کہ اس فقہ کی حکمرانی میں دوسری فقہ کے لئے پرسنل لاء ہوگا۔(۹)

لیکن یہ چونکہ مارشل لاء دور کی ابتدا تھی اس وقت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنی اور اپنے آقاؤں کی پسند کا اسلام نافذ کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، ملت جعفریہ کی قیادت نے اسے باور کرایا کہ پاکستان میں اہل تشیّع کی موجودگی میں استعماری طرز فکر کو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر پاکستان کے مسلمانوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی کسی پر اپنی مرضی مسلط کی جا سکتی ہے۔اس سلسلے میں ۶ جولائی ۱۹۸۰ءکو پارلیمنٹ ہاؤس کا گھیراؤ اور اپنے مطالبات تسلیم کرانے کے لئے قومی تحریک کے کارکنان کا مظاہرہ تاریخ پاکستان میں ہمیشہ کے لئے رقم ہو گیا۔آج تک جب بھی کوئی گروہ اپنے حقوق کے تحفظ کی بات کرتا ہے تو لامحالہ اس عظیم الشان مزاحمت کو یاد کرنا پڑتا ہے وہ صرف زکوٰۃ آرڈینس کے خلاف مظاہرہ نہ تھا بلکہ پاکستان میں موجود تمام قومی مسائل سے نجات اور عزاداری کے تحفظ کے لئے پہلا قدم تھا۔اگرچہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینے کا فیصلہ غلط فہمی پر مبنی تھا لیکن اس سے یہ تاثر نہیں لینا چاہئے کہ شیعہ زکوٰۃ دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کا اپنا ایک نقطۂ نظر تھا جس کی روشنی میں وہ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے۔(۱۰) زکوٰۃ کی مخالفت تو مولانا مفتی محمود مرحوم نے بھی کی

تھی۔ (۱۱)

ان حالات میں جائزہ لیا گیا کہ موجودہ صورت حال میں ہمارے طے شدہ مقاصد شاید حل نہ ہو سکیں۔لہٰذا قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین نے محسوس کیا کہ جب تک جمہوریت کی بحالی نہیں ہوگی تب تک مذہبی حقوق کا تحفظ بھی ممکن نہیں پھر انہوں نے اپنے آخری انٹرویو میں بحالی جمہوریت کی تحریک ایم آر ڈی میں شمولیت کا اعلان کیا یوں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ بحالی جمہوریت کے اس کاروان میں شامل ہوگئی۔ (۱۲)

قائد شہید اور قائد موجود

قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت میں یہ کاروان مکمل یکسوئی کے ساتھ ۱۹۸۳ء تک چلتا رہا۔ لیکن ۲۹ اگست ۱۹۸۳ء کو قائد ملت مختصر علالت کے بعد دار فانی سے دار ابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ (۱۳) جس کے بعد ملت کے علمائے کرام اور زعماء نے مل کر اس منصب کے لئے علامہ سیّد عارف حسین الحسینی کا انتخاب کیا، یقیناً بھکر میں ہونے والا یہ فیصلہ مبنی برحق اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔اس طرح از سر نو شہید قائد کی قیادت میں ملت خیر البریہ نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ (۱۴)

مفتی صاحب کے آخری اعلان کو سامنے رکھتے ہوئے قائد شہید نے اس وقت کی صورت حال کے تناظر میں اپنے اہداف متعین کئے اور مذہبی حقوق کی جدوجہد بھی بھر پور طریقے سے شروع کی۔شہید قائد نے جہاں مارشل لاء دور میں حکومتی، سرکاری اور عالمی سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے تشیّع پاکستان کو عالمی سطح پر متعارف کرایا وہاں اپنی تنظیم کو پھیلانے، تنظیمی سٹرکچر کی مضبوطی اور ملت کے اندرونی مسائل کے حل کے لئے زبردست اقدامات کئے۔عوامی رابطہ مہم تیز کر کے براہ راست لوگوں سے مربوط رہے اور ملت کے اندر تحریک کے وقار وعزت کو مزید بلند کیا۔پوری قوم کو ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دیا۔وطن عزیز کے اندر استعمار اور اس کے گماشتوں کو پوری طرح بے نقاب کیا، دین مبین اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا بھر پور جواب دیا۔اتحاد بین المسلمین کے لئے انتہائی مخلصانہ کوششیں کیں۔سامراج کی بالا دستی کے خاتمے، آزادی واستقلال کے تحفظ، جمہوریت کی بحالی، عادلانہ نظام کے قیام، شہری آزادیوں اور عوامی حقوق کے تحفظ اور اس کے دوسرے اہداف پر زبردست انداز میں کام کیا۔پاکستان کی تمام دینی اور سیاسی قوتوں کے ساتھ بہترین روابط استوار کئے اور اس طرح ملت تشیّع کو قومی دھارے میں لا کھڑا کیا۔ (۱۵)

اس حوالے سے بحالی جمہوریت کی تحریک ہو یا ائر مارشل اصغر خان، جناب علامہ طاہر القادری کے

ساتھ اشتراک عمل، مرحوم جناب محمد خان جونیجو، ائر مارشل اصغر خان اور علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے ساتھ اتحاد کے لئے پیش قدمی ہو یا پی ڈی اے میں شمولیت، آل پارٹیز کانفرنس میں شمولیت ہو یا دینی جماعتوں کا فورم قومی تحریک نے ایک بھرپور سیاسی عمل انجام دیا اور ان سیاسی قوتوں کا ساتھ دیا جو سامراجی بالادستی کے خاتمہ، جمہوریت کی بحالی اور عوامی حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد میں مصروف عمل رہیں۔[۱۶] تحریک نے ۱۹۸۸ء سے انتخابات میں حصہ لینا شروع کیا۔[۱۷]

علامہ عارف حسین الحسینیؒ جماعت کی انہی سرگرمیوں اور جانفشانی کے سبب عالمی استعمار اور ان کے پاکستانی ایجنٹوں کی آنکھوں کا کانٹا بنے رہے۔ آخرکار ۵ اگست ۱۹۸۸ء کو پشاور میں انہیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔[۱۸]

قائد کی شہادت کے بعد ایک بار پھر قوم یتیم ہونے لگی تو علمائے کرام نے آگے بڑھ کر ملت کے سر پر دست شفقت رکھا اور سرپرستی کا حق ادا کرتے ہوئے تحریک کے آئینی اداروں سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کے ذریعے علامہ سید ساجد علی نقوی کو اس قوم کا سربراہ و سرپرست اور ملت کا قائد منتخب کیا۔[۱۹] اس دن سے آج تک قائد ملت جعفریہ، نمائندہ ولی فقیہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی قیادت میں قومی تحریک سرگرم عمل ہے۔ قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت میں جب تحریک کا آغاز ہوا تھا تو قائد ملت علامہ سید ساجد علی نقوی نے تحریک کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ سپریم کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ ایم آر ڈی، اے پی سی، اور دیگر سیاسی اتحادوں میں تحریک کی نمائندگی کرتے رہے۔ قائد شہید نے جب تحریک کی قیادت سنبھالی تو ان کے ساتھ بطور سینئر نائب صدر کام کیا۔[۲۰] ان کی قیادت میں جہاں تحریک تلخ اور مشکل ترین مراحل سے گزری وہاں بے انتہا کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ پاکستانی سیاست میں قدم رکھنے کے ساتھ دہشت گردی اور فرقہ واریت جیسے طوفانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔

نام کی تبدیلی

ابتدا میں تحریک کے اہداف محدود تھے، پھر تحریک نے اپنے اہداف ومقاصد میں وسعت اختیار کی اور وسیع مفہوم میں ایک دینی جماعت کے عنوان سے کام شروع کیا۔ ظاہری بات ہے جب اہداف وسیع ہوں گے تو نام میں بھی وسعت لانا ہوگی۔ اسی وجہ سے تحریک کے مرکزی رہنماؤں نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے الفاظ الگ کر کے تحریک جعفریہ کے نام سے کام جاری رکھا۔[۲۱] قومی آزادی واستقلال کے تحفظ، پاکستان

میں سامراج کے اثر ونفوذ کے خاتمے، ظلم، استحصال اور طبقاتی تفریق کے خاتمے، وطن عزیز میں عادلانہ نظام کے قیام، مختلف مکاتب فکر کے درمیان وحدت اور پاکستانی عوام کے درمیان بھائی چارے کے لئے جدوجہد شروع کی۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب تحریک جعفریہ نے انقلاب اسلامی ایران کے عالمگیر اور آفاقی پیغام سے استفادہ کیا اور رہنمائی حاصل کی، یہ رہنمائی عالم اسلام میں بہت سی اسلامی تحریکوں نے حاصل کی جن کا تعلق اہل تشیّع سے نہیں ہے۔ (۲۲)

کامیابیوں اور امتحانات کا یہ سلسلہ ابھی تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔ جس کی انتہائی مختصر توضیح کچھ اس طرح ہے:

شہداء کے لواحقین کی امداد

شہدائے راہ اسلام کی تعداد پاکستان میں ہزاروں میں ہے جن کے خاندانوں کی سرپرستی، بچوں کے تعلیمی اخراجات کے علاوہ شہدا کے مقدمات کی پیروی کر کے قوم کے سروں سے مایوسی دور کر کے اور انہیں تاریک دور سے نکال کر روشن مستقبل کی ضمانت دی جا رہی ہے۔ مقدمات کے علاوہ اس کام پر ماہانہ لاکھوں روپے صرف ہو رہے ہیں۔ شہداء کے بچوں کی شادیوں اور علاج معالجے کے سلسلہ میں مناسب مدد کی جاتی ہے۔ (۲۳) اس کے علاوہ پاراچنار اور کراچی کے شہداء کے ورثاء سے کی گئی امداد تو کروڑوں میں ہے۔ (۲۴)

عدالتی مقدمات

مذہبی وملی وقار کی سربلندی کے لئے مقدمات میں مبتلا بے گناہ اور بے سہارا مومنین کی ہر طرح سے قانونی اور مالی امداد کر کے ملت کے حوصلوں کو سربلند رکھا جا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ امداد نہ کی جاتی تو لوگ انتہایی مایوسیوں کا شکار ہو جاتے۔ اس وقت پاکستان کے تمام صوبوں اور آزاد کشمیر سمیت سینکڑوں مقدمات زیر کاروائی ہیں۔ اس وقت مقدمات کے سلسلے میں وکلاء کی فیس، مدعیان کی فیس، مدعیان کے اخراجات، دیگر عدالتی اخراجات بھی تحریک کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ ۱۹۸۹ء سے لے کر اب تک اس مد میں کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ مقدمات دو قسم کے ہیں ایک وہ جو ملت جعفریہ نے اپنے شہداء و کارکنان کی طرف سے مخالف فریق پر درج کرائے ہوئے ہیں۔ دوسرا وہ جو مخالف فریق نے ملت کے بے گناہ افراد، کارکنان اور مومنین پر بنائے ہوئے ہیں۔ ہر دو قسم کے مقدمات کی پیروی اور اخراجات قومی

تحریک ادا کرتی ہے۔(۲۵)

پاکستان ایجوکیشنل کونسل

موجودہ ترقی یافتہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اکیسویں صدی میں ملت جعفریہ کو باعزت بنانے کے لئے اور قوم کو جہالت سے نکالنے کے لئے علامہ ساجد علی نقوی کی ہدایت پر ایک آزاد اور غیر سیاسی ادارہ C.E.P (پاکستان ایجوکیشنل کونسل) کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ جو ملک کے دیگر شہروں کے علاوہ شمالی علاقہ جات میں بھی محروم اور پسماندہ عوام کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں مصروف عمل ہے اس ادارے کے تحت تقریباً ۳۰ سکول چل رہے ہیں۔ اس کونسل کے زیر انتظام مختلف تعلیمی اداروں کا قیام قومی زندگی کے لئے اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام سکولوں کی تفصیل کے لئے تو علیحدہ ایک اور مقالے کی ضرورت ہے لیکن میں یہاں ایک دو کا ذکر کرتا ہوں۔ شمالی علاقہ جات میں تحریک کے ایک سکول کا آسٹریلیا کے سیاحوں نے دورہ کیا تو پاکستان کے ایک گاؤں میں اتنا معیاری اسکول دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے اپنے ملک کی ایک فلاحی آرگنائزیشن کے ذریعہ اس سکول کو پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ تحریک کی سرپرستی میں قائم انڈس ماڈل سکول ماڑی انڈس ضلع میانوالی کے لئے ۳۰ کنال اراضی خریدی گئی ہے۔(۲۶)

سیاسی فعالیت

پاکستانی سیاست میں تحریک جعفریہ نے ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں تختی کے نشان سے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا بلکہ عملی طور پر اس سے قبل مارشل لاء دور سے ایم آر ڈی کی تحریک میں شمولیت ہی تحریک جعفریہ کی سیاسی زندگی کا نقطہ آغاز ہے۔ انتخابات میں شرکت کے ساتھ تنظیمی طور پر اور عوامی سطح پر تحریک نے سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیا۔ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ سامراج کے اثر ورسوخ کو روکنے میں تحریک جعفریہ نے اہم کردار ادا کیا اور اسلحہ کے استعمال کے بغیر عوامی طاقت سے اپنے مقاصد حاصل کئے اور سامراجی قوتوں کے ناجائز کاموں کو روکا ہے۔ اسرائیل جیسی غاصب حکومت کو تسلیم کرنے کے خلاف، گوادر بندرگاہ کا مسئلہ، سیسمک سینٹر، امریکیوں کو برتھیں دینے کا معاملہ، ایمل کانسی اور ایاز بلوچ کی گرفتاری، اغیار کی ثقافتی یلغار، دہشت گردی کے خلاف جہاد، ملک میں امن وامان کے قیام اور وحدت واخوت کا قیام کے سمیت

تحریک جعفریہ نے کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ تمام جمہوری اور عوامی انداز میں کیا۔(۲۷) مذکورہ معاملات اور ان جیسے دیگر تمام مسائل میں عوامی آواز نے تحریک کا بھرپور ساتھ دیا۔ ۱۹۹۲ء میں تحریک کے منیر گیلانی وزیر تعلیم رہے ہیں۔(۲۸) اور ۱۹۹۲ء میں تحریک کا لانگ مارچ بھی تاریخ پاکستان کے سینے میں ثبت ہو چکا ہے۔(۲۹) ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں تحریک کے امیدوار مخدوم مرید کاظم صوبائی اسمبلی میں کامیاب ہوئے جو بعد میں صوبائی وزیر بنے۔(۳۰) شمالی علاقہ جات میں ۱۹۹۴ء کے الیکشن میں تحریک جعفریہ نے پی پی پی اور مسلم لیگ ن کو شکست دے کر شاندار کامیابی حاصل کی۔(۳۱) پھر عوام کی بھرپور توجہ ملنے کے بعد ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں تحریک جعفریہ کے لافانی اور بے مثال کردار نے پاکستانی سیاست میں انقلاب برپا کیا تھا۔اور کئی سالوں سے غلامی میں کاسٹ ہونے والا ووٹ اپنے قائد کے حکم پر یکجا کاسٹ ہوا تھا اور مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے بھاری مینڈیٹ اور پی پی پی کی حکومت کی بدترین شکست کا واحد سبب بنا۔تکفیریوں کے سرغنہ کو بھی تحریک کے کینڈیڈیٹ امان اللہ سیال نے شکست دی۔ اُس وقت تحریک جعفریہ نے پاکستان کے اعلیٰ پارلیمانی اداروں سینیٹ وقومی اسمبلی میں نمائندگی حاصل کی۔(۳۲) پارلیمانی سطح پر قوم کے مسائل کے حل کے لئے ممکنہ جدوجہد جاری رکھی۔ ۱۹۹۹ء میں شمالی علاقہ جات کے انتخابات میں تحریک کے پانچ امیدوار کامیاب ہوئے تھے۔(۳۳) اور ۲۰۰۰ء کے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو کے انتخابات میں تحریک کے امیدوار حاجی فدا محمد ناشاد بلا مقابلہ جیتے تھے۔(۳۴) ۲۰۰۱ء میں تحریک کے شیخ غلام حیدر اور عمران ندیم وزیر مشاور کے عنوان سے منتخب ہوئے۔(۳۵) آزاد کشمیر کے انتخابات میں بھی تحریک کی کارکردگی نمایاں رہی ہے،خواتین کی مخصوص نشستوں میں بھی تحریک کی نمائندگی رہی ہے۔اس کے علاوہ تحریک کی متحدہ مجلس عمل میں شمولیت بھی تاریخ تشیع میں سنگ میل ثابت ہوئی ہے۔(۳۶)

پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ روابط

اس وقت پاکستان کی تمام مقتدر سیاسی قوتوں سے تحریک کے روابط موجود ہیں۔تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ برابری کی سطح پر مذاکرات اور قومی و بین الاقوامی مسائل پر گفت وشنید کا سلسلہ اس ملی پلیٹ فارم کے وجود کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتا ہے۔(۳۷)

اسٹوڈنٹس سے تعاون

نونہالانِ ملت ہی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔اگر ان کی تربیت خالصتاً شرعی اسلامی اور جدید تعلیمی بنیادوں پر کی جائے تو قومیں اپنی منزل فوراً پا لیتی ہیں۔اس وقت قوم کے نو جوان طلبا و طالبات کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ماہانہ لاکھوں روپے کے وظائف ارسال کئے جاتے ہیں۔ یقیناً وظائف کا اجراءقومی تحریک کا ایک بہترین کارنامہ ہے۔(۳۸)

بین الاقوامی رول

بین الاقوامی مسائل پر بروقت اپنے موقف کا اظہار کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی دنیا بھر میں چلنے والی اسلامی تحاریک اور اداروں (حزب اللہ،مجلس اعلی اسلامی عراق،حماس فلسطین،حرکت اسلامی اور حزب وحدت افغانستان،مجمع تقریب بین المذاہب الاسلامی،مجمع جہانی اہل بیت ،المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی و...) سے مکمل ہم آہنگی بھی تحریک کا ایک لازوال کارنامہ ہے،ساتھ ہی پوری دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں شیعیان حیدر کرار سے مسلسل رابطہ اوران کے مسائل،غم وخوشی میں شرکت بھی اس پلیٹ فارم کی ضرورت و افادیت کوواضح کرتا ہے۔(۳۹)

شعبہ جات

تحریک جعفریہ پاکستان ایک عالمی تحریک کے ساتھ ساتھ ایک با قاعدہ تنظیم بھی ہے۔جس کے یونٹ شہر سے لے کر دیہاتوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے شعبہ جات پوری آب و تاب کے ساتھ قومی مشکلات ومسائل کے حل کے لئے مصروف ہیں۔ملازمین کا شعبہ(اسلامک ایمپلائز)اساتذہ کا شعبہ(آئی ٹی او) نوجوانوں کا شعبہ(جعفریہ یوتھ) اسٹوڈنٹس کا شعبہ (جعفریہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن(طلبا وطالبات)) خواتین کی تنظیم، قانونی امداد کا شعبہ اورسب سے اہم تبلیغات اسلامی کا شعبہ، یہ تمام شعبہ جات اپنی فعالیت جاری رکھے ہوئے ہیں۔(۴۰) ہر شعبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ تفصیل کی ضرورت ہے۔

چاروں صوبوں،آزاد کشمیر اور گلگت وبلتستان میں قومی تحریک کی مکمل تنظیم موجود ہے۔تحریک جعفریہ، پاکستان کی واحد جماعت ہے جس کی شاخیں پورے پاکستان میں ہر ضلع میں موجود ہیں۔تمام اضلاع، ڈویژن،صوبے اپنی حد تک بھرپور کام کررہے ہیں۔(۴۱)

اندرون ملک تنظیم سازی کے علاوہ تحریک نے بیرون ملک مقیم مومنین کو باہم مربوط کرنے کے لئے بھی شعبہ جات قائم کئے ہیں۔اب تک شام، ایران، لبنان، برطانیہ، امریکہ، بیلجئم، آسٹریلیا، کویت، دوبئی وغیرہ میں شعبہ جات اور نمائندگان مقرر کئے جا چکے ہیں جو نہایت مستعدی سے قومی فرائض انجام دے رہے ہیں۔(۴۲)

شعبہ اطلاعات

تحریک کے شعبہ اطلاعات کے ذریعے اپنا موقف ملکی اور غیر ملکی میڈیا تک پہنچانے کا کام جاری ہے۔اخبارات میں پریس ریلیز، مرکزی وصوبائی نمائندگان کی پریس کانفرنسیں، ائمہ معصومین کے ایام ہائے ولادت وشہادت کے موقع پر تقاریب ومجالس کا اہتمام اور میڈیا کے ذریعے ان کی تعلیمات کو روشناس کرانا بھی اس شعبے کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔(۴۳)

آڈیو، وڈیو کا شعبہ

تحریک کا آڈیو، وڈیو کا شعبہ بھی باقاعدہ کام کرتا رہا ہے۔جس میں سینکڑوں کی تعداد آڈیو، وڈیوز اور سی ڈیز کے ذریعے عوام کو تحریک کی کارکردگی، تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ سے شناسائی اور علمائے کرام کے دروس و مجالس سے آگاہی دی جاتی رہی ہے۔(۴۴)

مرکزی اور سپریم کونسلز

قومی تحریک کا اعلیٰ اختیاری ساز ادارہ مرکزی کونسل ہے جو ایک اسمبلی کی حیثیت رکھتا ہے۔جس کے ساڑھے تین سو سے زائد ممبران ہیں، ملت کے تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد اس میں موجود ہیں۔سینٹرل کمیٹی پالیسیوں پر عمل درآمد کا ذمہ دار ادارہ جبکہ مرکزی کابینہ،صوبائی کابینائیں، ڈویژنز، اضلاع، تحاصیل اور دیہی یونٹس مختلف سطح پر اس پلیٹ فارم سے شب و روز کام کرنے میں مصروف ہیں۔ سیاسی امور مرکزی کابینہ انجام دیتی ہے جب کہ دفاع ملت کا عمل بھی پوری قوت سے جاری ہے۔ان تمام اداروں کی نگرانی کے لئے سپریم کونسل موجود ہے جس کا کام مرکزی کونسل کے فیصلہ جات کی توثیق کرنا، دستور پر عمل درآمد پر نظر رکھنا اور قومی بحرانوں کو حل کرنے کے لئے کردار ادا کرنا ہے۔(۴۵)

مرکز مطالعات اسلامی پاکستان

موجودہ دور میں جب ایک عام انسان بھی علمی انداز میں گفتگو پسند کرتا ہے اور دلائل طلب کرتا ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر قومی تحریک کی طرف سے کتب کی نشر و اشاعت کے ذریعے دشمنان دین کی کسی بات کو بے جواب نہیں چھوڑا جاتا۔ اس اہم کام کے لئے ایک ادارہ "مرکز مطالعات اسلامی پاکستان" کے نام سے کام کر رہا ہے۔ جس کے تحت متعدد کتابوں کے علاوہ ایک تاریخی نوعیت کی منفرد اور پاکستان کی تاریخ میں اپنے انداز کی پہلی کتاب "تحقیقی دستاویز" شائع کی گئی ہے۔ جس نے دشمنان تشیع کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں اور ان کے ہی اکابرین کی کتب کے حوالہ جات اخذ کر کے مکتب تشیع کے تحفظ کا سامان فراہم کیا ہے۔ یہ کتاب صدر پاکستان سے لے کر انتظامیہ کے اعلیٰ افسران تک پہنچائی جا چکی ہے۔[۴۶]

سپریم کورٹ میں شیعہ حقوق کا تحفظ

دشمن نے مکتب محمدؐ و آل محمدؐ کے خلاف اپنی سازشوں کو جاری رکھتے ہوئے قانونی میدان میں ملت جعفریہ کو چیلنج کیا اور اس کے ساتھ ہی دہشت گردی کے پے در پے سنگین واقعات بھی ہوئے استعمار کی کوشش تھی کہ تحریک جعفریہ کو فرقہ وارانہ جماعتوں میں کھڑا کرے۔ تحریک جعفریہ نے اس سلسلہ میں ارباب اقتدار کو متوجہ کرنے کے لئے انہیں یادداشتیں بھجوائیں۔ صدر پاکستان، وزیر اعظم، مسلح افواج کے سربراہ اور عدالت عالیہ کے چیف جسٹس صاحبان کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے ضروری تاکید کی۔ قومی تحریک کی اس کاوش کے نتیجہ نے عدالت عالیہ کو مجبور کیا کہ وہ اس دہشت گردی کے طوفان کے اسباب و محرکات کا جائزہ لے اور اپنی رائے یا فیصلہ صادر فرمائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر چیف جسٹس آف پاکستان نے ملت جعفریہ اور مکتب محمدؐ و آل محمدؐ کی ترجمانی کے لئے تحریک جعفریہ پاکستان کو سپریم کورٹ میں دعوت دی۔ تحریک کی طرف سے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ سید افتخار حسین نقوی کی قیادت میں ایک وفد نے اپنے موقف کو حق ثابت کرنے کے لئے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے پاس گئے۔ وفد میں مرکزی نائب صدر علامہ سید محمد تقی نقوی، سپریم کونسل کے رکن علامہ ملک اعجاز حسین نجفی، سینٹرل کمیٹی کے رکن ایم ایچ حسنی، مرکزی کونسل کے رکن سید ثناء الحق ترمذی ایڈوکیٹ اور علامہ حافظ کاظم رضا شامل تھے۔ تحریک جعفریہ کی طرف سے چیف جسٹس کی خدمت میں دو مرتبہ تقریباً آٹھ گھنٹے دہشت گردی کے ملکی و غیر ملکی

اسباب،محرکات، ان کا حل، پاکستان میں سپاہ صحابہ کی دہشت گردی پر مبنی کاروائیوں کی تفصیل، ان کے گرفتارشدگان کے اعترافی بیانات، ان کے ملک اور اسلام دشمنی پر مبنی خطابات واخباری تراشے، ان کی وہ کتب جن میں اللہ تعالیٰ، رسول اکرمؐ، اہل بیتؑ پیغمبرؐ، ازواج رسولؐ، اصحاب رسولؐ اور قرآن حکیم کی توہین کی گئی تھی۔ ان کے دہشت گردی کے حوالے سے اعترافی بیانات کی ویڈیو کیسٹیں ،جہاد کشمیر اور جہاد افغانستان کی آڑ میں دہشت گردی کی سرگرمیوں کے اعترافات اور دیگر ہزاروں کتابچے، رسائل، اشتہارات، آڈیو کیسٹیں اور دیگر مواد پیش کر کے مذہب جعفریہ کی صداقت کا بول بالا کیا، جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔(۴۷)

دستک

دشمن جب بالکل مفلوج ہو گیا تو اس نے علمی وفکری دلائل اور بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں اسلحہ لے لیا اور شیعیان حیدر کرارؑ کا بے دریغ خون بہایا۔جس سے ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی شروع ہوگئی۔ملکی وغیر ملکی قوتوں کے پس پشت ہونے کی وجہ سے انہیں بے حد تقویت ملی۔لیکن ملت جعفریہ نے صبر امام حسینؑ اور حکمت امام حسنؑ سے کام لیتے ہوئے اپنے مثبت اور قانونی اقدامات جاری رکھے۔اس سلسلے میں تحریک جعفریہ کی طرف سے حکومت کے ساتھ سربراہی ملاقاتیں، تحریری روابط، یادداشتیں، وفود کی ملاقاتیں، خطوط وغیرہ کے ذریعے حکومت کو باور کرایا جاتا رہا کہ اس خطرناک سلسلے کو روکا جائے۔ اس کے ساتھ عدلیہ اور پاک فوج کو بھی متوجہ کیا جاتا رہا۔قومی تحریک کی ان کاوشوں سے دشمن مزید بدنام ہوا، پاکستان کے تمام طبقات میں دشمن کو رسوائی اور تحریک کو پذیرائی حاصل ہوئی۔(۴۸)

متحدہ علماء بورڈ

قومی تحریک نے اپنے مکتب وملت کا تحفظ جاری رکھتے ہوئے صوبہ پنجاب میں حکومت کے قائم کردہ ایک بااختیار "متحدہ علماء بورڈ" میں اپنا فعال کردار ادا کیا۔ یہاں بھی ملت کی نمائندگی تحریک کے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ سید افتخار حسین نقوی، مرکزی نائب صدر علامہ سید محمد تقی نقوی، علامہ کرامت علی عمرانی اور علامہ ملک آفتاب حسین جوادی نے کی تھی اور مخالف فریق کے اکابرین کی ۴۰ سے زائد کتب ضبط کرا کے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں میں انتشار کا اصل سبب کون ہے۔ یہ دیکھ کر دہشت گرد گروہ حسب سابق راہ فرار

اختیار کرتے ہوئے اس پلیٹ فارم سے بھی بھاگ گیا اور تحریک جعفریہ نے تمام حالات کے باوجود حق کا علم سر بلند کئے رکھا۔ (۴۹)

فلاحی اور رفاہی خدمات

تحریک جعفریہ نے تشیع کے عظیم پیکر کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے فلاحی اور رفاہی منصوبہ جات کا عمل پورے ملک بالخصوص شمالی علاقہ جات میں انجام دیا ہے جو اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ اس شعبے کے زیر اہتمام اب تک سڑکیں، ہسپتال، پلیں، تالاب، کنویں، سکول، دستکاری مراکز، حفاظتی بند، بجلی گھر، رفاہی ادارے، تعلیمی ادارے اور متعدد ترقیاتی سکیمیں پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہیں اور ابھی تک کافی منصوبے زیر تکمیل ہیں۔ (۵۰)

متفرق خدمات

تحریک جعفریہ نے جہاں سیاسی اور عالمی سطح پر قوم کے مسائل کے حل کے لئے کام کیا وہاں قوم کو غربت سے نجات دلا کر خوشحالی کی طرف گامزن کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے۔ یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی ہو یا ناداروں اور غربا کی امداد، مکانات کی تعمیر ہو یا سیلاب زدگان وزلزلہ زدگان کی امداد، مساجد و امام بارگاہوں کی تعمیر ہو یا مدارس دینیہ کا قیام، غریب بچیوں کے جہیز کا مسئلہ ہو یا غریب افراد کی شادی کا مسئلہ ہو، بیماروں کے علاج کا سلسلہ ہو یا دہشت گردی کا شکار ہونے والے مضروبین کی امداد ہو، غرض ہر طرح سے مالی امداد کے لئے الگ الگ شعبے کام کر رہے ہیں اور حتی الوسیع کوشش کی جاتی ہے کہ قوم کو چھوٹے چھوٹے مسائل سے نجات دلانے کے لئے بھی قومی تحریک اپنا کردار ادا کر سکے۔ اب تک ہزاروں افراد اس سلسلے میں امداد حاصل کر چکے ہیں البتہ پھر بھی محدود وسائل ہونے کی وجہ سے مکمل طور پر امداد تب ہی ممکن ہے جب قوم کے مخیرین اس سلسلے میں متوجہ ہوں۔ (۵۱)

جعفریہ ٹرسٹ

تشیع کی قومی املاک کے تحفظ اور انہیں بحال رکھنے اور ان سے بہتر استفادہ کرنے کے لئے "جعفریہ ٹرسٹ" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے جو پوری فعالیت کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے رہا ہے۔ (۵۲)

جعفریہ ویلفیئر فنڈ

مالیات کے نظام کو منظم، مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے علامہ سید ساجد علی نقوی کی ہدایت پر تحریک نے ۱۹۸۹ء میں "جعفریہ ویلفیئر فنڈ" کا قیام عمل میں لایا۔(۵۳) جس کے توسط سے قومی فلاح پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔

روزگار کی فراہمی

وطن عزیز میں بے روزگاری کے عفریت سے ہر پاکستانی پریشان ہے، اسی طرح ملت جعفریہ کے تعلیم یافتہ نوجوان بھی اس مسئلے کی زد میں ہیں، تحریک نے اپنے محدود وسائل کے مدنظر کوشش کی ہے کہ بے روزگار نوجوانوں کو باعزت روزگار دلوایا جا سکے۔ اس کے لئے سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں نوجوانوں کو ملازمتیں دلوانے کے لئے کوشش کی جاتی ہے اور سینکڑوں نوجوانوں کو روزگار کے مواقع فراہم کرائے گئے ہیں اور ساتھ ہی ٹیکنیکل اداروں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے تاکہ نوجوان فنی مہارت حاصل کر سکیں اور خواتین کے لئے بہبود سینٹر بنائے گئے ہیں تاکہ نوجوان اور خواتین ان اداروں کے توسط سے بہتر روزگار کے قابل ہو سکیں۔(۵۴)

عالمی استعمار کے لئے رکاوٹ

پاکستان کے اندر بیرونی طاقتوں کی مداخلت بالخصوص امریکہ و استعماری اثر و نفوذ کو تحریک جعفریہ نے ہی بے نقاب کیا اور سینٹ سے لے کر عوامی سطح تک ہر جگہ عالمی استعمار کے خلاف بھرپور کام صرف تحریک جعفریہ کے حصے میں آیا ہے۔ یوم القدس اس کی ایک روشن مثال ہے کہ آج پاکستان کے تمام مسلمان اس یوم کو پوری عقیدت اور جوش و خروش سے مناتے ہیں۔(۵۵)

شریعت اور ناموس صحابہ بلز

ملت جعفریہ اور مکتب تشیع کے خلاف ایوانوں کے ذریعے ہونے والی سازشوں کو ایوانوں ہی میں اسی پلیٹ فارم کے ذریعے ناکام بنایا گیا۔ یک طرفہ طور پر شریعت کا نفاذ اور ناموس صحابہ بل جیسے سنگین معاملات کو تحریک کے پلیٹ فارم سے حل کیا گیا۔ جس کے بعد آج تک کسی سازشی کو جرأت نہیں ہو سکی کہ وہ مکتب

تشیع کے خلاف کوئی اقدام کرے۔(۵۶)

اتحادووحدت کے لئے کوششیں

تحریک جعفریہ نے وحدت و اخوت اور اتحاد بین المسلمین کے سنہری اصولوں پر عمل جاری رکھتے ہوئے پاکستان کی مذہبی و دینی جماعتوں سے اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کیا۔ اعلامیہ وحدت، اتحاد بین المسلمین کمیٹی، ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارمز کے قیام میں مؤثر کردار ادا کر کے اور اس کے ساتھ پاکستان میں اتحاد بین المسلمین اور فرقہ وارانہ وحدت کے لئے بننے والے فورمز، تنظیموں اور اتحادوں میں تحریک نے شرکت کر کے ثابت کر دیا کہ ہم مسلمانوں میں انتشار نہیں بلکہ وحدت و اخوت اور امن ومحبت کے خواہاں ہیں۔تحریک کے اس کردار سے جہاں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور عوام الناس ملت جعفریہ کے مزید قریب تر ہوئے وہاں فرقہ پرست اور مذہبی دہشت گرد گروہوں کی حوصلہ شکنی ہوئی اور تمام مکاتب فکر نے انہیں مسترد کر دیا۔حتیٰ کہ تحریک نے عزاداری سید الشہدا ؑ کے سلسلے میں بھی ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارمز سے استفادہ کیا۔(۵۷)

اقلیتوں کے جائز حقوق کا تحفظ

مسلمانوں سے روابط کے ساتھ ساتھ تحریک نے پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں سے بھی مناسب حد تک روابط برقرار رکھے اور ان کے پروگراموں میں تحریک کے افراد نے شرکت کی اور ان کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے تحریک نے بھرپور ساتھ دیا۔(۵۸)

احساسِ بیداری

قومی تحریک نے قوم کے اندر زندہ رہنے کا شعور پیدا کیا، اپنے حقوق حاصل کرنے کا ولولہ عطا کیا۔ اپنے مسائل کے حل کے لئے جرأت پیدا کی۔ اپنے دفاع سے غافل نہ رہنے کے اٹل اصولوں سے بھی قوم کو آگاہ کیا،قوم کے اندر پائی جانے والی بے چینی کا پامردی سے مقابلہ کیا۔(۵۹)قومی تحریک نے قوم میں اس وقت بیدار رہنے کا شعور پیدا کیا جب لوگ بیداری کی ”ب“ سے بھی واقف نہ تھے۔

عزاداری کا تحفظ

عزاداری سید الشہداؑ جو مکتب تشیع کی اساس اور ملت جعفریہ کے دوام کی ضامن ہے۔اس کی حفاظت کے لئے پاکستان میں صرف تحریک جعفریہ نے ہی ایسے اقدامات کئے جن کی وجہ سے قانونی، آئینی اور عوامی سطح پر عزاداری کا انعقاد عام اور آسان ہوا۔قومی تحریک اس اعزاز پر فخر کرتی ہے کہ سیرت حسینؑ پر عمل کرنے کے ساتھ عزاداری مظلوم کربلا کے انعقاد اور تحفظ میں تحریک کا کردار واضح اور روشن ہے۔اس کا اندازہ ڈیرہ اسماعیل خان، سہون شریف لال شہباز قلندر اور راولپنڈی والے مسائل سے لگایا جا سکتا ہے۔(۶۰)

نوجوانوں کی تربیت

ملت کے تعلیم یافتہ افراد اور نوجوان طبقے کو دینی شعور ارتباط خداوندی، سیرت محمدؐ و آل محمدؐ پر چلانا اور انہیں ملت کے اجتماعی مسائل کا درد دلانے کے لئے تحریک نے مسلسل امور انجام دیئے جو تمام کے تمام علماء کرام کے مرہون منت ہیں جنھوں نے اپنے علم و تجربے کے ذریعے نوجوانوں کو سیرت مولائے متقیان اور خواتین کو سیرت خاتون جنتؑ پر عملی انداز میں چلنے کا درس دیا۔آج نوجوانوں کا بہترین کردار اور ان میں اسلام و اہل بیتؑ کی محبت کی رمق اسی محنت کا ثمر ہے۔(۶۱)

مجلہ تحریک

ملکی وغیر ملکی تازہ صورت حال اور ہر سطح پر عوام کی تربیت کے لئے تحریک جعفریہ کی طرف سے ایک ماہنامہ "تحریک" کے نام سے شائع ہوتا تھا جو ہر خاص و عام تک پہنچایا جاتا تھا۔اس مجلّے کے ذریعے جہاں عوام تحریک کی تازہ کارکردگی سے آگاہ ہوتے تھے وہاں اس میں موجود دلچسپ اور معلوماتی مضامین سے بھی استفادہ کرتے تھے۔(۶۲)

پندرہ روزہ تحریک

کسی بھی معاشرے میں پرنٹ میڈیا کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔عصری دور میں جہاں پر دنیا بھر کی خبریں پل بھر میں آپ کے موبائل فون پر دستیاب ہیں وہیں پر آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی پرنٹ میڈیا کی اہمیت جوں کی توں برقرار ہے۔آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی دنیا کے مصروف ترین

شخص کی صبح اخبار کا مطالعہ کئے بغیر نہیں ہوتی۔

یہ بات باعث اطمینان ہے کہ قومی تحریک کے پندرہ روزہ تحریک کے توسط سے کروڑوں شیعیان حیدر کرار کے مسائل کو مؤثر طور پر نمایاں کرنے کے علاوہ انہیں قابل اعتماد، سو فیصد درست خبریں اور قومی قیادت کے نیشنل اور انٹرنیشنل موقف اور خدمات سے آگاہی فراہم کی جاتی ہے۔

شیعہ اوقاف کا مطالبہ

قومی تحریک کا ہمیشہ حکومت سے مطالبہ رہا ہے کہ شیعہ اوقاف شیعوں کے حوالے کئے جائیں تا کہ ان کے مسائل کو آسانی سے حل کیا جا سکے۔ شہباز قلندر سہون شریف، بی بی پاک دامن لاہور، عبداللہ شاہ غازی کراچی، ملتان اور اوچشریف (بہاولپور) کے بعض اوقاف وغیرہ شیعہ اوقاف میں شامل ہیں۔ (۶۳) قومی تحریک کا یہ مطالبہ حق بجانب ہے کیونکہ اس کی تائید قائداعظم محمد علی جناح کے ایک خط سے ہوتی ہے جو انہوں نے راجہ کمار امیر حیدر خان (آف محمود آباد) کے خط کے جواب میں لکھا تھا، جس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

جہاں تک شیعہ اوقاف کا مکمل طور پر شیعوں کے کنٹرول میں رہنے کا تعلق ہے تو اس میں کسی اعتراض کی کوئی گنجائش میری سمجھ میں نہیں آتی۔ (قائداعظم خطوط کے آئینے میں، خواجہ رضی حیدر، ص ۲۷۹-۲۸۰، ایڈیشن دسمبر ۱۹۸۵ء)

الزام کا جواب

اکثر اوقات جانبدار اور متعصب حلقوں کی طرف سے قومی تحریک پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ تحریک، ایران یا بیرون ملک سے فنڈ حاصل کرتی ہے۔ (۶۴) اس الزام کے بارے میں علامہ سید عبدالجلیل نقوی کہتے ہیں:

> **"اس سلسلے میں تحریک جعفریہ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے اس نے حکومتوں سے کبھی مدد حاصل نہیں کی۔ ملت جعفریہ کا ایک مخصوص مالیاتی نظام ہے جس سے ملت دینی مدارس چلاتی ہے۔ محرم الحرام میں عوام اپنے اخراجات سے رسومات کرتے ہیں۔ عزاداری سید الشہداءؑ منعقد کرنے پر کثیر رقوم خرچ کرتے ہیں۔ تحریک عوامی عطیات اور خمس سے اپنے معاملات**

کو چلاتی ہے۔تحریک کے وسائل محدود ہیں اور ان میں ہی گزارا کرتی ہے۔اگر کسی کے پاس اس قسم کے شواہد ہیں تو وہ سامنے لائے اور ٹھوس شواہد کی روشنی میں پاکستان کے قوانین کے مطابق تحریک کے خلاف اقدامات کئے جائیں۔تحریک ان اقدامات کو خوش آمدید کہے گی۔حکومتیں جن کی پشت پناہی کرتی ہیں ان کا یہ حال نہیں ہوتا۔

فرزندان توحید، پیروکاران رسول اکرمؐ،شیعیان حیدر کرارؑ اور حبداران اہل بیتؑ کا یہ کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔اس راہ حسینیؑ میں یقیناً مصائب و مشکلات بھی آتی رہی ہیں اور مزید بھی آئیں گی لیکن تحریک نے ان کا مقابلہ صرف اتحاد و ایمان کی طاقت سے ہی کرنا ہے اپنی تاریخ کو یاد رکھتے ہوئے مکمل حوصلے اور عزم کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا ہے۔"(۶۵)

ذاکرین عظام سے رابطے کے لئے ایک علیحدہ شعبہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، ساتھ ہی علمائے کرام اور دینی مدارس سے حسب سابق رابطے کا عمل جاری ہے۔(۶۶)
مستحقین میں امداد کی تقسیم، شرعی مسائل کے حل، باہمی اختلافات کے خاتمے نیز یہ کہ تحریک کے پلیٹ فارم سے ہر وہ کام ہو رہا ہے جو کسی قوم کے ملی استحکام کے لئے ضروری ہے۔(۶۷)
دشمن کی ہر سازش کو بے نقاب کرنا اور اس کا زبردست جواب دینا تحریک کے پلیٹ فارم کی وساطت سے ہی ممکن ہوا، اب جب بھی قوم کے خلاف کوئی سازش سر اٹھانے لگتی ہے تو پوری ملت کی نظریں قومی تحریک کی طرف ہوتی ہیں۔(۶۸)
کسی قوم اور کسی پلیٹ فارم کی بقا اس کی قیادت سے وابستہ ہوتی ہے۔قائد ملت جعفریہ اور قومی تحریک کے سربراہ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے شہید قائد علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی شہادت کے بعد قوم کو مایوسیوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکالا اور تحریک کو تمام مسائل و مشکلات سے نجات دلاتے ہوئے ایک منظم، باوقار دینی و سیاسی جماعت بنایا۔دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا قائد محترم نے اپنے اجداد سے پایا، بلا شبہ قائد ملت جعفریہ اس وقت پاکستان کے ہر محروم و مظلوم کے دل کی آواز ہیں۔(۶۹)

مصادر:

۱۔ موسسہ شہید الحسینی۔ قم، یادوارہ علامہ شہید سید عارف حسین الحسینیؒ،ص ۳۶۔

۲۔ سید سعید رضوی، خورشید خاور،ص ۱۱۵؛ مجلہ المخزن ملتان سلسلہ اشاعت،۶ ص ۴۶۔

۳۔ تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب،ص ۴۷۔

۴۔ مؤسسہ شہید حسینی، یادوارہ علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ،ص ۱۴۱؛ خطاب علامہ سید ساجد علی نقوی، نقل از کتاب علامہ سید عارف حسین الحسینی شہید اسلامی شخصیات کی نظر میں؛ تحریک جعفریہ پاکستان، رپورٹ، ۱۹۹۷، العارف اکیڈمی پاکستان، اسلوب سیاست،ص ۶۳؛ تسلیم رضا خان سفیر نور،ص ۷۲، ۲۵۷؛ تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب ص ۹۸۔

۵۔ مؤسسہ شہید حسینی، یادوارہ علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ،ص ۴۲۔

۶۔ سید سعید اختر رضوی، خورشید خاور،ص ۱۱۵، ۱۱۶۔

۷۔ تحریک جعفریہ پاکستان، دستور،ص ۱، ۱۹۹۶۔

۸۔ ایضاً ص ۱، ۲۔

۹۔ انٹرویو علامہ سید ساجد علی نقوی قائد ملت جعفریہ پاکستان؛ انٹرویو علامہ سید افتخار حسین نقوی سابق مرکزی جنرل سیکرٹری تحریک جعفریہ پاکستان۔

۱۰۔ تسلیم رضا خان، سفیر نور،ص ۷۷، ۸۷؛ سفیر انقلاب،ص ۱۰۲ تا ۱۰۴؛ یادوارہ علامہ شہید عارف حسین الحسینی ص ۴۵، ۴۶؛ تحریک جعفریہ پاکستان، تعارف، کارکردگی، وضاحت۔

۱۱۔ ڈاکٹر مہدی حسن، پاکستان کی سیاسی جماعتیں،ص ۲۱۴۔

۱۲۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۸۳؛ تحریک جعفریہ پاکستان، تحریک کا سیاسی سفر،ص ۱۰، ۱۱۔

۱۳۔ غضنفر کاظمی، مفتی جعفر حسینؒ ص ۵۷؛ سید سعید اختر رضوی، خورشید خاور،ص ۱۲۰۔

۱۴۔ تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب،ص ۱۰۷۔

۱۵۔ تحریک جعفریہ پاکستان، تعارف، کارکردگی، وضاحت ص ۴؛ اور سفیر نور کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۶۔ تحریک جعفریہ پاکستان اور عوامی تحریک کے درمیان طے پانے والا ۱۰ نکاتی فارمولہ؛ حکومت پاکستان، ضابطہ اخلاق، اتحاد بین المسلمین کمیٹی؛ مرکز مطالعات اسلامی پاکستان، تحقیقی دستاویز

ص ۱۳۱ تا ۴۴ ؛سفیر انقلاب ص ۱۴۷ ؛منشور متحدہ مجلس عمل پاکستان۔

۱۷۔ سفیر انقلاب ص ۱۴۴۔

۱۸۔ تحریک جعفریہ پاکستان ،تعارف، کارکردگی ،وضاحت ،ص ۴۔

۱۹۔ تعارف، کارکردگی ،وضاحت ،ص ۴۔

۲۰۔ تعارف، کارکردگی ،وضاحت ،ص ۵؛ تحریک جعفریہ پاکستان،تحریک کا سیاسی سفر،ص ۱۴۱، ۱۴۔

۲۱۔ انٹرویو علامہ سید ساجد علی نقوی...سی ڈی موجود ہے۔

۲۲۔ انٹرویو علامہ سید افتخار حسین نقوی (امداد علی گھلو)

۲۳۔ تعارف، کارکردگی ،وضاحت ،ص ۱۲۔

۲۴۔ ٹیلیفونک انٹرویو غلام حیدر حیدری ایڈووکیٹ (امداد علی گھلو)

۲۵۔ ٹیلیفونک انٹرویو علامہ سید عبدالجلیل نقوی، انٹرویو اظہار بخاری سیکرٹری اطلاعات شیعہ علماء کونسل پنجاب (امداد علی گھلو) تعارف، کارکردگی ،وضاحت ،ص ۱۲۔

۲۶۔ پاکستان ایجوکیشنل کونسل ایک نظر میں؛ تحریک جعفریہ پاکستان ،کارکردگی رپورٹ، ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء ص ۳،تسلیم رضا خان،سفیر انقلاب،ص ۱۵۹۔

۲۷۔ انٹرویو، پروفیسر ڈاکٹر سید عون ساجد نقوی (امداد علی گھلو)

۲۸۔ سفیر انقلاب،ص ۱۴۹۔

۲۹۔ تحریک جعفریہ پاکستان،کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء ص ۲۲۔

۳۰۔ ایضاً ص ۲۵۔

۳۱۔ حسین آبادی ،محمد یوسف ،تاریخ بلتستان،ص ۳۱۲ ، مجلہ ہادی کراچی،ص ۲۲،نومبر ۲۰۰۹ء، ٹیلیفونک انٹرویو پروفیسر غلام حسین سلیم سابق مرکزی ایڈیشنل سیکرٹری جنرل تحریک جعفریہ۔

۳۲۔ تحریک جعفریہ پاکستان شعبہ قم ، نگاہی گذرا بر شخصیت نمایندہ ولی فقیہ و رہبر شیعیان پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی۔

۳۳۔ حسین آبادی،محمد یوسف،تاریخ بلتستان،ص ۳۸۸،انٹرویو پروفیسر غلام حسین سلیم۔

۳۴۔ ایضاً،تاریخ بلتستان، ۳۱۴۔

۳۵۔ ایضاً ص ۳۱۵۔

۳۶۔ تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب ص ۱۴۴، ۱۴۹، کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء ص ۱۰

۳۷۔ تعارف، کارکردگی، وضاحت ص ۱۱۔

۳۸۔ انٹرویو علامہ سید عبدالجلیل نقوی؛ کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء ص ۲، ۳۔

۳۹۔ کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء ص ۶۔

۴۰۔ ایضاً ص ۳۔

۴۱۔ انٹرویو علامہ سید عبدالجلیل نقوی۔

۴۲۔ کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء ص ۷۔

۴۳۔ انٹرویو اظہار بخاری۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔ تحریک جعفریہ پاکستان، دستور۔

۴۶۔ تحریک جعفریہ پاکستان، مرکز مطالعات اسلامی پاکستان کا تعارف۔

۴۷۔ روز نامہ جنگ، روز نامہ پاکستان، روز نامہ الاخبار، روز نامہ نوائے وقت، روز نامہ خبریں، روز نامہ دن، روز نامہ مشرق، روز نامہ اساس، ڈیلی دی نیشن، ڈیلی دی نیوز، بروز منگل، بدھ ۱۹، ۲۰ اگست ۱۹۹۷ء۔

۴۸۔ تحریک جعفریہ پاکستان، دستک ۱۹۹۷ء۔

۴۹۔ انٹرویو علامہ سید افتخار حسین نقوی؛ تعارف، کارکردگی، وضاحت ص ۸۔

۵۰۔ تعارف، کارکردگی، وضاحت، ص ۱۱۔

۵۱۔ کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء ص ۲، ۳۔

۵۲۔ انٹرویو اظہار بخاری۔

۵۳۔ تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب، ص ۱۶۲۔

۵۴۔ تعارف، کارکردگی، وضاحت، ص ۱۱۔

۵۵۔ تعارف، کارکردگی، وضاحت، ص ۱۳۔

۵۶۔ فصل نامہ شیعہ شناسی، شیعیان و چالش ھای پیش رو وضعیت سیاسی، اقتصادی و فرہنگی شیعیان در پاکستان، گفت گو با علامہ سید ساجد علی نقوی، ص ۲۲۱، سال سوم، شمارہ ۱۰، تابستان ۱۳۸۴۔

۵۷۔ ایضاً،ص۲۰۹۔

58۔ انٹرویوعلامہ سیدعبدالجلیل نقوی۔

59۔ ایضاً فصل نامہ شیعہ شناسی۔

60۔ کارکردگی رپورٹ ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء ص۸، سفیر انقلاب،ص۱۴۰،۱۴۱،حسن مرتضی،شہید راہ وحدت،ص۶۱۔

61۔ انٹرویوسردار کاظم علی خان حیدری، جنرل سیکرٹری شیعہ علماء کونسل پاکستان پنجاب۔

62۔ مجلّے کا وجود اس پر دلالت کرتا ہے اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

63۔ حسن مرتضیٰ،شہید راہ وحدت،ص۲۷۴ ،علامہ سیدساجد علی نقوی کے خطاب سے اقتباس، ۱۴ اگست برسی قائدین،شیعہ میانی ملتان۔

64۔ تعارف،کارکردگی،وضاحت،ص۶،۷۔

65۔ انٹرویوعلامہ سیدعبدالجلیل نقوی،تسلیم رضا خان،سفیرنور،ص۲۱۴۔

۶۶۔ علامہ سیدساجد علی نقوی کے خطابات سے اقتباس۔

۶۷۔ انٹرویوعلامہ سیدعبدالجلیل نقوی مسئول شیعہ علماء کونسل پنجاب۔

۶۸۔ علامہ سیدساجد علی نقوی کے خطابات سے اقتباس۔

۶۹۔ انٹرویو پروفیسر منورعباس ساجدی سابق مرکزی صدر جے۔ایس۔او پاکستان۔

ملت جعفریہ پاکستان کی اتحاد و وحدت کیلئے کوششیں

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اتحاد و وحدت ہی کسی ملک وملت کا اثاثہ ہوتے ہیں اور زندہ قومیں اپنی یکجہتی کو برقرار رکھنے کی ضرورت کو کبھی فراموش نہیں کرتیں۔ پاکستان جیسی عظیم اسلامی ریاست کا قیام بھی مسلم امہ کے اتحاد کا نتیجہ تھا کہ جب برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں نے اپنے عظیم قائد کی قیادت میں متحد ہو کر جدوجہد کی اور یہود و ہنود کی غلامی سے نجات حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن جس کی نظروں میں پاکستان کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ ہمیشہ مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے اور اس نے کئی مرتبہ مسلمانان پاکستان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن ہر مرتبہ باشعور ملت پاکستان نے ایسی کاوشوں کو ناکام بنایا۔

اختلافی معاملات کو چھوڑ کر مشترکات پر اتحاد کا عمل نہ کل بُرا تھا اور نہ آج ہے۔ تاریخ کے ہر موڑ پر اسلام عزیز، امت مسلمہ، پاکستان اور تشیع کے وسیع تر مفادات میں اتحاد بین المسلمین کے راستے کا انتخاب کل بھی احسن عمل تھا اور آج بھی ہے۔ اتحاد کا مسئلہ تمام مسلم اقوام کیلئے بے حد اہمیت کا حامل ہے کیونکہ عصر حاضر میں اسلام، مسلمانوں سے تفرقہ بازی، قوم پرستی، لسانی تعصّبات جیسی لعنتوں سے اجتناب کا تقاضا کر رہا ہے۔

فکری اجتہاد اور فروعی اختلافات کے باوجود متحدہ برصغیر میں اور قیام پاکستان کے بعد بھی اسلام کے تمام مسالک، اسلام کی عظمت وسربلندی کیلئے مل جل کر رہتے چلے آئے ہیں اور جب بھی دشمن نے مسلمانوں کو آپس میں برسرپیکار کرنا چاہا شعور وادراک سے مالا مال علمائے حق نے اپنے اتحاد سے ایسی سازشوں کی بیخ کنی کی۔ اتحاد کی ان کوششوں میں ملت جعفریہ کا کردار سنہری حروف سے لکھا جائے گا اس لئے کہ مملکت اسلامی پاکستان میں اٹھنے والی اتحاد کی ہر آواز میں اور ہر جدوجہد میں ملت جعفریہ اور اس کی بابصیرت قیادت پیش پیش رہی ہے۔

سر سید احمد خان نے پورے ہندوستان کو چھوڑ کر "علی گڑھ" کو منتخب کیا جس کے متعلق وہ خود بتاتے ہیں کہ یہ شہر آگرہ بھرت پور کے علاقے میں سادات کی بستیوں کے قریب ہے جس کے سردار شیعہ ہیں۔ مجھے یہاں کے تمام لوگوں اور ان کی اولاد سے بہت زیادہ توقع ہے کہ یہ سب لوگ دل کی گہرائیوں سے مدرسہ کے حامی اور سرپرست رہیں گے۔ یہی ایک خاص وجہ تھی جس کی وجہ سے میں نے علی گڑھ کا انتخاب کیا اور اسی وجہ کو سب سے اعلیٰ اور مقدّم سمجھتا ہوں، میں نہایت مضبوطی اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ شمال اور مغرب کے تمام اضلاع میں، مجھے کوئی دوسری جگہ نظر نہ آئی۔ بس انہی وجوہات سے میں نے دارالعلوم بنانے کے لئے علی گڑھ کو مناسب مقام سمجھا۔ اپنی رپورٹ کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ ''علی گڑھ'' ایک پیارا نام ہے۔ ہمارے پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول مشہور ہے کہ "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ "مدرسۃ العلوم" جو ہم مسلمانوں کا درحقیقت پہلا علمی دروازہ ہوگا علی گڑھ میں ہی ہونا چاہئے۔ (مقالات سر سید ج ۱۶ ص ۷۶۴۔ ۷۷۱)

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی آمد واشاعت مسلمانوں کی بیداری اور تحریک پاکستان کا لمحہ لمحہ گواہ ہے کہ شیعیان حیدر کرارؑ ہی تھے کہ جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں ایک عظیم نظریاتی اسلامی مملکت کے قیام کو ممکن بنایا۔ سر محمد علی خان، مہاراجہ صاحب آف محمود آباد، راجہ امیر احمد خان، راجہ صاحب آف محمود آباد، راجہ صاحب آف سلیم پور، نواب سر فتح علی خان قزلباش، حضرت عماد الملک مولوی حسین بلگرامی، سر آغا سوئم، جسٹس سید امیر علی، سعید محمد مہدی، خان بہادر سید آل نبی، خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین، راجہ غضنفر علی خان، سید محمد محسن آف ڈھاکہ، نواب محمد اسماعیل خان پسر سید علی امام، سید رضا علی، ابوالحسن اصفہانی آف ڈھاکہ، سید ابوجعفر، سیٹھ محمد علی حبیب (حبیب بینک) اور غلام ثقلین سمیت لاکھوں شیعہ زعما، رہنما اور کارکنان نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور مسلمانان برصغیر کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر بنایا۔ (مرکز مطالعات اسلامی پاکستان، تحقیقی دستاویز صفحہ ۲۱ ،مجلہ تحریک ،اگست ۱۹۹۷ء صفحہ ۴۰ ، رئیس احمد جعفری، قائداعظم اور ان کا عہد، صفحہ ۲۳۵؛ شہید راہ وحدت علامہ حسن ترابی شہید، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۴)

قائداعظم محمد علی جناح برطانیہ کی پرعشرت زندگی چھوڑ کر مسلمانانِ ہند کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان تشریف لائے اور اس کے بعد مسلمانوں کے ہردلعزیز لیڈر بن گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی مدبّرانہ قیادت ہی قیام پاکستان کی کامیابی کا سرچشمہ ثابت ہوئی۔ آپ ایک غیر متعصب شیعہ

تھے۔ مذہبِ اہلِ بیتؑ سے تعلق رکھنے کے باوجود کبھی آپ نے کسی فرقے کی ضرورت سے زیادہ حمایت نہیں کی۔ (خالد احمد، قائداعظم کے خاندانی تنازعے، صفحہ ۱۱، ہفت روزہ تکبیر انٹرویو علامہ حسن ترابی ۱۴ فروری ۲۰۰۱ء)

بائیس ۲۲ نکات

قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت کے بعد اسلام دشمنوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ پاکستان میں نظام اسلام نافذ نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام کے تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اپنے ہی نظریات کو اصل اسلام سمجھتا ہے تو کونسا اسلام نافذ کیا جائے گا۔ اس چیلنج کے جواب میں ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے اکتیس (۳۱) مقتدر علماء نے اکیس سے چوبیس جنوری ۱۹۵۱ء تک کراچی میں اجلاس کر کے بائیس (۲۲) نکاتی دستاویز مرتب کی جس کی روشنی میں نافذ ہونے والا نظام اسلام تمام فرقوں سے سند قبولیت حاصل کرسکتا تھا۔ علامہ مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین اس اجلاس کے روح رواں تھے۔ اس کے نکتہ نمبر بائیس میں کہا گیا ہے۔ "دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔" اس نکتے کے نیچے ایک تشریحی نوٹ مفتی جعفر حسین کی خصوصی کاوشوں کے نتیجہ میں لکھا گیا۔

نوٹ: قرآن وسنت کے الفاظ جہاں جہاں آئے ہیں ان کا کسی فرقہ پر اطلاق کے وقت وہی مفہوم مراد لیا جائے گا جو اس فرقہ کے نزدیک صحیح اور مسلّم ہو۔ (سید سعید رضوی، خورشید خاور، صفحہ ۱۱۶، مجلہ المخزن سلسلہ اشاعت ۶ مقالہ مفتی جعفر حسین، صفحہ ۳۶)

واضح رہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں اس تشریحی نوٹ کو اس دستاویز سے حذف کر دیا گیا۔ (خورشید خاور، صفحہ ۱۱۷)

لاہور میں شیعہ سنی فسادات کا خاتمہ

۱۹۶۳ء میں لاہور میں شیعہ سنی فساد ہوا، قصور کس کا تھا، اس سے بحث نہیں۔ اس فساد کا نتیجہ یہ نکلا کہ تصادم ہو گیا اور تصادم کی وجہ سے پورا شہر فرقہ واریت کی لپیٹ میں آ گیا۔ ملت جعفریہ کے ممتاز و جید علما علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم اور مولانا سید اظہر حسن زیدی نے اہلسنت کے جید عالم دین مولانا کوثر نیازی کے ساتھ مل کر مختلف علاقوں میں اسلامی اتحاد کے موضوع پر جلسہ ہائے عام کا اہتمام کیا۔ کچھ اجتماعات کربلا

گامے شاہ اور ڈویژنل آڈیٹوریم میں بھی ہوئے، ان جلسوں میں شیعہ اور سنی دونوں مکاتب فکر کے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے تھے تو مذکورہ علمائے کرام کی تقاریر کی وجہ سے اچھے جذبات لے کر واپس لوٹتے اور تھوڑے ہی عرصہ میں فضا کا تکدّر جاتا رہا اور لاہور کے شیعہ وسنی پھر سے شیر وشکر ہو گئے۔(کوثر نیازی، جنہیں میں نے دیکھا، صفحہ ۹۴)

آل پاکستان علما کنونشن

۲۱ اگست ۱۹۸۰ء کو حکومت وقت نے اسلام آباد میں ایک "آل پاکستان علما کنونشن" منعقد کرانے کا اعلان کیا اس میں شرکت کیلئے مفتی صاحب کو بھی حکومت نے دعوت دی لیکن مفتی صاحب نے اس کنونشن میں شرکت کرنے کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ مولانا کوثر نیازی کہتے ہیں کہ میں سیاسی طور پر حکومت وقت کے ساتھ "عدم مزاحمت اور عدم موافقت" کی پالیسی پر عمل پیرا تھا لیکن اتحاد اسلامی کو معرض خطر میں دیکھ کر اس کنونشن کی کامیابی کیلئے میں نے بھی کوشش کی۔ میں نے علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم سے ذاتی طور پر رابطہ کیا اور انہیں اس کنونشن میں شریک ہونے کی درخواست کی تو مفتی صاحب میری شخصی درخواست پر اپنے سیکرٹری جنرل سید شائق انبالوی اور اپنے ایک دوسرے رفیق کار سید بشیر حسین نقوی کے ساتھ ۲۰ راگست کو کوئٹہ سے بذریعہ طیارہ اسلام آباد پہنچے۔ مفتی صاحب کی شرکت کی وجہ سے شیعہ اور سنی تناؤ میں کافی کمی آ گئی اور اس ملک میں فرقہ وارانہ تعصّبات کی جو آندھی چلنے والی تھی وہ خدا کے فضل وکرم سے اخوت ومحبت کی بادِ نسیم میں تبدیل ہو گئی۔(کوثر نیازی، جنہیں میں نے دیکھا، صفحہ ۹۵۔۹۶)

قائد شہیدؒ داعی اتحاد بین المسلمین

اتحاد بین المسلمین قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی نظر میں صرف مسئلہ ضرورت کے تحت نہیں تھا جیسا کہ ماضی میں مذہبی، سیاسی رہنماؤں کے ساتھ رہا، بلکہ یہ آپ کے دل کی گہرائیوں کی صدا اور حسرت تھی جو آپ کی فطرت کا ایک جزو بن چکی تھی۔ ذہن کے دریچے کھول دینے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ آپ نے زندگی میں اگر کسی جہاد میں شہید ہونے کی تمنا کی ہے تو جہاد افغانستان ہی تھا۔ اگر آپ کے ذہن میں شیعیت نوازی کا عنصر غالب ہوتا تو آپ ایران کے کسی مورچے کو اپنی شہادت کے لئے تجویز فرماتے۔ آپ نے افغانستان کے جہاد سے وابستگی کا اظہار فرما کر ثابت کر دیا کہ آپ ایک سچے مسلمان اور اسلام

دوست تھے۔

آپ نے ۱۹۸۴ء میں بھکر کی جامع مسجد میں عوام کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”شیعہ اور سنی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے تاریخی اختلافات کو حدود میں رکھیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں ۔ ان کے مشترکہ دشمن امریکہ، روس اور اسرائیل ہیں جو انہیں نابود کرنے کے درپے ہیں۔ ان کی نظر میں نہ کوئی شیعہ ہے اور نہ کوئی سنی ، وہ ہمیں بحیثیت مسلمان کے ختم کرنا چاہتے ہیں ۔لہٰذا ایسے میں ضروری ہے کہ ہم اپنے فروعی اختلافات کو بھلا کر اسلام دشمنوں کے خلاف مشترکہ موقف اختیار کریں۔

اپریل ۱۹۸۴ کو ڈیرہ غازی خان میں ایک پریس کانفرنس سے اپنی تحریک کا موقف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم ملک میں فقہ جعفریہ کا نفاذ چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم صرف اپنے لئے فقہ جعفریہ اور دیگر برادران اہلسنت کیلئے ان کی فقہ کا مطالبہ کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے دونوں گروہ اپنی اپنی فقہ کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرسکیں۔

ملتان میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہم ہر ظالم کے دشمن ہیں چاہے وہ شیعہ ہی کیوں نہ ہوں اور ہر مظلوم کے حامی ہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

لاہور میں اہلسنت کے معروف عالم دین مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سے ایک ملاقات میں اپیل کی کہ وہ اپنے مخلص ساتھیوں سمیت اتحاد بین المسلمین کے فروغ کیلئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور سامراج کی سازشوں کا قلع قمع کر دیں۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:

ہماری تحریک چاہے فقہ جعفریہ کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے، ہمارا ہدف اتحاد، اسلام کی سربلندی اور ملک کا استحکام ہے۔ ہم ہر اس اسلامی تنظیم کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہیں جو حقیقی معنوں میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتی ہے، چاہے اس کا تعلق مسلمانوں کے کسی فرقہ سے ہو

اوراس کا نام کچھ بھی ہو۔(خلاصہ،سفیر نور صفحہ ۱۷۰ تا ۱۹۲)

آپ سیاسی اور ذاتی حوالے سے مولانا فضل الرحمن سے کافی محبت اور اعتماد کے خواہاں تھے۔(سفیر نور صفحہ ۱۹۲) قائد شہید کی زندگی میں جب ڈیرہ اسماعیل خان کے روٹ کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس سنگین مسئلہ کے حل کیلئے ڈیرہ اسماعیل خان کا ڈپٹی کمشنر آپ کے پاس پہنچا اور گزارش کی کہ علامہ صاحب آپ ڈیرہ کے مسئلہ میں ہماری مدد فرمائیں تا کہ شیعہ سنی کشیدگی کا خاتمہ ہو۔آپ نے واضح جواب دیا کہ یہ مسئلہ علاقائی بھی ہے لہٰذا وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے اس مسئلہ کا حل تلاش کریں ۔آپ نے یہ بات کہہ کر ڈی۔سی کے رونگٹے کھڑے کر دیئے کہ مجھے مولانا فضل الرحمن صاحب پر اعتماد ہے وہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کریں گے ہم اس کا احترام کریں گے۔(تسلیم رضا خان،سفیر نور،ص ۱۷۶،اشاعت دوم ۱۹۹۸ء)

بعض اپنے اور اہلسنت احباب کے قومی تحریک کے نام کے متعلق اشکال کے جواب میں قائد شہید نے فرمایا:

> **ہم اتحاد بین المسلمین کے فلسفے کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس عظیم مشن پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔گزشتہ سال مولانا فضل الرحمن صاحب کی پارٹی سے اتحاد کے سلسلے میں بات چیت ہوئی تھی۔لیکن وہ آگے نہ بڑھ سکی،ہم آج بھی اس پارٹی سے اتحاد کے لئے تیار ہیں جس کے مقاصد میں اسلام کی بقا، پاکستان کا استحکام اور عوام کی بہبود شامل ہے۔(سفیر نور،ص ۱۸۴)**

مولانا عبدالقدوس سابق امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد کے پی کے نے علامہ سید عارف حسین الحسینی کی علمائے اہلسنت سے محبت کا واقعہ کچھ یوں سنایا کہ:

> **میں نے ان کے ساتھ کئی ایک سفر کئے،ایک دفعہ ہم پنڈی جا رہے تھے تو میں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا، آپ نے درمیان والی سیٹ پر مجھے بٹھایا اور خود شیشے کے ساتھ میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میرے استفسار پر فرمانے لگے آپ ہمارے مہمان اور مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہیں اگر خدانخواستہ ہماری گاڑی پر دشمن کا حملہ ہو گیا تو میری خواہش ہے کہ گولی مجھے لگے، آپ محفوظ رہیں۔مولانا صاحب فرمانے لگے کہ یا سید یہ کیسی بات کر رہے ہیں۔آپ کجا اور ہم کجا۔خدا آپ کو محفوظ رکھے ہماری خیر ہے مگر سید عارف حسین الحسینی نے فرمایا:**

میری اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوگی کہ میں ایک بلند فکر عالم دین کی محافظت میں گولی کا نشانہ بن کر خدا کے روبرو سرخرو ہوں۔(سفیر نور،ص ۱۹۰۔۱۹۱)

اپنے بچوں کو قرآن مجید کا قاری بنانا چاہا تو آپ نے جی ٹی ایس پشاور اڈا کی مسجد کے خطیب کو منتخب فرمایا۔علمائے اہلسنت سے ملنا، ان کی محفلوں میں بیٹھنا، ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کرنا آپ کی تمنا ہوتی تھی اور کئی بار دیکھا گیا کہ علمائے اہلسنت سے مل کر آپ کا چہرہ گلاب سا ہو جاتا تھا۔ پشاور میں رہتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن ،مولانا جمال الدین ، مولانا وحید الدین ، مولانا عبدالقدوس سابق امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد اور مولانا اشرف علی قریشی آپ کے گہرے دوست تھے۔آپ کے رفقا کے بقول کہ فارغ وقت میں علمائے اہلسنت سے ان کے مدارس ،مساجد یا گھر میں جا کر ملنا آپ کی محبوب مصروفیت ہوتی تھی۔(ایضاً)

اتحاد امت کیلئے پاکستان عوامی تحریک اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا اعلامیہ وحدت

مذکورہ بالا ۲۲ نکات کی منظوری کے ایک عرصہ بعد جب دشمن نے شاید یہ سوچ کر کہ اب تو ان نکات کی منظوری دینے والے بیشتر علما بھی خالق حقیقی سے جا ملے ہیں اور اس نے ایک بار پھر اپنے کچھ ایجنٹوں کے ذریعے عوام میں وسوسے اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کرنا چاہیں تو ایسے میں ایک بار پھر غیور اور اتحاد و وحدت کی ضرورت سے آگاہ ملت اسلامیہ کے دو انقلابی رہنماؤں ملت تشیع کے قائد وتحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی اور اہلسنت کے ممتاز عالم دین و پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ علامہ ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری نے دس نکاتی متفقہ اعلامیہ وحدت جاری کیا اور دشمن کی سازشوں کو دفن کر دیا۔اس اعلامیہ وحدت کا پاکستان کے عوام، سیاسی رہنماؤں اور علمائے اسلام کی اکثریت نے پرجوش خیر مقدم کیا اور اس مشترکہ اعلامیے سے ایک بار پھر اتحاد و وحدت کی کوششوں کو تقویت حاصل ہوئی۔(مصطفوی انقلاب کی جانب ایک تاریخ ساز قدم "اعلامیہ وحدت" پاکستان عوامی تحریک اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مابین طے پانے والا دس نکاتی فارمولا، ۵ صفحات پر مشتمل ہے)

ضابطہ اخلاق اتحاد بین المسلمین کمیٹی

ملت جعفریہ کی انہی کوششوں کا تسلسل ۱۹۹۰ء میں حکومتی سطح پر اتحاد بین المسلمین کمیٹی کی صورت میں

سامنے آیا کہ جب اس وقت کے وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار نیازی کی سربراہی میں ایک ۳۰ رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس میں اہل تشیع کی نمائندگی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مرکزی نائب صدر علامہ سید محمد تقی نقوی، علامہ مرزا یوسف حسین، علامہ ریاض حسین نقوی اور علامہ علی غضنفر کراروی نے کی۔ کمیٹی کے مختلف اجلاسوں کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر پنجاب ہاؤس لاہور میں ایک "ضابطہ اخلاق" کی منظوری دی جس پر تمام مکاتب فکر کے ۴۱ علماء نے اپنی مہر تصدیق ثبت کی جن میں تحریک جعفریہ کے سیکریٹری جنرل علامہ سید افتخار حسین نقوی اور علامہ یعقوب علی توسلی بھی شامل تھے۔ یہ سرکاری سطح پر ایک اچھی کوشش تھی کہ جس سے ملک کے اندر وحدت و یکجہتی کے فروغ کی راہ ہموار ہوئی تھی تاہم بعدازاں یہ کمیٹی زیادہ فعال کردار ادا نہ کر سکی۔ حتیٰ کہ ۱۹۹۳ء میں خود حکومت بھی رخصت ہوگئی۔ (وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، ضابطہ اخلاق اتحاد بین المسلمین، ۶ صفحات پر مشتمل ہے؛ مرکز مطالعات اسلامی پاکستان، تحقیقی دستاویز صفحہ ۲۴)

ملی یکجہتی کونسل

بعدازاں ایک بار پھر جب دشمن نے اپنے کچھ ایجنٹوں کے ذریعے تکفیر کا پرانا کھیل دوبارہ کھیلنا چاہا اور گلی کوچوں میں کافر کافر کی غلیظ مہم بازی کے ذریعے بھائی کو بھائی سے لڑانا چاہا اور مذہب کے نام پر تشدد اور قتل و غارت کی بھیانک مہم شروع ہوئی تو ایک بار پھر تحریک جعفریہ پاکستان کے پلیٹ فارم پر متحد ملت جعفریہ نے دشمن کی اس سازش کو ناکام بنانے کیلئے پوری قوت سے اتحاد کا نعرہ بلند کیا اور وحدت کے علم کو تھام کر دشمن کے عزائم کے سامنے آہنی دیوار بن گئی۔ ۱۹۹۵ء میں تحریک جعفریہ پاکستان کے زیر اہتمام ملی یکجہتی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک کے تقریباً تمام مکاتب فکر کے علما اور سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس بعدازاں ملت کے اتحاد کا زینہ ثابت ہوئی کہ اس کے بعد ملک کی قابل ذکر اور دینی جماعتوں کے سربراہوں نے اسلام دشمن قوتوں کی ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازشوں کے خاتمہ کیلئے مل بیٹھنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ان علما کی کئی میٹنگز ہوئیں اور بالآخر ۲۴ مارچ کو اسلام آباد میں "ملی و قومی یکجہتی کانفرنس" کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس میں تحریک جعفریہ، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام (ف)، جمعیت علمائے اسلام (س)، جمعیت علمائے پاکستان (نیازی گروپ)، تحریک منہاج القرآن اور جمعیت اہل حدیث پاکستان سمیت ملک کی گیارہ دینی جماعتوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ کانفرنس میں ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں اسلامی انقلاب برپا کرنے اور شریعت محمدی کے عملی

نفاذ کیلئے مشترکہ جدوجہد کرنے کا عزم کیا گیا تھا۔ (ہفت روزہ، زندگی لاہور، جلد ۱۶، اشاعت ۳۰تا ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء؛ ضابطہ اخلاق، ملی یکجہتی کونسل پاکستان ۲۳ اپریل ۱۹۹۵ء لاہور؛ مرکز مطالعات اسلامی پاکستان، تحقیقی دستاویز صفحہ ۲۴۔۲۵)

علاوہ ازایں انہی ۱۱ دینی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل ایک کونسل بھی قائم کی گئی جسے ملی یکجہتی کونسل کا نام دیا گیا۔ملی یکجہتی کونسل کا قیام ایک انتہائی تابناک اقدام تھا کیونکہ تمام مسالک کے جید علما اور قابل ذکر دینی جماعتوں کے سربراہوں نے ایک بار پھر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی استعماری سازش کا قلع قمع کردیا تھا اور مسلمانوں کے اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا تھا۔کونسل کے قیام سے واضح ہو گیا کہ اسلام و فرقہ واریت کے نام پر جاری دہشت گردی کا اسلام و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر مسئلہ فرقہ وارانہ ہوتا تو پھر یہ علما اس طرح مل کر نہ بیٹھ سکتے۔ملی یکجہتی کونسل کے قیام اور بعدازاں اس کی کمیٹیوں میں تحریک جعفریہ پاکستان نے انتہائی ٹھوس اور قابل تعریف کردار ادا کیا اور مسلمانان پاکستان کی وحدت و یکجہتی میں اضافے کیلئے مثبت کاوشیں کیں۔ دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے طوفانوں میں بھی ملت جعفریہ کی قیادت نے "ملی یکجہتی کونسل" کی شکل میں اتحاد و اخوت کی شمع جلائے رکھی اور متعدد افسوس ناک اور دل دہلا دینے والے واقعات کے باوجود امت مسلمہ کی وحدت کو منتشر نہیں ہونے دیا۔

متحدہ مجلس عمل

پاکستان کی چھ دینی سیاسی جماعتوں نے ۲۷ جون ۲۰۰۱ء کو اسلام آباد میں ایک سربراہی اجلاس کا انعقاد کیا اور انہوں نے اس اجلاس میں اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم پاکستان کی آزادی، سلامتی، استحکام اور اسلامی تشخص کیلئے مشترکہ جدوجہد کریں گے۔ ہمارا اصل ہدف ملک میں حقیقی، اسلامی، جمہوری نظام کا قیام ہے۔اس اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔اور ۱۹۷۳ء کا آئین اسلام ہی کی بنیاد پر پارلیمانی جمہوریت اور وفاقی نظام حکمرانی کے قیام کا ضامن ہے۔ انہی چھ دینی و سیاسی جماعتوں نے "متحدہ مجلس عمل" کی تشکیل کا اعلان کیا۔اس پلیٹ فارم کی نگاہ میں دستور کی بحالی اور دستور کے فریم ورک میں قرآن وسنت کی ہدایت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق ایک ایسی ریاست اور معاشرے کا قیام ان کی جدوجہد کا مقصود تھا جو عوام کی آزادی، دینی روایات، ملی تہذیب وتمدن، معاشی انصاف اور خوشحالی کی ضمانت دے۔نیز ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرے گا تاکہ تمام دینی/ سیاسی

قوتیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اسلامی نظام زندگی کے قیام اور لادینی عناصر کی یلغار کا مقابلہ کر سکیں۔(متحدہ مجلس عمل پاکستان فیصل آباد، دستور ومنشور متحدہ مجلس عمل پاکستان، صفحہ ۲)

متحدہ مجلس عمل کا قیام ریاست پاکستان کو بانی اسلام اور بانی پاکستان کے نظریہ اسلامی وفلاحی مملکت کی عملی صورت دینے کے لئے ہوا۔(وکیپیڈیا)

ایم ایم اے پانچ برس صوبہ خیبر پختونخوا کی حکمران رہی۔مرکز میں بھی اُسے توانا اپوزیشن کا درجہ حاصل تھا۔اسی اتحاد میں قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے ملت جعفریہ کی طرف سے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ایم ایم اے بنیادی طور پر ایک انتخابی اتحاد تھا تاہم ایم ایم اے نے مذہبی ہم آہنگی میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔پاکستان کے عوام کی ایک قابل ذکر تعداد نے بھی مذہبی جماعتوں کے اس اتحاد پر اعتماد کا اظہار کیا۔یہی وجہ ہے کہ انتخابات میں یہ اتحاد دوسرے بڑے سیاسی گروہ کی حیثیت سے منظر عام پر آیا۔یہ آمریت کا دور تھا۔آمروں کے اپنے مفادات اور ترجیحات ہوتی ہیں۔ایم ایم اے کا مذہبی کردار تو خاصا مؤثر رہا،لیکن سیاسی حوالے سے اگرچہ موجودہ خیبر پختونخوا میں اس کی بلاشرکت غیرے حکومت قائم رہی اور بعض حوالوں سے اس نے اچھی مثالیں بھی قائم کیں،تاہم مرکز میں چونکہ آمریت کا دم چھلہ بننے والوں کی حکومت تھی،اس لئے صوبائی سطح پر کسی بڑی تبدیلی کا امکان نہ تھا۔یہ اتحاد بعدازاں پہلے کی سی صورت میں قائم نہ رہ سکا،اس میں موجود دوسری بڑی تنظیم جماعت اسلامی نے ۲۰۰۸ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا، جس کے نتیجے میں نئے انتخابات میں مذہبی جماعتیں قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔

ختم بخاری کی محفل منعقدہ زاہدان(ایران) سے خطاب کرتے ہوئے مولانا فضل الرحمن سربراہ جمعیت علمائے اسلام پاکستان نے اس اتحاد کے بارے کہا:

> **پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کے عنوان سے ایک جماعت بنائی ہے جس میں تمام متحرک مذہبی جماعتیں جن میں شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی سبھی جماعتیں اس میں متحد ہوگئی ہیں۔عراق میں شیعہ سنی کا مسئلہ اٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے،آیت اللہ محمد باقر الحکیم کو نہایت ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا تا کہ دونوں فرقوں کے درمیان خون ریزی تصادم ہو اور ایرانی رہنماؤں اور عراقی عوام کی دوراندیشی اور تدبر کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے فتنہ انگیز کوششوں کو ناکام بنایا اور اب ان میں مکمل اتحاد ہے۔میں پاکستانی عوام کی طرف سے اب ایرانی عوام کو یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ پاکستان کے عوام بُرے وقت میں آپ کو تنہا نہیں**

چھوڑیں گے، پاکستان کے عوام کے دل آپ کے دلوں کے ساتھ دھڑک رہے ہیں۔ (شہید راہ وحدت علامہ حسن ترابی شہید، صفحہ ۸۴)

اتحاد مدارس دینیہ

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے اتحاد مدارس دینیہ کے جلسوں میں شہید حسن ترابی کے علاوہ علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی، مولانا محمد عون نقوی اور مولانا کرام ترمذی شرکت کر کے ملت جعفریہ کی نمائندگی کرتے اور محبت واخوت کا پیغام دیتے رہے۔ (شہید راہ وحدت علامہ حسن ترابی شہید ص ۷۹) ۳۱ جولائی ۲۰۰۳ء کو اتحاد مدارس دینیہ پاکستان کے "کُل پاکستان علما کنونشن" منعقدہ جامعۃ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں حافظ علامہ سید ریاض حسین نجفی نے شرکت کی اور شرکاء کنونشن سے خطاب کیا۔ (روزنامہ جنگ یکم جون ۲۰۰۳)

نیشنل اور انٹرنیشنل کانفرنسز

نیشنل اور انٹرنیشنل سطح پر اتحاد و وحدت کے حوالے سے جہاں بھی کانفرنسز منعقد ہوئی ہیں ملت جعفریہ نے ہر جگہ پر اپنا رول ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں عالمی سطح پر ہونے والا قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کا سالانہ علمی سیمینار ہو یا تہران میں منعقد ہونے والی سالانہ وحدت کانفرنس ہو ہر جگہ شیعہ قیادت کا وجود اور موقف انتہائی واضح الفاظ میں دکھائی دیتا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی وہ عالمی اہلبیت کونسل ہے کہ جس کے سالانہ اجلاس جو کہ ہمیشہ مسلمانان عالم کی مشکلات کے راہ حل کی جدوجہد کے لئے منعقد ہوتے ہیں۔ اس میں بھی شیعہ قیادت کی شرکت اور بین الاقوامی مسائل پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مجمع تقریب بین المذاہب الاسلامی، عالمی سطح پر اپنی خدمات پیش کر رہا ہے اس کی شورای عالی کے رکن کی حیثیت سے بھی قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کلیدی مقام کے حامل ہیں۔

ٹنڈو جہانیاں حیدرآباد میں قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ ساجد علی نقوی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

متحدہ مجلس عمل کی بحالی سے زیادہ نئے وسیع تر اتحاد کی ضرورت ہے، متحدہ مجلس عمل نے بہت سے عمدہ

اور اہم کام انجام دیئے تھے جس میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی ، ملک میں دہشت گردی اور خودکش دھماکوں کے خلاف متفقہ موقف اور سب سے بڑھ کر اس اعتراض کو دور کر دیا تھا کہ کس فرقہ کی شریعت نافذ ہو، سب نے اتفاق سے نفاذ اسلام کا راستہ متعین کر دیا تھا تاہم مجلس عمل کیوں غیر موثر ہوئی اس بحث میں پڑے بغیر ایک نئے وسیع تر اتحاد کی ضرورت ہے جس کے لئے کام ہو رہا ہے، ہماری ترجیح یہی اتحاد ہوگا۔

(www.pakmediaupdates.com اتوار، ۲۹ جنوری ۲۰۱۲ء، ٹنڈو جہانیاں، حیدر آباد)

ملی یکجہتی کونسل کا اِحیا

پاکستان کو جن سیاسی، سفارتی اور معاشی چیلنجز کا سامنا ہے ان میں داخلی عدم استحکام سب سے بڑا چیلنج ہے کیونکہ جب تک پاکستان میں داخلی سطح پر امن و امان قائم نہیں ہوگا۔ معاشی ترقی ہوسکتی ہے اور نہ ہی قانون کی حکمرانی قائم کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔ اسی چیز کے پیش نظر بعض ملت کے ہمدردوں نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اہل دین و مذہب کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے اور ملک میں مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے تدابیر کرنا چاہئے۔ ۲۱ مئی ۲۰۱۲ء کو میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں منعقدہ "اتحاد امت اور اسلامی یکجہتی" کانفرنس اسی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اس میں ملک کے تمام اسلامی مکاتب فکر کے ذمہ دار نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کا دعوت نامہ سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد کی طرف سے جاری کیا گیا تھا اور یہ کانفرنس جماعت اسلامی پاکستان ہی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں تمام اسلامی مسالک کے راہنما شریک ہوئے۔ کانفرنس میں سب مقررین نے مسلمانوں کی وحدت اور اتحاد پر زور دیا۔ سب نے تکفیری رویے کی کھل کر مذمت کی۔ تمام مقررین کا نظریہ تھا کہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سب کی رائے تھی کہ مختلف اسلامی مسالک کے افراد کو قتل کرنے والے گروہوں اور افراد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

پاکستان کی چند ایک نمایاں مذہبی جماعتوں اور شخصیات نے مشترکہ طور پر ملی یکجہتی کونسل کے احیاء کا فیصلہ کیا ہے تاکہ فرقہ واریت کے عفریت پر قابو پانے کی کوئی راہ تلاش کی جاسکے۔ پاکستان میں فرقہ واریت کو ہوا دینے کے خلاف "ملی یکجہتی کونسل" کا قیام پاکستان کی تمام مذہبی جماتوں کی شرکت، کالعدم دہشت گرد تنظیموں کی عدم موجودگی کی یقین دہانی پر قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے شرکت کی۔ ملک کی اہم سیاسی و دینی جماعتوں نے ملک میں مختلف مسالک کے درمیان اتحاد و یکجہتی کے قیام، فرقہ

واریت کے خاتمے، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عملدرآمد اور اسلامی معاشرے کے قیام کیلئے ملی یکجہتی کونسل کی بحالی کا اعلان کرتے ہوئے سابق امیر جماعت اسلامی و صدر متحدہ مجلس عمل قاضی حسین احمد کو تنظیمی ڈھانچہ بنانے والی کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

اجلاس میں، قاضی حسین احمد، جے یو آئی کے حافظ حسین احمد، جماعت اسلامی کے پروفیسر محمد ابراہیم، پیر عبدالشکور نقشبندی، صاحبزادہ محمود الحسن نقشبندی، محمد یحییٰ مجاہد، صاحبزادہ سلطان احمد، محمد خان لغاری اور ثاقب اکبر کے دستخط ہیں۔ لیاقت بلوچ کے اعلامیہ پڑھنے پر تمام شرکاء کانفرنس نے اعلامیے کی تائید و منظوری دی۔

کانفرنس میں قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ ساجد علی نقوی، سابق امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد اور سید منور حسن سمیت پیر عبدالرحیم نقشبندی، حافظ عاکف سعید، مولانا ملک عبدالرؤف، لیاقت بلوچ، قاری حنیف جالندھری، حافظ حسین احمد، مولانا محمد امین شہیدی، مولانا طیب طاہری، مولانا عبدالمالک، علامہ ابتسام الٰہی ظہیر، ابوشریف، ڈاکٹر رحیق عباسی، صاحبزادہ سلطان احمد، پیر ہارون گیلانی، عبدالغفار روپڑی، سراج الحق، پروفیسر ابراہیم، قاضی نیاز حسین نقوی، محمد خان لغاری، پیر محفوظ مشہدی، مولانا نذیر احمد فاروقی، مولانا عامر صدیقی، مولانا عنایت اللہ، عبدالرشید ترابی، مولانا مظہر بخاری، ع۔ غ کراروی، مولانا عبدالسمیع، ڈاکٹر عابد رؤف اورکزئی اور سید ثاقب اکبر نقوی نے شرکت کی اور اظہار خیال کیا۔ (نوائے وقت ۲۲ مئی ۲۰۱۲ء، جعفریہ پریس، اسلام ٹائمز، شیعہ نیوز)

ملی یکجہتی کونسل کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سید ثاقب اکبر نقوی کہتے ہیں:

موجودہ سیاسی میدان میں اگرچہ مذہبی جماعتیں زیادہ مؤثر نہ ہوں، تاہم مذہبی ہم آہنگی کے لئے وہ مل جل کر اب بھی بہت بڑا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ کچھ عرصے سے پاکستان میں بعض ایسے واقعات پھر سے رونما ہونے لگے ہیں کہ جن کی وجہ سے درد رکھنے والے اہل دین کو تشویش ہے کہ اگر ان کی روک تھام نہ کی گئی تو اس سے پاکستان کے استحکام کو ہی خطرہ لاحق نہ ہوگا بلکہ دین اسلام کے تشخص کو بھی عالمی سطح پر زیادہ نقصان پہنچے گا۔ کراچی، کوئٹہ، چلاس اور کوہستان وغیرہ میں ہونے والے اندوہناک واقعات اس کی غمناک مثال ہیں۔ جناب قاضی حسین احمد نے راقم سے ایک ملاقات میں بتایا کہ چند اہم مذہبی اداروں اور تنظیموں کے جو اکابرین ۲۱ مئی کے اجلاس میں بوجوہ شریک نہیں ہوسکے، آئندہ اجلاس میں انہیں بھی شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ یقیناً اس صورت میں ملی یکجہتی کونسل اور بھی زیادہ اعتماد سے مسلمانوں کے مابین ہم

آہنگی اور اسلامی اقدار کے احیاء اور فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکے گی۔ آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ملی یکجہتی کونسل ایک انتخابی اتحاد نہیں ہے بلکہ ایک دینی اتحاد ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی اجلاس کے دوران واضح کر دی گئی تھی کہ دینی اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ کونسل دین اسلام کے سیاسی غلبے کی جدوجہد سے الگ رہے گی۔ (ثاقب اکبر، کالم، ملی یکجہتی کونسل کا احیاء، جعفریہ پریس و اسلام ٹائمز)

معروف عالم دین علامہ شہنشاہ حسین نقوی آف کراچی کہتے ہیں:

بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کے خاتمے اور مختلف مکاتب فکر کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کیلئے "متحدہ مجلس عمل" اور "ملی یکجہتی کونسل" جیسے اداروں کی بحالی نہایت ضروری ہے کیونکہ اس وقت ہمارا ملک اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے ایسے میں تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں میں ہم آہنگی نہایت ضروری ہے۔ (روزنامہ جنگ ۴/۳/۲۰۱۲)

اتحاد امت کی اہمیت کے پیش نظر ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے سینئر نائب صدر، قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اتحاد امت میں ہے، آج مسلمان پوری دنیا میں زیر عتاب ہیں جبکہ مذہب اسلام اور مسلم ممالک کے حالات کو ایک سازش کے تحت خراب کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں جن کی ایک بڑی وجہ امت کا متحد نہ ہونا اور او آئی سی کا اپنے فرائض کی ادائیگی سے قاصر رہنا ہے جس کے باعث امت مسلمہ روز بروز مسائل کا شکار ہو رہی ہے۔ ہم ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشاں اور سرگرداں رہے ہیں اور آئندہ بھی اس مشن کو جاری رکھیں گے۔ جب تک مسلمان متحد نہیں ہوتے اس وقت تک وہ ترقی کی طرف گامزن نہیں ہو سکتے۔ اس وقت مسلمانوں کو دنیا بھر میں جن مشکلات کا سامنا ہے اس کی بڑی وجہ اتحاد کا فقدان ہے۔ اس لئے وحدت کی جتنی ضرورت آج ہے اس سے قبل نہ تھی اور ملی یکجہتی کونسل پاکستان اس کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے جس کے دور رس نتائج برآمد ہوں گے۔ (دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، پریس ریلیز)

شیعہ علما کونسل پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری علامہ عارف حسین واحدی نے راولپنڈی میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

عالم اسلام کے خلاف پوری دنیا میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو انتہا پسند قرار دینے کی بھر پور کوششیں کی جا رہی ہیں حالانکہ اسلام امن و آشتی و رواداری کا مذہب ہے اور اس کا انتہا پسندی، دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بیرونی دنیا میں یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پاکستان میں فرقہ واریت ہے اور اسی سلسلے میں ملکی حالات کو خراب کرنے اور قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں، البتہ ان سازشوں کا بہترین توڑ ملی یکجہتی کونسل ہے، جس سے یہ تمام سازشیں ناکام ہو جائیں گی۔ ہمیشہ وحدت اور اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے ہیں اور اس سلسلے میں آئندہ بھی اپنی ان کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ ملی یکجہتی کونسل مستحسن اقدام ہے اور ملکی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تازہ ہوا کا جھونکا ہے جس کے مثبت اور دور رس نتائج برآمد ہوں گے کیونکہ ملی یکجہتی کونسل میں تمام مسالک کی نمائندگی ہے اور یہ اتحاد کی علامت ہے جبکہ اس مذہبی اتحاد کی عوام نے بھی بھر پور تائید کا اظہار کیا ہے جس سے ملکی حالات اور امن وامان کی صورتحال اور دیگر مسائل کو احسن طریقے سے حل کیا جا سکے گا۔ (دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، پریس ریلیز)

حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ ایسے اداروں اور افراد کی حوصلہ افزائی کرے جو معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے علما اور شخصیات کو ذرائع ابلاغ میں بھی زیادہ سے زیادہ جگہ دی جائے جو اعتدال پسندانہ خیالات کے حامل ہوں اور دلیل کا جواب بندوق کے بجائے استدلال سے دینے کے اہل ہوں۔ ملی یکجہتی کونسل میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ معاشرے میں سرگرم انتہا پسند عناصر کو اعتدال کی راہ دکھائے اور انہیں قومی دھارے میں شامل کرے۔ لہٰذا اس کی تشکیل کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے۔ ملت جعفریہ آج بھی اتحاد و وحدت کی تمام کوششوں کا ہراول دستہ بننے کو تیار ہے اور آج بھی مسلمانان پاکستان کی یکجہتی کیلئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی اور ملت اسلامیہ میں جدائی ڈالنے کی استعماری سازشوں کو ناکام بناتی رہے گی کیونکہ جب تک ملت اسلامیہ متحد ہے استعمار کبھی بھی اپنے گھناؤنے عزائم میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

سانحہ عاشور راولپنڈی اور فرقہ واریت کا خاتمہ

وطن عزیز پاکستان اس وقت تاریخ کی بدترین دہشت گردی، امن و امان کی مخدوش صورتحال اور

اندورنی خلفشار کا شکار ہے۔ ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکے، لوٹ مار اور کرپشن روزانہ کا معمول بن چکے ہیں؛ خیبر سے لے کر سندھ اور بلوچستان سے لے کر گلگت بلتستان تک کی عوام کا مذہب و مسلک، لسانیات اور ذات پات کے نام پر قتلِ عام جاری ہے۔ دنیا بھر میں پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقا کی عظیم قربانی کی یاد میں یوم عاشورا کو عزاداری کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان بھر کے تمام شہروں اور قصبوں میں بھی یوم عاشورا کو شہدائے کربلا کی یاد میں اور امام حسین علیہ السلام کی عظیم قربانی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جلوس عزا برآمد ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی راولپنڈی میں یوم عاشورا کا انعقاد ہے کہ جہاں قیام پاکستان سے قبل اور ڈھائی سو سال سے ایک قدیمی جلوس عزا آج بھی برآمد ہوتا ہے، یہ جلوس مرکزی راجہ بازار سے گزرتا ہوا اپنے مقررہ مقام پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ۲۰۱۳ء میں یوم عاشورا پر جہاں پاکستان بھر میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا وہاں راولپنڈی میں ڈھائی سو سالہ قدیم جلوس عزا ناصبی یزیدی دہشت گردوں کا نشانہ بنا۔

عزاداران امام حسین علیہ السلام احتجاجاً "لبیک یا حسینؑ" کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے کہ اچانک "مسجد غلام اللہ" کی چھتوں پر کچھ ناصبی دہشت گرد نمودار ہوئے جنہوں نے شرکائے جلوس پر پتھروں اور اینٹوں کی بارش شروع کر دی جس پر عزاداران امام حسین علیہ السلام کے احتجاج میں شدت آ گئی اور پتھرول اور اینٹوں کی پروا نہ کرتے ہوئے مسجد غلام اللہ کے خطیب کے گستاخانہ جملوں کے خلاف لبیک یا حسین کے فلک شگاف نعروں کا سلسلہ جاری رکھا، چھتوں پر موجود ناصبی دہشت گردوں نے کچھ دیر پتھر اور اینٹیں برسانے کے ساتھ ساتھ بھاری اسلحے سے فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ دفاع ہر انسان کا حق ہے؛ جلوس عزا پر ناصبی دہشت گردوں کی فائرنگ کے جواب میں دفاع کے طور پر چند افراد نے پولیس سے کہا کہ لوگوں کی جان بچانے کی کوشش کریں؛ اس کے بعد دہشت گرد ٹولے نے سنی شیعہ مسلمانوں کی دکانیں جلادیں، جس کی بدولت شہر میں فساد ہو گیا اور پورے ملک میں فرقہ واریت کی آگ پھیلنے ہی والی تھی تو قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے ملی یکجہتی کونسل کے زیر اہتمام پریس کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں شریک تمام مکاتب فکر کے مرکزی رہنماؤں نے راولپنڈی میں یوم عاشور کے جلوس پر حملے کو پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں کے بے مثال اتحاد کے خلاف سوچی سمجھی سازش قرار دیتے ہوئے اس بھونڈی سازش کو بے نقاب کر دیا۔

جب کہ کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے شیعہ علما کونسل سندھ کے جنرل سیکرٹری

علامہ ناظر عباس تقوی، قاضی احمد نورانی صدیقی، جمعیت علمائے پاکستان کے صوبائی صدر علامہ عقیل انجم اور علامہ صادق رضا تقوی سمیت دیگر رہنماؤں نے کہا کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عزاداری شہدائے کربلا کے خلاف شر انگیزی کرنا دہشت گردوں کی سازش ہے تاکہ شیعہ وسنی کے درمیان افتراق کی فضا کو پیدا کیا جا سکے لیکن پاکستان کے شیعہ وسنی مسلمان اپنے مشترکہ دشمن کو پہچانتے ہیں اور ان کی سازشوں کو ناکام بنائیں گے۔شہدائے کربلا اور خاص طور پر امام حسین علیہ السلام امت اسلامی کے درمیان اتحاد کا ایسا مرکز ومحور ہیں کہ جو بھی اسلامی مقدسات کی اس ریڈ لائن کو عبور کرتا ہے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یزیدیت کی حمایت کرنے والے یہ جان لیں کہ ہم خون کے آخری قطرے تک پاکستان میں اتحاد بین المسلمین کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنائیں گے۔

ملی یکجہتی کونسل سندھ کے رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا یوم عاشورا کو راولپنڈی میں ہونے والی دہشت گردانہ کاروائی میں ملوث عناصر کو فی الفور گرفتار کیا جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے۔

(www.jang.com,16nov2013)؛(www.chakwalupdates.com,16nov2013)

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> **ہم سانحہ عاشور راولپنڈی مساجد، مدارس، امام بارگاہوں، املاک کے نقصان کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اصل مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے،لیکن ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یوم عاشور پر ہونیوالا واقعہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ سانحہ تھا،جس میں کئی انسانی جانوں کے ضیاع کے ساتھ ساتھ کاروبار اور املاک کا بڑا نقصان ہوا۔سانحہ راولپنڈی اپنے پیچھے بہت سے سوالات چھوڑ گیا ہے،جس سے ایک روز قبل جلوس کو روکنے کے لئے سوشل میڈیا (ٹیوٹر) پر کون سے میسج، کس کی طرف سے چلائے گئے؟ کیا یہ سانحہ کسی منظم سازش اور منصوبہ بندی کے تحت تو رونما نہیں کرایا گیا؟ اس کے پیچھے کون سے عوامل ہیں اور ان کے مقاصد کیا تھے؟ سانحہ کو مذہبی رنگ دے کر قوم سے حقائق چھپانے کی کوشش تو نہیں کی جارہی؟ کس کے ایماء پر اشتعال انگیزی ہوئی؟ پتھراؤ اور فائرنگ کس نے کی؟ آناً فاناً مارکیٹ میں آگ کیسے لگی؟ آگ لگانے کے وسائل کہاں سے آئے؟ انسانی جانوں کا ضیاع کیسے ہوا؟ واقعہ کے بعد مسلح دستوں کو کیوں کنٹرول نہ کیا گیا؟**

ان تمام حالات میں انتظامیہ، پولیس اور دیگر سیکورٹی اداروں کا کردار کیا رہا؟ اطلاعات کے باوجود ان متاثرہ مساجد و امام بارگاہوں کے سیکورٹی کے انتظامات کیوں نہ کئے گئے؟ یوم عاشور صرف امسال ہی جمعہ کے روز نہیں آیا بلکہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یوم عاشور جمعہ کے روز آیا اور اسی روٹ سے جلوس عاشور ہمیشہ پرامن طور پر گزرتا رہا، لیکن اس سال انتہائی سنگین سانحہ کیوں پیش آیا؟ اس کے علاوہ بہت سے سوالات ہیں جن کے صحیح جوابات عوام جاننا چاہتے ہیں جو کہ نہ صرف قابل تشویش ہے بلکہ اگر حقائق قوم کو نہ بتائے گئے تو اس کے مستقبل قریب میں معاشرے پر مضر اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔

اس سانحہ کے بعد ہمارے مطالبے پر جوڈیشل کمیشن کی تشکیل کا قیام احسن اقدام ہے، جوڈیشل کمیشن سے ہمیں توقع ہے کہ وہ غیر جانبداری سے حقائق کو عوام کے سامنے منظر عام پر لائیں اور مساجد و امام بارگاہ اور ملحقہ املاک کا بھی دورہ کر کے نقصانات، حقائق اور واقعات کا جائزہ لے کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔ ہمارا اول دن سے اتحاد و یگانگت کا درس رہا ہے اور اس ملک میں ہم اتحاد امت کے بانیان اور داعی ہیں۔ اتحاد و وحدت کے ہر قومی پلیٹ فارم پر ہم نے بھرپور کردار ادا کیا ہے جبکہ محرم الحرام میں بھی انتظامیہ کے ساتھ ہمیشہ بھرپور معاونت کی۔ اس سے قبل بھی اس طرح کے واقعات رونما ہوئے، جن پر نہ تو کوئی کمیشن بنایا گیا اور نہ ہی آج تک کوئی اقدامات کئے گئے۔ کوئٹہ میں ہزارہ برادری کو ٹارگٹ کیا گیا، ایک روز میں ۱۰۰ سے زائد افراد کو شہید کر دیا گیا، کراچی میں عباس ٹاؤن کا سانحہ سب کے سامنے ہے، پشاور میں قصہ خوانی بازار سانحہ، سانحہ چلاس، سانحہ ہزار گنجی سمیت متعدد ایسے سانحات ہیں، جن میں ملت تشیع کو خاص طور پر ٹارگٹ کا نشانہ بنایا گیا مگر اس کے ردعمل میں ہم نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا، بسوں سے اتار کر لوگوں کو شناخت کر کے ٹارگٹ کیا گیا، زیارات پر جانیوالے بے یارومددگار لوگوں کو ٹارگٹ کر کے بموں سے اڑا دیا گیا، مگر ہم نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور قانون کی عملداری یقینی بنانے کا مطالبہ کیا۔ مگر ان معاملات پر کوئی کمیشن قائم کیا گیا نہ انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی۔

یوم عاشور پر ہونیوالے سانحہ کے بعد راولپنڈی میں 7 امام بارگاہوں کو نشانہ بنایا گیا، امام بارگاہوں کے متولیوں کے گھروں کو نشانہ بنا کر سامان تک لوٹ لیا گیا، قرآن پاک کو

شہید کر دیا گیا ہے، اس جانب کیوں توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور کیوں مجرمانہ غفلت و خاموشی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ امن وامان کے حوالے سے پاکستان کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، دہشت گردی عروج پر ہے، اتنے عرصہ سے دہشت گردوں پر کوئی آہنی ہاتھ نہیں ڈالا گیا۔ یہ لوگ اصل میں پاکستان کے دشمن ہیں، اس ملک میں فرقہ واریت نہیں بلکہ دہشت گردی ہے اور یہ دہشت گرد ہر مسلک کے دشمن ہیں اور پھر جس ملک میں جرم کے بعد سزا کا عمل نہ ہو، جس ملک کی جیلیں محفوظ نہ ہوں، جس ملک میں "قرآنی قانون قصاص" کو معطل کر کے رکھا جائے تو اس ملک میں امن قائم کیسے ہوگا؟

قرآنی قانون کو پس پشت ڈال کر اس ملک میں دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، لیکن ہم نے آج تک ملک میں ہونے والی دہشت گردی کے حوالے سے کسی مسلک کے اوپر الزام نہیں لگایا۔ یہ دہشت گرد امت مسلمہ کے دشمن ہیں۔ ہمارے نزدیک تمام مذاہب، مسالک اور مکاتب کے مقدسات، مساجد، مدارس، امام بارگاہیں، جلوس ہائے عزائے امام حسین، عوام کی جان و مال و املاک محترم ہیں۔ اُن کا احترام اور حفاظت ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ عوام سے بھرپور مطالبہ کرتے ہیں کہ باہمی اتحاد و اتفاق، رواداری، صبر، حوصلہ، تحمل و برداشت اور بھائی چارے کی فضا کو برقرار رکھیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سانحہ ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی گھناؤنی سازش ہے، تاکہ اس ملک میں فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکا کر ملک دشمن عناصر اپنی مذموم کارروائیوں میں کامیاب ہوں مگر ہم اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ تمام مسالک کے جید علمائے کرام فرقہ واریت کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے کردار ادا کریں۔ عزاداری سیدالشہداء ہمارا آئینی حق ہے ہماری شہری آزادیوں اور بنیادی انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ ملکی آئین کے مطابق ہمیں عزاداری سیدالشہداء پر کوئی قدغن قابل قبول نہیں، عوام عزاداری سیدالشہداء بھرپور طریقہ سے جاری رکھیں، کیونکہ عزاداری ظلم کے خلاف احتجاج اور مظلوم کی حمایت کی تحریک ہے۔ ۴۸۳۷۲۴ (۲۰۱۳-۱۱-۲۷)/abna.ir۱۲۹

یمن سعودی تنازعہ اور پاکستان

یمن کی نہتی عوام پر سعودی عرب نے فضائی حملہ کر دیا جس میں سینکڑوں مسلمان لقمہ اجل بنے؛ سعودی عرب نے یمنی عوام پر حملہ کر کے ان کا قتلِ عام کیا تو ساتھ ہی پاکستان کو درخواست بھی دی کہ ہماری سالمیت کو خطرہ ہے لہٰذا پاکستان سعودی عرب کی عسکری مدد کرے۔ پاکستان کے بعض افراد نے اس جنگ کو "مقدس" جنگ کا نام دے کر اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ حرمین شریفین کی حفاظت واجب ہو چکی ہے، اگر فوراً ہم نے اس مقدس کام میں حصہ نہ ڈالا تو "ثواب" سے محروم رہ جائیں گے اور ساتھ ہی نواز حکومت نے شاہی خاندان کو یقین دہانی بھی کرا دی کہ پاکستان سعودی سالمیت کو لاحق خطرات کو کچل ڈالے گا جبکہ ملک کی اکثریت عوام اس اقدام کے مخالف تھی۔ سعودی عرب کی حمایت کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں شدت بڑھنے لگی اور فرقہ واریت کا روپ دھارے آگ کی شکل اختیار کر گئی جس کے شعلوں کی حرارت ہر پاکستانی کو محسوس ہونے ہی والی تھی کہ قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے اس بھڑکتی آگ کے شعلوں پر پانی ڈالتے ہوئے اپنے مندرجہ ذیل موقف کے ذریعے بجھا دیا:

> **یمن کی صورتحال انتہائی تشویشناک ہے، پاکستان مصالحت کا کردار ادا کرے اور موجودہ صورتحال میں غیر جانبدار رہتے ہوئے تمام برادر ممالک سے مل کر مسئلہ حل کرانے کیلئے کردار ادا کرے، مذکورہ جنگ میں پاکستان کے براہ راست کردار سے پاکستان کی داخلی سلامتی کیلئے خطرات جنم لے سکتے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ معاملات کو افہام و تفہیم سے حل کرنے پر زور دیا ہے اور اسی کیلئے کوشاں رہے ہیں؛ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بے جا طاقت کا استعمال صریحاً غلط اور مسائل کے حل کی بجائے مزید انتشار و بگاڑ کا باعث بنتا ہے اس لئے اس سے گریز اور دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاملات مذاکرات کی میز پر حل کئے جائیں۔**
>
> **مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر ایک عرصہ سے ہم ارباب اختیار کی توجہ مرکوز کروا رہے ہیں کہ جنگجو بھجوانے کے سلسلے کو روکا جائے اور صورتحال کو سنبھالنے کیلئے کردار ادا کیا جائے؛ یمن کی حالیہ کشیدہ صورتحال میں مصالحانہ کا کردار ادا کرنا چاہئے کیونکہ اس وقت مشرق وسطیٰ کی صورتحال انتہائی تشویشناک ہے۔ اگر ایسے حالات میں پاکستان نے مثبت کردار ادا نہ کیا تو**

اس کے اثرات ہماری ملکی داخلی سلامتی کے ساتھ ساتھ خطے پر بھی پڑ سکتے ہیں۔

ہمارا نقطہ نگاہ اور موقف واضح ہے کہ اسلامی گروپوں میں مسائل باہمی افہام و تفہیم سے حل کرائے جائیں کیونکہ ہم نے نہ صرف ملک کے اندر اس طرح کی کاوشوں کو بھرپور طریقے سے ادا کیا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسی کے پرچار کے ساتھ ساتھ ضرورت پڑنے پر اپنا کردار بھی ادا کیا ہے۔ اس موقع پر مسلم ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اب خواب غفلت سے بیدار ہو اور امہ کے اتحاد کیلئے میدان عمل میں آئے کیونکہ یہ پلیٹ فارم بنا ہی اسی مقصد کیلئے تھا جبکہ دیگر نمائندہ تنظیموں کو بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

موجودہ صورتحال میں پاکستان کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے اور اس شعر "تو کار زمیں رانکوساختی، کہ با آسماں نیز پرداخت" کا مصداق نہیں بننا چاہئے اور ہمیں اپنے مسائل پر کامل توجہ دینی چاہئے اور امت مسلمہ کی سلامتی، فتنوں و جنگ وجدال کے شر سے محفوظ رہنے، فکری انتشار کے دور میں اتحاد کے ذریعے ہی مسائل حل ہوں گے اور اسی کیلئے ہمیں کوشاں رہنا ہوگا۔" (شیعہ نیوز، بروز جمعۃ المبارک، ۲۷ مارچ ۲۰۱۵)

جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور میں محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم کی برسی کے اجتماع سے خطاب میں قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے فرمایا:

پاکستان کے عوام حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ یمن کے خلاف پاک فوج کو استعمال کرنے سے باز رہے، پاک فوج وطن کے دفاع کے لئے بنائی گئی ہے نہ کہ کرائے پر دینے کے لئے۔ سعودی عرب کے احسانات شریف برادران پر ہوں گے، ان کے بدلے میں پاک فوج کو بکاؤ مال نہ بنایا جائے۔ یمن میں بے گناہوں پر گولہ باری کی جا رہی ہے جو قابل مذمت ہے، پاک فوج کھل کر پوزیشن واضح کرے، اگر یمن کے خلاف پاک فوج بھیجی گئی تو اس کے خوفناک نتائج نکلیں گے اور ہم افغانستان جنگ کے نقصانات سے ابھی نکل نہیں سکے اور اب بصیرت سے محروم حکمران دوبارہ پاکستان کو دہشت گردی کی آگ میں جھونکنا چاہ رہے ہیں۔ سعودی عرب حرمین شریفین کی آڑ میں امت مسلمہ کو گمراہ نہیں کر سکتا، دنیا بھر کے مسلمان جانتے ہیں کہ یمن نے سعودی عرب پر حملے کی دھمکی نہیں دی بلکہ سعودی

عرب کی جانب سے نہتے یمنی شہریوں پر بمباری کی جارہی ہے۔(اسلام ٹائمز،۳۱مارچ ۲۰۱۵،خبر کا کوڈ ۴۴۲۲۴۶۵۱۲،جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور میں محسن ملت علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم کی برسی کے اجتماع سے خطاب)

ملی یکجہتی کونسل کے تحت ۱۰اپریل ۲۰۱۵ کو المصطفیٰ آڈیٹوریم، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد میں علامہ سید ساجد علی نقوی کی جانب سے"علمائے اسلام کانفرنس" کا انعقاد بھی کیا گیا۔ اس کانفرنس میں شریک تمام مکاتب فکر کے مرکزی رہنماؤں نے قائد ملت جعفریہ کے موقف کو سراہا اور ان کی حمایت کی؛ یمنی میڈیا نے بھی ان کے معتدل موقف کو کوریج دی۔

جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن کا بیان قابل غور ہے۔ان کی رائے میں یمن میں جاری لڑائی شیعہ سنی تنازعہ نہیں۔اسے فرقہ وارانہ فساد کیوں بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ پراکسی وار ہے جو کسی اور کے ایما پر لڑی جارہی ہے۔حوثیوں کو دانستہ طور پر شیعہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے جبکہ وہ ایران کے مسلک کے مطابق سنی ہیں اور ایران ان کی کسی قسم کی مدد نہیں کر رہا۔مولانا فضل الرحمن نے حکومت کو جذباتیت سے نہیں ہوش سے کام لینے کا مشورہ دیا۔(www.newsnoor.com)

چند دن بعد پاکستانی پارلیمنٹ کی جانب سے جو فیصلہ سامنے آیا وہ بھی قائد ملت جعفریہ کے موقف کے مطابق تھا۔ پاکستانی پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد کے محرک وفاقی وزیر خزانہ اسحق ڈار تھے۔قرارداد میں کہا گیا کہ پاکستان یمن کی جنگ کا حصہ نہیں بنے گا بلکہ اس میں مصالحانہ کردار ادا کیا جائے گا۔ کیونکہ جنگ کا حصہ بننے سے پاکستان بحران میں پھنس جائے گا۔قرارداد میں یمن کی صورت حال پر پاکستان کی تشویش کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ سعودی عرب یمن مسئلے کا پرامن حل پاکستان کا مقصد ہے۔یمن میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں،قرارداد کے مطابق پاکستان یمن جنگ میں فریق نہیں بنے گا،لیکن حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے سب سے آگے کھڑا ہوگا۔یمن میں امن کے لئے مسلم امہ اور عالمی برادری کردار ادا کرے کیونکہ یمن کی کشیدہ صورت حال خطے میں معاملات کو کشیدہ کر سکتی ہے۔

شیخ باقر النمر کی شہادت کے موقع پر فرقہ وارانہ سازشوں کا خاتمہ

سعودی عرب کے شیعہ مسلمانوں کے ممتاز رہنما آیت اللہ شیخ باقر النمر کی مظلومانہ شہادت کے موقع پر آل سعود کی عالمی سطح پر شدید مذمت کا سلسلہ جاری ہوا۔لبنان، فلسطین، ترکی، عراق، شام، یمن، ایران اور

پاکستان کے شیعہ اور سنی علما اور دانشوروں نے آل سعود کے اس بہیمانہ، معاندانہ اور مجرمانہ اقدام کی مذمت کی۔

قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے آیت اللہ شیخ باقر النمر کو سزائے موت دینے پر اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا:

عالمی شہرت یافتہ ممتاز، مذہبی سکالر، مصلح اور پُرامن عالم دین آیت اللہ شیخ باقر النمبر کو سزائے موت دینے کی پرزور مذمت کرتے ہیں؛ آیت اللہ شیخ باقر النمر باصلاحیت صاحب علم ودانش شخصیت تھے جنہوں نے اتحاد امت کے لئے ہمیشہ خدمات انجام دیں۔کسی بھی معاملے پر مختلف نکتہ نگاہ یا اختلاف رائے جمہوری حق ہے سزائے موت قرین انصاف نہیں۔(جعفریہ پریس،p=6415)

قائد ملت کے اس موقف کے بعد شیعہ علما کونسل پاکستان نے ۸ جنوری ۲۰۱۶ء کو شیخ نمر کی مظلومانہ شہادت پر ملک بھر میں احتجاج کرنے کا اعلان کر دیا؛ ادھر ایران اور سعودی عرب کے مابین معاملات کشیدہ ہو گئے ؛ اسلام دشمن عناصر بھی پھر سے متحرک ہو گئے کہ اب مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور فرقہ واریت کو ہوا دینے کا خوب موقع ہاتھ لگا ہے۔ انہوں نے بھی حرمین شریفین کے تحفظ کا نعرہ لگاتے ہوئے پاکستانی مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے بروز جمعہ کو ریلیاں نکالنے کا اعلان کر دیا۔ اس سازش کو بھانپتے ہوئے ملت جعفریہ کے دوراندیش قائد علامہ سید ساجد علی نقوی نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں اتحاد بین المسلمین کے فروغ اور فرقہ وارانہ سازشوں کو ناکام بنانے کی خاطر جمعۃ المبارک (۸ جنوری) کو ہونے والے ملک گیر مظاہروں کو بروز جمعرات ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا۔شیعہ علما کونسل پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری علامہ عارف واحدی نے اپنی جماعت کا موقف بیان کرتے ہوئے کہا:

ایران سعودیہ تنازعہ کے درمیان اگر پاکستان صلح کرالے تو یہ پاکستان کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہوگا اور پاکستان کا مقام عالمی دنیا اور امت مسلمہ میں بڑھے گا؛ لہٰذا ہم اپنے ملک پاکستان کے حکمرانوں کو خصوصی طور پر کہیں گے کہ اس وقت پاکستان بہت بڑا کردار ادا کرسکتا ہے، دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت ہونے اور مسلمان ایٹمی قوت ہونے کے ناطے پوری امت، پاکستان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ (عارف واحدی، فیس بک پیج، ۰۹ جنوری ۲۰۱۶ء؛ جعفریہ پریس،p=6466)

شیعہ علما کونسل پاکستان کے اس اقدام کے بعد ۱۸ جنوری ۲۰۱۶ء کے اخبارات میں ترجمان دفتر خارجہ قاضی خلیل اللہ کا مندرجہ ذیل موقف سامنے آیا:

وزیراعظم اور آرمی چیف ثالثی مشن پر آج سعودی عرب اور کل ایران کے دورے پر روانہ ہوں گے جہاں ان کے ہمراہ اعلیٰ سطح کا وفد بھی دورہ پر جائے گا۔ وزیراعظم سعودی فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز، سعودی وزیر دفاع اور وزیر خارجہ سے ملاقات کریں گے جب کہ دورے کا مقصد پاکستان اور ایران کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ ہے؛ پاکستان کو سعودی عرب اور ایران کے درمیان کشیدگی پر شدید تشویش ہے، وزیراعظم نواز شریف سعودی عرب اور ایران میں اختلافات کا پرامن حل چاہتے ہیں۔ پاکستان او آئی سی کے رکن ممالک میں برادرانہ تعلقات چاہتا ہے، دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ مسلم امہ کے وسیع تر مفاد میں ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ جنگ، ۱۸ جنوری ۲۰۱۶ء)

قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے وزیراعظم نواز شریف اور آرمی چیف راحیل شریف کے ایران سعودی ثالثی مشن کو نہایت خوش آئند قرار دیتے ہوئے فرمایا:

سعودی عرب اور ایران کشیدگی کے خاتمے کیلئے وزیراعظم کا آرمی چیف کے ہمراہ ثالثی مشن پر سعودی عرب اور ایران کا دورہ انتہائی اہم اور خوش آئند ہے۔ اس لئے کہ پاکستان ایٹمی اسلامی ملک ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں برادر اسلامی ممالک کے ساتھ گہرے روابط اور مراسم ہیں۔ ہم نے سعودی عرب اور ایران کشیدگی پر پاکستان کو غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے دونوں ممالک کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے ثالثی کردار ادا کرنے کا کہا تھا تا کہ خطہ مشرق وسطیٰ اور خاص طور پر پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی سے بچا جاسکے۔ یمن، شام و مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کے معاملات پر بھی کشیدگی کے خاتمے کیلئے بھی پاکستان کو اسی طرح اپنا مصالحتی کردار ادا کرنا چاہیئے تا کہ خطہ میں مکمل امن و امان قائم ہو جائے۔ پاکستان کی جانب سے یہ مثبت اقدام ہے جس کے اچھے نتائج برآمد ہونگے اور مسلم دنیا میں بھی پاکستان کا امیج اچھا ہوگا جس کے پاکستان کے داخلی صورتحال پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ جو منفی قوتیں پاکستان میں سعودی عرب، ایران کشیدگی سے فائدہ اُٹھانا چاہتی تھیں اور سعودیہ ایران کشیدگی کو ملک میں فرقہ وارانہ رنگ دیکر اپنے مذموم مقاصد

حاصل کرنے اتحاد و وحدت اور امن وامان کی فضاء کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے وہ ناکام ہوئے اور ان کی حوصلہ شکنی ہوئی اور پاکستان کے اس عمل سے ملک میں وحدت اور اتحاد کو استحکام ملے گا۔(پریس ریلیز، مرکزی دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، راولپنڈی ۱۸ جنوری ۲۰۱۶ء)

علمائے اسلام کانفرنس

جامعۃ الکوثر اسلام آباد میں وطن کے پاسبان، سفیر امن و قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کی دعوت پر ۱۳/ مارچ ۲۰۱۶ء کو منعقد ہونے والی علمائے اسلام کانفرنس میں ملک کے طول وعرض سے مختلف مکاتب فکر کے ممتاز علمائے کرام اور دانشور شریک ہوئے۔ اہل علم وفضل کے اس نمائندہ اجتماع نے اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل اعلامیہ کی منظوری دی۔ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ عالم اسلام اس وقت نہایت ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہا ہے۔ جغرافیائی، لسانی، گروہی، فرقہ وارانہ اور طبقاتی تقسیم در تقسیم اس کے زوال در زوال کا سبب بن رہی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے کئی ملک عالمی سازشوں کے نتیجے میں مزید ٹکڑے ٹکڑے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام دشمن قوتوں نے ہمارے وسائل لوٹنے کے لئے طرح طرح کی سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ یہ طاقتیں خود ہی دہشت گردی کی بنیاد رکھتی ہیں، دہشت گرد گروہ تیار کرتی ہیں، ان کی تربیت کرتی ہیں اور انہیں وسائل فراہم کرتی ہیں اور پھر مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بھی اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لاتی ہیں۔ افسوسناک امر تو یہ ہے کہ ہمارے حکمران طبقے اور دیگر ذمہ داران گروہ شعوری یا لاشعوری طور پر انسانیت کے انہیں خونی اور بے رحم دشمنوں سے غافل نظر آتے ہیں۔ ایسے میں سوز دل رکھنے والے علماء، راہنما، دانشور اور مفکر رنج وغم کی کیفیت میں اس ساری صورت حال سے نکلنے کے لئے اپنے اپنے مقام پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ یقینی طور پر دین کی معرفت رکھنے والے اور گہرے شعور کے حامل عالمی حالات سے آگاہ علمائے کرام کی ذمہ داری ہر دوسرے گروہ سے سوا ہے۔ علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ عالمی حالات پر نظر رکھتے ہوئے باہمی مشاورت اور افہام وتفہیم سے کسی متفقہ لائحہ عمل تک پہنچیں۔ آج کی یہ کانفرنس اسی پس منظر میں منعقد ہوئی ہے ہم اس کے انعقاد پر اور پاکستان کے تمام مذہبی طبقوں کو اس کے پلیٹ فارم پر مجتمع کرنے کے لئے کی گئی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

متفقہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ امت اسلامیہ کے لیے دینی اور الٰہی تعلیمات کا متفقہ سرچشمہ اللہ کی پاک کتاب اور اللہ کے آخری رسول رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ قرآن وسنت ہر دور اور ہر علاقے میں ہر صورتحال میں انسانیت کی رہبری اور ہدایت کا سامان ہے۔ یہی وہ اللہ کی رسی ہے جس کو متفقہ طور پر تھامے رکھنے کا امت اسلامیہ کو حکم دیا گیا ہے اور ہر طرح کے تفرقے سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم اس بات سے اچھی طرح سے آگاہ ہیں کہ مغربی تہذیب جو فقط کائنات کے مادی پہلوؤں پر نظر رکھتی ہے اس کے مظاہر کو زبردستی عالم اسلام پر مسلط کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں۔ آزادی رائے کے نام پر انسانیت کے مقدسات خاص طور پر انبیاء اور آسمانی صحیفوں کی توہین کا سلسلہ جاری ہے اور مسلمانوں کو بالخصوص ان مقدسات سے منقطع کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ باعث رنج امر تو یہ ہے کہ اس میں ہمارے حکمران بغیر سوچے سمجھے ایسے قوانین بنانے پر مُصر ہیں جن سے اسلامی اقدار کی نفی ہوتی ہے اور اسلامی معاشرے کی بنیادیں متزلزل ہوجاتی ہیں۔ پاکستان جیسا ملک جسے سارے عالم اسلام کے لیے اسلام کی پاکیزہ عادلانہ اور کمال آفریں تعلیمات واحکام کا نمونہ ہونا چاہیے تھا، اس سلسلے میں بہت پسماندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ہمارے حکمران طبقے انسانیت کے ان دشمنوں کے مقاصد اور ان کی چالوں سے ناواقفیت اور نافہمی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کے بے خدا اور کائنات کی ناقص شناخت پر مبنی آثار کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو یہ انسانیت کے لیے بہت ہولناک اور تباہ کن ہوگا۔ ہم تمام خدا پرست لوگوں، گروہوں اور جماعتوں کو اس مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ اسلام انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار اور محافظ ہے۔ اسلام نے عورتوں کو سب سے پہلے حقوق کا شعور دیا اور انہیں معاشرتی اور معاشی طور پر تحفظ فراہم کیا۔ اسلام نے انہیں ظلم واستحصال سے نجات دلانے کے لیے اقدامات کیے۔ ان کے لیے وراثت میں حصہ مقرر کیا، شادی بیاہ میں ان کو بااختیار بنایا، ماؤں کے پیروں تلے جنت کی تعلیم دی، بیٹیوں پر شفقت کا حکم دیا اور مرد وزن سب کو خدا کے سامنے اپنے آزاد اختیار کی وجہ سے مسول اور جوابدہ قرار دیا۔ اسلام آج بھی خواتین کے حقوق کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ اسلام ہی کا قانون ہے کہ جان کے بدلے جان، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ اس سلسلے میں نہ جنس کی تفریق ہے اور نہ کسی طبقے کی۔ اسلام خاندان کو معاشرے کی اکائی قرار دیتا ہے۔ خاندان کے اسلامی تصور نے معاشرے کو ہمیشہ ایک تحفظ فراہم

کیا ہے۔خاندان انسانوں کے لیے ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، خاندان نئ نسل کی تربیت کے لیے ایک بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ والدین سے حسن سلوک، مرد و عورت کے باہمی حقوق و فرائض، بچوں کی تعلیم و تربیت جیسے بنیادی، سماجی تصورات تشکیل خاندان ہی سے جڑے ہوئے ہیں۔قرآن حکیم حکم دیتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ، یہ وہی آگ ہے جو اس دنیا میں بھی انسان اور اس کے معاشرے کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور آخرت میں بھی اپنی خاندانی اور معاشرتی ذمے داریوں سے عہدہ برآ نہ ہونے والے خودغرض انسانوں کے لیے عذاب کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

علمائے کرام نے متفقہ اعلامیہ میں کہا کہ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کسی بھی قانون سازی سے پہلے اسلام کی تعلیمات کو ملحوظ نظر رکھے اور یہ حکومت کی آئینی ذمے داری بھی ہے کیونکہ پاکستان کا آئین اس کو پابند کرتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔قدس شریف کئی دہائیوں سے صہیونیوں کے استبدادی اور خونیں پنجوں میں سسک رہا ہے۔فلسطینی مسلسل جارحیت کا شکار اور اپنے حقوق سے محروم ہیں۔آج بھی فلسطینیوں کی اکثریت بے وطن ہے یا محاصرے کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔عالمی طاقتیں جو انسانی حقوق کے نعرے لگاتے ہوئے نہیں تھکتیں، وہی جارح اسرائیل کی پیٹھ ٹھونکتی ہیں ایسے میں جو مسلمان ان طاقتوں سے اس مسئلے کے حل کے لئے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، ان کی سادہ اندیشی پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ظالم اور جارح کا مقابلہ اتحاد اور جرأت سے ہی کیا جا سکتا ہے، ظالم اور قاتل کا ہاتھ آہنی ہاتھ سے ہی روکا جا سکتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے قبلہ اُول کی آزادی اور مظلوم فلسطینیوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے اکٹھے ہو کر اقدام کریں۔

اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھارت کی پاکستان میں بڑھتی ہوئی مداخلتیں دن بدن آشکار ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ بھارت نے پہلے دن سے ہی پاکستان کے وجود کو صدق دل سے تسلیم نہیں کیا اور آج پھر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بھارت کی خفیہ ایجنسیاں پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور پاکستان کے مختلف طبقوں اور گروہوں کو آپس میں دست و گریباں کرنے کی سازشوں پر عمل پیرا ہیں۔ بھارت کی ان سازشوں کو بے نقاب کرنا ہی پاکستان کی حکومت کی ذمہ داری نہیں بلکہ ایسی ہر سازش کا قلع قمع کرنے کے لیے عوامی قوت کو ساتھ ملا کر کسی متفقہ اور جرأت مندانہ حکمت عملی کی تشکیل کی ضرورت ہے۔وطن عزیز پاکستان میں ایک مرتبہ دہشت گردی المناک لہر چل پڑی ہے جس کا تازہ ترین شاخسانہ لاہور کے گلشن اقبال پارک میں وقوع پذیر ہونے والا سانحہ ہے۔اس سانحے میں شہید ہونے والے تمام افراد کے خاندانوں سے ہم اظہار

تعزیت کرتے ہیں اور زخمی ہونے والے ہم وطنوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کرتے ہیں، ہم ایسے تمام واقعات کے پیچھے موجود انسانیت کے وحشی دشمنوں کی شدید مذمت کرتے ہیں اور ان پر واضح کرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور اسلامی سرزمینوں کو خاک وخون میں نہلانے کے ان کے منصوبوں کو ہم اپنے اتحاد اور جرات مندانہ عزم سے ناکام بنادیں گے۔

اعلامیہ میں کہا گیا کہ کشمیر کے مظلوم عوام جو اپنی آزادی کے لئے لاکھوں قربانیاں دے چکے ہیں اور جو پاکستان کو اپنی منزل قرار دیتے ہیں انہیں بھارتی استبداد اور ستم کے سپرد کئے رکھنا بے انصافی اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے جس کے مطابق تمام مسلمان ایک بدن کی طرح سے ہیں اور بدن کا جب ایک عضو کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک کشمیر کے مسلمان آزاد ہو کر پاکستان کی آغوش میں نہیں آجاتے اور یہی ان کی منزل مراد ہے۔ ہم وفاقی اور تمام صوبائی حکومتوں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ملک میں مختلف ضلعوں اور علاقوں میں مثبت اور تعمیری دینی اور تبلیغی سرگرمیوں پر جو ناروا پابندیاں عائد کی جارہی ہیں اور رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں ہم انہیں کسی صورت قبول نہیں کریں گے ہم تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور خطباء سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے والی قوتوں کو ناکام بنانے کے لیے ہر مقام اور ہر موقع پر اپنے اتفاق واتحاد کو برقرار رکھیں۔

اعلامیہ میں کہا گیا کہ پاکستان میں ہر روز کرپشن اور دھاندلی کے ہوش ربا قصے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ افسوس اس ملک میں احتساب کے ادارے اب تک کوئی موثر کردار ادا نہیں کر سکے۔ حکمران طبقے انہیں وہ اختیار دینے کو تیار نظر نہیں آتے جن سے ملک کو کھوکھلا کر دینے والی اس کرپشن کا راستہ روکا جاسکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کرپشن کے بڑے بڑے مگرمچھوں کو نمونہ عبرت نہیں بنا دیا جاتا، پاکستان سے کرپشن کا خاتمہ نہیں ہوسکتا اور جب تک کرپشن کا خاتمہ نہ ہو پاکستان ایک ایسی رفاہی ریاست میں تبدیل نہیں ہوسکتا جہاں قانون سب کے لیے مساوی ہو، ترقی کے مواقع سب کے لیے یکساں ہوں، تعلیم اور صحت کے مسائل حل ہو چکے ہیں اور ملک عالمی برادری میں ایک باوقار مقام حاصل کر سکے۔ ہم تمام اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک حقیقی فلاحی ریاست بنانے کے لیے اتفاق واتحاد کی فضا پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ پاکستان کے میڈیا کی خاص طور پر ذمہ داری ہے کہ تفرقہ اور نفرتیں پیدا کرنے والے عناصر کے خلاف متحد ہو جائے۔ خاص طور پر ملک کے باہر سے برآمد کئے جانے والے تفرقہ

انگیز ایجنڈے کو مسترد کر دیں اور اس حوالے سے عوام کی درست راہنمائی کریں۔ میڈیا کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ وہ اسلامی سماج کے منافی پروگراموں اور اشتہاروں کو نشر کرنے اور شائع کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ ایسے امور سے معاشرے میں بگاڑ اور اخلاقی فساد بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کا نقصان بالآخر میڈیا سمیت معاشرے کے تمام طبقوں کو ہوگا۔ علمائے اسلام کانفرنس کے انعقاد پر ہم علامہ سید ساجد علی نقوی اور جامعہ الکوثر کے سربراہ علامہ شیخ محسن علی نجفی اور کانفرنس کے لئے زحمتیں اٹھانے والے تمام افراد کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور عراق کے مقدس شہروں نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ سے تشریف لانے والے علماءاور دانشوروں کے وفد کو پاک سرزمین پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ (رپورٹ این اے بلوچ، اسلام ٹائمز، خبر کا کوڈ: ۵۲۹۸۰۲)

اجلاس رہبر کمیٹی

اسلام آباد/ راولپنڈی ۱۹/اپریل ۲۰۱۶ء ملک کی تمام بڑی مذہبی سیاسی جماعتوں نے نظام مصطفیٰ کانفرنس، حقوق نسواں بل، ملک میں مجموعی امن وامان کی صورتحال، مدارس کی رجسٹریشن اور پاناما لیکس کے معاملات سمیت مذہبی جماعتوں کے اتحاد ووحدت کے عمل کو فعال کرنے کا اعلان کیا۔ یہ اعلان مذہبی جماعتوں کے قائدین پر مشتمل رہبر کمیٹی کے اجلاس میں کیا گیا۔ رہبر کمیٹی کے اجلاس کی میزبانی اسلامی تحریک کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے کی۔ اجلاس علمی تحقیقاتی ادارے البصیرہ کے مرکزی دفتر اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ملک کی تمام اہم دینی جماعتوں کے سربراہوں اور نمائندوں نے شرکت کی جن میں جماعت اسلامی کے امیر سینیٹر سراج الحق، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے مرکزی نائب امیر مولانا فضل علی حقانی، جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر پیر اعجاز ہاشمی، جمعیت علمائے پاکستان نورانی کے سینئر نائب امیر پیر ناصر جمیل ہاشمی، جماعت الدعوۃ کے مرکزی رہنما مولانا امیر حمزہ، ملی یکجہتی کونسل کے جنرل سیکرٹری لیاقت بلوچ، امیر جمعیت علمائے اسلام (سینئر) پیر عبدالرحیم نقشبندی، شیعہ علما کونسل کے جنرل سیکرٹری علامہ عارف واحدی، جمعیت اہل حدیث کے سربراہ ابتسام الٰہی ظہیر، جماعت اہل حدیث کے مرکزی صدر عبدالغفار روپڑی، ملی یکجہتی کونسل کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل ثاقب اکبر، وفاق المدارس شیعہ کے سربراہ قاضی نیاز نقوی، تحریک احیائے خلافت کے امیر قاضی ظفر الحق، تنظیم اسلامی کے خالد محمود، متحدہ جمعیت اہل حدیث کے امیر سید ضیاء

اللہ بخاری، ڈاکٹر سید محمد نقوی سمیت دیگر راہنماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس تقریباً ۴ گھنٹے جاری رہا جس میں مذہبی جماعتوں کے قائدین نے مفصل غور وخوض کے بعد متفقہ لائحہ عمل کا اعلان بذریعہ مشترکہ پریس کانفرنس کیا۔ مشترکہ پریس کانفرنس کے موقع پر قائدین نے کہا:

"ملک میں نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ اور دینی امور میں ہم سب ایک ہیں۔"

انہوں نے مطالبہ کیا کہ آئین پاکستان پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے، آئین سے بالاتر اقدامات ہمیں قبول نہیں۔ پاکستان کی نظریاتی بنیاد سے انحراف اور قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی قابل قبول نہیں۔

اجلاس میں ملک بھر میں نظام مصطفیؐ کانفرنسوں اور سیمیناروں کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ رہبر کمیٹی کے قائدین نے اجلاس میں کئے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کا عزم کرتے ہوئے کہا:

ہم سب ایک پلیٹ فارم پر متحد ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ ہم اس ملک میں قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں ہونے دیں گے۔ حقوق نسواں بل پنجاب حکومت نے عجلت میں بنایا ہے اور یہ قانون قرآن وسنت کے متصادم ہے۔ اسلام خواتین واقلیتی حقوق کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ ہم عورتوں کو ہر قسم کے تشدد سے نجات دلائیں گے۔ حکومت پنجاب کو اس قانون کو واپس لینا ہوگا۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اس وقت عالم اسلام خطرے میں ہے۔ ایران اور سعودی عرب کے درمیان اختلافات کو ختم ہونا چاہیے۔

رہبر کمیٹی نے اعلان کیا:

"اس سلسلے میں ہم تمام اسلامی ممالک کے سفیروں سے مل کر اختلافات کو ختم کرنے اور عالم اسلام میں وحدت کی فضا قائم کرنے کے لئے اپنی تجاویز پیش کریں گے۔"

آج کے اجلاس میں پاکستان کی تمام دینی جماعتوں نے تمام مسلکی، گروہی، علاقائی اور پارٹی مفادات سے بالاتر ہوکر جدوجہد کے ذریعے مغربی سازشوں کو ناکام بنانے اور پاکستان کے نظریے کے تحفظ کا عزم کیا اور کہا:

"پاکستان کی عوام کو بہتر مستقبل دینے کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرتے رہیں گے۔ اس وقت اندرونی وبیرونی ملکی صورت حال انتہائی تشویشناک ہے جسے ختم کرنے کے لئے

دینی جماعتیں متحد ہوکر اپنا مثبت کردار ادا کریں گی اور ہم پاکستان سے ہر قسم کی کرپشن سے پاک کر کے ہی دم لیں گے۔"

قومی علما و مشائخ کونسل

وفاقی حکومت کی طرف سے (قومی علما و مشائخ کونسل) کا پہلا اجلاس رمادہ ہوٹل اسلام آباد میں وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف کی زیر صدارت منعقد ہوا، اجلاس کا عنوان (بین المسالک ہم آہنگی) تھا جس میں شیعہ علما کونسل پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ عارف حسین واحدی نے شرکت کی ان کے ساتھ خیبر پختونخوا کے صوبائی صدر علامہ حمید امامی بھی شریک تھے۔ ہر مکتب فکر کے جید علمائے کرام شریک ہوئے فرقہ واریت کے خاتمے اور بین المسالک ہم آہنگی کے حوالے سے ایک ضابطہ اخلاق بنایا گیا۔ اس ضابطہ اخلاق پر عملدرآمد اور نظارت کے لئے ایک اسٹیرنگ کمیٹی بنائی گئی جس میں سات علمائے کرام کو رکھا گیا جس میں علامہ عارف واحدی شامل ہیں۔ علامہ عارف واحدی نے اس اجلاس میں اپنے خطاب میں کہا:

"اتحاد بین المسلمین کے قیام کے لئے حکومت کی طرف سے اس کونسل کا قیام خوش آئند ہے اس سے بھائی چارے اور بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ ملے گا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ پہلا ضابطہ اخلاق ہماری قیادت نے اہلسنت کے علمائے کرام کے ساتھ انیس سو نوے میں بنایا پھر ملی یکجہتی کونسل اور ایم ایم اے کے پلیٹ فارمز سے بین المسالک ہم آہنگی کو تقویت ملی، اس ملک میں فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ آپس میں مسالک کے لوگوں کو لڑانے کے لئے ایک سازش کی گئی جس کو ہر مسلک کے علمائے کرام نے اپنی کاوشوں سے ناکام بنایا، مگر شدت پسندی، انتہا پسندی اور دہشت گردی جو آگے بڑھتی رہی اس کی وجہ یہ ہے کہ قوانین موجود ہیں مگر ان پر عملدرآمد نہ ہوا یہ ریاستی اداروں اور حکومت کی ذمہ داری تھی جو ادا نہ کی گئی، مسالک کے درمیان نفرت پھیلانے کا عمل بعض منفی عناصر نے جاری رکھا دھشت گردی کی گئی مگر ان کے خلاف قانون حرکت میں نہ آیا، قاتلوں کو انصاف کے کٹہرے میں نہ لایا گیا؛ قصاص کے قرآنی قانون پر عمل نہ کیا گیا جس سے اس ناسور کو ہوا ملی اور ملک کا امن تباہ ہوا؛ ہمارے نزدیک اہلبیت اطہار، صحابہ کرام، امہات المومنین، اولیائے کرام یا کسی مسلک کے مقدسات کی توہین شرعی طور پر حرام ہے، منفی عناصر

ملک میں یہ جرائم کرتے رہے مگر قانون خاموش رہا، تعجب کی بات ہے جب کہیں قانون حرکت میں آیا تو توازن کی ظالمانہ پالیسی کے تحت سب دینی قوتوں کے خلاف کاروائی شروع ہوگئی، بے گناہ اور مثبت انداز میں چلنے والے علمائے کرام کو بھی "فورتھ شیڈول" میں ڈال دیا گیا جس سے عوام اور مذہبی حلقوں میں بے چینی بڑھتی گئی؛ یہ جو یہاں ذکر ہوا ہے کہ ایران اور سعودی عرب کی پراکسی وار ہے اور وہ پیسے دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ کوئی مدرسہ یا ادارہ اگر باہر سے پیسے منگواتا ہے تو حکومت کے علم میں ہو اور حکومت مکمل نگرانی کرے۔ امن کمیٹیوں کو فعال کیا جائے خوشامدی لوگوں کو نہ رکھا جائے مؤثر علما کو رکھا جائے۔تمام مدارس میں دیگر مسالک کا مختصر تعارف پڑھایا جائے اور مشترکات پر مبنی ایک جامع کتاب محققین کی ایک ٹیم مرتب کرے جو ہر مدرسہ میں پڑھائی جائے۔اس کونسل کی طرف سے تمام مسالک کے مدارس اور مراکز میں اتحاد و وحدت کے موضوع پر سیمینار رکھے جائیں، اور سب مسالک کے جید علمائے کرام شریک ہوں، دینی اور مذہبی پروگراموں اور مجالس پر پابندیاں لگانے سے بے چینی پیدا ہوتی ہے علمائے کرام پر بین الصوبائی یا بین الاضلاع پابندی قبول نہیں البتہ جو منفی گفتگو کریں اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں ان پر پابندیاں لگائی جائیں۔جمعہ کے خطبات میں بین المسالک ہم آہنگی پر گفتگو کی جائے۔پنجاب کی طرح وفاق میں بھی غلیظ لٹریچر پر پابندی کے لئے بورڈ تشکیل دیا جائے۔ دینی حوالے سے اسمبلیوں میں جو قانون سازی ہوتی ہے علمائے کرام سے مشاورت ہو تاکہ غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں، بہتر ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا جائے جو ایک آئینی ادارہ ہے۔ہم وفاقی وزیر کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ دینی ہم آہنگی کے حوالے سے ان کی کاوشیں لائق تحسین ہیں، امید ہے کہ اس جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔"

علامہ عارف واحدی نے اس اجلاس میں وفاقی وزیر سے حجاج کی مشکلات کے بارے میں بھی تفصیلی گفتگو کی جس پر طے ہوا کہ ایک وفد وفاقی وزیر سے ملے گا۔

پیغام پاکستان

پاکستان کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علما اور مذہبی شخصیات کی طرف سے متفقہ طور پر

ایک فتویٰ جاری کیا گیا ہے جس میں دہشت گردی کو اسلام کے منافی اور طاقت کے زور پر اپنے نظریات مسلط کرنے والوں کو اسلامی تعلیمات کا باغی قرار دیا گیا۔ اس فتوے کا اجرا ایوان صدر اسلام آباد میں منعقدہ ایک خصوصی تقریب میں کیا گیا اور اسے پیغام پاکستان کا نام دیا گیا ہے۔ یہ فتویٰ سینکڑوں علماء اور مذہبی دانشوروں کے دستخط سے جاری کیا گیا جس میں خودکش حملوں، شدت پسندی اور خونریزی کو فساد فی العرض قرار دیتے ہوئے ریاست کے ایسے عناصر کے خلاف" کارروائی کا شرعی حق" کو تسلیم کیا گیا۔ فتوے میں کہا گیا کہ متحارب جہاد کا حکم صرف ریاست کا اختیار ہے اور اپنے طور پر یہ عمل کرنے والے باغی تصور کئے جائیں گے۔ مزید برآں دہشت گردی کی ترغیب، خودکش حملوں کی تیاری، تربیت، اس کا حکم اور اس پر عمل کرنے والے اسلامی تعلیمات کے باغی ہیں۔ صدر ممنون حسین کے بقول اس فتوے کو ریاستی اداروں کی تائید حاصل ہے اور یہ درست سمت میں ایک مثبت پیش رفت ہے۔

اس تقریب میں قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے خصوصی دعوت پر خصوصی شرکت کی ہے اور ان کے ساتھ شیعہ علما کونسل پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری علامہ عارف واحدی بھی ساتھ تھے۔ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو اس طرح کے اقدامات قائد موجود کی مثبت پالیسیوں کا نتیجہ ہیں اور ان کی پالیسیوں کی تائید ہے۔

سیمینار: پیغام پاکستان کا ایک جائزہ

پاکستان کے علمی وتحقیقی کمیشن کے زیر اہتمام اسلام آباد میں ''پیغام پاکستان کا ایک جائزہ'' کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں علمی وتحقیقی کمیشن کے سربراہ قاضی ظفر الحق اور لیاقت بلوچ سمیت مختلف مکاتب فکر کے کئی علما و دانشور شریک ہوئے۔ اس موقع پر اسلامی تحریک پاکستان کے سیکرٹری جنرل علامہ عارف واحدی نے کہا:

> **"اس پیغام پر اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی بحث ہوئی ہے اور اس نے اس کی تائید کی ہے۔ میری نظر میں اس پیغام کی کاپیاں علما کو دی جانی چاہییں اور تحقیقی محافل میں اس پر بحث کی جانی چاہئے، ملکی امن کے لئے اس پیغام میں خودکش حملوں کی مذمت، توہین مقدسات کی ممانعت اور قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کی گئی ہے۔ نیز اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اس پیغام پر میڈیا پر بحث**

ہونی چاہئے اور اس کا ترجمہ کروا کر مختلف سفارت خانوں میں دیا جانا چاہئے۔فتویٰ اور اعلامیہ بالکل درست ہے اور علما نے اس کی توثیق کی ہے تاہم کتاب کا باقی متن علما کو دینا چاہئے، اس پر کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس کے سقم کی نشاندہی کرے اور اپنی سفارشات تنظیمات مدارس نیز ادارہ تحقیقات اسلامی کو بھیجی جانی چاہئے۔"

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن علامہ سید افتخار حسین نقوی نے سیمینار کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

حکمران اسلامی ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ چاہتے ہی نہیں ہیں۔قرارداد مقاصد اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ علماء مل کر نہیں بیٹھتے، قیام پاکستان میں علما متفق تھے،قرارداد مقاصد علماء نے مل کر بنائی۔ملی یکجہتی کونسل میں بھی علما متحد ہیں۔متحدہ مجلس عمل میں علما ایک تھے۔ پیغام پاکستان میں بھی ایک ہیں، کمی حکمرانوں میں ہے جو ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف رہے ہیں۔(روزنامہ جسارت ۱۱ فروری ۲۰۱۸)

شیعہ قومی پلیٹ فارم کی سیاسی فعالیت پر اجمالی نظر

تحریک جعفریہ، شیعیان پاکستان کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اس جماعت نے یوم تاسیس سے لے کر اب تک شیعیان پاکستان کے حقوق کے دفاع کے لئے بہت ساری خدمات انجام دی ہیں۔ سیاسی، اجتماعی، ثقافتی، فلاحی، علمی اور مکتبی میدانوں میں فعالیت کی ہے۔ اس تحریر میں ہم نے فقط تحریک کی سیاسی فعالیت کو بیان کیا ہے۔ سیاسی امور تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں پر ہم نے زیادہ فوکس انتخابات کو کیا ہے۔ واضح رہے کہ تحریک جعفریہ بین ہونے کے بعد سے اسلامی تحریک، شیعہ علما کونسل اور دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان کے عناوین سے اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ ہم نے اپنے ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اسی موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور یہ اپنی نوعیت کا پہلا مختصر مگر جامع کام ہے جو بعد میں آنے والے محققین کیلئے پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اور اس کے بعد اسلام کے استحکام اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق بھرپور کردار ادا کرنا اور پھر بعد میں مسند خلافت پر بیٹھنا "اسلامی سیاست" کا ناقابل فراموش باب ہے۔ سیاست کو مذہب سے جدا سمجھنے والے احباب اور پاکستان میں "سیاست" کو منفی ولچر قسم کا مفہوم دینے والے حضرات کے لئے "سیاست علوی" بھرپور جواب فراہم کرتی ہے۔ حیدر کرارؑ کے پاکیزہ نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان میں تشیع کے حقوق کے لئے تشکیل پانے والی پاکستان کی شیعہ آبادی کی واحد نمائندہ اور وسیع جماعت "تحریک جعفریہ" تھی جو سازشوں کی وجہ سے ممنوع قرار دی گئی اور "اسلامی تحریک" کی صورت میں آنے کے بعد ایک بار پھر ظلم کا شکار ہوئی اور ممنوع قرار دی گئی۔ سیدالشہداء کے راستے پر چلتے ہوئے فقط "حکومت" کا حصول کبھی بھی تحریک جعفریہ کا ہدف نہیں رہا ہے بلکہ حکومتی ایوانوں اور قانون ساز اداروں تک پہنچنا تشیع کے حقوق کا ایک وسیلہ ہے۔ مدارس، مجالس اور جلوس عزاء اسی وقت قائم رہ سکتے ہیں جب انہیں قانونی تحفظ حاصل ہو اور قانونی تحفظ

قانون ساز اداروں تک پہنچے بغیر نہیں ہوسکتا اور ان تک پہنچنا بغیر سیاسی عمل کے ممکن نہیں؛ لہٰذا قائد شہید اور ان کے جانشین قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی اسی راہ پر سرگرم عمل تھے اور ہیں۔

مارشل لاء دور سے "ایم آر ڈی" کی تحریک میں شمولیت ہی تحریک جعفریہ کی سیاسی زندگی کا نقطہ آغاز ہے۔ قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین نے محسوس کیا کہ جب تک جمہوریت کی بحالی نہیں ہوگی تب تک مذہبی حقوق کا تحفظ بھی ممکن نہیں۔ پھر انہوں نے اپنے آخری انٹرویو میں بحالیِ جمہوریت کی تحریک ایم۔آر۔ڈی کی حمایت کا اعلان کیا۔ بستر علالت پر "روزنامہ جنگ" لاہور کو قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین نے ایک انٹرویو دیا۔ یہ انٹرویو مرحوم قائد کی دوررس سیاسی بصیرت کا ثبوت بھی ہے اور تحریک کے آئندہ اقدامات کیلئے ایک لائحہ عمل بھی تھا۔

روزنامہ جنگ نے لکھا:

"تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد علامہ مفتی جعفر حسین نے کہا ہے کہ ایم۔آر۔ڈی پنجاب کے لیڈر راؤ عبدالرشید سے ان کی ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے جمہوریت کی بحالی کیلئے انہیں اپنے تعاون اور امداد کا یقین دلایا تھا۔"

گجرانوالہ میں اپنے مکان پر "جنگ" سے ایک خصوصی ملاقات میں انہوں نے کہا کہ مسٹر خاقان بابر نے اس ضمن میں جو بیان دیا ہے میں اس کی تردید کرتا ہوں۔ انہوں نے بیان دے کر زیادتی کی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا راؤ عبدالرشید سے آپ کی گفتگو ایم۔آر۔ڈی کے حوالے سے ہوئی تھی۔ مفتی جعفر حسین نے کہا کہ خاص تو کوئی بات نہیں ہوئی تھی لیکن جمہوریت کی بحالی اور مارشل لاء کے خاتمہ کی بات ہوئی تھی اور میں نے کہا تھا کہ ہم ہر اس جماعت کی حمایت کریں گے جو ملک میں جمہوریت کیلئے کام کرے۔ میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ شیعہ فرقہ کی طرف سے ۱۴/اگست کی تحریک میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جمہوریت کی بحالی کیلئے کی جانے والی ہر جدوجہد کو ہماری حمایت حاصل ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں مفتی جعفر حسین نے کہا کہ اسلام میں مارشل لاء کی کوئی گنجائش نہیں اور جو حکومت اسلامی نہیں اس کے اقدامات کس طرح اسلامی ہو سکتے ہیں۔

ایرانی انقلاب کے بارے میں مفتی صاحب نے کہا کہ یہ انقلاب اسلام کے نام پر آیا ہے۔ اگرچہ عرب ریاستیں اسے شیعہ انقلاب کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ اسلامی انقلاب نہیں ہے۔ انہوں نے اس الزام

کو بھی غلط قرار دیا کہ ایران یا اس کے کسی اہلکار کی طرف سے پاکستان کی داخلی صورتحال میں کوئی مداخلت ہوئی ہے۔ افغان مہاجرین کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ انہیں پناہ دینا تو ہمارا فرض تھا۔ لیکن انہیں پاکستان کی سیاست امریکہ کی جانب نظر آتا ہے اور حکومت بھی اس سے انکار نہیں کرتی۔

۱۴/ اگست کو صدر ضیاء الحق کے مجوزہ اعلان کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کو قائم رہنا چاہیے اور کسی نئے ڈھانچے کی ضرورت نہیں۔ جب ایک متفق علیہ دستور موجود ہے، جسے چاروں صوبوں کے نمائندوں نے بنایا ہے تو اس کی موجودگی میں کسی اور ڈھانچے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا ۱۹۵۶ء کے آئین میں فرقہ وارانہ جذبات کے احترام کا زیادہ اہتمام تھا لیکن ۱۹۷۳ء کے آئین کو قائم رکھنا چاہئے۔ انہوں نے فقہی اختلاف کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے کہا اتحاد و اتفاق قائم کرنا چاہیے۔ مذہبی اختلاف کو نفرت کی بنیاد نہیں بننا چاہئے۔ یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ شیعہ ہے یا سنی ہے بلکہ دوسرے کی فقہ کو برداشت کیا جائے۔ تعمیری باتوں کے علاوہ معاشی و معاشرتی انصاف کی طرف توجہ دی جانی چاہئے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ معیشت کو سُود سے پاک نہیں کیا جاسکا۔ نفع نقصان کی بنیاد پر جو کھاتے شروع کئے گئے ہیں یہ بھی کچھ نہیں ہیں۔ سودی کاروبار چل رہا ہے۔ اسلام نے عدل و احسان کا تصور دیا ہے ہمارے خیال میں اس پر بھی عمل نہیں ہوا۔

> **"مفتی صاحب نے کہا قیام پاکستان کے بعد جتنی شکایات ہمیں اس حکومت سے پیدا ہوئی ہیں اور کسی حکومت سے نہیں ہوئیں۔ اگرچہ یہ حکومت عادل ہوتی تو ہمیں شکایات پیدا نہ ہوتیں۔" (روزنامہ جنگ لاہور۔ ۱۰ جولائی ۱۹۸۳ء؛ غضنفر علی کاظمی، مفتی جعفر حسین مرحوم صفحہ ۵)**

جنرل ضیاء الحق نے جب ریفرنڈم کی حتمی تاریخ ۱۹/ دسمبر ۱۹۸۴ء کا اعلان کیا تو تمام جماعتوں سے پہلے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے وزنی دلائل کے ساتھ ریفرنڈم کے بائیکاٹ کا اعلان کیا اور نشر و اشاعت کے ذریعے ریفرنڈم کو ردّ کرنے کیلئے قوم سے اپیل کی۔ (سفیر نور، صفحہ ۱۲۱)

بین الاقوامی سطح پر ضیاء الحق کے صدارتی ریفرنڈم کا پول بی بی سی نے یوں کھولا:

> **"پاکستان کی عوام نے صدارتی ریفرنڈم کا مکمل بائیکاٹ کر دیا اور بمشکل پانچ فیصد عوام نے ووٹ ڈالے۔" (ایضاً ص ۱۲۲)**

اگر چہ ایم۔آر۔ڈی کے اراکین نے بھی ریفرنڈم کا بائیکاٹ کیا تھا مگر سب سے موثر اور توانا آواز علامہ شہید عارف حسین الحسینی کی تھی جس کا اعتراف خود ایم۔آر۔ڈی کے رہنماؤں نے کیا تھا۔(ایضاً)

قائد شہید نے ایک کانفرنس میں واضح فرمایا:

"ہم نے ملک میں جمہوریت کی بحالی کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو ملک کی دوسری جماعتوں سے رابطے کر کے آمریت کے خاتمے کیلئے لائحہ عمل تیار کرے گی۔"(ایضاً)

اس سیاسی کمیٹی کے سیاسی امور میں مداخلت کے اعلان کے بعد علامہ سید عارف حسین الحسینی نے ملک گیر دورہ جات میں دین اور سیاست کے تعلق پر زور دیا اور اپنی قوم کو سیاست کی اہمیت کا احساس دلوایا۔آپ نے اس سلسلہ میں رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ کے مقام پر ایک اجتماع سے یوں فرمایا:

"ہمارے دو قسم کے مسائل ہیں ایک شیعہ اور دوسرا پاکستان ہونے کے حوالے سے۔ اگر ہم نے مذہبی مسائل کو سیاسی مسائل سے ہٹ کر حل کرنا چاہا تو نتائج قطعاً مثبت نہیں نکلیں گے، چاہے ہم کچھ بھی کرلیں۔کیونکہ یہ مسائل ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔اگر ہم مسلکی سیاست اور بین الاقوامی امور میں اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے الگ تھلگ کرلیں تو یہ نہ صرف شرعی ذمہ داری سے انحراف ہوگا بلکہ یہ اسلام اور قرآن سے روگردانی ہوگی۔ اگر ہم نے سیاسی مسائل کو مذہبی مسائل سے دور ہو کر سوچا تو اس کے نتائج بھی بھیانک ہوں گے۔لہٰذا دین اور سیاست کا ربط انتہائی گہرا ہے اور ہمیں ان دونوں کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔"(ایضاً ۱۲۶)

اسی ضرورت کے پیش نظر قائد شہید نے "قرآن وسنت کانفرنس" لاہور میں برملا اعلان کیا تھا کہ:

"اب تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ملک کے مجبور ومحکوم مسلمانوں کے اجتماعی حقوق کی بحالی کے ساتھ ساتھ ایک عادلانہ نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کی راہ اختیار کرے گی۔اس لئے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور اسلامی ریاست میں رہنے کے ناطے سے ہمارا اولین فرض بنتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو "قرآن وسنت" کی واضح ہدایات کے مطابق استوار کریں اور مملکت خداداد پاکستان کو باطل سامراجی نظریات سے نجات دلائیں آج ہمارے وطن عزیز میں امریکہ اور مغربی دنیا کا اثر ورسوخ اتنا سنگین ہو چکا ہے کہ ہمارے صاحبان اقتدار ہر معمولی سے معمولی مسئلے پر بھی امریکی منشا کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر قدم نہیں

اٹھا سکتے، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقدیر کے فیصلے وائٹ ہاؤس کے بجائے اسلام آباد میں ہی ہونے چاہئیں، اسی طرح پاکستان کے ایوان (پارلیمنٹ) میں آج تک کوئی ایسا شیعہ رکن نہیں پہنچا جو پارلیمنٹ کے اندر شیعہ مکتب کی ترجمانی کر سکے اور ملت جعفریہ کے حقوق کی نگہبانی کرتے ہوئے ملک کے تمام سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر شیعہ نکتہ نظر کو پیش کرے۔"

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے جہاں اپنے قومی حقوق کی محافظت کی وہاں قائد شہید کے عظیم اہداف اور تحریک کے منشور کی روشنی میں کہ اب ہمیں شہری حقوق اور مذہبی آزادی کے حصول کے لئے سیاست میں آنا پڑے گا اور اس سیاسی آواز کی ترجمانی کے لئے ایوان بالا میں ہمارے ترجمان نمائندگان کا وجود تحریک جعفریہ کی اہم ضرورت ہے۔ قائد شہید کے اس عظیم مقصد اور ہدف کو حاصل کرنے کے لئے وقت کی ضرورت، سیاسی تقاضوں اور حالات کے مطابق مختلف انداز میں کوششیں کیں اور آج تک اس راہ کے راہی ہیں۔

ان حالات میں جب معاشرے کی عمومی سوچ یہ ہو کہ سیاست میں حصہ لینا اور سیاسی امیدوار بننا فقط دنیوی لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے اس لئے کہ پاکستان کے اس ماحول میں دیندار تو جیت ہی نہیں سکتا اور اگر جیت بھی جائے تو اسے سیاست کرنا ہی نہیں آئے گی، اسی طرح کچھ سیاسی امیدوار بھی یہی سمجھتے ہوں کہ مذہبی امیدوار بننے سے ہم نہ ادھر کے رہیں گے اور نہ ادھر کے بلکہ مولویوں کے بقول کہ دین بھی گیا تو آخرت بھی گئی والی مثال بن جائے گی اور وقت کے سیاسی ڈکٹیٹر بھی اطمینان سے کہیں کہ شیعوں کے ووٹ تو ہماری جیب میں ہیں تو اس صورتحال میں سیاسی میدان اور الیکشن میں حصہ لینے کے لئے کربلا والوں کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے عزم راسخ اور بلند ہمت کی ضرورت تھی۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی جو کہ بہت ہی ذہین، دور اندیش اور اجتماعی ذہنیت کے مالک ہیں تحریک جعفریہ کی قیادت سنبھالتے ہی اپنے قائدین کی سیاسی پالیسیوں اور وقت کی اہم ضرورت کے مطابق، قومی و ملی خدمات کے اس سفر کے آغاز میں ہی ملکی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔

جس کے نتیجہ میں نومبر ۱۹۸۸ء کو جب عام انتخابات کا اعلان ہوا تو قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار اپنے قومی پلیٹ فارم سے انتخابات میں مشارکت

کا اعلان کیا جبکہ ایک طرف سے شریعت بل کا مسئلہ بھی اپنی جگہ پر باقی تھا تو دوسری طرف سے اتنے بڑے سیاسی قدم اٹھانے کے لئے مکمل طور پر قومی تیاری بھی نہ تھی ان تمام مسائل ومشکلات کے باوجود قائدشہید کے فرمان اور تحریک کے اعلان شدہ منشور پر عمل کرتے ہوئے حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے "تختی" کے انتخابی نشان پر تحریک جعفریہ کے اپنے ذاتی تشخص کے ساتھ شیعہ ووٹ کاسٹ کرانے کا اعلان کیا۔

۱۹۸۸ء کے دوران ملک میں ستر کے قریب سیاسی جماعتیں تھیں لیکن انتخابات میں ۲۷ جماعتوں نے قومی اسمبلی کے لئے اپنے امیدوار نامزد کئے ان میں سے ایک تحریک جعفریہ تھی۔ (پاکستان جمہوریت اور انتخابات، اسد سلیم شیخ، ص ۲۷۔ ۳۷، تاریخ اشاعت ۱۹۹۴ء)

اس موقع پر تحریک کے سرکردہ رہنما شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی نے فرمایا:

"انتخابات میں کامیابی اپنی جگہ مہم ہے لیکن اس سے بڑھ کر اہمیت کی بات یہ ہے کہ برصغیر کے کسی ملک میں پہلی بار شیعہ جماعت انتخابات میں حصہ لے رہی ہے اور یہ سیاسی اقدام ہماری آئندہ کی سیاست پر اثر انداز ہوگا۔" (تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب صفحہ ۱۴۴، اشاعت اول ۱۹۹۶ء)

اگرچہ معروضی حالات کے پیش نظر ہمیں اس الیکشن میں بظاہر وہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی مگر اس وقت کے حالات کو نظر میں رکھا جائے تو حقیقت میں تحریک جعفریہ اپنے ہدف میں کامیاب ٹھہری کیونکہ اس وقت قومی قیادت اور قومی تحریک کا اصلی ہدف فقط یہ تھا کہ حکمرانوں کے سامنے ثابت کیا جائے کہ مکتب اہلبیتؑ کے ماننے والے بھی اس ملک کے باسی ہیں اور یہ کہ نہ فقط شیعیان حیدر کرار اقلیت میں ہیں بلکہ ایک مستقل قوم ہے جو ملک میں اپنا سیاسی و مذہبی کردار ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

اس الیکشن میں قومی تحریک پر خوب تنقید کی گئی، خاص طور پر پیپلز پارٹی کے حمایتی شیعہ افراد اور وڈیروں نے بڑا پروپیگنڈا کیا اور مختلف الزامات بھی لگائے گئے۔ اس الیکشن کے توسط سے قومی تحریک نے نظریاتی شیعہ ووٹرز کو جگا دیا، جس سے وہ انتخابی عمل کا حصہ بن گئے اور ان کی سیاسی تربیت کر دی، جس سے میدان سیاست میں تحریک جعفریہ پاکستان کو زیر بحث ضرور لایا گیا اور آنے والے دنوں میں علامہ ساجد علی نقوی کسی نہ کسی سیاسی اتحاد کا حصہ رہے ہیں۔ پیپلز ڈیموکریٹک الائنس (پی ڈی اے)، مسلم لیگ (ن) اور دینی جماعتوں کے چھ رکنی اتحاد متحدہ مجلس عمل (ایم ایم اے) میں اہم رکن جماعت کی حیثیت سے حصہ لیا اور میدان سیاست میں اپنی قوت کو منوایا۔

صدر غلام اسحاق خان نے آٹھویں ترمیم کی بنیاد پر اگست ۱۹۹۰ء میں بینظیر حکومت کو ڈیزالو کرنے کے بعد جب تین ماہ کے اندر الیکشن کروانے کا اعلان کیا تو (ppp) نے پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے مختلف سیاسی جماعتوں سے رابطے بڑھائے اور بینظیر نے سب سے زیادہ اہمیت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو دی یہاں تک کہ بینظیر نے کئی بار تحریک کے اکابرین کو (ppp) میں ضم ہونے کی دعوت دی۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان نے حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنے رفقا اور تحریک جعفریہ کے اکابرین کے ساتھ ضروری مشورہ کرنے کے بعد (ppp) کی سربراہی میں بننے والے (p.d.a) اتحاد کے ساتھ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء کو شامل ہونے کا اعلان کیا جس میں تحریک استقلال اور مسلم لیگ (قاسم گروپ) بھی شمولیت اختیار کر چکی تھی۔ (پاکستان جمہوریت اور انتخابات، اسد سلیم شیخ، ص ۱۲۶، تاریخ اشاعت ۱۹۹۴ء)

شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی نے اپنے ایک انٹرویو میں اسی اتحاد کے بارے کئے گئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

> **"ہم فرقہ کی سطح سے اٹھ کر سیاست کی وسیع سطح پر پہنچے ہیں اور ملک کے بڑے سیاسی اتحاد میں اپنا تشخص بطور سیاسی جماعت پیش کیا ہے۔" (تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب صفحہ ۱۴۸، اشاعت اول ۱۹۹۶ء)**

اس سیاسی اتحاد میں شمولیت کے بعد قائد ملت جعفریہ اور تحریک کے تمام کارکنان (p.d.a) کی ٹکٹ پر تمام امیدواروں کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ ملکی پالیسی کے پیش نظر (p.d.a) کے مدمقابل "اسلامی جمہوری اتحاد" کو کامیاب قرار دے دیا گیا اور اس طرح سے نواز شریف ملک کے وزیراعظم بن کر سامنے آگئے۔ (تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب صفحہ ۱۴۹)

۱۹۹۱ء میں نواز حکومت نے مہتاب احمد خان کو کشمیر اور شمالی علاقہ جات کا وزیر مقرر کیا۔ اسی سال وہاں الیکشن کرانے کا علان بھی کر دیا۔ الیکشن کے ایام قریب ہی تھے کہ نواز حکومت کی طرف سے انتخاباتی حلقہ بندی میں بلا جواز تبدیلی کی گئی کیونکہ ایسا کرنے سے ان کے امیدواروں کی کامیابی یقینی تھی تو تحریک جعفریہ شمالی علاقہ جات کے مسؤل علامہ مرحوم شیخ غلام محمد کے حکم پر عوام نے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور نواز شریف حکومت کیلئے مشکلات پیدا کر دیں۔ (محمد یوسف حسین آبادی، تاریخ بلتستان صفحہ ۳۰۵؛ تحریک جعفریہ پاکستان ۱۹۹۲ تا ۱۹۹۴ کارکردگی رپورٹ صفحہ ۷۹)

دو سال کے بعد نواز حکومت کی بھی چھٹی کرادی گئی اور ملک کی سربراہی نگران حکومت کے حوالے کر دی

گئی ۔تحریک جعفریہ کی صاف وشفاف اورملک میں امن پالیسی کی وجہ سے منیرحسین گیلانی مسؤل سیاسی امورتحریک جعفریہ پنجاب کو وزارت تعلیم سونپی گئی ۔(سفیر انقلاب کے صفحہ ۱۴۹ پر اس بارے اشارہ ہوا ہے) لہٰذا تحریک جعفریہ کے سیدمنیر حسین گیلانی وفاقی وزیر کی حیثیت سے آسمان سیاست پر چمکے۔(سفیرنور،ص ۴۲۵،اشاعت اول ۱۹۹۴ء)

نومبر ۱۹۹۲ء میں تحریک جعفریہ پاکستان کے تاریخی لانگ مارچ کی کال کے نتیجے میں انتخابات ۹۳ء کا انعقادممکن ہوا۔ جب محترمہ بینظیر بھٹوکوآنے والے انتخابات میں کامیابی کی یقین دہانی کرائی گئی تومحترمہ نے (p.d.a) سے علیحدگی کا اعلان کردیا جس کی وجہ سے تحریک جعفریہ نے بھی ۱۹۹۳ء کےقومی انتخابات میں لوکل ایڈجسٹمنٹ کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے اپنے حمایت یافتہ امیدوارکامیاب کرانے کیلئے الیکشن پالیسی مرتب کی۔

۱۹۹۳ء کے انتخابات میں تحریک جعفریہ کےصوبہ سرحد کے سیاسی سیل کےممبرمخدوم زادہ مرید کاظم صوبائی اسمبلی میں کامیاب ہوئے جو بعد میں صوبائی وزیر بنائے گئے۔صوبہ پنجاب میں تین نشستوں پر پی پی پی کوشکست دی گئی اورتحریک کے حمایت یافتہ تین تین ممبران قومی اسمبلی اورصوبائی اسمبلی میں پہنچے اور وہاں تحریک کا موقف پہنچاتے تھے۔صوبہ بلوچستان میں تحریک کے تعاون سے ایک اور امیدوار بھی کامیاب ہوئے تھے۔(تحریک جعفریہ پاکستان، ۱۹۹۲ءتا ۱۹۹۴ءکارکردگی رپورٹ صفحہ ۲۵)

لیہ میں تحریک کے امید وار اللہ بخش سامٹیہ صوبائی اسمبلی کی نشست حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔(انٹرویوعلامہ غضنفرعلی حیدری آف لیہ)

۱۹۹۴ء میں سینٹ کے انتخابات میں حصہ لے کرصوبہ سرحد سے ایک سینیٹر منتخب کرایا اوراس طرح سےتحریک جعفریہ کےقومی پلیٹ فارم پرعلامہ جواد ہادی صاحب پاکستان کی تاریخ میں پہلے شیعہ عالم دین جوعمامہ،عباوقبا کے ساتھ روحانی وعالمانہ لباس میں ایوان بالا کے رکن منتخب ہوئے۔(ایضاً کارکردگی رپورٹ صفحہ ۲۷)

ایوان بالا میں فرقہ واریت کے خلاف سینٹ کے ۵۲ ویں اجلاس میں ”تحریک التوا“ پیش کی اور مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کیلئے جوحکمت عملی اختیار کی گئی اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ تحریک کی جامع اور بھرپور لابنگ کی بدولت یہ ”تحریک التوا“ آوٹ آف ٹرن ایوان میں زیر بحث لانے کیلئے منظور کی گئی۔(ایضاً صفحہ ۳۳)

۶ مئی ۱۹۹۴ء کو صوبہ سرحد میں ایک صوبائی نشست پی ایف ۲۹ پر ضمنی الیکشن کا جب اعلان ہوا تو ٹی جے پی کی مخالفت کی وجہ سے پی پی پی یہ ضمنی الیکشن ہار گئی اور ٹی جے پی کے خلاف زبردست غم و غصے کا اظہار کیا۔ (علامہ سید جواد ہادی سابق سنیٹر، مقالہ، پی پی پی اور ٹی جے پی کے تعلقات کا اجمالی جائزہ، مجلہ تحریک، دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۲۳)

تحریک جعفریہ پاکستان نے شمالی علاقہ جات میں آئینی حقوق کی بحالی اور خطے کے عوام کے احساس محرومی کے خاتمے کیلئے طویل جدوجہد کی چنانچہ انہی کوششوں کے نتیجے میں نگران وزیر اعظم معین قریشی کی جانب سے ان علاقوں میں آئینی اصلاحات کا ایک سیاسی پیکیج سامنے آیا۔

جب پی پی پی کی حکومت برسر اقتدار آئی تو معمولی سے ردوبدل کے ساتھ اس پیکیج کے تحت شمالی علاقہ جات میں جماعتی بنیادوں پر الیکشن کرانے کا اعلان کیا جس کے تحت ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ۲۴ نشستوں کیلئے عام انتخابات کا فیصلہ ہوا۔ (ایضاً؛ تحریک جعفریہ پاکستان ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کارکردگی رپورٹ صفحہ ۷۱ و ۷۹)

قائدملت جعفریہ کے حکم پر تحریک جعفریہ نے انتخابات میں بھرپور حصہ لینے کا اعلان کر دیا اور اپنا انتخابی نشان "پھول" متعارف کرایا۔ اس طرح شمالی علاقہ جات میں پہلی بار پی پی پی، مسلم لیگ اور تحریک جعفریہ کا سخت سیاسی مقابلہ دکھائی دینے لگا۔ جب شمالی علاقہ جات میں الیکشن ورک کے لئے خود قائدملت جعفریہ پہنچے تو تحریک جعفریہ کے لئے وہ لحظات تاریخی لحظات تھے۔

قائدملت کے اس طوفانی دورہ کے نتیجہ میں اکتوبر ۱۹۹۴ء کے شمالی علاقہ جات کے انتخابات میں تحریک جعفریہ کی بھاری کامیابی نے تمام سیاسی پارٹیوں کو حیران کر دیا کیونکہ رزلٹ کے مطابق ۲۴ سیٹوں میں سے تحریک جعفریہ نے ۸ سیٹیں حاصل کیں جبکہ پیپلز پارٹی ۷، مسلم لیگ ۱، اور مختلف آزاد امیدواروں نے ۸ سیٹیں حاصل کیں۔

تحریک جعفریہ کے پلیٹ فارم سے کامیاب ہونے والے امیدواروں کے نام اس طرح سے ہیں:

۱۔ سید رضی الدین رضوی	حلقہ نمبر ۱	گلگت
۲۔ ڈاکٹر محمد اقبال	حلقہ نمبر ۳	گلگت
۳۔ شیخ غلام حیدر	حلقہ نمبر ۴	نگر
۴۔ میر شوکت علی خان	حلقہ نمبر ۵	گلگت

۵۔	پروفیسر غلام حسین سلیم	حلقہ نمبر ۷	سکردو
۶۔	سید محمد عباس رضوی	حلقہ نمبر ۸	سکردو
۷۔	صادق علی	حلقہ نمبر ۱۰	روندو
۸۔	حاج محمد حسین	حلقہ نمبر ۱۲	شگر

اس بڑی کامیابی کی وجہ سے ہمارے دو کامیاب امیدواروں جناب پروفیسر غلام حسین سلیم اور سید رضی الدین رضوی کو کابینہ میں وزراء کا مشیر قرار دیا گیا۔ (انٹرویو پروفیسر غلام حسین سلیم سابق مرکزی ایڈیشنل سیکرٹری جنرل تحریک جعفریہ پاکستان؛ تاریخ بلتستان صفحہ ۳۸۸؛ تحریک جعفریہ پاکستان، ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کارکردگی رپورٹ)

تحریک نے ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء میں "عظمت اسلام کانفرنس" کا انعقاد مینار پاکستان لاہور پر کیا۔ بندہ ناچیز نے علامہ سید افتخار حسین نقوی سابق مرکزی سیکرٹری جنرل تحریک جعفریہ پاکستان کا ایک خصوصی انٹرویو تحریک جعفریہ کے موضوع پر کیا ہے۔ اس دوران ان سے ایک سوال کیا کہ تحریک کو "عظمت اسلام کانفرنس" کے انعقاد کی کیوں ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اپنے جواب میں کہا:

> **"دہشت گردی اور شیعہ مکتب فکر کو کافر قرار دینے کی بھونڈی سازشوں کا قلع قمع کرنے کیلئے ہم نے اس کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کے علاوہ اپنی ملت کو متحرک کرنا، اپنا وجود منوانا، تحریک کی سیاسی قوت کا اظہار، اپنی موجودہ قیادت کا استحکام و تائید اور تحریک کے سیاسی افکار و نظریات کو بیان کرنا جیسے امور ہمارے اہداف کا حصہ تھے۔"**

بندہ ناچیز نے ان سے ایک اور سوال کیا کہ تحریک جعفریہ کی تاسیس سے لے کر اب تک تحریک کے جتنے بھی اجتماعات ہوئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا اجتماع کونسا تھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "عظمت اسلام کانفرنس" (انٹرویو علامہ سید افتخار حسین نقوی ۲۰۱۰ء)

۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں تنظیم کے فیصلے کی روشنی میں پاکستان مسلم لیگ کے ساتھ سیاسی الحاق کر کے انتخابی نشان شیر کے تحت انتخابات میں حصہ لیا۔ اس انتخابات میں دیگر فتوحات کے علاوہ عظیم کامیابی یہ تھی کہ جھنگ کے حلقہ سے فرقہ پرستوں کے سرغنہ اعظم طارق کو بری شکست دے کر اپنے امیدوار جناب امان اللہ سیال کو کامیاب کرایا۔ اس الیکشن میں تحریک جعفریہ کے الحاق و اشتراک کی وجہ سے مسلم لیگ کو بھی تاریخی اور بھاری مینڈیٹ ملا۔

۱۹۹۸ء میں ایک بار پھر فاٹا سے ایک اور عالم دین علامہ عابد حسین الحسینی کو اسی روحانی وعالمانہ لباس میں سینٹ کا رکن منتخب کرایا جس کے نتیجہ میں تحریک جعفریہ کی نمائندگی میں دو شیعہ عالم ایوان بالا کے رکن بنے۔(دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، رپورٹ، نگاہی گزرا بر شخصیت نمائندہ ولی فقیہ و رہبر شیعیان پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی؛ مشاہدات مولف)

آزاد کشمیر کے انتخابات میں "مسلم کانفرنس" سے اتحاد کر کے سیاسی میدان میں بھرپور کردار ادا کیا۔(شعبہ نشر واشاعت، تحریک جعفریہ پاکستان، تعارف، کارکردگی، وضاحت صفحہ ۱۰)

۱۹۹۹ء کو شمالی علاقہ جات میں انتخابات کا اعلان ہوا تو تحریک جعفریہ نے ایک بار پھر بھرپور انداز سے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا جس کے نتیجہ میں تحریک جعفریہ کے مندرجہ ذیل امیدوار کامیاب ہوئے:

۱۔سید محمد عباس رضوی سکردو

۲۔عمران ندیم شگر

۳۔سید محمد علی شاہ کھرمنگ

۴۔دیدار علی گلگت

۵۔غلام رضا گلگت (انٹرویو پروفیسر غلام حسین سلیم؛ تاریخ بلتستان صفحہ ۳۸۸)

۲۰۰۰ء میں ڈپٹی چیف ایگزیکٹو کی سیٹ کے لئے تحریک جعفریہ کے بلامقابلہ امیدوار حاج فدا محمد ناشاد جیت کر شمالی علاقہ جات کے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو منتخب ہوئے۔(تاریخ بلتستان صفحہ ۳۱۴)

۲۰۰۱ء میں شمالی علاقہ جات کی صوبائی کابینہ کے لئے تحریک جعفریہ کے پلیٹ فارم سے جناب علامہ شیخ غلام حیدر اور عمران ندیم کو کابینہ میں بعنوان مشیر وزیر انتخاب کیا گیا۔(ایضاً ۳۱۵)

اس طرح سے مختلف انتخابات کے مواقع پر قائد شہید کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرتے ہوئے قائد ملت کی طرف سے ٹکٹ حاصل کرنے والے نمائندگان ایوان بالا تک پہنچے، یہاں تک کہ قائد ملت جعفریہ کی تدبیر کے نتیجہ میں شمالی علاقہ جات میں تحریک جعفریہ کے منتخب نمائندگان کو حکومتی اختیارات بھی ملے۔

متحدہ مجلس عمل اور انتخابات

۲۰۰۲ء کے انتخابات میں دینی و مذہبی جماعتوں کو اتحاد کے نتیجہ میں "متحدہ مجلس عمل" کو بھاری اکثریت

سے ووٹ ملے جس کے نتیجہ میں مکمل طور پر سرحد صوبے میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت قائم ہوئی، علامہ رمضان توقیر صاحب سرحد حکومت میں مشیر وزیر اعلیٰ رہے ہیں، صوبہ سرحد کے علاوہ بقیہ صوبائی حکومتوں میں بھی متحدہ مجلس عمل کی بڑی حیثیت تھی خصوصاً بلوچستان میں، ایم ایم اے کی کامیابی میں اسلامی تحریک کا بھی عمل دخل تھا۔(علامہ سید ساجد علی نقوی، شیعیان و چالش ھای پیش رو در پاکستان، فصل نامہ شیعہ شناسی، سال سوم شمارہ ۱۰، تابستان ۱۳۸۴ صفحہ ۲۱۸۔۲۱۹) اسلامی تحریک کے تین صوبائی امیدوار کامیاب ہوئے اور قومی اسمبلی کی ایک مخصوص نشست بھی اسلامی تحریک کو ملی۔(انٹرویو سردار کاظم علی خان حیدری ۲۰۱۰ء)

۲۰۰۷ء میں متحدہ مجلس عمل میں جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور اسی سال محترمہ بینظیر بھٹو کا بھی قتل ہوا، چند ماہ بعد الیکشن کا اعلان ہوا تو جماعت اسلامی نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا جبکہ ایم ایم اے میں شریک باقی جماعتوں نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ایم ایم اے کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے کیلئے امیدواروں کو دستخطوں کی ضرورت پڑی تو قائد ملت جعفریہ نے قائم مقام صدر ہونے کی حیثیت سے ان کے الیکشن فارمز پر دستخط کئے۔ اس الیکشن میں ایم ایم اے پہلے کی طرح تو کامیاب نہ ہو سکی لیکن پھر بھی کسی حد کامیاب ہوئی اور سرحد صوبائی اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشستوں میں سے ایک نشست تحریک کے حصے میں بھی آئی۔(انٹرویو علامہ سید عبدالجلیل نقوی، ۲۰۱۰ء)

آزاد کشمیر

سید غلام رضا نقوی ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۷ء تک دو مرتبہ تحریک جعفریہ کشمیر کے صدر رہے اور ۲۰۰۱ء سے اب تک دو دفعہ آزاد کشمیر کونسل کے ممبر اور چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے عہدوں پر فائز رہے ہیں؛ انہی عہدوں پر رہنے کے ساتھ ساتھ موصوف نے لوگوں کے بہت سارے کام کروائے اور عوام کی اپنی توان مطابق مشکلات بھی حل کی ہیں۔

جی بی الیکشن ۲۰۰۹ء

پی پی پی حکومت نے شمالی علاقہ جات کو گلگت و بلتستان کے نام سے صوبہ نما بنانے کے بعد ۱۲ نومبر ۲۰۰۹ء کو وہاں پر انتخابات کرانے کا علان کر دیا۔ اس موقع پر تحریک پر پابندی تھی جس کے نتیجے میں تحریک ایک جماعت کے طور پر الیکشن میں حصہ نہ لے سکی لیکن تحریک کے تین رہنماؤں نے آزاد امیدوار کے طور

پر الیکشن میں حصہ لیا؛ الیکشن سے چند روز قبل علامہ شیخ غلام حیدر کہ جن کی کامیابی حتمی تھی کا دار فانی سے دار بقا کی جانب انتقال ہو گیا اور باقی دو امیدوار سید رضی الدین رضوی اور جناب دیدار علی صاحب کامیاب ہوئے۔(انٹرویو علامہ شبیر صابری نمائندہ قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی شعبہ قم المقدسہ؛ مشاہداتِ مولف)

عام انتخابات ۲۰۱۳ء

۱۱ مئی ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں حصہ لینے والی دینی جماعتوں میں صرف اسلامی تحریک پاکستان نے ہی ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت پی پی پی سے اتحاد کر کے الیکشن میں حصہ لیا۔ اس اتحاد کے وقت ایک اہم تحریری معاہدہ بھی ہوا تھا، اس اتحاد کا ایک عملی اقدام گلگت بلتستان میں جناب دیدار علی کو صوبائی وزیر بنانے کی صورت میں سامنے آیا اور آزاد کشمیر حکومت میں بھی اسلامی تحریک کے کسی رکن کی بطور مشیر وزیر اعظم تعیناتی ہونا تھی جو نہ ہوسکی راقم الحروف کو اس کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی، اس وقت کے حالات اور زمینی حقائق کی بدولت اسلامی تحریک پاکستان کی قیادت کا پی پی پی کے ساتھ انتخابی اتحاد کا فیصلہ دانشمندی کا مظاہرہ تھا۔

سید منیر گیلانی سابق نگران وفاقی وزیر مملکت تعلیم کہتے ہیں:

> **"۲۰۱۳ء کے الیکشن میں ملت جعفریہ کی طرف سے اسلامی تحریک پاکستان نے جو ایک لبرل، سیکولر اور پروگریسو جماعت پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کیا ہے، میں ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ یہ انتہائی ذہانت اور سیاسی بصیرت کا کام کیا گیا ہے۔ اس پر قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد علی نقوی اور ان کی ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے، اتحاد کر کے سیاسی بلوغت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، جذباتیت کا دور ختم ہو چکا ہے، اسلامی تحریک کا فیصلہ قومی امنگوں کی ترجمانی ہے۔" (تقریب نیوز، ۵ اُردیبہشت ۱۳۹۲ ش، برصغیر بیورو)**

الیکشن گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی ۸ جون ۲۰۱۵ء کے اہم نکات:

* ۱۳ سال بعد انتخابات میں وارد ہوئے۔
* وزارت داخلہ گلگت بلتستان کی جانب سے اسلامی تحریک پاکستان کے انتخابات میں

حصہ لینے پر مختلف جہتوں سے مسلسل میڈیا ٹرائل اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔

* وزارت داخلہ گلگت بلتستان نے میڈیا کو اسلامی تحریک پاکستان کی تشہیر سے باز رکھنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔
* اسلامی تحریک پاکستان کی جانب سے الیکشن کمیشن گلگت بلتستان میں دائر پٹیشن پر چیف الیکشن کمشنر گلگت بلتستان نے اسلامی تحریک پاکستان کو الیکشن میں حصہ لینے کا حکم صادر کر دیا۔
* چیف الیکشن کمشنر گلگت بلتستان کے اسلامی تحریک پاکستان کے الیکشن میں حصہ لینے کے فیصلے کے باوجود میڈیا نے آخر وقت تک مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے انتخابی مہم کی کوریج نہ کی۔
* بلاجواز پابندی کے خاتمے، رائے عامہ ہموار کرنے اور ووٹرز تک پہنچنے میں کافی وقت صَرف ہوا جس کی وجہ سے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کرنے پڑے۔
* چند سیٹوں پر امام جمعہ گلگت کی تجویز اور فرقہ پرستی کے خاتمے کے لئے انتخابات سے دستبردار ہوئے۔
* چند اور سیٹوں پر امام جمعہ اسکردو اور مقامی حالات کی اصلاح کے لئے دستبردار ہوئے۔
* مستقل ۴ سیٹوں پر انتخاب لڑا، ۲ پر جیتے ۲ پر ہارے۔

اس کے علاوہ تحریک کے انفرادی حمایت یافتہ پانچ امیدواروں میں سے تین امیدوار کامیاب ہوئے جن میں سے سابقہ دور میں ایک (فدا محمد ناشاد) تحریک جعفریہ کی طرف سے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو (جسے اب وزیر اعلیٰ کہا جاتا ہے) اور ایک (عمران ندیم) مشیر رہے، تیسرے امیدوار بھی اسی نوعیت کے ہیں۔ (اسلامی تحریک پاکستان، رپورٹ، الیکشن گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی ۸ جون ۲۰۱۵ء)

مذکورہ اقدام پر الزام تراشی

اسلامی تحریک پاکستان نے تین پی پی پی (دو شیعہ اور ایک سنی) اور دو مسلم لیگ ن (دونوں شیعہ) کے امیدواروں کی انفرادی حمایت کی ہے نہ کہ کسی جماعت کے ساتھ اتحاد کیا ہے لیکن پھر بھی مخالف ٹولہ نے مسلم لیگ ن کو سپورٹ کرنے کا شور مچایا ہے۔

میڈیا کی نظر اندازی

اسلامی تحریک پاکستان نے قانون کی حدود میں رہتے ہوئے انتخابی مہم پر انتہائی مناسب اخراجات کئے۔قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کا طوفانی انتخابی دورہ گلگت بلتستان بے مثال اور بھر پور رہا،عظیم الشان استقبال اور جلسوں کا انعقاد ہوا،اس کے باوجود میڈیا نے نظر انداز کرتے ہوئے کسی قسم کی کوریج نہ دی۔

الیکشن کے بعد گلگت بلتستان کے اخبارات کی تجزیاتی رپورٹس کے نمایاں نکات:

تمام مذہبی اور سیاسی تنظیمیں نفرت،تعصب اور فرقہ واریت پھیلاتی رہیں جبکہ علامہ سید ساجد علی نقوی اتحاد بین المسلمین کو فروغ دینے میں مصروف رہے۔

علامہ سید ساجد علی نقوی نے گلگت بلتستان میں اپنے انتخابی دورے کے دوران کسی بھی جماعت پر تنقید اور الزام تراشی کی سیاست سے گریز کیا جس کی وجہ سے تمام حلقوں میں بھرپور مثبت تاثر قائم کرنے میں کامیاب رہے۔یوں اسلامی تحریک پاکستان نے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی بہترین حکمت عملی سے بڑی کامیابی حاصل کی اور تجزیہ نگاروں کے دعوؤں کو غلط ثابت کر دیا۔

اسلامی تحریک نے چار امیدوار کھڑے کئے جس میں سے دو کامیاب ہوگئے یہ اس کی بڑی کامیابی ہے الیکشن کے دوران اسلامی تحریک نے الزام تراشی کی سیاست سے گریز کیا۔اسلامی تحریک پاکستان کی سیاست اور احترام پر مبنی پالیسی کو گلگت بلتستان کی تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کے علاوہ عوام نے بھی بے حد سراہا۔(روزنامہ K2،۱۰رجون ۲۰۱۵ء)

خواتین کی مخصوص نشستوں میں سے ایک اور ایک ٹیکنوکریٹ کی کل دو سیٹیں تحریک کے حصہ میں آئیں اور یوں اسلامی تحریک پاکستان دو جنرل سیٹوں سمیت چار سیٹوں کے ساتھ گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی میں دوسری بڑی جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔(روزنامہ رہبر،روزنامہ K2،روزنامہ بادِشمال،۲۴جون ۲۰۱۵)

اسلامی تحریک پاکستان کے کامیاب امیدواروں کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔محمد علی حیدر شیخ

۲۔کیپٹن (ر) سکندر علی

۳۔کیپٹن (ر) محمد شفیع (ٹیکنو کریٹ)

۴۔محترمہ ریحانہ عبادی

گلگت بلتستان کے وزیراعلیٰ اور اپوزیشن لیڈر کے انتخاب کا مرحلہ:

عوام اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ الیکشن کے بعد حکومت سازی اور اپوزیشن لیڈر کے انتخاب کا مرحلہ ہوتا ہے۔گلگت بلتستان اسمبلی میں یہ مرحلہ کیسے ہوا، اس پر بات کرنے سے پہلے ۳۳ سیٹوں پر مشتمل اسمبلی کی پارٹی پوزیشن واضح کر دیں:

پاکستان مسلم لیگ ن: ۲۲ سیٹیں لے کر پہلے نمبر پر

اسلامی تحریک پاکستان: ۴ سیٹیں لے کر دوسرے نمبر پر

مجلس وحدت مسلمین: ۳ سیٹیں لے کر تیسرے نمبر پر

پیپلز پارٹی: ایک سیٹ؛ جمعیت علمائے اسلام (ف):ایک سیٹ ؛تحریک انصاف :ایک سیٹ اور جب کہ ایک آزاد امیدوار بھی ہے۔اب آتے ہیں حکومت و اپوزیشن سازی کی طرف:

پاکستان مسلم لیگ ن کے علاوہ باقی تمام جماعتوں نے اپوزیشن میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا اس لئے اسمبلی میں بھاری اکثرت کی وجہ سے اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر، اور وزیراعلیٰ کے عہدوں پر مسلم لیگ ن کا حق بنتا تھا لیکن اپوزیشن جماعتوں نے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا کہ جس کے مطابق تحریک انصاف کے راجہ جہانزیب خان اسپیکر اور مجلس وحدت مسلمین کے کاچو امتیاز ڈپٹی اسپیکر کا الیکشن لڑیں گے۔(روزنامہ بادِشمال؛ روزنامہ K2، ۲۵/جون ۲۰۱۵ء) لیکن عین انتخاب کے وقت دونوں امیدوارں نے متحدہ اپوزیشن کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم لیگ ن کے امیدوارں کے حق میں اپنے نام واپس لے لئے تو پھر عبوری اسپیکر وزیر بیگ نے فدا محمد ناشاد اور جعفر اللہ کے بلا مقابلہ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر منتخب ہونے کا اعلان کیا۔(روزنامہ بادِ شمال؛ روزنامہ K2؛ روزنامہ رہبر ۲۶/جون ۲۰۱۵ء) اسی نوعیت پر متحدہ اپوزیشن کے ذریعہ وزیراعلیٰ کے انتخاب لڑنے کا فیصلہ بھی کیا گیا تھا لیکن سابقہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے انہوں نے اپنا فیصلہ واپس لیا جس کے نتیجہ میں حفیظ الرحمن بلا مقابلہ وزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔(روزنامہ K2، ۲۷ جون ۲۰۱۵ء)

تبصرہ:

جو افراد جھوٹ بول کر کہتے رہے کہ اسلامی تحریک پاکستان تو یزیدی پارٹی (مسلم لیگ ن) کی

اتحادی ہے؛ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے امیدوار پھر یزیدی پارٹی کے حق میں دستبردار کیوں ہوئے؟!

اسمبلی کے اپوزیشن ارکان کا مذہبی تناسب ملاحظہ ہو:

شیعہ ارکان : ۸

بریلوی ارکان : ۲

دیوبندی رکن : ۱

اب ملت جعفریہ خود اندازہ لگالے کہ ایک مخصوص گروہ نے کس قدر اپنی ملت کا درد رکھتے ہوئے ۸ شیعہ ارکان کے ہوتے ہوئے بھی گیم کر کے اکلوتے دیوبندی رکن کو اپوزیشن لیڈر بنوا دیا۔ ۵۰ فی صد شیعہ علاقے میں وزیر اعلیٰ، ڈپٹی اسپیکر اور اپوزیشن لیڈر دیوبندی بنے ہیں۔ جب کہ صرف اسپیکر اسمبلی فدا محمد ناشاد صاحب شیعہ ہیں جو کہ اسلامی تحریک پاکستان کی وجہ سے کامیاب ہوئے اگر اسلامی تحریک ان کی حمایت نہ کرتی تو وہ ہار جاتے اور ان کی جگہ کوئی اور اسپیکر ہوتا۔

تاریخی یوٹرن: مخصوص ٹولہ کی مولانا فضل الرحمن کی شدید مخالفت اچانک کہاں غائب ہوگئی؟! نیز پورے ملک میں میرٹ اور مینڈیٹ کی باتیں کرنے والی اور مولانا فضل الرحمن کی سرسخت مخالف تحریک انصاف، اسلامی تحریک پاکستان کے معاملے میں کیسے بے انصاف بن گئی؟!! پی پی پی کے کیا کہنے کہ الیکشن میں اپنی شکست کا ذمہ دار جس دھڑے کو ٹھہرایا (اخبارات کی کٹنگ موجود) پھر اسی کی گود میں جا بیٹھی۔

گلگت بلتستان کونسل انتخابات

۱۸/اپریل ۲۰۱۶ء کو گلگت بلتستان کونسل کی ۶ نشستوں پر امیدواروں کے لئے اسمبلی کے ارکان نے حق رائے دہی استعمال کیا؛ ووٹنگ مکمل ہونے کے بعد ریٹرننگ آفیسر رحیم گل نے نتائج کا اعلان کیا۔ اعلان کے نتائج کے مطابق اسلامی تحریک کے علامہ سید محمد عباس رضوی ۵ ووٹ لے کر کامیاب قرار پائے۔ (روزنامہ: سلام؛ کے ٹو؛ رہبر، ۱۹/اپریل ۲۰۱۶ء)

واضح رہے کہ گلگت بلتستان کونسل وزیر اعظم پاکستان، وزیر اعلیٰ جی بی اور گورنر جی بی سمیت ۱۵ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جس میں ۶ ارکان کا انتخاب بذریعہ قانون ساز اسمبلی کیا جاتا ہے جب کہ دیگر ارکان کی تقرری کا نوٹیفیکیشن وفاقی حکومت ان کے عہدے کی مناسبت سے عمل میں لاتی ہے، کونسل کا چیئرمین بلحاظ

عہدہ وزیراعظم پاکستان ہوتا ہے۔

اسٹینڈنگ کمیٹی برائے ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن

گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن کے لئے اسلامی تحریک پاکستان کے رکن اسمبلی کیپٹن ریٹائرڈ محمد شفیع اکثریتی رائے سے چیئر مین منتخب ہوئے۔ یہ اسلامی تحریک کی مدبرانہ اور منصفانہ سیاست ہے کہ جس وجہ سے آج اسمبلی کے اندر تمام جماعتوں کے ممبران اسلامی تحریک کے ممبران پر اعتماد کرتے ہیں۔

اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے نومنتخب چیئر مین برائے ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن کیپٹن محمد شفیع نے کہا:

> **"محکمہ جات میں اب تک اسمبلی سے جاری ہونے والے احکامات کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا ہے، مگر اب اہل ممبران پر مشتمل کمیٹی بن چکی ہے جو اسمبلی کے احکامات پر عملدرآمد کو یقینی بنائے گی اور محکمہ جات کے اندر میرٹ اور انصاف پر کسی قسم کا سمجھوتا نہیں ہوگا۔ ہمیں ایسے حالات میں یہ ذمہ داری سونپی جارہی ہے کہ جب برسر اقتدار جماعت کے اسمبلی ممبران اور نمائندے حکومتی کارکردگی اور بیوروکریسی کی من مانی پر سراپا احتجاج ہیں، جیسا کہ حالیہ دنوں میں ڈپٹی اسپیکر جناب جعفراللہ خان نے اسمبلی اجلاس کے دوران اپنی ہی حکومت کی ایک سالہ کارکردگی پر سوالیہ نشان لگایا تھا۔"**

قانون ساز اسمبلی گلگت بلتستان میں قائد حزب اختلاف کی تبدیلی

نومبر ۲۰۱۷ء میں اسلامی تحریک پاکستان کے رکن اسمبلی کیپٹن (ر) محمد شفیع خان نے قائد حزب اختلاف حاجی شاہ بیگ کی تبدیلی کیلئے ممبران اسمبلی کے دستخطوں کے ساتھ ریکوزیشن جمع کرائی جس پر اسپیکر نے تمام اپوزیشن ممبران جنہوں نے دستخط کر دیئے تھے تمام کو اپنے چیمبر طلب کر کے فزیکل ویری فکیشن کی ۔جس پر اسلامی تحریک سے کیپٹن (ر) جناب سکندر علی، محترمہ ریحانہ عبادی، کاچو امتیاز، حاجی ڈاکٹر رضوان، نواز خان ناجی اور بی بی سلیمہ نے تصدیق کی۔ لہٰذا سات رکن اسمبلی کی مکمل حمایت کی بدولت اسپیکر اسمبلی حاجی فدا ناشاد نے باقاعدہ تحریری نوٹیفکیشن جاری کر کے قائد حزب اختلاف حاجی شاہ بیگ کو تبدیل کر کے

کیپٹن (ر) محمد شفیع کو قائد حزب اختلاف منتخب کیا۔

نومنتخب اپوزیشن لیڈر کیپٹن (ر) شفیع خان نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

اسلامی تحریک نے شروع سے ہی عوام کے فلاح و بہبود کیلئے اسمبلی میں آواز بلند کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے، کمزور اپوزیشن کے باعث گزشتہ ڈھائی سالوں میں کرپشن، لوٹ کھسوٹ کے ذریعے سب سے زیادہ نقصان عوام کا ہوا، خطے کی تعمیر و ترقی کیلئے پہلے بھی اسمبلی میں آواز بلند کی ہے اور آئندہ بھی عوام کیلئے کلیدی کردار ادا کروں گا، گفتگو کے آخر میں انہوں نے قائد حزب اختلاف کی تبدیلی کیلئے مکمل حمایت کرنے پر تمام ممبران کا شکریہ ادا کیا۔

قائد ملت کا تہنیتی پیغام

جی بی قانون ساز اسمبلی میں کیپٹن (ر) محمد شفیع کے بطور اپوزیشن لیڈر انتخاب کو مستحسن قرار دیتے ہوئے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے اپنے تہنیتی پیغام میں نومنتخب اپوزیشن لیڈر گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی کیپٹن ریٹائرڈ محمد شفیع کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اپوزیشن لیڈر عوامی توقعات پر پورا اتریں گے اور عوامی مسائل کو بھرپور طریقے سے اسمبلی فلور پر اجاگر کریں گے۔ اپوزیشن ارکان نے جس اعتماد کا اظہار نومنتخب اپوزیشن لیڈر پر کیا ہے امید ہے وہ اس مینڈیٹ کا احترام کرتے ہوئے اپوزیشن کی بھرپور آواز بنیں گے اور عوام کے دیرینہ مسائل کے حل کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ اسلامی تحریک پاکستان نے ہمیشہ گلگت بلتستان کے عوام کے مسائل کو نہ صرف اجاگر کیا بلکہ حل کے لئے عملی اقدامات بھی اٹھائے ہیں، قانون ساز اسمبلی میں اپوزیشن کا عہدہ ایک اہم ذمہ داری ہے، امید ہے کیپٹن شفیع اپنی ذمہ داریوں کو بہ احسن طریقے سے انجام دیں گے۔

متحدہ مجلس عمل کی بحالی

کراچی میں علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم کی رہائش گاہ بیت الرضوان میں ایک اجلاس کے دوران مذہبی جماعتوں نے متحدہ مجلس عمل (ایم ایم اے) کو بحال کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے عام انتخابات ۲۰۱۸ء میں اسی پلیٹ فارم سے حصہ لینے کا اعلان کر دیا ہے۔ اجلاس میں قائد ملت جعفریہ پاکستان و سربراہ اسلامی تحریک علامہ سید ساجد علی نقوی، جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن، جماعت اسلامی کے

امیر سراج الحق، جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ پیر اعجاز ہاشمی، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے سربراہ پروفیسر سینیٹر ساجد میر، اور اسٹیرنگ کمیٹی کے ممبران مولانا امجد خان، لیاقت بلوچ اور شاہ اویس نورانی سمیت دیگر نے شرکت کی۔ متحدہ مجلس عمل ایک انتخابی اور انقلابی اتحاد ہے۔

ایم ایم اے کی بحالی کے بعد قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کا موقف جو سامنے آیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

مجلس عمل مکمل بحال و فعال ہوچکی، البتہ مستقبل کی حکمت عملی طے کرنے کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے، اتحاد کے فیصلوں کے مطابق آئندہ کی حکمت عملی متفقہ طور پر طے کی جائے گی، قبل از وقت متفرق بیانات سے گریز کیا جائے، متحدہ مجلس عمل انتخابی عمل میں حصہ لینے کے ساتھ اسلامی نظریہ، تشخص اور تہذیب کے تحفظ کے ساتھ ملک کو کرپشن سے پاک اور دشمنوں کے عزائم ناکام بنانے کے مقاصد پر عمل پیرا ہے، سیاسی قوتوں کی مفاہمتی پالیسوں کی تبدیلیاں بھی سیاسی صورتحال میں نئی تبدیلیوں کی پیش خیمہ ہیں، ذمہ داران بیرونی دوروں میں قومی مفادات اور تمام طبقات کے حقوق کا خیال رکھیں۔ 5 بڑی دینی جماعتوں کا اتحاد ایک مرتبہ پھر فعال ہونا انتہائی خوش آئند ہے، اس کے اعلیٰ و ارفع مقاصد میں انتخابی عمل میں حصہ لینا جہاں مقصود تھا، وہیں اسلامی نظریہ اور اسلامی تہذیب کا تحفظ، مساجد و مدارس، منبر و محراب کا وقار، معاشی استحکام، کرپشن کا خاتمہ اور داخلی و خارجی محاذ پر ملک دشمن قوتوں کی سازشوں کو مل کرنا کام بنانا بھی بڑے مقاصد ہیں۔

۲۰۰۲ء میں بھرپور کامیابی کے بعد بدقسمتی سے یہ اتحاد ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں کچھ وجوہات کی بناء پر فعال نہ رہ سکا اور تقریباً ۹ سال مسلسل کاوشوں کے بعد اب دوبارہ پانچ بڑی مذہبی جماعتیں اس اتحاد کے قیام، بحالی اور فعالیت پر متحد ہو گئیں اور بالآخر یہ اتحاد اب دوبارہ اپنی منزل کی جانب گامزن ہو چکا ہے، البتہ ابھی مستقبل کی حکمت عملی طے کرنا باقی ہے، جس کیلئے جلد سربراہی اجلاس ہوگا، اتحاد کے فیصلوں کے مطابق آئندہ کی حکمت عملی متفقہ طور پر طے کی جائے گی۔ اتحاد کے حوالے سے قبل از وقت متفرق بیانات سے گریز کیا جائے اور حتمی فیصلوں کا انتظار کیا جائے۔ کچھ سیاسی جماعتوں اور قوتوں کی مفاہمتی پالیسیاں بھی تبدیل ہورہی ہیں، جو سیاسی صورتحال میں نئی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ہیں، سیاستدانوں کو چاہیئے کہ صرف وقتی سیاست اور بیان بازیوں کی بجائے ملکی وقار، بقاء اور سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے دور اندیشی کا بھی مظاہرہ کریں اور پھر ایسے بیانات سے بھی گریز کریں، جو بعدازاں واپس لینا پڑ جائیں۔

دوسری جانب انہوں نے حکومتی ذمہ داران کی بیرون ملک دوروں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"بین الاقوامی چیلنجز کے ساتھ ساتھ ملک کو درپیش داخلی صورتحال بھی سامنے رکھنا ہوگی، ذمہ داران کو ان دوروں کے دوران ملک کے تمام طبقات کے حقوق اور پاکستان کے مفادات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔"

ایم ایم اے کی بحالی کے بعد زمینی حقائق سے ناواقف افراد کی جانب سے اعتراضات واشکالات کا ناکام سلسلہ شروع ہوا کہ قائد موجود کو اس اتحاد کا حصہ نہیں بننا چاہئے اور اس سے پہلے والے اتحادات کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا، قیادت نے فلاں سے اتحاد کیوں کیا، فلاں پالیسی اختیار کیوں کی؟ وغیرہ جیسے سوالات کے جواب کے لئے قارئین معروف دانشور ڈاکٹر عون ساجد نقوی کا مختصر تجزیہ وتحلیل ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں:

ذریعہ اور مقصد، عملی زندگی دو باتوں سے عبارت ہے:

ا۔مقصد

۲۔ذریعہ یا طریقہ

ہمارے بہت سے احباب سماجی و سیاسی میدان میں مقصد اور ذریعے کی پہچان نہیں کر پاتے، اور دونوں کو مکس اپ کر جاتے ہیں۔ اور ذریعے کو مقصد یا مقصد کو ذریعہ سمجھ لیتے ہیں۔ جیسے بہت سی رسومات کو مقصد سمجھتے ہیں اور ان کے لیے مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ وہ کچھ دیگر مقاصد کے لئے ایک روش اور ذریعہ ہیں، مقصد نہیں۔

عن الامام الکاظم ع قال ان الله علی الناس حجتین حجة ظاهرة وحجة باطنة، فأما الظاهرة فالرسل والانبياء، وأما الباطنة فالعقول۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگوں پر اللہ کی دو حجتیں ہیں، ظاہری حجت رسل و انبیاء ہیں جبکہ باطنی حجت عقل ہے۔" (الکافی، ج۱،ص۱۶)

ظاہری حجت مقاصد بتاتی ہے اور باطنی حجت راستے تلاش کرتی ہے، انبیاء نے وحی کی روشنی میں زندگی کے اہداف ومقاصد واضح کر دیئے اور اپنے زمان ومکان کے لحاظ سے ان تک پہنچنے کے کچھ ذرائع بھی بتا دیئے نیز کچھ آئندہ زمانے اور دیگر مقامات کے لئے اندر کی حجت یعنی عقل پر چھوڑ دیئے کہ اپنی عقل سے

ان مقاصد کے لئے راستے تلاش کرتے رہنا؛ جسے ہم فقہی اصطلاح میں اجتہاد بھی کہتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ راستے یا ذریعے وقت اور جگہ کے حساب سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے کسی زمانے میں گھوڑے اونٹ کہیں جانے کے ذرائع ہوتے تھے لیکن آج گاڑیاں ہیں جو انسان نے بہتر سے بہتر ذرائع تلاش کرنے کی راہ میں اپنی عقل سے بنائی ہیں۔

ہر انسان بھی عقل اور مہارت کے لحاظ سے یکساں نہیں ہوتا، لہٰذا تاریخ میں سماج کے لئے قیادت کا تصور پیدا ہوا نیز نسبتاً فہیم تر اور ماہر تر فرد کو انتسابی یا انتخابی طریقے سے قیادت سونپی گئی۔ قیادت کا کام مقاصدِ حیات کے لئے اپنے اپنے زمانے اور اپنے اپنے مقام وجگہ کی مصلحتوں کے مطابق راستے اور ذرائع تلاش کرنا ہے۔

ہمارے ائمہ نے اپنے اپنے زمانے میں مختلف طریقے اور ذریعے اختیار کر کے اپنے طے شدہ مقصدِ حیات کے لئے کردار ادا کیا، کسی نے مسند خلافت پر بیٹھ کر، کسی نے مسند خلافت چھوڑ کر، کسی نے سر میدان سر کٹا کر، کسی نے دعا ومناجات کے ذریعے، کسی نے درس وتدریس کے راستے سے کسی نے ولی عہد بن کر ایک ہی ہدف ومقصد کے لیے کام کیا، پس نظریے کا کام زندگی کا مقصد دینا ہے جبکہ قیادت کا کام راستے اور ذریعے تلاش کرنا ہے، اب سیاسی میدان میں کس سے اتحاد کرنا، کس سے الگ ہونا ہے، کہاں مصلحت ہے کہاں مفسدہ، کونسا راستہ مقصد کی طرف لے جائے گا کونسا ذریعہ مقصد سے دور کر دے گا، یعنی مقصد اور ذریعے میں مطابقت دینا قیادت کا کام ہے۔ اگر یہ کام ہر فرد کرنے لگے تو تنظیم، تنظیم نہیں رہتی، حتی معاشرہ بھی جو خود ایک وسیع تنظیم ہے بکھر جاتا ہے۔ اسی لئے نظریے کو تسلیم کرنے کے بعد قیادت پر اعتماد کامیابی کے لیے لازم عنصر ہے۔(۱۸ فروری ۲۰۱۸ء، سوشل میڈیا پر تجزیہ موجود)

حرفِ آخر

انتخابات میں شرکت کے ساتھ تنظیمی طور پر اور عوامی سطح پر تحریک نے سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیا۔ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ سامراج کے اثر ورسوخ کو روکنے میں قومی تحریک نے اہم کردار ادا کیا اور اسلحہ کے استعمال کے بغیر عوامی طاقت سے اپنے مقاصد حاصل کئے اور سامراجی قوتوں کے ناجائز کاموں کو روکا ہے۔ اسرائیل جیسی غاصب حکومت کو تسلیم کرنے کے خلاف، گوادر بندرگاہ کا مسئلہ، سیسمک سینٹر، امریکیوں کو برتھیں دینے کا معاملہ، ایمل کانسی اور ایاز بلوچ کی گرفتاری، اغیار کی ثقافتی یلغار، دہشت گردی کے خلاف

جہاد، نیشنل اور انٹرنیشنل آل پارٹیز کانفرنسز میں موجودگی، ملک میں امن وامان کے قیام اور وحدت واخوت کا قیام کے سمیت تحریک جعفریہ نے کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ تمام جمہوری اور عوامی انداز میں کیا۔ مذکورہ معاملات اور ان جیسے دیگر تمام مسائل میں عوامی آواز نے تحریک کا بھرپور ساتھ دیا۔

اتنی محنت، کاوشوں اور تحریک کے اعلیٰ دینی ،سیاسی اور ملکی مقام سے خائف ہمارا دشمن ہماری وحدت، ہماری قیادت کی بصیرت، ہماری اسلامی یکجہتی کے لئے کی جانے والی کوششوں، ہمارے نظریہ ولایت فقیہ، علمائے کرام کی بصیرت افروز قیادت، پاکستان میں ہمارے زبردست کردار، قومی دھارے میں ہماری موجودگی، ہماری استعمار دشمنی اور سامراج مخالف پر مبنی پالیسیوں اور ہمارے روشن مستقبل سے خوفزدہ ہے اس لئے آئے روز ہمیں اپنی قیادت سے نفرت دلا کر، ہماری قیادت اور پلیٹ فارم کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈا کر کے، ہمیں آپس میں لڑا کر، باہم دست وگریبان کر کے، ہمیں ایک دوسرے سے بد اعتماد کر کے، نوجوانوں کو علماء کرام سے بدگمان کر کے، نظریہ ولایت فقیہ سے ہٹا کر اور ڈیڑھ اینٹ کی نئی مساجد بنا کر ملت جعفریہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔

ان حالات میں ہمیں اپنی قیادت اور پلیٹ فارم کو مضبوط کر کے، نوجوانوں کو علماء کے قریب لا کر، قیادت اور پلیٹ فارم کے خلاف اٹھنے والی ہر منفی آواز کا جواب دے کر، ملی وحدت کو زیادہ مضبوط کر کے، نظریہ ولایت فقیہ پر کامل ایمان رکھ کر، علمائے کرام کے وقار میں اضافہ کر کے، آپس میں غلط فہمیوں کو دور کر کے، دشمن کی سازشوں کا ادراک کر کے، ایک بابصیرت مومن کی مانند، باوقار طریقے سے صبر وحکمت کا ہتھیار لے کر حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اور اپنے دشمن کو ناکام بنانا ہوگا۔

اس وقت تمام تر رکاوٹوں کے باوجود پاکستان کی تمام مقتدر سیاسی مذہبی قوتوں سے قائد ملت جعفریہ کے تعلقات اور روابط موجود ہیں اور قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کی ملک وملت کے مفاد میں مثبت، صاف وشفاف سیاست کی وجہ سے تمام سیاسی جماعتیں اسلامی تحریک پاکستان کو پاک وپاکیزہ جماعت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں، اس طرح سے برابری کی سطح پر مذاکرات اور قومی وبین الاقوامی مسائل پر گفت وشنید کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

اسلامی تحریک پاکستان قومی وملی پلیٹ فارم ہے اس کی مضبوطی خود ہماری اپنی مضبوطی ہے۔ اس پلیٹ فارم کو کمزور کرنا خود اپنے آپ کو کمزور کرنا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم ولی امر مسلمین، ولی فقیہ حضرت آیت

اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ اور پاکستان میں ان کے نمائندہ قائد ملت جعفریہ، اسلامی تحریک پاکستان کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی سے اپنے آپ کو مربوط رکھتے ہوئے مکمل ہم آہنگی، اخوت و وحدت، محبت ،حوصلے اور اسلامی جذبے کے تحت اس پلیٹ فارم پر ملت کے مسائل کے حل، مکتب تشیع اور عزاداری سیدالشہدؑا کے تحفظ اور پاکستان میں ملت جعفریہ کے حقوق کی جدوجہد کو جاری رکھیں ۔ یقیناً خداوند تعالیٰ ہمارے ساتھ اور امام زمانہؑ ہمارے حامی و ناصر ہوں گے۔

پاکستان کی سیاسی جماعتیں

آل پاکستان مسلم لیگ؛	عوامی نیشنل پارٹی؛	بلوچ نیشنل موومنٹ؛
بلوچستان نیشنل پارٹی؛	متحدہ مجلس عمل؛	جمعیت علمائے اسلام؛
جماعت اسلامی؛	جمیعت اہل حدیث؛	جمیعت علمائے پاکستان؛
اسلامی تحریک پاکستان؛	جمہوری وطن پارٹی؛	متحدہ قومی موومنٹ
جموں کشمیر پیپلز پارٹی؛	نیشنل پارٹی؛	نیشنل پیپلز پارٹی؛
پختونخواملی عوامی پارٹی؛	پاکستان مسلم لیگ؛	پاکستان مسلم لیگ (ج)
پاکستان مسلم لیگ (ف)	پاکستان مسلم لیگ (ن)	پاکستان مسلم لیگ (ق)
پاکستان مسلم لیگ (ض)	پاکستان پیپلز پارٹی	پاکستان پیپلز پارٹی (شیرپاؤ)
پاکستان تحریک انصاف	پاکستان عوامی تحریک و...	

تحفظ عزاداری کے لئے سفیر امن کے اقدامات

۶۱ رہجری کربلا میں اسلام کوملوکیت سے بچانے اور فاسق و فاجر یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار پر خاتم النبیین پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسینؑ نے اپنے خانوادے اور عزیز و اقارب کے علاوہ اپنے جانثاروں کی جو لازوال قربانی پیش کی اس کی یاد لگ بھگ چودہ صدیوں سے ہر کونے میں منائی جاتی ہے؛ درحقیقت نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد اور عزاداری ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے مظلوم طاقتور اور ظالم سرنگون ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ایک تحریک، ایک سمندر کی موج اور ایک اجتماعی جنگ ہے؛ عزاداری ہی شعور، پہچان اور ہمدردی و احسان کرنے کا موجب ہے؛ عزاداری خون وشہادت، آزادی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، انقلاب، قیام، تحریک، اصلاح، جہاد، سیاست، حکومت، خدمت اور عدالت کے خط کو زندہ رکھنا اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مظلومیت کو تاریخ کے اوراق پر ثبت کرنے کا نام ہے۔

حضرت امام خمینیؒ ایرانی طاغوت کی سرنگونی اور انقلاب اسلامی کی کامیابی کا راز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر انقلاب اسلامی میں عزاداری سیدالشہداء کا عنصر شامل نہ ہوتا تو اسلامی تحریک کا کامیاب ہونا محال تھا۔

عزاداری سیدالشہداء سے خوفزدہ استعماری قوتوں نے مختلف خطوں کی طرح مملکت خداداد پاکستان میں بھی اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ائمہ اطہار کے نظریات، افکار اور معارف اسلامی بالخصوص عزاداری کو روکنے کے لئے مختلف عنوانات، حوالوں اور مناسبتوں سے فرقہ واریت، امن وامان اور دہشت گردی کا بہانہ بنا کر اس پر قدغن لگانے کی کوششیں کیں جو تا حال جاری ہیں۔ عزاداری کو بند کرانے کے لئے باقاعدہ اور منظم مہم شروع کی گئی تحریکیں چلائی گئیں، جلوسہائے عزاداری کو بند کرانے کے لئے اس منفی فکر کے حامل گروہ نے جلوس نکالے اور مجالس عزا کو بند کرانے کے لئے احتجاج کئے گئے اور حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ اس عبادت کو محدود کیا جائے۔ جبکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عزاداری سیدالشہداء کے انعقاد سے

امن وامان میں خلل ہوتا ہے نہ فرقہ واریت جنم لیتی ہے اور نہ دہشت گردی پھیلتی ہے بلکہ عزاداری میں اہل تشیع سمیت دیگر مکاتب فکر ومسالک کے افراد بھی شرکت کرتے ہیں پاکستان کی سالمیت واستحکام کی دعاؤں کے ساتھ اسلام کا پرچار کیا جاتا ہے۔

سفیر امن حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی عزاداری سید الشہداء اور مجالس عزا کے آفاقی سوچ کے حامل پروگراموں کو خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ نے عزاداری کے لئے فرمایا:

"عزاداری اگر کسی دور میں مستحب تھی تو آج کے دور میں واجب ہے۔"

عزاداری سید الشہداء مکتب تشیع کی جان اور روح ہے جیسا کہ سفیر امن فرماتے ہیں:

"شیعوں کے لئے عزاداری شہ رگ حیات ہے۔" (ماہنامہ تحریک، ستمبر ۱۹۹۷ء)

ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور مدرسہ دار الہدیٰ میں شہید حافظ محمد ثقلین نقوی کے چہلم کی مناسبت سے منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علی پور میں مجلس عزا بند ہو اور مظفر گڑھ کھلا رہے۔" (خطاب سے اقتباس)

آپ نے عزاداری کے خلاف کسی قسم کی محدودیت اور پابندی کو قبول نہیں کیا خواہ وہ محدودیت اور پابندی فرقہ وارانہ تعصب کی بنیاد پر ہو یا حکومتی اداروں کی طرف سے ہو؛ ۱۹۸۸ء میں حکومتی اداروں نے عزاداری سید الشہداء پر پابندی کا باقاعدہ آغاز کیا اور شہید حسینیؒ کے دور قیادت میں ڈیرہ اسماعیل خان کے جلوس عزا پر امن وامان کا مسئلہ بنا کر پابندی کا فیصلہ کیا گیا، اسی دوران قائد شہیدؒ کو شہید کر دیا گیا، علمائے کرام کی جانب سے قبائے قیادت سفیر امن کے سپرد کی گئی۔ سفیر امن نے قیادت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ملکی آئین کی روشنی میں اور اپنی بصیرت افروز نگاہ سے اعلان کیا کہ عزاداری کے جلوسوں، مذہبی رسومات اور اجتماعات پر پابندی نا قابل قبول ہے کیونکہ ملک کا آئین وقانون ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم جہاں چاہیں عزاداری برپا کر سکتے ہیں اس لئے ڈی آئی خان کا جلوس ہر حال میں برآمد کیا جائے گا۔

ڈی آئی خان کے جلوس کو برآمد کرنے کا اعلان ہوتے ہی دور دراز سے عوام الناس کی کثیر تعداد اس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئی؛ سفیر امن نے قطعی اور دوٹوک فیصلہ کرتے ہوئے رکے ہوئے روایتی جلوس عزا کو شان وشوکت کے ساتھ برآمد کروایا تاہم حکومتی اداروں نے اپنی بزدلانہ کاروائی انجام دیتے ہوئے

عزاداروں پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ۱۰ بہترین جوانوں کی قربانیاں دی گئیں ۷ ۳ / افراد زخمی ہوئے؛ سینکڑوں بے گناہ پس دیوار زندان بھیجے گئے لیکن عزاداری مظلوم کربلا کے راستے میں کسی قسم کی پابندی قبول نہ کی اور علم حضرت ابوالفضل العباس کو سرنگون نہیں ہونے دیا۔

سفیر امن نے پورے ملک کو یہ پیغام دے دیا کہ تحریک جعفریہ پاکستان کے ہوتے ہوئے کوئی مائی کا لال شیعیان حیدر کرار کی مذہبی، ثقافتی اور اعتقادی وراثت کو نہیں چھین سکتا ہے۔حکومت وقت سے بھی منوایا کہ عزاداری ہمارا آئینی، قانونی حق اور ہماری شہری آزادیوں کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کے قانون کے مطابق مجھے عزاداری کا حق حاصل ہے لہٰذا جہاں، جس وقت اور جب چاہوں عزاداری کر سکتا ہوں اور اس کے لئے ہمیں کسی سے پیشگی اجازت یا پرمٹ والائسنس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔(شہرۂ آفاق)

سفیر امن نے شہید مولانا دیدار علی جلبانی کے چہلم کی مناسبت سے منعقدہ مجلس وتعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ڈیرہ اسماعیل خان میں اُس وقت جذباتیت میں آکر روٹ تبدیل کیا گیا تھا تو میں نے کہا کہ اگر پہلے ہم سے بات کی جاتی تو تنگ گلیوں کی بجائے کھلی سڑک پر جلوس کی گفتگو ہو سکتی تھی لیکن اب اگر تم نے طاقت اور دباؤ کا راستہ اختیار کیا ہے تو طاقت اور دباؤ کو کبھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔"(خطاب سے اقتباس)

قائد ملت اکثر اپنے خطابات میں فرماتے رہتے ہیں:

"عزاداری ہماری شہری آزادیوں کا مسئلہ ہے؛ مجلس کروانا میرا بنیادی حق ہے؛ عزاداری کا جلوس برآمد کروانا میرا حق ہے؛ دوسروں کے حقوق بھی محفوظ ہیں اور میرے حقوق بھی آئین کے اندر محفوظ ہیں۔"(تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی، ص۷۹)

قائد ملت جعفریہ کے اسی ٹھوس اور اٹل موقف کی وجہ سے آج ہمارے لئے قانونی، آئینی اور عوامی سطح پر ائمہ ہدیٰ کی عزاداری بالخصوص عزاداری سیدالشہداء کا انعقاد آسان ہوا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اگر کہیں پاکستان کے کسی کونے میں مکتب اہلبیت کے ماننے والوں کو عزاداری میں رکاوٹ اور دشواری پیش آتی ہے تو اس مسئلے کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اس کی قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں؛ جس طرح ۱۹۹۸ء میں حضرت لعل شہباز قلندر کی درگاہ سہون شریف میں ہوا اور عزاداری امام مظلوم پر پابندی

عائد کردی گئی تو آپ خود چل کر گئے اور عائد پابندی کے خلاف شاندار اجتماع کر کے اور غیور جوانوں کے ماتمی دستے میں کھڑے ہو کر ماتم داری کی جس کے نتیجہ میں سہون شریف میں ہمیشہ کے ماتمی دستہ کا سلسلہ شروع ہوا جو کبھی نہ رک سکے گا اور عملی طور پر اس پابندی کو بھی ہمیشہ کے لئے غیر مؤثر کر دیا۔ بی بی پاکدامن لاہور، روجھان جمالی نصیر آباد ہو یا گلگت بلتستان الغرض ملک کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں عزاداری سیدالشہداء کے فروغ و تحفظ کے لئے سفیر امن نے بنفس نفیس دورہ جات کر کے اور بعض جلوس ہائے عزا میں شریک ہو کر جلوس برآمد نہ کروائے ہوں۔ ہر سال کی طرح گزشتہ سال بھی محرم و صفر میں بعض مقامات پر ماتمداری اور مجالس عزا میں رکاوٹیں سامنے آئیں تو آپ کی ہدایات پر وہ تمام تر مسائل حل ہوئے۔ سفیر امن نے عزاداری سیدالشہداء و ماتم داری کو ہمیشہ اولویت دی ہے اور اسے شہ رگ حیات قرار دیا ہے۔

ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل جتوئی میں تنظیمی کارکنان کے ساتھ ایک نشست میں فرمایا:

> **"قانون عزاداری کو روکتا نہیں بلکہ سپورٹ کرتا ہے؛ میں تو ملک میں موجود ہوں مجھے دیکھ لو میں ملک میں چلتا رہتا ہوں؛ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ میں جتنا سفر کرتا ہوں شاید کوئی کرتا ہو؛ میں یہاں چل کے آیا مجھے یہاں آنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو حسینؑ حسینؑ کرنے کے لئے بھی مجھے کسی سے پرمٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ ہمارے حقوق ہیں اس ملک کے اندر کسی سے بھیک نہیں مانگنی۔" (خطاب سے اقتباس، ۱۵ اپریل ۲۰۱۶ء)**

عزاداری سیدالشہداء کے لئے جس قسم کی قربانی کا سامنا کرنا پڑے آپ کرنے کے لئے تیار رہیں لیکن عزاداری سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ موصوف عزاداری پر کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کو اسلام سے خیانت سمجھتے ہیں۔ دس محرم الحرام کو دشمن عزاداری نے راولپنڈی میں سازش کھیلی اور ملت کو خوف زدہ کرنے کی ناکام کوشش کی کہ یہ اب سڑکوں پر نہیں نکلیں گے؛ دشمن نے دھمکیاں دیں کہ چہلم کا جلوس نہیں نکلنے دیں گے تو سفیر امن نے واضح طور پر کہہ دیا:

> **"عزاداری کو بزور طاقت روکنے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا؛ عزاداری کا راستہ روکنے والے حسینی جذبے سے ناآشنا ہیں؛ کربلا اور امام حسینؑ کی شخصیت مسلم امہ کی مشترک میراث ہے اس کو کسی مسلک یا مکتب تک محدود کرنا اسلام دشمنوں کا ایجنڈا ہے؛ ہم عزاداری پر کسی قسم کا سمجھوتا اور سودا بازی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ہمارا آئینی، قانونی حق ہے اور دہشت**

گر دہمیں عزاداری امام حسینؑ سے نہیں روک سکتے۔" (خطاب سے اقتباس)

سانحہ پنڈی کے بعد میڈیا پر مسلسل کوشش کی گئی کہ ملک میں فرقہ واریت ہے تا کہ عید میلاد النبیؐ سمیت تمام مذہبی جلوسوں بالخصوص عزاداری سید الشہداء کے لئے جدید قانون سازی کے ذریعے پابندی کی راہ ہموار کی جاسکے اور ملک میں مصنوعی فضا کے ذریعہ فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خاتمے کا ڈھول بجاتے ہوئے ملت جعفریہ جیسی مہذب قوم کو تکفیری شر پسند اوباش اور غیر مہذب گروہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بٹھایا جاسکے۔ اس تناظر میں حکومت کی کوشش تھی کہ جلوس کا روٹ چینج کیا جائے، اس سلسلہ میں مختلف لائسنس داروں پر بھی دباؤ ڈالا گیا کچھ شیخ جی بھی علما کے لباس میں حکومتی ایما کو پورا کرنے کی یقین دہانی کرواتے رہے اور میڈیائی ذرائع پر روٹ کو تبدیل کرنے کا ایشو بنایا گیا لیکن سفیر امن نے محاذ آرائی اور قوم کو الجھائے بغیر اقدامات کئے۔ اسلام آباد میں ۱۹ رصفر کے جلوس میں خود گئے اور ۲۰ رصفر کو راولپنڈی کے چہلم کے جلوس کا آغاز بھی آپ نے جا کر کیا، جلوس میں موجود رہے اور عزاداروں کے ساتھ مل کر عزاداری کی۔ اس طرح راولپنڈی میں دنیا نے دیکھا کہ اربعین کا تاریخی جلوس بھی اپنے مقررہ روٹ پر جاری ہوا اور رہے گا۔

شہید الطاف حسین الحسینیؒ کی برسی کی مناسبت سے منعقدہ ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> **"سانحہ عاشور راولپنڈی کے بعد ایک بہت بڑا غبارہ بنایا گیا تھا کہ جلوس نہیں نکلنا چاہئے ہم نے اس میں سوئی کا ایک سرا داخل کر کے اس غبارے سے ہوا نکال دی۔"**
> **(خطاب سے اقتباس، ویڈیو موجود)**

قائد ملت نئی قانون سازی کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **"ملک میں فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے کسی نئی قانون سازی کی ضرورت نہیں پہلے سے موجود قوانین فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے کافی ہیں ان پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ مسئلہ کا حل نئی قانون سازی میں نہیں بلکہ پہلے سے موجود قوانین پر عمل درآمد میں ہے اگر موجودہ قوانین پر عمل درآمد ہوتا اور قانون کی حکمرانی قائم ہوتی تو آج اس صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ملک میں صحیح سمت میں کیس کی انوسٹی گیشن ہوتی رہی نہ استغاثہ کا عمل صحیح انداز میں انجام پاتا رہا جس کے باعث مدعی مارے گئے اور گواہ قتل کر دیئے جاتے رہے جس کا**

فائدہ قاتلوں کو ہوا،سینکڑوں افراد کے قاتل عدالتوں سے چند لمحوں میں رہا کر دیئے گئے ،ملک میں قانون کی حکمرانی ہوتی تو قاتل یوں دندناتے نہ پھرتے۔ پاکستان کو داخلی طور پر مضبوط بنانے کے لئے لازم ہے کہ حکمران اچھے اور بُرے کی تمیز کو یقینی بنائیں تا کہ معاشرے سے بگاڑ اور انتشار وانارکی ختم ہو سکے۔ظالم ومظلوم، قاتل ومقتول، دہشت گرد اور امن پسند میں فرق کیا جائے اور توازن کی ظالمانہ پالیسیوں کو ترک کیا جائے تا کہ ملکی سلامتی اور قومی وحدت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔"(شیعت میڈیا ڈاٹ نیٹ۔ ۵۱۴۰)

سفیر امن نے ڈیرہ غازی میں ایک پر ہجوم کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عزاداری سید الشہداء کے پروگرام اور تقاریب فکر حسینی کی ترویج کا ذریعہ ہیں لہٰذا عزاداری کے پروگراموں کو روکنا یا ان میں رکاوٹ ڈالنا دراصل فکر حسینیؑ کی ترویج کو روکنے کے مترادف ہے؛ پاکستان کے شہریوں کے آئینی وقانونی حقوق اور شہری وانسانی آزادیوں کے تحت ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی آزادیوں اور حقوق پر قدغن نہ لگائے اور ان کی آزادیوں کی حفاظت کرے۔"

سابقہ آمر کی حکومت میں ایک ٹاسک فورم کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں بعض علما نُما لوگوں کو بھی شامل کیا گیا اور انہیں ٹاسک دیا گیا کہ اس پر رائے دیں اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں جس میں سرفہرست مسئلہ عزاداری کو محدود کرنے کا تھا، انہوں نے حکومتی خوشنودی کے لئے رپورٹ دی کہ یہ جلوس عزا ملک میں امن وامان کے لئے شدید خطرہ ہیں اس لئے اسے قانون سازی کے ذریعے محدود کیا جائے اور ایک مخصوص روٹ طے کیا جائے، اس طرح عزاداری پر پابندی لگانے کے لئے امن وامان کا مسئلہ بنا کر ملت جعفریہ کے حقوق پر کاری ضرب لگانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

سفیر امن نے اس سنگین مسئلہ کا نہایت سختی سے نوٹس لیا اور ملک گیر دورہ جات، سیمینارز، کانفرنسز اور ملک بھر کے علماو ذاکرین کے سامنے اس ٹاسک فورم کے عزائم کو بے نقاب کیا اور اداروں کو خبردار کیا کہ ہم کسی بھی صورت مکتب تشیع کے خلاف کسی بھی قانون سازی کو قبول نہیں کریں گے۔ سفیر امن کی اس جدوجہد کے بعد وہ ٹاسک فورم غیر مؤثر ہو کر رہ گیا۔

سفیر امن ہمیشہ ایک اور اہم پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے خطابات میں ذکر کرتے رہتے ہیں وہ یہ کہ:

"عزاداری جو شہری آزادیوں کا مسئلہ اور بنیادی حقوق میں شامل ہے سنگینوں کے سائے، کرفیو کے عالم اور محاصرے کے اندر محدود کرنا کسی صورت درست اور قابل قبول نہیں ہے۔ اس کا سبب وہ ذہنیت اور ماحول ہے جو ملک میں پیدا کر دیا گیا ہے؛ جس کی وجہ سے ملک آگ اور خون میں جل رہا ہے؛ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ماحول کو تبدیل کرنے کے لئے سنجیدہ اقدامات کئے جائیں؛ قاتلوں اور دہشت گرد درندوں کو کنٹرول کیا جائے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے، قانون کی حکمرانی قائم کر کے امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنایا جائے۔"

شہید قیصر چغتائی کی برسی کے منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میرا مشن قربانی ہے وہی قربانی جو کربلا کے اندر دی گئی؛ وہی قربانی جو تشیع میں تسلسل سے موجود ہے؛ میں مجلس عزا کے لئے کتنی قربانی دے سکتا ہوں علمائے کرام بھی حیران رہ جائیں جتنا میں اس کے لئے قربانی کا قائل ہوں، ایک مجلس کے لئے جتنی قربانی ہو سکتی ہے میں دینے کے لئے تیار ہوں سب سے پہلے میں اس کے بعد آپ سب۔" (خطاب سے اقتباس)

مدرسہ در نجف جھنگ میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کے سلسلے میں فرمایا:

"عزاداری ہمارا وجود، ہماری زندگی، ہماری شناخت اور پہچان ہے۔" (رپورٹ، دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، مئی ۲۰۱۱ء)

علامہ سید ساجد علی نقوی نے گزشتہ عشرہ محرم الحرام کے آغاز پر عزاداروں کے نام اپنے پیغام میں فرمایا:

"جب وطن عزیز پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہاں ہر مکتب اور مسلک کے پیروکار آزادی کی فضا میں اپنے اپنے طریقہ کار اور تعلیمات و عقائد کے مطابق محرم الحرام مناتے تھے اس طرح عزاداری سید الشہداؑ کے فروغ کے ساتھ ساتھ اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ محبت اور وابستگی میں اضافہ ہو رہا تھا اور اتحاد بین المسلمین کا حسین انداز سے عملی اظہار ہو رہا تھا یہ تمام صورت حال متعصب اور تنگ نظر انتہا پسند عناصر کے لئے نا قابل برداشت بن گئی

اور انہوں نے اس ولائے اہل بیتؑ اور حب حسینؑ پر مشتمل اس حسین کلچر کو ختم کرنے کے منصوبے بنا کر ان پر عمل کرنے کا آغاز کیا جس کے تحت بعض شر پسند گروہوں کے ذریعہ فرقہ واریت‘ فرقہ وارانہ تشدد‘ ٹارگٹ کلنگ‘ خودکش بم دھماکے اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا گیا۔

عزاداری نہ صرف مذہبی و آئینی حق ہے بلکہ شہری آزادیوں کا مسئلہ ہے مگر خودساختہ بہانوں کے ذریعہ عزاداری کو محدود کرنے کے لئے ماورائے آئین و قانون اقدامات کر کے مذہبی حقوق اور شہری آزادیوں کو سلب کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ مجالس کے اجازت نامے کی غیر قانونی اور بلاجواز شرائط‘ دورانیہ محدود کرنے‘ بانیان مجالس‘ مقررین اور عزاداروں کو نظر بند کرنا‘ ان پر پابندیاں عائد کرنا اور لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر بلاجواز پابندیاں‘ کنٹینرز کے ذریعہ حفاظت کے نام پر محدود کرنے اور سنگینوں کے سائے تلے خوف و ہراس کا تاثر پھیلانے جیسے اقدامات ریاست کو زیب نہیں دیتے کیونکہ ریاست نے تمام شہریوں کے مذہبی و شہری حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کر رکھی ہے۔

ان حالات اور کٹھن دور میں عزاداروں، ماتمیوں اور نوحہ خوانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ عزاداری کو اتحاد کے ساتھ احسن طریقے اور بہتر انداز سے محبت و وحدت کی فضا میں منعقد کریں‘ عزاداری سید الشہداءؑ آزادی سے منانے کے لئے متحد ہو کر بھرپور اور طاقتور آواز بلند کریں‘ اپنی صفوں میں اتحاد قائم کر کے بنیادی حقوق سلب کرنے کی تمام سازشوں کو ناکام بنائیں‘ سید الشہداءؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت، اقوال، فرامین اور خصائل سے سبق سیکھیں اور اپنی زندگیوں کو امام حسینؑ کے فرامین اور سیرت کے تحت بسر کریں۔“

ماضی قریب کی بات ہے کہ صوبہ سندھ میں جب مجالس عزا کے انعقاد پر ایف آئی آرز درج کی گئیں اور عزادری کو محدود کرنے کی سازشیں سر اٹھانے لگیں تو علامہ سید ناظر عباس تقوی نے کراچی کے نشتر پارک میں علما کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں خطاب کرتے ہوئے قائد ملت جعفریہ نے فرمایا:

”ہم ایف آئی آرز جمع کر رہے ہیں، بنڈل ہے ہمارے پاس یہی ان کے منہ پر ماریں گے۔“ (خطاب سے اقتباس)

وطن کے پاسبان کا یہ جملہ زبان زد خاص و عام ہے:

"میں مسند شہادت تو قبول کر سکتا ہوں لیکن عزاداری کے خلاف کوئی سازش قبول نہیں کر سکتا۔"

راولپنڈی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عزاداری سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے ہم اصولوں پر سمجھوتا نہیں کرتے۔"

لاڑکانہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عزاداری ہمارا آئینی حق ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔"

۲۷/اکتوبر ۲۰۱۴ء کو نواب شاہ سندھ میں سفیر امن نے عزاداری کانفرنس کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا:

"عزاداری سید الشہداء کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ کو برداشت نہیں کریں گے؛ عزاداری ہر دور کے یزید کے چہرے سے نقاب الٹتی ہے۔"

خیر پور میرس میں علامہ ناظر عباس تقوی اور علامہ اسد اقبال زیدی کی جانب سے ۲۹/اپریل ۲۰۱۲ء میں جب "لبیک یا حسینؑ کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا تو تکفیری گروہ نے شرارت کر دی جس کے نتیجے میں شہر کے حالات خراب ہو گئے۔ انتظامیہ نے کانفرنس روکنے کی بھرپور کوشش کی لیکن سفیر امن خود بنفس نفیس تمام رکاوٹوں کے باوجود خیر پور پہنچے اور عزاداری کانفرنس کا انعقاد کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی مائی کا لال عزاداری پر قدغن نہیں لگا سکتا۔

بعض اضلاع میں جب انتظامیہ کی جانب سے مجلس عزا کے منعقد کرانے پر اجازت نامہ لینے کا دباؤ ڈالا گیا تو قائد ملت نے اپنے اکثر خطابات میں مومنین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی:

"مجلس سید الشہداء کے لئے مت لو اجازت اور جو اجازت لے گا ہم اس کا احتساب کریں گے۔"

ہر سال ملک کے چھوٹے بڑے شہروں میں عزاداری کانفرنسز، تحفظ عزاداری کانفرنسز اور شہدائے عزاداری کانفرنسز کا انعقاد کر کے سفیر امن نے عزاداری کو منانے کے لئے راستے ہموار کئے ہیں۔ اس سب کے باوجود جب ان کے جیالوں نے ان سے کہا کہ آپ عزاداری کے محافظ ہیں تو آپ نے فوراً جواب دیا:

"میں عزاداری کا محافظ نہیں بلکہ عزاداری میری محافظ ہے۔"

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نہ صرف عزاداری کے مسائل کو ہی خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ تمام تران شعائر اسلامی جن پر مذہب کا تشخص قائم ہے اس کے بھی محافظ و مدافع رہے ہیں۔ جس طرح کہ مذہب اہل بیتؑ کے ماننے والے اذان میں مولا الموحدین امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے فقرات کو ایک خاص انداز کے لب و لہجے اور مولا کے فضائل پر مشتمل جملات ...اور خلیفہ بلافصل کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اپنے آپ کو روشن فکر سمجھنے والے مختلف قسم کے لوگوں یا اس سے بڑھ کر پاکستان میں موجود شیعہ مخالف متعصب گروہ کی طرف سے اعتراض ہوا کہ شیعہ حضرات اپنی اذان میں تبدیلی لائیں اور ایران و عراق میں دی جانے والی اذان پر ہی اکتفا کریں کہ جس میں فقط "علی ولی اللہ" کہا جاتا ہے تو قائد ملت نے سختی سے ان گروہوں کے جواب میں فرمایا:

> **"اذان میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے متعلق دی جانے والی گواہی میں ایک حرف کم ہو سکتا ہے اور نہ زیادہ اور جس مقام و مسجد کے اسپیکروں سے اذان نشر ہوتی ہے اس پر کسی قسم کی پابندی اور محدودیت غیر قابل برداشت ہے۔"**

یہ قائد ملت جعفریہ ہی کی دور اندیشی اور تدبیر کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کی سرزمین پر "علی ولی اللہ" کی آواز بلند ہے اور کسی میں جرأت نہیں کہ اسے محدود کر سکے۔ اس طرح سے جہاں قائد ملت جعفریہ نے اتحاد بین المسلمین کو اجاگر کیا ہے وہاں اپنے مکتب و مذہب کی بھی محافظت کی ہے اور ہر اس سازش کا مقابلہ کیا ہے جس سے مذہب و مکتب کے تشخص کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

اس سلسلے میں علامہ شیخ محسن علی نجفی کہتے ہیں:

> **"قائد ملت جعفریہ قوم کی نمائندگی میں حکومتی اداروں، سیاسی و مذہبی محافل اور شیعہ دشمن عناصر کے مقابلے میں اس وقت اکیلے یک و تنہا جہاد کرتے رہے ہیں جب دشمن کی طرف سے ہمارے خلاف ایک ہی وقت میں دو سازشیں ہو رہی تھیں جن میں سے ایک محسوس انداز سے تھی وہ یہ کہ ہمارا قتل عام ہو رہا تھا اور پاکستان کے جس گوشے و کنار میں کوئی جنازہ گرا تو اس کے پس پردہ مسائل کے مداوا کے لئے سب سے پہلے سید ساجد علی نقوی پہنچے یہ ایک کھلی اور ظاہری سازش تھی جسے ہر ایک دیکھ رہا تھا مگر دوسری سازش اور شیعیت کے خلاف ہونے والے منصوبے غیر محسوس انداز سے تھے شیعوں کو ایک دیوار کے ساتھ لا کھڑا کرنے**

کے منصوبے بنائے جا رہے تھے ان دو سازشوں کا مقابلہ تھا اور محسوس انداز سے ہونے والی سازش کے مقابل میں غیر محسوس سازش بہت ہی خطرناک ہوا کرتی ہے کسی کو علم نہیں کہ ہمارے خلاف کیا سازشیں تھیں ہم نے یہ تو سن لیا کہ فلاں مقام پر میٹنگ اور مذکرات ہوئے مگر ان میں شیعیت کے خلاف کیا سازش تھی اور کس طرح اس سید نے ان کا مقابلہ کرتے ہوئے دفاع کیا اور اپنے مکتب کی حفاظت کی اس کا کسی کو علم نہیں۔" (علامہ شیخ محسن علی نجفی کے انٹرویو سے اقتباس)

جعفریہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن ڈی آئی خان کے زیر اہتمام کوٹلی امام حسینؑ میں "عظمت شہدا کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے قائد ملت نے فرمایا:

"خیبر پختونخوا حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس نے پولیس کو غیر سیاسی کر دیا ہے، مگر پورے پاکستان میں مجلس عزا پر ایف آئی آر کا اندراج صرف کے پی کے پولیس نے ہی کیوں کیا ہے؟ کیا پولیس کو اس حد تک غیر سیاسی نہیں کیا گیا۔ چودہ سو سال سے مجالس و عزاداری جاری ہے، تاہم مجالس پر ایف آئی آر صرف کے پی کے میں دائر کی گئی، جو کہ کسی لحاظ سے قانونی نہیں۔ اگر مجالس پر درج ایف آئی آر واپس نہ لی گئیں تو یہ حکومت کے گلے کا پھندا بن جائیں گی۔" (خطاب سے اقتباس، ۵ جون ۲۰۱۶ء)

انہوں نے خطاب کے دوران شیعہ علما کونسل کے صوبائی صدر علامہ حمید امامی کو ہدایت دی کہ وہ وزیر اعلیٰ سے فوری ملاقات کر کے مسائل حل کریں۔

وطن کے پاسبان کا سازشوں سے مقابلہ

وطن کے پاسبان قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو شریعت بل، ناموس صحابہ بل، دہشت گردی، تکفیریت اور فرقہ واریت سمیت مختلف سازشوں کا سامنا رہا ہے۔ آپ نے اپنے خطابات و اقدامات میں امن و امان، مذہبی ہم آہنگی اور بنی نوع انسان کے لئے اخوت و بھائی چارگی کے آفاقی اسلامی پیغامات پر زور دے کر ان تمام سازشوں کا بخوبی مقابلہ کیا ہے جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

شریعت بل

شریعت بل سے مراد حکومتی سطح پر ایک مخصوص فرقے کی ذہنیت اور عقائد پر مبنی بعض ایسے قوانین کا نفاذ ہے کہ جن سے حکومت کی ایجنٹ ملائیت کو تو کچھ مفادات حاصل ہو جائیں لیکن حکومت اور نظام کو کوئی فرق نہ پڑے۔

ضیاءالحق کا ایک اور قدم شرعی حوالے سے ملت جعفریہ پر گراں گزار وہ شریعت بل تھا جو ضیاءالحق کی خواہش پر مولانا سمیع الحق سنیٹر اور قاضی عبداللطیف نے پیش کیا تھا اور پیش کرنے والے اس گروہ کو "متحدہ شریعت محاذ" کا نام دیا گیا تھا۔ شریعت بل کے پس پردہ صرف شیعہ دشمنی ہی نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد مزید دو چار سال کے لئے مولویوں کو ورغلانا، خودساختہ شریعت کو ایک نیا رنگ دینا اور ملت جعفریہ کو مزید مسائل میں الجھانا تھا۔

قائد شہید نے شریعت بل کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا سپہ سالار علامہ سید ساجد علی نقوی کو مقرر فرمایا تھا جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کی بدولت ملک کے تمام مکاتب فکر کے علما سے ملاقاتیں کر کے اپنے موقف سے نہ صرف آگاہ فرمایا بلکہ انہیں اپنے موقف کا قائل کیا۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ میں عقائد کے حوالے سے ملت جعفریہ کے کٹر مخالف علامہ احسان الٰہی ظہیر سے بھی انہوں نے ملاقات کی جس میں واضح کیا

کہ ملت جعفریہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے حقوق کو اپنے حقوق کی طرح مقدم گردانتی ہے لہٰذا موجودہ شریعت بل میں ملت جعفریہ تمام مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑے گی اور اسے ہر مکتب فکر کے لئے غیر متنازعہ بنانے تک اپنی جنگ جاری رکھے گی۔ (سفیر نور، ص ۱۳۸۔۱۳۹)

شہید حسینیؒ نے لاہور میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> **"شریعت بل کے مسئلہ پر علامہ سید ساجد علی نقوی سے علامہ مرحوم (احسان الٰہی ظہیر) کی ملاقات ہمارے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوئی تھی ہماری اس ہم آہنگی سے جہاں ہمیں شریعت بل کے خلاف متحد ہونے کا اطمینان تھا وہاں مستقبل میں فرقہ واریت کے ختم ہونے کی امید بھی تھی۔" (سفیر نور، ص ۱۴۰)**

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے تہران یونیورسٹی کے علامہ امینی ہال میں ۱۴ / جون ۱۹۹۰ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> **"جب لوگ استعمار سے آگاہ ہی نہیں رکھتے تھے اس وقت ہم نے ایک آمر کے آمرانہ نظام کے خلاف علم بلند کیا۔" (علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ شہید اسلامی شخصیات کی نظر میں، ص ۴۶، تاریخ اشاعت ۱۴۱۴ ہجری، ناشر تحریک جعفریہ، امور فرہنگی شعبہ قم)**

شریعت بل کو رد کرتے ہوئے سفیر امن نے اسی روز تہران میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا:

> **"ہماری نظروں میں یہ (شریعت بل) بہ تعبیر حضرت امام خمینیؒ امریکی اسلام ہے۔ یہ ایسا اسلام ہے جو جبر، بادشاہت، استحصال، غرض کسی برائی کا خاتمہ نہیں کرتا؛ حکمرانوں کو ایسا اسلام درکار ہے جو ان کی عیاشیوں سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ یہ اسلام کے نام پر اسلام پر ضرب لگانے کی کوشش ہے؛ اسلام کے شیدائی عوام کو دھوکا دینے کی سعی ہے۔" (ایضاً، صفحہ ۳۵)**

سفیر امن نے تشیع کے آئینی اور قانونی حقوق کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد کی ہے اور اسی کے ساتھ آپ مسلمانوں کے معتدل اور غیر متعصب گروہوں کے ساتھ سیاسی و اجتماعی ہم آہنگی اور عالمی کفر کی سازشوں کو ناکارہ بنانے کی کاوشوں میں ایک لمحہ تک غافل نہیں رہے۔ موصوف عالمی استکبار اور اس کے آلہ

کاروں خاص طور پر تکفیریت کے مقابلے میں علم جہاد بلند کئے ہوئے ہیں۔
بعض ناسمجھ لوگوں کی نظر میں مذہبی ،سیاسی قیادت کے معنی اور اس کا اصلی پہلو صرف یہی ہے کہ مسلح قیام کیا جائے جب کہ سفیر امن کی مدبرانہ مذہبی و سیاسی قیادت اور اس کی عظیم حکمت عملی کو اتنے محدود معنی کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔

ناموس صحابہ بل

کیا ہماری قوم وہ وقت بھول سکتی ہے جب شیعہ دشمن عناصر نے قائد ملت جعفریہ کی اتحادی کوششوں ،صبر، تحمل، بردباری اور تیز بین نگاہوں سے خوف زدہ ہوکر"شریعت بل کے بعد جسے سفیر امن مختلف مکاتب فکر کے افہام وتفہیم کے ساتھ حل کیا تھا" ہمارے خلاف ناموس صحابہ بل کے عنوان سے ایک نئی سازش تیار کی جوکہ غلیظ ،گندے اور تکفیری نعروں سے بھی کئی گنا زیادہ خطرناک تھی۔اس بل کے پاس ہونے کے بعد ملک میں ہمارے اوپر کیا گزرتی اور کس طرح سے پورا ملک فرقہ وارانہ جنگ کے ساتھ ساتھ خانہ جنگی میں تبدیل ہوجاتا اور جس کے نتیجہ میں ملک وملت کا نقصان ہوتا۔
یہ سب کچھ تو بعد کا مرحلہ تھا مگر اس سے پہلے اس بل کی روشنی میں ہم پاکستان میں تاریخ اسلام کو بیاں نہیں کر سکتے تھے۔ائمہ معصومینؑ بالخصوص مولائے کائنات حضرت علی( ) کے فضائل کو بیان کرنا ہمارے لئے مشکل بن جاتا۔ہم زہرا مرضیہ حضرت فاطمہؑ کی تاریخ اور مصائب کو بیاں نہیں کر سکتے تھے۔یہاں تک کہ ہمارے لئے اپنا مذہب ثابت کرنا بھی خلاف قانون بن جاتا اس لئے کہ علم تاریخ کے مطابق ان مسائل کو چھیڑنے سے ہم بالآخر اس چیز کا ذکر کرنے پر مجبور ہوتے جو اس بل کی روشنی میں خلافِ قانون قرار پاتا۔
ناموس صحابہ کا عنوان استعمال کر کے پاکستانی معاشرے اور مسلمانوں کے خلاف جو فتنہ کھڑا کیا جارہا تھا اس کے نتیجہ میں پاکستان کی شیعیت کی بقا کو بھی سنگین خطرہ لاحق تھا؛ تکفیریوں نے صحابہ کے ناموس کے نام پر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور قومی اسمبلی میں ناموس صحابہ بل کے نام سے اپنے بل کو متعارف کرایا جو درحقیقت تاریخی اسلامی حقائق کے منافی اور شیعہ عقائد ونظریات سے متصادم بلکہ شیعہ کے قتل کا پروانہ تھا۔اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سفیر امن نے انتہائی فہم وفراست ،تدبر وتحمل ،حکمت و دانائی، سنجیدگی ،معاملہ فہمی اور دوراندیشی سے آگاہی کے لئے مختلف سطح پر رابطے کئے اور عقلی دلائل کے ذریعہ قائل کیا کہ درحقیقت اس بل میں صحابہ کرام کے عزت واحترام کی بجائے مسلمہ اسلامی مکاتب فکر کے بنیادی

عقائد کی توہین کا پہلو نمایاں ہے۔ چنانچہ معزز ارکان اسمبلی جن میں سے بعض سے دھوکا دہی سے دستخط بھی کرا لئے گئے تھے، انہوں نے "اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور کسی کا عقیدہ چھیڑو نہیں" کے اصول پر عمل پیرا ہو کر اس بل سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور سفیر امن نے اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے دفن کروا دیا؛ یہ ایک تاریخی اور عظیم کارنامے کے طور پر یاد رہے گا۔

تکفیریت اور دہشت گردی

دشمن کے آلہ کار تکفیری دہشت گرد گروہ نے پیدائش سے لے کر آج تک امت مسلمہ میں تفرقہ بازی کا کردار ادا کیا ہے، اس گروہ نے ملت جعفریہ کے خلاف ملک میں غلیظ فتوؤں، مساجد سے دل آزاری، نعروں، مارو اور قتل کرو کی صداؤں کے ساتھ مسلمہ اسلامی مکاتب فکر کی تکفیر سازی کے طوفان بدتمیزی کو ایک منظم اور گہری سازش کے ذریعہ برپا کیا؛ یہ وہ مناظر تھے جن کا مشاہدہ ملک کے ریاستی ادارے بھی کر رہے تھے لیکن اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا اور اس کے لئے ایسے کرائے کے لوگ استعمال کئے گئے جس کا کسی مکتب اور مسلک سے تعلق نہ تھا، مگر اس تمام غیر مہذبانہ ماحول کے باوجود سفیر امن نے اس سازش کو بھانپتے ہوئے ایک طرف حکومت وریاست کے ذمہ داروں کو صورت حال کی سنگینی سے آگاہ کیا اور دوسری طرف ملکی سالمیت میں حب الوطنی کا کردار ادا کرتے ہوئے قوم کو متانت، بردباری اور صبر کا پیغام دیا اور ساتھ ہی اپنے دفاع اور تحفظ کے لئے آمادہ و بیدار رہنے کی تاکید کی۔

ضلع جھنگ سے اٹھنے والے اس فتنے کی زد میں آنے والے جھنگ کے عوام کو سب سے پہلے جس سایہ عاطفیت میں پناہ ملی وہ سفیر امن ہی کا تھا۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اس فتنے اور بدامنی نے شدت پسندی، دہشت گردی، قتل و غارت گری اور ٹارگٹ کلنگ کے بعد خودکش حملوں کی شکل اختیار کر لی لیکن اس کے شاخسانے وہی ٹھہرے جن کی طرف وطن کے پاسبان ایک عرصہ سے اشارہ کرتے چلے آرہے ہیں کیونکہ اگر دہشت گردوں کو بے نقاب کر کے قاتلوں کو تختہ دار پر لٹکایا جاتا تو مملکت خداداد پاکستان کے عوام اس قدر شدید احساس عدم تحفظ میں مبتلا ہوتے نہ ہی بدامنی اور لاقانونیت کو ہوا ملتی۔

سفیر امن نے اس فتنے کو انتہائی مہلک، ملکی سالمیت اور قومی وحدت کے لئے زہر قاتل قرار دیتے ہوئے اس کا مقابلہ انتہائی تدبر اور حکمت عملی سے کیا ہے اور اس کے توڑ کے لئے مختلف مکاتب اور مسالک کے باہمی اتحاد و وحدت کو فروغ دے کر اس فتنے کا سر کچلا اور قانونی راستہ اپنا کر قومی حقوق کا دفاع کرتے

ہوئے اتحاد و وحدت کے ذریعے اس تکفیری گروہ کو بے نقاب کر کے امت مسلمہ کی صفوں سے باہر نکالا؛ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے تمام جید مذہبی رہنما اور مسالک مٹھی بھر مذہبی جنونی، تکفیری اور دہشت گرد گروہ سے اظہار برأت کر چکے ہیں اور آج وہ تنہا ہو چکے ہیں۔

قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد نقوی کہتے ہیں:

"ملک میں مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے نام پر انارکی اور بدامنی پھیلائی گئی، مگر ہم نے حالات کا مقابلہ کیا اور آئندہ بھی کریں گے۔ مسلمانوں کے خلاف فتوے بازی کرنیوالے بازاری قسم کے لوگ پالے گئے، فتویٰ ساز فیکٹریاں پیدا کی گئیں اور شخصی نظریات کو اسلام بنا کر پیش کرنے کی غلیظ مہم جاری رکھی گئی، اس دوران فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلنگ کی گئی جس کا سب سے زیادہ شکار اہل تشیع ہوئے، نفرت کی بنیاد پر سیاست کرنے کی معاشرے اور آئین میں کوئی گنجائش نہیں اور ایسا کرنے والوں کو اب منہ چھپانے کیلئے جگہ نہیں مل رہی، وہ اپنی موت آپ مر چکے اور حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے، ان شاءاللہ ان کا حشر بھی تاریخ کے منفی کرداروں جیسا ہوگا۔" (اسلام ٹائمز: خبر کا کوڈ: ۵۲۳۷۰۹)

تکفیری گروہ اپنی کوششوں کے ذریعہ توحید الٰہی اور عدل پروردگار کی راہ پر چلنے والوں کو اس کے راستے سے ہٹا کر اپنے گزشتہ دور جاہلیت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تا کہ اسلام کا نام ونشان مٹ جائے۔ ان کی ساری کوششیں یہ ہیں کہ اپنے نظریات کی ذرہ برابر مخالفت کرنے والوں کا قلع قمع کر دیں، انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں، ان کی آواز کو ان کے گلے میں ہی دبا دیں؛ سفیر امن نے اتحاد بین المسلمین کی سیاست اختیار کر کے اسلامی حقائق کو پیش کرنے اور تشیع کا حقیقی چہرہ روشن کرنے اور انہیں باقی رکھنے میں کامیاب کردار ادا کیا ہے۔

سفیر امن نے اپنی توانائیاں اتحاد بین المسلمین جیسے کار خیر میں صَرف کی ہیں اللہ نے انہیں بے پناہ صلاحیتیں بھی بخشی ہیں استعداد کار بھی اور جذبہ اخلاص بھی۔ موصوف ملی یکجہتی کونسل کا پرچم اٹھا کر نکلے اور آگے بڑھ کر تند ہوتی ہوئی موج خون کا راستہ روکا۔

سفیر امن کے ذریعہ معین کئے گئے خطوط اور آپ کے ذریعہ اختیار کیا گیا راستہ اپنے اعتبار سے مختلف جہتوں سے بے انتہا کامیاب رہا ہے یہاں پر بطور مصداق، مثال کے طور پر پیش کئے جا رہے ہیں:

"سماجی اور معاشرتی میدان میں سفیر امن کے طرز عمل اور آپ کے ذریعے اختیار کئے

گئے راستہ کا فائدہ یہ ہوا کہ پاکستان میں امت اسلامی کی ایک بڑی تعداد نے متحدہ مجلس عمل اور ملی یکجہتی کونسل جیسے فورمز کی وجہ سے موصوف کی سر پرستی اور قیادت کو قبول کیا ہے۔ ان فورمز کے سر براہان نے سارے ملک کے دورے کئے، علما ایک دوسرے کے مدارس میں گئے، ایک دوسرے کی تقریبات میں شرکت کی۔ اس تاثر کو شعوری طور پر زائل کیا کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مذکورہ فورمز عمومی طور پر فضا میں پھیلی کدورت کو کم کرنے میں خاصے کامیاب رہے ہیں۔"

جناب علامہ سید افتخار حسین نقوی کہتے ہیں:

"وہ جو خوف کی فضا تھی شیعوں کے دلوں سے ختم ہوئی اور یہی سب سے بڑا فائدہ ہوا متحدہ مجلس عمل میں جانے کا اور یہ میں سمجھتا ہوں غیبی مدد بھی تھی اور علامہ ساجد نقوی کی بصیرت بھی تھی اور پھر ایسا بھی ہوا کہ پچاس پچاس ہزار کے مجمع میں جب جا کر انہوں نے خطاب کیا وہاں کوئی شیعہ بھی موجود نہیں تھا لیکن وہاں قائد کے فرمان پر جان بھی قربان ہے ۔ جماعت اسلامی والے اور دیگر افراد نے بھی نعرے لگائے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اس کا فائدہ سب نے اٹھایا۔" (جعفریہ پریس کو قم میں دیا گیا انٹرویو سے اقتباس، نقل از سائٹ: آئی کے ٹی)

مجمع تقریب بین المذاہب الاسلامی کے وفد کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے ملی یکجہتی کونسل کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل جناب ثاقب اکبر نقوی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

"کونسل میں تمام مسالک کی نمائندگی ہے، کونسل نے ثابت کر دیا ہے کہ شدت پسندوں اور تکفیریوں کا اسلامی مکاتب فکر سے کوئی تعلق نہیں؛ اس کونسل کو حکومت کی سر پرستی حاصل نہیں ہے لیکن کونسل نے وہ کام کر دکھایا ہے جو ریاستوں کے لئے بھی مشکل ہے۔" (نقل از سائٹ: تقریب نیوز)

سفیر امن نے اپنے مکتب وملت کا تحفظ جاری رکھتے ہوئے صوبہ پنجاب میں حکومت کی طرف سے قائم کردہ ایک ادارہ "متحدہ علماء بورڈ" میں اپنا فعال کردار ادا کیا اور اس میدان میں ملت کی نمائندگی کے لئے اس وقت کے تحریک جعفریہ کے مرکزی نائب صدر حضرت علامہ سید محمد تقی نقوی، مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ سید افتخار حسین نقوی، علامہ کرامت علی عمرانی اور علامہ ملک آفتاب حسین جوادی پر ذمہ داری عائد کی۔ جس

کے نتیجہ میں مخالف فریق کے اکابرین کی ۴۰ سے زائد کتب ضبط کرا کے ثابت کیا کہ مسلمانوں میں انتشار کا اصل مسبب کون ہے اس طرح سے تحریک جعفریہ اور قائد ملت کی واضح پالیسی کی وجہ سے علماء بورڈ میں موجود شیعہ مخالف گروہ اس میدان کو چھوڑ کر بھاگ نکلا اور شیعہ قوم کو جاودانی فتح نصیب ہوئی۔

تکفیریت کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ نے دینِ رحمت ہونے کے ناطے اسلام کے قوانین اور تکفیری عناصر کے اقدامات کا آپس میں موازنہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے بیانات اور اظہار خیال کے دوران ہمیشہ اس موازنے پر تاکید کی ہے اور لوگوں کو اسلام اور تکفیری گروہوں اور دین رحمت اور مجرمانہ وغیر انسانی اقدامات کے درمیان فرق سے آشنا کروانے کی سعی کرتے رہے ہیں۔

استعماری دشمن نے جب ہمارے قومی ،اجتماعی اور سیاسی پلیٹ فارم تحریک جعفریہ کو فرقہ وارانہ جماعتوں میں لاکھڑا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہماری قیادت کو قانونی میدان میں چیلنج کیا تو قائد ملت جعفریہ نے اس گھناؤنی سازش کے سلسلہ میں ارباب اقتدار کو متوجہ کرنے کے لئے یادداشتیں بھجوائیں جو آج بھی ”دستک“ نامی کتابچوں کی صورت میں موجود ہیں۔ صدر پاکستان، وزیراعظم، مسلح افواج کے سربراہ اور عدالت عالیہ کے چیف جسٹس صاحبان کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے ضروری تاکید کی اور اس طرح سے قائد ملت جعفریہ نے عدالت عالیہ کو مجبور کیا کہ وہ اس دہشت گردی کے طوفان کے اصل اسباب ومحرکات کا جائزہ لے اور اپنی رائے یا فیصلہ صادر فرمائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر چیف جسٹس آف پاکستان نے ملت جعفریہ اور مکتب آل محمد کی ترجمانی کے لئے تحریک جعفریہ پاکستان کو سپریم کورٹ میں دعوت دی، اس بحث کی تفصیل کتاب کے شروع میں قومی تحریک کے اجمالی تعارف کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے۔

حکومت نے جب سزائے موت کے قانون کو ختم کرنے کی باتیں کرنا شروع کیں تو وطن کے پاسبان نے پشاور میں مدرسہ علامہ عارف حسینیؒ میں خطاب کرتے ہوئے واضح کیا:

> **”حکومت دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کرنے میں مکمل ناکام ہو چکی ہے اور ایسے میں سزائے موت کے قانون کو ختم کرنے سے دہشت گردوں کو مزید کھلی چھوٹ نہیں دی جا سکتی؛ سزائے موت کو ختم کرنے کے حکومتی اقدامات کے خلاف آئینی اور قانونی جنگ لڑیں گے، ریاست کے اندر ریاست بنائی جارہی ہے۔ دہشت گردی میں ملوث عناصر کو ابھی تک نہ تو منظر عام پر لایا جاسکا اور نہ ہی انہیں کوئی سزائیں دی جاسکی ہیں جو کہ حکومت کی ناکامی کا**

منہ بولتا ثبوت ہے۔

حکومت کی جانب سے دہشت گردی کے خلاف اب تک کوئی اقدام نہیں کیا گیا، ان گروپوں کا جو بھی نام ہے ان کے خلاف کاروائی کی جائے، ملک میں اگر آئین وقانون کی پاسداری کی جاتی تو آج امن وامان کا مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ کراچی میں بے گناہ افراد کو نشانہ بنایا جارہا ہے، ہنگو اور پاراچنار کی صورتحال بہت ہی خراب ہے، ملک میں جنگل کا قانون ہے۔

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ آئین پر عملدرآمد کروائے، فرقہ پرست گروہ سرعام غلیظ گالیاں دے رہے ہیں، تکفیری نعرے لگائے جا رہے ہیں، اسلام آباد میں غلیظ زبان استعمال کرنے کے باوجود تکفیری گروہ کے سرغنہ کے خلاف اب تک کوئی مقدمہ درج نہیں کیا گیا، کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ جب مجھے شناخت کرکے گولیاں ماریں گے تو میرا حق بنتا ہے کہ میں اسلام آباد کا رخ کروں اور اپنی شناخت کراؤں اور اپنے حقوق حاصل کروں۔"
(۶ نومبر ۲۰۱۲ء)

۵/جون ۲۰۱۶ء کو جے ایس او ڈی آئی خان کے زیر اہتمام "عظمت شہدا کانفرنس" کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"حکومت شہدا کے قاتلوں کو گرفتار کرے یا اپنی بے بسی تسلیم کرے۔" (خطاب سے اقتباس)

آپ نے تکفیریت کو شریعت مقدسہ کے واضح اصولوں سے متصادم اور قرآنی تعلیمات کے برخلاف استکبار کے ہاتھ کا کھلونا اور تکفیریت ہی کو اتحاد کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔آپ کے نزدیک جو لوگ فرقہ وارانہ بنیادوں پر مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں وہ بغیر کسی شک وشبہ کے شیعہ ہیں نہ سنی بلکہ صرف سامراج اور استکبار کے ایجنٹ ہیں۔ سفیر امن امت مسلمہ میں اتحاد کی بقا کے لئے پھوٹ ڈالنے والے بیانات کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے؛ دہشت گردی اور انتہا پسندی کی ترویج کرنے والوں کو الگ تھلک کرکے گندگی کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے۔

فرقہ واریت سے مقابلہ

۱۹۸۰ء کے بعد ایک گروہ پیدا کیا گیا جس کے ذریعے فرقہ واریت پھیلائی گئی بے بہا غلیظ اور شر انگیز لٹریچر تقسیم کرایا گیا؛ سادہ لوح عوام کے اذہان کو زہر آلود کیا گیا۔فرقہ واریت کے وجود میں آنے کا سبب نجی مفادات کو ترجیح دینا، تعصب اور جہالت کے ساتھ بیرونی مداخلت ہے۔ پاکستان میں جب غیر صحت مند رجحانات، وقتی مفادات، تعصب اور نادانی نے فرقہ واریت کی لعنت کو پنپنے کا موقع دیا تو وطن کے پاسبان نے اپنے خطابات میں فرقہ واریت کو عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا اور عوام کو خبردار کیا کہ فرقہ واریت انسانی معاشروں پر تلخ اور ناگوار اثرات مرتب کرتی ہے، ایک معاشرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسے ذلیل، ضعیف اور ناتواں بنا دیتی ہے، آخرکار ایسے معاشرہ پر جہالت اور غربت حاکم ہوجاتی ہے۔آپ نے فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے اس کے بنیادی اسباب کا پتا لگا کر اُن کا قلع قمع کیا۔آپ بار بار اس بات پر توجہ دلاتے رہے ہیں کہ ملک میں فرقہ واریت نہیں بلکہ دہشت گردی ہے۔

امام العصر فاؤنڈیشن کے تحت "عظمت حسینؑ اور انسانیت کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مذہبی منافرت اور فرقہ واریت وطن عزیز کے لئے زہر قاتل ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان متحد اور یکجا ہو کر دین اسلام کی سربلندی، استحکام اور تبلیغ و ترویج کے لئے کام کریں، یہی پیغام حسینیؑ ہے کہ دین پر وقت پڑے تو اپنی جانوں کی پروا کئے بغیر جوانمردی سے دین کا دفاع کیا جائے۔" (اردو پوائنٹ ڈاٹ کام، ۱۴ نومبر ۲۰۱۵ء)

راولپنڈی مقامی ہوٹل میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے سفیر امن نے کہا:

"نیشنل ایکشن پلان سے فرقہ واریت کو سپورٹ مل رہی ہے، وفاقی وزیر داخلہ کے آبائی حلقے میں روایتی جلوس پر مقدمہ درج کیا گیا، گھروں کے اندر مجالس کے انعقاد کو روکنے کیلئے منتظمین کو دھمکایا جا رہا ہے، ملک میں قانون کی اجارہ داری نہیں ہے؛ نیشنل ایکشن پلان کے ذریعے شیعہ عوام کی شہری آزادی سلب کی جارہی ہے۔" (روزنامہ پاکستان، ۱۵ دسمبر ۲۰۱۵ء)

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے زیر اہتمام جامعۃ الکوثر اسلام آباد کے المصطفیٰ آڈیٹوریم میں علمائے اسلام کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے شرکت کی۔ کانفرنس میں تمام مکاتب فکر کے کثیر تعداد میں علمائے کرام، مشائخ عظام سمیت عوامی حلقوں نے شرکت

کی۔اس موقع پر علمائے کرام نے اپنے خطابات میں پاکستان میں اسلامی معاشرے کے خدو خال کی حفاظت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم مسلمانوں کو ان سازشوں سے بچائیں جو ہمارے معاشرے میں بگاڑ پیدا کر رہی ہیں۔علمائے کرام نے اتحاد و وحدت کے فروغ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں تمام مکاتب فکر ایک دوسرے کے قریب آ کر اور ایک دوسرے کو پہچان کر ہی فروعی اختلافات کو ختم کرنے میں سود مند ثابت ہو سکتے ہیں۔

علمائے اسلام کانفرنس سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے فرقہ واریت اور تکفیریت کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان میں کوئی فرقہ واریت نہیں اور نہ ہی کوئی شیعہ سنی مسئلہ ہے۔پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید بزرگ علمائے کرام عملی طور پر متحدہ مجلس عمل اور ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر متحد ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی قوت کے بغیر ہم اپنے اہداف و مقاصد حاصل نہیں کر سکتے، دینی قوت کو ایٹمی قوت سے بڑھ کر قوت سمجھتا ہوں۔تمام مذہبی جماعتوں کے اتحاد سے ملک میں ایسا انقلاب آ سکتا ہے جیسے پڑوسی ملک میں ہے۔ہمیں مذہبی لحاظ سے اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہئے، ہمیں ہر چیز کو اپنی جگہ پر اکھٹا کرنا چاہئے۔ملی یکجہتی کونسل تو بنی ہی فرقہ واریت کی نفی کے لئے ہے؛ جو لوگ فرقہ واریت کی نفی کرتے ہیں وہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں، فرقہ واریت سے بڑھ کر ہے تکفیری ہونا، وہ کیسے اس میں آ سکتے ہیں وہ خود سوچ لیں کہ ان کو کیا کرنا چاہئے کہ وہ ملی یکجہتی کے اندر شامل ہو سکیں۔"

وطن کے پاسبان علامہ سید ساجد علی نقوی نے سرگودھا میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"وطن عزیز اس وقت نازک دور سے گزر رہا ہے، امت مسلمہ کو اپنے فرقہ وارانہ اختلافات بھلا کر دہشت گردی کے خلاف اکٹھا ہونا چاہئے۔دہشت گردی کا ناسور ختم کئے بغیر پاکستان میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ان کا کہنا تھا کہ دہشت گرد بھیس بدل کر ہماری صفوں میں گھسے ہوئے ہیں، قوم کو فوج کی بے مثال قربانیوں کی لاج رکھنا ہوگی۔" (مدرسہ محمدیہ عربیہ جلال پور جدید ننگیانہ میں علامہ سید خادم حسین شیرازی کی برسی کے موقع پر خطاب سے اقتباس)

۲۳ر جنوری ۲۰۱۶ء آیت اللہ علوی بروجردی (بانی مسجد اعظم قم کے فرزند) نے کہا:

"پاکستان کے حالات سے واقف ہوں اور ایسے حالات میں علامہ سید ساجد علی نقوی کی پالیسی کی بھرپور تائید کرتا ہوں۔"

دفتر قائد ملت جعفریہ شعبہ قم کے نمائندہ وفد سے آیت اللہ ریاض الحکیم نے ایک خصوصی ملاقات میں کہا:

"حالیہ عالمی حالات اور سانحات پر علامہ سید ساجد علی نقوی کی پالیسی اور اقدامات حکیمانہ ہیں، پاکستان کے ماحول میں رہبر شیعیان پاکستان کی حکمت، بصیرت اور شدت پسندانہ فکر سے دوری کی پالیسی سے ہم اتفاق نظر رکھتے ہیں؛ پاکستانی تشیع کے خون کی حرمت محفوظ رہنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں علامہ ساجد نقوی اور ہماری نگاہ یکساں ہے۔ موجودہ حالات میں تشیع کو شدت پسند سوچ کی آگ میں جھونک کر بے جا قربانی سے دور رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے؛ علامہ ساجد نقوی کے تجربات اور نظریات کو میں مختلف عالمی شخصیات کے سامنے بطور نمونہ عمل بیان کرتا رہتا ہوں۔"

تکفیریوں کے ساتھ مذاکرات کرنے سے انکار

پاکستان مشکلات کی آماجگاہ ہے اور اس کی جڑ فتنہ تکفیریت ہے؛ گزشتہ ادوار میں بعض قوتوں کی طرف سے سفیر امن پر حد درجہ کا دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ تکفیریوں سے مذاکرات کریں اور بہت سے غیر مہذبانہ طریقے بھی استعمال کئے گئے مگر آپ نے ہمیشہ اس کی نفی کرتے ہوئے اپنے جد بزرگوار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے انکار سے الہام لیتے ہوئے یزیدانِ عصر کی غیر مہذبانہ مذاکراتی شرائط کے مقابل "ھیہات منا الذلہ" کی صدا بلند کی اور مذاکرات کے تمام حکومتی دعوؤں کو پیروں تلے روند ڈالا۔ سفیر امن کا موقف ہے کہ مذاکرات برابری کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور ہمیں جس فریق سے مذاکرات کے لئے حکمران ادارے دباؤ ڈال رہے ہیں وہ کسی بھی مکتب فکر کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ وہ ایک خصیص ٹولہ ہے جس کا مقصد مسلمانوں میں افتراق پھیلانا ہے، اس کے علاوہ وحدت کے فورمز موجود ہیں اس لئے جسے کوئی مسئلہ درپیش ہے وہ ان اداروں میں آکر بات کرے۔

دراصل بعض قوتیں ان مذاکرات کے ذریعے کچھ مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ غیر محسوس طریقے سے مکتب تشیع کی آزادیوں کو سلب کیا جاسکے اور ملکی میڈیا، جرائد، عوام اور دیگر طبقہ ہائے فکر کو ایک نمائشی خاکہ

پیش کیا جائے کہ ہم نے تکفیریوں کو منا لیا ہے اور وہ کچھ چیزوں میں تخفیف پر آمادہ ہو گئے ہیں اور دوسری طرف شیعہ حضرات بھی اپنے عقائد کے بعض مسائل میں اصلاح پر آمادہ ہو گئے ہیں جبکہ اس ساری نقل و حرکت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکفیریوں کہ پاس ہے ہی کیا جسے وہ قبول کریں گے اور کچھ چیزوں میں تخفیف پر راضی ہو جائیں گے بلکہ وہ تو ایک دہشت گرد ٹولہ ہے جو کسی مکتب فکر کی نمائندگی ہی نہیں کرتا جبکہ دوسری طرف مکتب تشیع اسلام کی حقیقی مسلمہ قوم ہے۔

سفیر امن نے جیل سے ملت کے نام جو خط لکھا اس میں واضح کر دیا تھا:

"میں اپنی موت کے پروانے پر تو دستخط کر سکتا ہوں مگر مکتب آل محمد کے خلاف کسی بھی قسم کی پابندی اور سازش کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

وطن کے پاسبان اور ان کی قومی جماعت کے اراکین نے قومی فیصلہ کیا کہ جس دہشت گرد گروہ کے پاس کسی مکتب و مسلک کی ترجمانی کا اختیار نہیں اور وہ فقط تفرقہ اندازی سے کوچہ و بازار اور گلیوں میں مکتب آل محمد کو گالیاں، غلیظ نعروں سمیت ہماری قیادت، مرجعیت اور حضرت ولی العصر المہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی شان میں گستاخیاں کرنا ہے اس کے ساتھ بیٹھنا یا ٹاک شو کرنا مکتب تشیع کی توہین ہے۔

موصوف تنظیمی اور اجتماعی مسائل میں تجربہ کار شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ اعلیٰ فکری صلاحیتوں کے حامل مفکر ہیں بلکہ ایک بلند پایہ علمی شخصیت، معرفت حق وحقیقت سے سرشار، مجاہد اور انقلابی شخصیت کے طور پر بھی پہچانے جاتے ہیں۔ تکفیری ان کی جرأت، مجاہدت اور حق کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کے عزم سے خائف اور لرزہ بر اندام ہیں۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے:

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

علامہ ساجد نقوی اتحاد و وحدت کی عملی تصویر

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ وَ أَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَ اللهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (سورۃ بقرہ، آیت ۲۱۳)

"سب لوگ ایک ہی امت تھے (ان میں اختلاف رونما ہوا) تو اللہ نے بشارت دینے والے اور تنبیہ کرنے والے انبیاء بھیجے اور ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تا کہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا فیصلہ کرے اور اختلاف بھی ان لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی حالانکہ ان کے پاس صریح نشانیاں آچکی تھیں یہ صرف اس لئے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے پس اللہ نے اپنے اِذن سے ایمان لانے والوں کو اس امرِ حق کا راستہ دکھایا جس میں لوگوں نے ختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

خداوند تبارک وتعالیٰ نے انسان کی سعادت اور نجات کے لئے انتہائی خوبصورت اور جامع نظام مقرر فرمایا ہے۔ دین، انسانی ہدایت کے لئے اسی الٰہی جامع نظام کا دوسرا نام ہے، خداوند تعالی نے انبیاء ورسل ؑ کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتب نازل کیں۔ حیات بشری کے لئے اصول وضوابط اور حدود مقرر کئے، انسانی زندگی کو خطرے میں ڈالنے والے عوامل کی نشاندہی فرمائی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے انسان کو مناسب آگاہی اور معرفت عطا فرمائی۔

خداوند متعال نے انسانی سعادت اور نجات کے اصولوں میں سے وحدت کو ایک بنیادی ضابطے کے

طور پر ذکر فرمایا ہے اور اختلاف وتفرقہ کو انسان کی ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳)

"خدا کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تب خدا نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو اللہ کی اس نعمت کے طفیل تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے جبکہ اس سے پہلے تم تفرقہ واختلاف کی وجہ سے آگ کے دہانے جا پہنچے تھے خدا نے تمہیں اس سے نجات عطا کی اس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کر تمہارے لئے بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔"

انہی قرآنی دستورات کی روشنی میں قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے قائد شہید سے عہد کیا تھا کہ مرتے دم تک آپ کی اس مذہبی، سیاسی اور اجتماعی وقومی جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی طرف سے اتحاد ووحدت کی اٹھائی گئی آواز کی حفاظت کروں گا۔ اگر آپ کی اس امانت کی حفاظت میں چاہے مجھے سختیاں، تلخیاں سہنی پڑیں، اسیری وقید خانوں کی صعوبتیں آزار واذیتیں دیکھنی پڑیں یا اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے میں زبانوں کے تیر ونشتر برداشت کرنے پڑے یا کسی قریبی ساتھی اور عزیز کی قربانی دینی پڑی تو اس کے لئے بھی ہمہ وقت تیار وآمادہ رہوں گا لیکن آپ کا یہ اٹھایا ہوا اتحاد و وحدت کا علم نہ جھکا ہے اور نہ جھکنے دوں گا۔

قائد شہید کی شہادت کے بعد پشاور میں علمائے کرام نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے آئینی اداروں سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کے ذریعے ۴ رستمبر ۱۹۸۸ء کو حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو ملت جعفریہ کا سربراہ اور قائد منتخب کیا۔ (تحریک جعفریہ پاکستان، تعارف، کارکردگی، وضاحت، صفحہ ۴)

سفیر امن اس دن سے لے کر آج تک قائد شہید کی راہ کے راہی ہیں اور اسی ہدف ومقصد کے تحت ملک کی سالمیت، قومی وقار کی سربلندی اور اپنے مکتب کے دفاع میں عظیم کامیابیاں حاصل کیں جن کو بیان

کرنے کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے وحدت و اخوت اور اتحاد بین المسلمین کے سنہری اصولوں پر عمل جاری رکھتے ہوئے پاکستان کی مذہبی و دینی جماعتوں سے اپنے تعلقات کو مستحکم کیا ہے۔ اعلامیہ وحدت، علماء فورمز، اتحاد بین المسلمین کمیٹی، ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارمز کے قیام میں موثر کردار ادا کر کے اور اس کے ساتھ پاکستان میں اتحاد بین المسلمین کے لئے بننے والے فورمز، تنظیموں اور اتحادوں میں انھوں نے شرکت کر کے ثابت کر دیا کہ ہم مسلمانوں میں انتشار نہیں بلکہ وحدت و اخوت اور امن و محبت کے خواہاں ہیں۔ انہوں نے نظریہ وحدت کو عملی جامہ پہنایا۔ ان کے اس کردار سے جہاں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور عوام الناس ملت جعفریہ کے مزید قریب تر ہوئے وہاں فرقہ پرست اور مذہبی دہشت گرد گروہوں کی حوصلہ شکنی ہوئی اور تمام مکاتب فکر نے انہیں مسترد کر دیا۔

شہید حسینیؒ سیاسی اور ذاتی حوالے سے مولانا فضل الرحمن سے کافی محبت اور اعتماد کے خواہاں تھے۔ (تسلیم رضا خان، سفیر نور صفحہ ۱۹۲) قائد شہید کی زندگی میں جب ڈیرہ اسماعیل خان کے روٹ کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس سنگین مسئلہ کے حل کیلئے ڈیرہ اسماعیل خان کا ڈپٹی کمشنر آپ کے پاس پہنچا اور گزارش کی کہ علامہ صاحب آپ ڈیرہ کے مسئلہ میں ہماری مدد فرمائیں تا کہ شیعہ سنی کشیدگی کا خاتمہ ہو۔ آپ نے واضح جواب دیا کہ یہ مسئلہ علاقائی بھی ہے لہٰذا وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ آپ نے یہ بات کہہ کر ڈی۔سی کے رونگٹے کھڑے کر دیئے کہ مجھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر اعتماد ہے وہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کریں گے ہم اس کا احترام کریں گے۔ (تسلیم رضا خان، سفیر نور ۱۷۶، اشاعت دوم ۱۹۹۸ء)

یہ وہ وقت تھا کہ جب ملت جعفریہ کے ساتھ اعلیٰ سطح پر کوئی جماعت بیٹھنے کو تیار نہ تھی تو ہمارے رہنما چھوٹی سطح کے علما سے مل کر کانفرنسز کا انعقاد کرتے رہے اور پاکستانی عوام کو اتحاد و وحدت کا شعور دینے کی کوششیں کیں۔ بالآخر قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی انتھک کوششوں کی وجہ سے وہ وقت آیا کہ جن کے بارے شہید حسینیؒ نے فرمایا تھا وہی شخصیت وقت گزرنے کے بعد ہماری موجودہ قیادت کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے نظر آئی ہے۔ یہ وہ سفر ہے جو شیعہ قیادت نے اتحاد و وحدت کیلئے طے کیا ہے۔ جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

۷ رفروری ۲۰۰۷ء کو علامہ سید ساجد علی نقوی کی میزبانی میں متحدہ مجلس عمل کے سربراہی اجلاس کا جامعۃ المنتظر لاہور میں انعقاد، ایم ایم اے کے جنرل سیکرٹری اور قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمن

سے ذرائع ابلاغ کے سوالات، ایم ایم اے میں اختلاف کے حوالے سے کہا:

"یہ اجلاس علامہ ساجد علی نقوی صاحب نے بلایا ہے وہ ہمارے بزرگ ہیں ہماری جو رہنمائی وہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے، ایم ایم اے مضبوط ہے اسے ٹوٹنے نہیں دیں گے۔" (حسن مرتضیٰ، شہید راہ وحدت علامہ حسن ترابی شہید، صفحہ ۸۶)

بے نظیر بھٹو کی تعزیت و فاتحہ خوانی کے لئے قائد ملت جعفریہ پاکستان گڑھی خدا بخش لاڑکانہ تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو مولانا سمیع الحق صاحب روانہ ہو رہے تھے تو قائد ملت سے ان کی ملاقات ہو گئی، اسی دوران قائد ملت نے ان سے کہا:

"مولانا آپ کی جگہ متحدہ مجلس عمل میں ہے۔"

تو انہوں نے جواب دیا:

"میں وہاں ساجد نقوی کی خاطر تو آ سکتا ہوں لیکن کسی اور کیلئے نہیں۔" (ملاقات کی سی ڈی سے اقتباس)

اہل حدیث کے قائد علامہ احسان الٰہی ظہیر نے شریعت بل کے مسئلہ پر ضیاء حکومت کے خلاف قیام کر کے اپنی قائدانہ صلاحیتوں، شعلہ بیاں تقاریر اور دلائل کی بدولت نہ صرف حکومت کو ناکوں چنے چبوائے بلکہ اسی تحریک میں انہوں نے اپنی بکھری ہوئی اہلحدیث کی طاقت کو یکجا کرنے اور متحرک کرنے کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کا آمریت کے خلاف بے باک رہنما کی حیثیت سے آگے آنا بھی آمر حکمرانوں کیلئے ناقابل برداشت امر تھا۔ اس لئے انہیں ۲۳/ مارچ ۱۹۸۶ء کو قلعہ لچھمن سنگھ لاہور کے ایک جلسہ میں بم کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ قتل اس وقت ہوا جب شریعت بل کی جنگ عروج پر تھی اور فرقہ واریت کا اژدھا پھن پھیلائے ملکی استحکام کو نگلنے کی کوشش میں تھا۔ اس قتل سے حکمرانوں نے جہاں ایک مضبوط مخالف سے اپنی جان چھڑائی وہاں یہ قتل ملت جعفریہ کے کھاتے میں ڈالنے کی بھرپور کوشش بھی کی تاکہ فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا ملے۔ پھر وہی ہوا جس کا منصوبہ اسلام دشمن طاقتوں نے بنایا ہوا تھا کہ اس کا اثر چند اہل حدیث برادران پر ہوا کہ جمعیت اہل حدیث کے نئے قائد پروفیسر ساجد میر جیسے دانشور نے بھی ملت جعفریہ پر اس قتل کا الزام عائد کر دیا۔ (تسلیم رضا خان، سفیر نور صفحہ ۱۶۴۔۱۶۵)

شہید حسینیؒ نے لاہور میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے برملا فرمایا:

"علامہ احسان الٰہی ظہیر اور ان کے رفقا کے بہیمانہ قتل میں ملت جعفریہ کے کسی رکن کا تعلق نہیں، یہ مہذب افراد کی کاروائی نہیں بلکہ آمر کا انداز ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا:

"شریعت بل کے مسئلہ پر علامہ سید ساجد علی نقوی سے علامہ صاحب "احسان الٰہی" کی ملاقات ہمارے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوئی تھی ہماری اس ہم آہنگی سے جہاں ہمیں شریعت بل کے خلاف متحد ہونے کا اطمینان تھا وہاں مستقبل میں فرقہ واریت کے ختم ہونے کی امید بھی تھی۔" (سفیر نور صفحہ ۱۶۴)

علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قتل کی وجہ سے ملت جعفریہ کے بارے جمعیت اہل حدیث کے رہنماؤں میں غلط شکوک وشبہات پیدا ہو گئے نیز ان دونوں کے درمیان کافی حد تک فاصلہ آ گیا۔ یہ قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی بے بہا محنتوں، تدبر اور اتحاد و وحدت پر مبنی انسان دوست پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل میں جمعیت اہل حدیث ملت جعفریہ کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر بیٹھی نظر آئی ہے۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب میاں محمد نواز شریف کہتے ہیں:

"علامہ سید ساجد علی نقوی جیسی شخصیت کی گفتگو انتہائی رواداری پر مبنی ہوتی ہے؛ میں نے کبھی ان کی گفتگو میں نفرت انگیز بات نہیں سنی؛ علامہ صاحب کی تقاریر کو ٹی وی پر نشر ہونا چاہئے۔" (ماہنامہ تحریک، ستمبر ۱۹۹۷ء)

پاکستان کے معروف اور معتبر تجزیہ نگاروں نے ملت جعفریہ کی قیادت کے حوالے سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ جناب عطاءالحق قاسمی کے معروف کالم "روزنِ دیوار سے" سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"میں اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ ساجد نقوی کو خصوصی طور پر ان کی بردباری اور معاملہ فہمی اور پاکستان دوستی پر مبارک باد دیتا ہوں، اس امر کی تفصیل میں جانا سودمند نہیں بس اتنا کہنا کافی ہے کہ متحدہ مجلس عمل میں شامل باقی جماعتوں کو ان بزرگوں کی وسیع النظرفی کی ہمیشہ قدر کرنا چاہئے کہ کالے صاحبوں کو استعمار کے خلاف مختلف الخیال علما کے ایک بینر تلے جمع ہونے کا بھی بہت زیادہ دکھ ہے۔"

روزنامہ جنگ کے تجزیہ نگار سہیل وڑائچ کے تجزیے "الیکشن ۲۰۰۲ء کے حقائق... اعداد وشمار کی زبانی"

کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"کبھی اکٹھے نہ ہونے والے مذہبی رہنما اتحاد میں کیسے اکٹھے چل رہے ہیں یہ وہ سوال ہے جس کا جواب آسان نہیں لیکن اس اتحاد اور مذہبی جماعتوں کے لیڈرز میں انڈرسٹینڈنگ پیدا کرنے میں قاضی حسین احمد نے نمایاں کردار ادا کیا۔ مولانا نورانی کی بزرگی، مولانا سمیع الحق کی برجستگی، ساجد نقوی کی دلیری اور مولانا فضل الرحمن کی سیاسی تربیت نے انہیں ایک ٹیم بنا دیا ہے۔ سفر وحضر میں اکٹھے رہنے سے ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملا، ایک دوسرے سے ذاتی تعلقات بنتے گئے، نماز اکٹھے اور باجماعت پڑھنے کیلئے یہ خاموش انڈرسٹیڈنگ ہوگئی کہ مولانا نورانی امامت کریں گے تو سب ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے بڑے شہروں میں جماعت اسلامی کی تنظیم اور دفاتر کام میں لائے گئے غرضیکہ پہلی بار مذہبی لیڈر اکٹھے ہو گئے اور بقول قاضی حسین احمد اتحاد کی ہی برکت ان کے جیتنے کا سبب بن گئی۔"

علامہ سید ساجد علی نقوی کی گرفتاری کے سلسلے میں متحدہ مجلس عمل کے مرکزی رہنما اور جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے بیان دیا:

"مولانا اعظم طارق کے قتل کے حوالے سے کالعدم سپاہ صحابہ کی طرف سے اسلامی تحریک کے سربراہ علامہ ساجد نقوی اور دیگر رہنماؤں کے خلاف مقدمہ درج کرانے کے معاملہ میں متحدہ مجلس عمل اسلامی تحریک کا ساتھ دے گی۔"

انہوں نے کہا:

"ملت اسلامیہ کی قیادت کو مشورہ دوں گا کہ وہ اپنا کیس خراب نہ کریں۔ اصلی ملزم تلاش کیجئے۔ جو مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں یہ ہی ہاتھ ہے پس پردہ ملک کے حالات خراب کرنا چاہتا ہے، کالعدم سپاہ صحابہ علامہ ساجد نقوی کے بجائے اصلی قاتلوں کا پتہ لگانے کی کوشش کرے۔ ایم ایم اے بھرپور کوشش کرے گی کہ اس میں شامل تمام جماعتیں متحد رہیں، ہم علامہ ساجد نقوی کے ساتھ ہیں۔"

انہوں نے مزید کہا:

"مذہبی رواداری کا جو ماحول ہم نے بہت محنت سے قائم کیا ہے اسے بچانے کی بھرپور

کوشش کریں گے۔"(یکم اکتوبر ۲۰۰۳ء روزنامہ جنگ کراچی)

متحدہ مجلس عمل کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل لیاقت بلوچ نے بطور گواہ صفائی عدالت میں اعظم طارق قتل کیس کے حوالے سے واضح طور پر کہا:

"یہ کیس سازش ہے، اس میں علامہ ساجد نقوی کو ناجائز طور پر ملوث کیا گیا ہے۔ ہم نے پارلیمنٹ، پریس اور جلسوں کے فورمز پر یہ بات واضح طور پر کہی ہے کہ اس کیس میں علامہ ساجد نقوی کو ملوث کرنا نہ صرف مجلس عمل بلکہ پاکستان کی سلامتی کے خلاف سازش ہے، علامہ ساجد نقوی بے گناہ ہیں اور ان کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"(ینگ لائرز فورم راولپنڈی، اعظم طارق قتل کیس، صفحہ ۹)

بنا بر مشہور اہلسنت کے معروف عالم دین پروفیسر جاوید احمد غامدی کہتے ہیں:

"پاکستان کے شیعہ خوش نصیب ہیں جن کے پاس ساجد علی نقوی جیسا لیڈر ہے؛ ساجد نقوی کی مدبرانہ حکمت عملی کی وجہ سے پاکستان نہ شام جیسی صورت حال سے گزر رہا ہے نہ عراق جیسی؛ میری نیک تمنائیں ساجد نقوی کے ساتھ ہیں۔"

بیداری امت مسلمہ کانفرنس کراچی میں خطاب کرتے ہوئے قاضی مستقیم نورانی نے کہا:

"علامہ ساجد علی نقوی قائد ملت جعفریہ نہیں قائد ملت اسلامیہ ہیں، ان کی خدمات اور کوششوں کی بدولت پاکستان میں فرقہ واریت دم توڑ چکی ہے تمام مسالک ایک ساتھ بیٹھے ہیں۔"

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کے ایک انٹرویو کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اسلام ٹائمز: قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد علی نقوی کے ساتھ آپ نے بھی متحدہ مجلس عمل میں کام کیا ہے، ایک اہل سنت لیڈر کے طور پر آپ نے انہیں کس طرح کا لیڈر پایا ہے؟

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر: دیکھیں متحدہ مجلس عمل میں جتنے قائدین ہیں، ان کا ایم ایم اے میں آنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے اندر قوت برداشت اور tolerance ہے اور وہ ملک کے اندر ہم آہنگی اور اتحاد چاہتے ہیں۔ تمام مسالک کے لوگوں کو قریب لانے اور ملک میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں علامہ ساجد علی نقوی کا کلیدی کردار ہے۔ بڑے بڑے اہم مراحل متحدہ مجلس عمل کے اندر آئے۔ بڑے شدید حملے اور دیگر

واقعات ہوئے۔ شیعہ سنی اختلافات بھڑکانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن الحمداللہ علامہ ساجد علی نقوی نے دوسرے قائدین کے ساتھ مل کر جس طرح مشتعل جذبات کو قابو میں کیا، وہ لائق تحسین ہے اور ان کی وجہ سے ہم آہنگی کی فضا ملک میں قائم ہے۔ (اسلام ٹائمز، انٹرویو ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر)

دشمن جب غلیظ و تکفیری نعروں، ٹیبل ٹاک اور قانونی میدانوں میں مفلوج ہو کر رہ گیا تو اس نے علمی وفکری دلائل اور بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں اسلحہ لے لیا اور شیعیانِ حیدرِکرار کا بے دریغ خون بہایا۔ آئے دن شیعہ مساجد، امام بارگاہ اور دینی مراکز کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجہ میں ملک میں دہشت گردی کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجہ میں شیعہ علما، خطبا، ذاکرین، بیوروکریٹ، رہنما، افسران، انجینئرز، وکلاء، دانشور اور ڈاکٹر حضرات کو نشانہ بنایا گیا۔ ملک بھر میں تحریک کے عام کارکن سے لے کر اہم عہدیداروں کو فقط محب علیؑ اور تحریک سے وابستگی کے جرم میں شہید کیا گیا، اس وقت تک تحریک جعفریہ کے تین مرکزی سیکرٹری جنرل کو شہید کیا گیا پاکستان بھر میں اس کھلی دہشت گردی کی وجہ سے کئی گھر ویران ہوئے، خاندان اجڑے، خواتین بیوہ ہوئیں اور بچے یتیم ہوئے۔

ہماری قوم کے خلاف نہ رکنے والا قتل کا سلسلہ جو قائد شہید کے زمانے سے ہی شروع ہوا تھا اور ملکی وغیر ملکی قوتوں کے پس پشت ہونے کی وجہ سے انہیں مزید تقویت ملی، ان کی اس مکروہ کاروائی میں روز بہ روز شدت آتی رہی جو اس ملک وملت کے لئے زہر قاتل تھا۔

مگر قائد ملت جعفریہ نے اپنی تیز بین نگاہوں سے ملک وملت کے مفاد میں صبر حسینیؑ اور حکمت حسنیؑ سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ اپنے مثبت اور قانونی اقدامات جاری رکھے جو آج تک جاری ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ سربراہی ملاقاتیں، مراسلے، یادداشتیں، وفود کی ملاقاتیں اور خطابات وغیرہ کے ذریعے حکومت، عدلیہ، پاک فوج کو باور کرایا جاتا رہا کہ اس خطرناک سلسلے کو روکا جائے۔ آپ کی ان کوششوں سے دشمن مزید بدنام ہوا اور پاکستان کے تمام طبقات میں تشیع کو ہی سربلندی نصیب ہوئی۔ قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی حکمتِ عملی نے کالعدم سپاہ صحابہ کے مرکزی جنرل سیکرٹری خادم حسین ڈھلوں کو اپنی شکست کا اقرار کچھ یوں کرایا:

"اے پی سی میں نہ بلایا جانا افسوسناک ہے۔" سپاہ صحابہ کے ترجمان خادم ڈھلوں

اسلام آباد (سپیشل رپورٹر) اپنی حب الوطنی کیلئے کسی سرٹیفکٹ کی ضرورت نہیں لیکن سپاہ صحابہ کی طرح تحریک جعفریہ بھی ایک کالعدم جماعت ہے وزیر اعظم سیکرٹریٹ کا امتیازی سلوک قابل قبول نہیں ان

خیالات کا اظہار اہلسنت والجماعت کے مرکزی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں نے مرکز اہلسنت اسلام آباد میں ایک ہنگامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا سپاہ صحابہ پر پابندی سابق ڈکٹیٹر نے لگائی تھی جسے ہم نے اعلیٰ عدالتوں میں چیلنج کر رکھا ہے اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اہلسنت والجماعت نے ملک میں قیام امن کیلئے جو جدوجہد حالیہ دور میں کی ہے کوئی بھی ادارہ یا حکومت اس سے انکار نہیں کرسکتا لیکن ملک میں یکجہتی کے فروغ ،استحکام اور نامساعد عالمی حالات پر حکومتی سطح پر منعقد ہونے والی اے پی سی میں ہماری جماعت کو دیوار سے لگانے کی کوششیں بھی ہمیں کسی صورت قابل قبول نہیں ، ہم اے پی سی کے انعقاد سے قبل ہی اس کے فیصلوں کی بھرپور تائید کرتے ہیں لیکن ہم عوام کو بتانا چاہتے ہیں کہ ایک کالعدم جماعت کے سربراہ ساجد نقوی کو دعوت دیکر اور دوسری کالعدم جماعت کے سربراہ علامہ احمد لدھیانوی کو نہ بلا کر وزیر اعظم سیکرٹریٹ سے حالات کو جس رخ پر دھکیلنے کا اقدام کیا جارہا ہے وہ نامناسب بھی ہے اور ہمارے لئے ناقابل برداشت بھی۔(روزنامہ ایکسپریس، اسلام آباد،۲۹۔۰۹۔۲۰۱۱)

سپاہ صحابہ کے ترجمان کا یہ بیان اتنا مضحکہ خیز ہے کہ جس کا جواب وزیر اعظم تو کیا پاکستان کی معمولی معلومات رکھنے والا ہر بچہ بھی آسانی سے دے سکتا ہے کہ تکفیریوں کی حقیت کیا ہے، کتنے محب وطن ہیں یہ لوگ اور مملکت خداداد پاکستان میں ریاض بسرا، ملک اسحاق جیسے دہشت گردوں نے کیا گل کھلائے ہیں؟؟

تکفیریوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تحریک جعفریہ جیسی مسلمہ جماعت کو سپاہ صحابہ کے برابر سمجھنے کا خیالی پلاؤ کب کا سڑ چکا ہے،جس کی بدبو سے ہر پاکستانی بیزار ہے، تاہم علامہ ساجد علی نقوی پاکستانی قوم میں بلا تفریق ہردل عزیز سیاسی لیڈر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں اور انہیں قائد ملت جعفریہ پاکستان کے ٹائٹل پر دعوت دی گئی تھی۔

ماضی قریب کی تاریخ میں تو سپاہ صحابہ کے مقتول ایم این اے اعظم طارق کا یہ بیان بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ اسمبلی کے اندر اور باہر مولانا فضل الرحمن اور قاضی حسین احمد نے اس سے ملنے سے بھی انکار کر دیا ہے اور وہ مولانا فضل الرحمن کے گھر کے باہر کافی وقت انتظار کرتا رہا لیکن اسے ملنے کی اجازت نہیں ملی۔(اظہار بخاری، کالم،محترم سلیم صافی صاحب) قارئین محترم یہ کس کی دور اندیش پالیسیوں کا نتیجہ ہے؟

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے آج سے بیس برس قبل تکفیریوں اور دہشت گرد ٹولیوں کے بارے میں اپنی پالیسی واضح کردی تھی کہ جس پلیٹ فارم اور جس فورم میں تکفیری گروہ ہوگا میں وہاں نہیں بیٹھوں گا۔موصوف نے اپنے ایک خطاب میں برسوں قبل فرمایا تھا:

"حکومتیں کوششیں کر چکیں، خفیہ ادارے اپنا زور لگا چکے حتیٰ کہ ہمارے بعض مہربان بھی ہمیں کہہ چکے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھا جائے۔ لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا جو میرے مکتب اور میرے پیشواؤں اور آباؤ اجداد کو گالیاں بکتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنا میں اپنے مکتب کی توہین سمجھتا ہوں۔"

اسی طرح دہشت گردی کے حوالے سے بھی آپ کا موقف دوٹوک رہا ہے کئی برسوں سے آپ اپنے خطابات میں پاکستان میں سرگرم عمل حکومت سے تقاضا کرتے چلے آرہے ہیں کہ جن دہشت گردوں کی لسٹ اسلام آباد میں صدرِ مملکت کی میز پر پڑی ہے ان کو تختۂ دار پر لٹکایا جائے۔ (خطابات سے اقتباس)

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کی پالیسی کی تائید ملکی سطح پر موجودہ "ملی یکجہتی کونسل" میں موجود تمام مذہبی جماعتوں کی موجودگی سے ہوتی ہے نیز جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل "قاری زوار بہادر" کا بیانیہ ملاحظہ فرمائیں:

"جمعیت علمائے پاکستان نے مذہبی جماعتوں کے مشترکہ پلیٹ فارم "دفاع پاکستان کونسل" سے علیحدگی کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم ایسے کسی پلیٹ فارم میں شامل نہیں ہو سکتے جس میں اہل تشیع کو نمائندگی نہ دی گئی ہو۔ اہل تشیع بھی مسلمان اور پاکستانی ہیں اور پاکستان سے اہل تشیع کی محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، لیکن دفاع پاکستان کے نام پر بننے والے اس اتحاد میں اہل تشیع کو نظرانداز کر دیا گیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کونسل کے مقاصد کچھ اور ہی ہیں، جس پلیٹ فارم پر فرقہ واریت کے فروغ کی بو آتی ہو اس میں جمعیت علمائے پاکستان کو کسی طور بھی شریک نہیں ہونا چاہئے۔ دفاع پاکستان کونسل میں ہمیں شرکت کی دعوت دینے سے قبل بتایا گیا تھا کہ اس میں تمام مذہبی جماعتیں شامل ہیں، لیکن جب ہم نے دیکھا تو اس میں اہل تشیع مسلمانوں کی نمائندگی نہیں بلکہ ایسی جماعتوں کو بہت زیادہ پروٹوکول دیا گیا جو ماضی میں دہشت گردی اور قتل و غارت میں ملوث رہی ہیں اور کالعدم قرار دی جا چکی ہیں۔ ہم ایسے کسی بھی پلیٹ فارم کا حصہ نہیں بن سکتے جہاں گروہ بندی کو فروغ دیا جاتا ہو یا ملک کو کمزور کرنے کی سازشیں کی جاتی ہوں، اس لئے ہماری جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس پلیٹ فارم سے علیحدگی کا اعلان کر دیں، پاکستان کا دفاع کیسے کرنا ہے یہ ہم جانتے ہیں، ہمیں ایسے لوگوں کی رہنمائی کی ضرورت نہیں، جو قیام پاکستان کے وقت پاکستان کے شدید

مخالف اور" قائداعظم" کو کافر اعظم کہتے تھے۔" (نقل از اسلام ٹائمز)

روزنامہ کے۔ٹو (گلگت بلتستان) نے قائد ملت جعفریہ کی مثبت سوچ کے بارے میں اظہار کچھ یوں کیا:

"اسلامی تحریک پاکستان کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے گلگت و بلتستان کا تین چار روزہ دورہ کیا؛ انتخابی حلقوں کا جائزہ لیتے ہوئے گلگت و بلتستان کے انتخابی جلسوں میں مسلم لیگ (ن) سمیت کسی بھی سیاسی جماعت پر تنقید سے گریز کر کے عوام میں مثبت تاثر قائم کرنے میں کامیاب رہے اور الزام تراشی کی سیاست سے بھی گریز کیا۔ ۸ جون ۲۰۱۵ء کے انتخابات کے حوالے سے اسلامی تحریک پاکستان کی سیاست اور احترام پر مبنی پالیسی کو گلگت و بلتستان کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے علاوہ عوام نے بھی سراہا ہے۔" (روزنامہ، کے ٹو، ۱۰ جون ۲۰۱۵ء)

سابق صدر پرویز مشرف کا نام زائد المعیاد ہونے کے باعث ای سی ایل لسٹ سے چند گھنٹوں میں نکالا گیا جس کے نتیجے میں وہ ملک سے باہر چلے گئے تو جماعت اسلامی کے مرکزی نائب صدر جناب لیاقت بلوچ نے کہا:

"گنہگاروں کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ سے نکال دیا گیا ہے تو بے گناہ تحریک جعفریہ سے بھی بلاجواز پابندی ختم کی جائے۔" (شیعیت نیوز، ۲۱/مارچ ۲۰۱۶ء؛ جعفریہ پریس، ۲۰/مارچ ۲۰۱۶ء)

توازن کی ظالمانہ پالیسی کے تناظر میں "سفیر امن" کو حکومتی اداروں نے فورتھ شیڈول میں بھی شامل رکھا لیکن سفیر امن کی قربانی اور امن پالیسی کے نتیجے میں ملک کے وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی نے ان کا نام فورتھ شیڈول سے نکالتے وقت اظہار کچھ یوں کیا:

"علامہ سید ساجد علی نقوی نہایت ہی قابل احترام شخصیت ہیں، میرے نوٹس میں آیا تو میں نے کہا ان کو فی الفور فورتھ شیڈول سے نکالا جائے۔" (ARY، ۳۰ مارچ ۲۰۱۶ء)

اس کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر آپ کے اس موقف کی حمایت و تائید حضرت آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی (مدظلہ العالی) اور حضرت آیت اللہ جعفر سبحانی (مدظلہ العالی) کی طرف سے دو روزہ تکفیریوں کے خلاف بلائی جانے والی کانفرنس سے ہوتی ہے کہ جس میں دنیا بھر سے تشریف لائے ہوئے مذہبی و سیاسی

مسلمان رہنماؤں نے تکفیریوں سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا ہے اور دہشت گردی کے متعلق پشاور کے ایک اسکول میں ہونے والے حملہ کے بعد ہر پاکستانی کی دہشت گردوں کے متعلق رائے آپ کی دوراندیشی کی عکاس ہے۔ جو آواز قائد ملت جعفریہ پاکستان نے آج سے بیس برس قبل اٹھائی تھی اور جس پر اب بھی آپ قائم ہیں؛ وہ آواز اب ایک "عالمی آواز" بن چکی ہے۔

کچھ چیزیں اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں، ان میں سب سے بنیادی چیز کج فہمیاں اور ایک دوسرے کی نسبت عدم معلومات ہیں، دوسرے کا حال تک پتا نہیں، لیکن ایک دوسرے سے بدگمانی کرتے ہیں، ایک دوسرے کے عقائد وافکار کے سلسلہ میں غلط فہمی پیدا کرتے ہیں، شیعہ سنی کے سلسلہ میں، سنی شیعہ کے سلسلہ میں، ایک مسلم قوم دوسری مسلم قوم کے سلسلہ میں، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے سلسلہ میں، غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے، دشمن ان غلط فہمیوں کا بہت زیادہ سہارا لیتے ہیں، افسوس کہ کچھ لوگ اسی غلط فہمی اور دشمن کی عمومی پالیسی کو نظرانداز کرنے کے نتیجہ میں دشمن کے ہاتھ کا کھلونا بن جاتے ہیں اور دشمن ان کو استعمال کرتا ہے، بعض دفعہ کوئی چھوٹا سا جذبہ انسان کو کوئی بات کہنے یا کوئی موقف اختیار کرنے پر اکساتا ہے اور دشمن اپنی جامع پالیسی میں اسی بات کا فائدہ اٹھا کر بھائیوں کے درمیان خلیج بڑھا دیتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی اور بھائی چارے کا دین ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو اخوت، برابری، بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا مسلمانوں کو پیار، محبت اور امن و امان سے زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ مذکورہ گفتگو کی تائید یہ حدیث مبارکہ بھی کرتی ہے:

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ اگر مسلمان کی یہ تعریف ہے تو پھر علامہ ساجد نقوی سب سے بڑے مسلمان ہیں۔"

دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان شعبہ قم المقدسہ کی جانب سے شائع شدہ ایک کتابچہ بنام شعبہ زائرین خدمت کی ایک اعلیٰ مثال کے آخر میں ایک تجزیہ بعنوان "عہد وفا" بدون اسم نویسندہ موجود ہے۔ میرے خیال میں یہ ڈاکٹر سید عون ساجد کی کاوش ہے، انتہائی مختصر تصرف کے ساتھ حق وحقیقت کے متلاشی احباب کے لئے پیش خدمت ہے۔

اگر ہم انبیا اور ائمہ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کریں تو یہ بات واضح اور آشکار نظر آتی ہے کہ کسی نے نمرود کی آگ میں کود کر تو کسی نے سولی پر چڑھ کر، کسی نے ہجرت کر کے تو کسی نے مسند خلافت پر بیٹھ کر، کسی نے صلح کا راستہ اختیار کر کے تو کسی نے تپتے صحرا میں پورے خاندان کی قربانی دے کر کسی نے دعا کے

ذریعے تو کسی نے علم و حکمت کے خزانے لٹا کر، کسی نے اجتہاد کے راستے دکھا کر تو کسی نے ولی عہدی قبول کر کے الغرض ایک سے ایک طریقے سے اپنے اعلیٰ و ارفع ہدف کے حصول کے لئے انتھک کوشش وسعی فرمائی آدمؑ سے خاتمؐ اور امام اولؑ سے امام زمانؑ تک سب کا مقصد اور منزل ایک ہی تھی مگر روش اور طریقے زمانے اور حالات کے مطابق مختلف تھے۔

انہی کے سچے پیرکاروں نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے اپنی ساری زندگیاں اسی اعلیٰ ہدف کی خاطر وقف کر دیں؛ ایران میں امام خمینیؒ نے اسلامی حکومت کی تاسیس کر کے اور رہبر معظم آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی نے اسے بہترین انداز میں قائم رکھ کر، عراق میں آیۃ اللہ سیستانی دام ظلہ العالی نے حکومت پر نظارت کی روش اپنا کر، لبنان میں سید حسن نصر اللہ دامت توفیقاتہ نے مسلحانہ جدوجہد کے ذریعے، سعودی عرب میں شیخ حسن صفار دامت توفیقاتہ نے صلح اور وحدت کا طریقہ اختیار کر کے، پاکستان میں قائد مرحوم مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ نے بنیادی حقوق کے لئے مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر، قائد شہید علامہ عارف حسین الحسینی نور اللہ مرقدہ نے تشیع میں بیداری کی لہر پیدا کر کے، شہید ضیاء الدین رضویؒ نے نصاب کی تحریک کے ذریعے، شہید حسن ترابیؒ نے وحدت و اتحاد کے میدان میں قائد کا دست و بازو بن کر اور قائد موجود نے سیاست کے میدان میں "تختی" سے شروع ہونے والے سفر میں گلگت و بلتستان میں شیعہ حکومت کے قیام اور پھر متحدہ مجلس عمل تک، تکفیر، قتل عام، تحریک جعفریہ پر پابندی، فورتھ شیڈول اور قید و بند جیسے گوناگون مظالم برداشت کئے لیکن ملکی قوانین کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے امن پسندانہ سیاسی روشیں اور طریقے اختیار کر کے اسی مقصد کو پانے کی کوشش کی جو انبیا اور ائمہ کا ہدف تھا یعنی دنیا میں عادلانہ نظام کا قیام چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔

یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایت کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (سورہ حدید، آیت ۲۵)

پروردگار عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور چار آسمانی کتابیں زمین پر عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے نازل فرمائیں پس قیام عدل ہی انبیاء کی بعثت کا اولین مقصد ہے اور امام زمانہؑ بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ظہور فرمائیں گے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عدل وانصاف صرف ایک علاقے یا خطے کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی ضرورت ہے؛ لہٰذا یہ اس سفیر امن کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اس نظریاتی مملکت کی سالمیت اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت کی غلط پالیسیوں پر تعمیری تنقید کی اور کسی بھی حالت میں مثبت قومی پالیسیوں اور نظریاتی اساس پر سودا نہیں کیا۔

جنگ وجدل، دہشت گردی، قانون شکنی، کردار کشی اور تکفیر ہمیشہ سے شیطانی حربے رہے ہیں اور شیطانی افکار کی ترویج کے لئے ساز گار فضا قائم کرتے ہیں ان کے مقابلے میں اعلیٰ کردار، قوانین کی پابندی، امن واخوت اور اتحاد رحمانی طریقہ کار رہا ہے اور یہ ایسی تعمیری فضا بناتا ہے جس میں حق اپنی حقانیت کو خود ہی منوا لیتا ہے؛ لہٰذا اگر فقط اتحاد و وحدت اور امن کی فضا قائم کر دی جائے تو لوگ خود ہی حق کی طرف دوڑتے چلے آئیں گے شرط فقط یہ ہے کہ ہم راہ وروش اور مقصد کے فرق کو سمجھ لیں اور راستے کا انتخاب اپنے قائد پر چھوڑ دیں کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ لوگ اپنے پیشوا کے مقصد کو تو کسی حد تک سمجھ لیتے تھے لیکن راستے اور طریقے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے منحرف ہو کر اپنے ہی نبی یا امام کی جان کے درپے ہو جاتے تھے۔ راہنما کا کام ہے ہدف کے حصول کے لئے راستے منتخب کرنا اور اس کے لئے ضوابط بنانا اور پالیسیاں ترتیب دینا جبکہ پیروکار کا کام ہے کہ لبیک کہتے ہوئے ان ضوابط پر عمل کرنا، ارباب خرد جانتے ہیں کہ جو قوم بھی اس قاعدہ سے منحرف ہوئی برباد ہوگئی۔

پاکستان میں انبیا اور ائمہ کی روش اپناتے ہوئے قائدین ملت جعفریہ نے اتحاد و وحدت کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی اور بالآخر یہ سفر قائد مرحوم اور قائد شہیدؒ سے ہوتا ہوا قائد موجود کے ہاتھوں "متحدہ مجلس عمل" کے قیام اور "ملی یکجہتی کونسل" کے اِحیا پر منتج ہوا؛ قائد محترم علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ العالی کے تدبر کے حکیمانہ نمونے یعنی پاکستان کے مختلف اسلامی مکاتب کے بے مثال اتحاد اور اس کے تعمیری اثرات پاکستان کی فضا میں ہر منصف مزاج انسان بآسانی محسوس کرسکتا ہے جو یقیناً ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اتحاد تو بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں حقیقی اہمیت ان کوششوں اور اٹھائے جانے والے ان قدموں کی ہے جو راہ خدا میں اٹھائے جاتے ہیں اور یہ راستہ تو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کے اعلیٰ وارفع قرآنی حکم پر عمل کا راستہ ہے اس لئے اس میں آنے والی ہر مشکل کا پامردی سے مقابلہ ہی انبیاء اور ائمہ کا شیوہ ہے اور ہمارے قائدین خصوصاً قائد موجود نے موجودہ دور میں اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھا دیا ہے۔

سفیر امن کا شدت پسندی سے اجتناب

گزشتہ ایک، ڈیڑھ دہائی سے شدت پسندی کی اصطلاح سننے اور دیکھنے میں آئی ہے؛ یہ شدت پسندی ہے کیا؟ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کا شکار انسان ہر چیز، ہر انسان اور ہر واقعہ کو صرف ایک ہی زاویہ سے دیکھتا ہے جس کو وہ درست سمجھتا ہے۔ یہ کیفیت اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس مرض کے شکار انسان اپنے خلاف یا اپنے خیالات یا عقائد کے خلاف ہر آدمی کو دین کا دشمن اور کافر سمجھ کر اسے قتل کرنا عین عبادت سمجھنے لگتا ہے۔ معاشرتی طور پر عدم برداشت ہی وہ اہم وجہ ہے جو شدت پسندی کو جنم دیتی ہے اس کے علاوہ کم علمی، کم فہمی، جہالت، خود کو دوسروں سے اعلیٰ اور برتر سمجھنا، نسلی امتیاز، معاشرتی ناانصافی یہ وہ دیگر وجوہات ہیں جن سے شدت پسندی کو آکسیجن ملتی ہے۔

شدت پسند کم وبیش دنیا کے ہر معاشرے، مذہب اور تہذیب میں پائے جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد مٹھی بھر اور پورے معاشرے کے مقابلے میں انتہائی کم ہوتی ہے۔ وہ اپنے اصولوں پر زندگی بسر کرتے رہتے ہیں اور اپنی درسگاہوں تک ہی محدود رہتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہمیں آج کے ترقی یافتہ یورپ میں بھی مل جائیں گی کہ جہاں کچھ لوگ سیکولر معاشروں میں جہاں شخصی آزادی اپنی انتہا پر ہے، وہاں بھی سختی سے اپنے شدت پسندانہ خیالات پر کاربند ہیں، ہاں وہ ریاست اور نظام سے متصادم نہیں بلکہ اپنے مذہبی مقامات تک ہی محدود ہیں۔

تشویش ناک صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ شدت پسند عناصر ریاست اور نظام پر اثر انداز ہو کر پورے معاشرے کو یرغمال بنالیں اور معاشرے میں اپنے وجود سے متعلق ایک خوف اور دہشت پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ پاکستان گزشتہ کئی سالوں سے اسی طرح کی صورتحال سے دوچار دکھائی دیتا ہے کہ یہاں شدت پسندی نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور وہ ریاست اور اس کے نظام کو چیلنج کر رہی ہے۔

ہمارا خطہ مذہبی رواداری کی ایک پوری تاریخ رکھتا ہے اور یہ سماج صدیوں سے کسی مذہبی و مسلکی تفریق کے بغیر ایک ساتھ رہتا چلا آیا ہے۔ پاکستان میں شدت پسندی کی فصل پکتی رہی اور اس سے وابستہ عناصر کو بڑھاوا ملتا رہا۔ تنگ نظری، اپنے مذہبی حریفوں سے نفرت، عدم برداشت اور جارحیت ہمارے مزاج کا حصہ بنتی رہی اور ہم دنیا سے کٹتے کٹتے اپنے خول میں بند ہوتے چلے گئے۔ اب شدت پسندی کا یہ زہر ہمارے قومی وجود کی رگ رگ میں سرایت کر چکا ہے۔

دو عالمی طاقتوں نے اپنی جنگ لڑنے کے لئے اس خطے کا انتخاب کیا اور دو ہاتھیوں کی لڑائی میں اس خطے کی برداشت اور روادارانہ روایات کو کچل کے رکھ دیا گیا۔ یہ جنگ یوں تو ایک عالمی طاقت کی دوسری عالمی طاقت کے ساتھ تھی، مگر اس جنگ میں ہم ساجھے دار بن گئے اور ہمارے معاشرے میں موجود شدت پسندی کی تمام نمائندہ قوتیں ایک آمر کی قیادت میں متحد ہوگئیں، یوں پورا ملک شدت پسندوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا۔ مقامی اور بین الاقوامی شدت پسندی کے پاکستان میں اس اجتماع نے مذہبی رواداری کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر اسے دفنا دیا۔ اس جنگ کا بیس کیمپ پاکستان ٹھہرا نیز ایک عالمی طاقت دہشت گردی کی عالمی منڈی سے "مجاہدین" بھرتی کر کے افغانستان میں فراہم کرتی رہی۔

اس عمل میں دنیا بھر کی شدت پسند قوتوں نے دامے، درمے، سخنے مدد فراہم کی۔ اس سارے تناظر میں ایک مخصوص ذہنیت نے انتہا پسند اور شدت پسند طبقے کو اپنے مقاصد کے حصول میں معاون سمجھتے ہوئے اہم مناصب و مقامات تک رسائی فراہم کر کے انہیں اپنا شریکِ کار بنالیا۔ انتظامیہ، سول اور سیاسی جماعتوں سمیت ملک کے مختلف اداروں میں مذہبی شدت پسند اور انتہا پسند داخل ہوئے۔

ایک عالمی طاقت نے دوسری عالمی طاقت کے خلاف لڑنے کو مقدس فریضے کا نام دیا۔ کسی کو بندوق تھمانا تو آسان ہے لیکن اس سے واپس لینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لرننگ (Learning) کے مقابلے میں اَن لرننگ (Unlearning) زیادہ مشکل ہے اور جب کوئی بیانیہ عقیدے کا حصہ بنا دیا جائے تو اسے یادداشتوں سے محو کروانا اور بھی زیادہ مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ فرد اسے اپنی زندگی کے اہم ترین مقصد اور مشن کے طور پر اپنا چکا ہوتا ہے۔ جب آپ کسی سے اس کا مقصد اور عقیدہ چھیننے کی کوشش کریں گے تو وہ آپ سے لڑے گا خواہ اسے آپ کے یا اپنے دشمن ہی سے کیوں نہ مدد لینی پڑے اور ایسی صورتحال میں معاشرے میں موجود ہمدرد عناصر اَن دیکھے انداز میں ان کی پشت پر آجاتے ہیں۔ یہی کچھ پاکستان میں ہوا کہ شدت پسند عناصر کو معاشرے کی مختلف پرتوں سے تعاون حاصل ہوتا رہا اور قومی عمارت کی بنیادوں میں

شدت پسندی کا پانی رستے رستے ہمارے قومی وجود کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں۔

ہر چیز کو تعصب کی آنکھ سے دیکھنے والا آدمی معاملات اور صورتحال پر غور وفکر نہیں کرتا بلکہ وہ ہر چیز کو جذبات کے ترازو میں تولتا ہے، جو بات اس کے مزاج سے میل نہیں کھاتی اس کو سخت ناپسند کرتا ہے اگرچہ وہ حق ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کے سیاسی نظریے کا احترام کرنا اور اسے قبول کرنا دوسروں کے لئے ضروری نہیں ہے لہٰذا اسے قبول نہ کرنے کی صورت میں کسی کو برا بھلا کہنا یا اس پر تنقید برائے تنقید کرنا بھی درست نہیں ہے۔ افغانستان جنگ کے دوران وطن کے پاسبان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے ملک کے خیرخواہوں کو اس جانب متوجہ کرایا۔

آپ سیاسی معاملات کے ساتھ ساتھ مذہبی اختلافات میں بھی انتہا پسندی اور تشدد سے دور رہے ہیں اس لئے کہ تشدد ہرگز مسائل کا حل نہیں ہے۔ آپ ہمیشہ دشمنان اسلام کی سازشوں سے آگاہ رہے ہیں جو ان کے درمیان کبھی لسانیت کی بنیاد، کبھی فرقہ واریت اور سیاسی مخالفت کی بنیاد پر جھگڑے پیدا کرکے انہیں آپس میں لڑانا چاہتے تھے۔ آپ نے ڈی آئی خان میں "عظمت شہدا کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"دیکھیں ہمارا صبر وتحمل کہ میں اس کے باوجود کہ یہ (مجلس عزا پر ایف آئی آر) جگر چھلنی کرنے والی چیز ہے، میں اسے برداشت کرتا چلا آرہا ہوں تاکہ ملک کے عوام کا امن وامان خراب نہ ہو؛ میں تصادم کا قائل نہیں ہوں میری پالیسی تصادم نہیں ہے؛ میں مسلح کاروائیوں کی نفی کرتا ہوں؛ خلاف قانون کاروائیوں کی نفی کرتا ہوں؛ میں قربانی کا قائل ہوں؛ میرا فلسفہ قربانی ہے؛ وہ فلسفہ قربانی جو زینب علیا نے ہمیں سکھایا ہے۔" (خطاب سے اقتباس)

۲۷ رفروری ۲۰۱۶ء کو نشتر پارک کراچی میں "استحکام پاکستان آل سندھ علما و ذاکرین کنونشن" کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"جو دہشت گردی پاکستان میں ہوئی اس کا مقصد تھا کہ شیعوں کو میدان میں کھینچ کر لایا جائے۔" (خطاب سے اقتباس)

رحیم یار خان (چوک بہادر) دھرنا کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم اگر میدان میں اترتے تو آسمان و زمین کا رنگ کچھ اور ہوتا۔" (خطاب سے اقتباس)

قم المقدسہ "قدس ہال" میں ایک سیمینار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان کس نے بنایا تھا اور کس نے نہیں یہ باتیں اب گزر چکیں؛ لیکن اس وقت جو پاکستان باقی ہے، موجودہ پاکستان ہماری حکمت عملی سے باقی ہے۔" (خطاب سے اقتباس)

تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی میں بھی حسن مرتضیٰ نے مذکورہ قول سے ملتا جلتا ایک قول نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

"یہ باتیں پرانی ہوگئیں کہ ہم نے پاکستان بنایا یا ہم اس میں حصے دار ہیں، ہم پاکستان ہیں، ہم پاکستان کے مالک ہیں، وارث ہیں۔" (تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی، ص ۷۹)

دہشت گرد، شدت پسند گروہ داعش کے پاکستان میں داخل ہونے کے متعلق جب خبر پھیلائی گئی تو آپ کا مندرجہ ذیل موقف سامنے آیا:

"جو لوگ ملک میں داعش کو لانا چاہتے ہیں وہ ملک کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔" (اخبار کی کٹنگ موجود)

جھنگ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تکفیریت (جیسی شدت پسندی) کو میں نے اپنے پاؤں تلے روندا ہے۔" (خطاب سے اقتباس)

اسلام اعتدال وتوازن پر مبنی اور شدت پسندی سے روکنے والا دین ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم جگہ جگہ اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ امت مسلمہ کے حوالے سے قرآن مجید کا موقف یہ ہے کہ یہ امت وسط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنا دیا۔ (البقرہ، آیت ۱۴۳)

مسائل اور مشکلات کے حل کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَ

بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَ ما يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ مَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيْمٍ۔

بھلائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کا جواب ایسے طریقے سے دو جو نہایت اچھا ہو۔ایسا کرو گے تو تم دیکھو گے کہ جس سے تمہاری دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔اور یہ صفت ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔(سورہ حم سجدہ، آیت ۳۴۔۳۵)

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ ملاحظہ کریں کہ جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

(اے نبی) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے بھاگ جاتے۔(سورہ آل عمران: آیت ۱۵۹)

جبکہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

تم میرے بعد دوبارہ کفر کی طرف مت پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔(بحارالانوار، ج۱۸،ص ۱۲۲۔)

سفیر امن علامہ سید ساجد علی نقوی نے شدت پسندی، زور آزمائی اور انتہا پسندی کے مقابلے میں برداشت، قربانی اور صبر کو متعارف کرایا ہے کیونکہ جب سماجی تعلقات کی بنیاد برداشت وصبر پر استوار ہو تو لوگوں کی نفسیاتی سلامتی کی ضمانت فراہم ہوتی ہے، جس کے باعث انسانوں کی سعادت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔لیکن جس معاشرے میں انسان برداشت وصبر سے کام نہ لیتے ہوں اس میں لڑائی جھگڑے، کشیدگی، ایک دوسرے کے خلاف سازشیں، غیبت، جھوٹ اور الزامات لگانے کا بازار گرم ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ صبر کا فقدان انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ کم کر دیتا ہے اور انسان بہتر طور پر مشکلات کا مقابلہ نہیں کر پاتا ہے۔

سفیر امن نے اپنے مسلک اور جماعت کے تحفظ اور اس کے غلبہ کے بجائے دین کے تحفظ، اس کی اقامت اور غلبہ کو اپنا نصب العین اور مشن بنائے رکھا ہے؛ اپنے مسلک اور جماعت ہی کو کشتی نوح سمجھنے اور سمجھانے والوں کو وسعت قلبی اور اتحاد و وحدت کا راستہ دکھایا ہے؛ دین کے تحفظ، اس کی اقامت اور غلبہ کے لئے اجتماعی جدو جہد کی حوصلہ افزائی اور انفرادیت پسندی کی حوصلہ شکنی کی؛ مختلف جماعتوں کے فروعی امور وطریقۂ کار میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے تئیں خیر سگالی، خیر خواہی اور تجربات کے لین دَین کو اسپرٹ دیا اور اسے باقی رکھنے کی مخلصانہ کوششیں کیں؛ اپنی جماعت کی اس بات پر پورا دھیان دیئے رکھا کہ اس کے وابستگان و کارکنان کے اندر دوسری جماعتوں کے خلاف تعصب، بغض، نفرت اور بہتان تراشی کا ادنیٰ سا بھی رجحان پیدا نہ ہو؛ اپنے سے مربوط اخبارات و جرائد اور مدارس میں بھی ان مہلک جرائم کو پنپنے نہ دیا۔ مشترکہ ملی مسائل مثلاً مسلم پرسنل لاء کا تحفظ، مدارس و مساجد کا تحفظ، مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ، تعلیمی و معاشی ترقی کے لئے کام کرنے والے مشترکہ فورمز پر پیش پیش رہے ہیں؛ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ روابط وتعلقات کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن کا مظاہرہ فرماتے رہے ہیں نہ کہ تعصب کا؛ حسن ظن یہی ہے کہ ہر ایک کو اپنے سے زیادہ متقی و پرہیز گار سمجھنا اور یہی کردار ہی آج کے دور میں رائج نقطۂ نظر "تکفیریت" کے عین مقابل ہے۔

سفیر امن نے اپنی تحریکی زندگی میں ہمیشہ تحمل و بردباری اور عفوو درگزر کا ثبوت دیا ہے؛ پاکستان میں تنگ نظری اور شدت و انتہا پسندی کے ماحول میں معتدل انقلابی فکر پیش کرنا یا ایسی بات کرنا جس سے خود ساختہ نظریات اور مفادات پر زد پڑتی ہو انتہائی دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفافہ کلچر صحافت ہو یا وقت کے تقاضوں کے ادراک سے بے بہرہ اور اپنے خول میں بند رہنے پر مصر بے بصیرت دینی حلقے آپ کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے لیکن آفرین ہے تعلیمات اہل بیت پر کاربند اس مرد مجاہد کے تحمل و بردباری پر کہ وہ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے جادۂ حق پر اپنے تحریکی کارواں کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ انہوں نے اپنے حلقہ کے اہل علم کو فتویٰ بازوں کی مکروہ مہم میں داخل ہونے سے سختی کے ساتھ منع کر رکھا ہے کہ اس سے اصل کام متاثر ہوں گے۔ آپ ہمیشہ مثبت انداز سے دلائل کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں؛ اپنے خطابات میں دوسروں پر طعن و تشنیع کرنے اور برے القابات سے یاد کرنے سے اِحتراز کرتے ہیں؛ تفرقہ بازوں کے روایتی اندازِ خطابت سے بھی نالاں رہتے ہیں۔

موصوف آپس میں احترام آمیز تعلقات برقرار رکھنے کی تلقین اور ایک دوسرے کی تحقیر وتوہین سے

اجتناب برتنے کی تاکید فرماتے رہے ہیں۔ ہمیشہ آپ کی گفتگو شدت پسندی سے اجتناب اور صلح آمیز رہی ہے؛ اس سلسلے میں آپ نے مربیانہ رول ادا کیا تا کہ نوجوان طبقہ مستقبل میں ملت اور سماج کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مؤثر رول ادا کر سکے؛ موصوف نے ہر طرح کی منفی سرگرمیوں سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے معاشرے میں اخوت، محبت، برداشت، اتحاد، بھائی چارے، مفاہمت اور رواداری کا منظر پیش کیا ہے نیز آپ کی خیر طلب کوششیں نتیجہ بخش رہی ہیں۔

لیکن یہ تو زمانے کی ستم ظریفی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور یزید دو شہزادوں کی جنگ تھی کی پالیسی پر گامزن خفیہ ہاتھ توازن کی ظالمانہ پالیسی پر عمل پیرا ہو کر بیلنس کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف رہے ہیں لیکن پاکستان کا ہر منصف مزاج اور معتدل انسان بخوبی جانتا ہے کہ نیکی اور بدی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے، ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

سفیرِ امن اور سماجی مسائل

ہر سماج کے اپنے تقاضے، اپنی حدیں، اپنے رجحان اور اپنے میلانات ہوتے ہیں نیز یہی اقدار سماج کو بہتر یا بُرا بناتے ہیں، یہی سماج کسی قوم کی ساخت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، قوموں کے ارتقا کے پیچھے اسی سماج اور سماجی اداروں کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ سماجی خوبیاں ہی انسان میں آدمیت کے اعلیٰ اوصاف اور اعلیٰ وجدان کو بیدار کرتی ہیں۔ جتنی بھی عظیم تہذیبیں گزری ہیں ان کا تاریخی مطالعہ کیا جائے تو یہ شواہد سامنے آتے ہیں کہ ان شاندار تہذیبوں نے اپنے سماجی مسائل کو اپنی گرفت میں لیا۔ اسی سماج سے جنم لینے والے ضابطہ اخلاق سے ایک ناقابل شکست قوم کی ساخت ہوتی ہے پھر یہی قومیں دنیا کو فتح کر لیتی ہیں۔ جو قومیں اپنے سماج کی تربیت نہیں کرتیں وہ بہترین صلاحیتوں کے باوجود ترقی کی منازل طے نہیں کر پاتیں۔

پاکستانی معاشرے کا اپنا ایک مزاج، اپنی کچھ روایات و اقدار، اپنی حساسیتیں اور نزاکتیں ہیں؛ لیکن اس میں شک نہیں کہ ملک کے ذمہ داران کی اکثریت کی سرگرمیاں محض معمول کی سرگرمیاں لگتی ہیں جو اپنے لگے بندھے نظام کے تحت یک سرے پن کے ساتھ جاری ہیں، جس میں کوئی جدت ہے نہ تنوع؛ ارتقا ہے نہ اس کی فکر اور بعض لوگوں نے تو خود کو بہت حد تک اپنی ذات میں محصور کر لیا ہے اور فی زمانہ ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے وہ سماج سے کٹتے اور سکڑتے جا رہے ہوں۔ یہاں پر ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ اس بارے میں وطن کے پاسبان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے کیا خدمات پیش کی ہیں؛ آپ ایک بہترین سیاسی مفکّر اور انسانی سماجی مسائل میں دلچسپی لینے والے رہنما ہیں۔ تمام یا اکثر سماجی مسائل کو بیان کرنا تو ایک مشکل کام ہے لیکن ہم ان میں سے چند مسائل پر روشنی ڈالیں گے۔

سماجی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جو کسی قوم کے لئے ترقی کے زینے کا پہلا قدم قرار پا سکتا ہے وہ اس کی اخلاقی حالت ہے۔ قول و فعل کے تضاد، جھوٹ، دھوکا دہی اور مکر و فریب ایسے اخلاقی رذائل ہیں جن کی موجودگی میں کوئی قوم خواہ کتنے ہی علوم سے بہرہ ور ہو، کتنے ہی زمینی وسائل سے مالا مال ہو اور کتنی ہی

افرادی قوت کی حامل ہو، ترقی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔ سفیر امن قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی اس بارے میں بہت تاکید کرتے ہیں اور اپنے خطابات میں ہمیشہ اخلاقیات اپنانے پر زور دیتے ہیں کیونکہ اخلاقیات سماج میں ایک اہم اور کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اپنے خطابات میں کئی بار فرما چکے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنا جھگڑنا چھوڑ دیں، اخلاقیات کو مدنظر رکھیں؛ حالانکہ اس سے بھی مشکل وقت آیا کہ جب بعض افراد نے آپ کی ناموس کو نشانہ بنایا لیکن آپ نے اپنے کارکنان کو سختی سے منع کیا کہ میرے اوپر ہونے والے اعتراضات کا جواب نہ دیں۔ شیعہ طلبہ تنظیم جے ایس او پاکستان کے مرکزی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے سفیر امن نے فرمایا:

> **"مذہب کے نام پر کام کرنے والی تنظیموں کے کارکنوں اور رہنماؤں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل ہونا چاہئے۔ تنظیم اگر کارکنوں کی اخلاقیات کو درست نہیں کرسکتی تو جے ایس او میں کام کرنا بے سود ہے۔ تنظیم میں لڑائی جھگڑے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔" (سیالکوٹ میں خطاب سے اقتباس)**

ایک اہم سماجی مسئلہ مسلم خواتین کے سماجی کردار کا ہے، اکثریت علما کی نگاہ میں خواتین اپنے گھر کی ملکہ ہیں انہیں اس پر راج کرتے ہوئے باہر کے امور میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے جو مردوں کے دائرہ کار میں آتے ہیں کیونکہ اس سے فساد پھیلتا اور معاشرے کا توازن بگڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عورتوں کی شخصیت بہت حساس، سماج کی خوبی اور خرابی کا بہت کچھ دارومدار عورتوں پر ہے؛ اسلامی تعلیمات کے مطابق سفیر امن نہ تو مغربی فریم ورک میں عورتوں کی آزادی کے قائل ہیں اور نہ مشرق کے روایتی طرز عمل کے مطابق قید و بند کے۔ آپ کا صحیح رویہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان مخصوص حدود و شرائط کے ساتھ عورتوں کو سماجی سطح پر آزادی دینے کا ہے۔

علمی تحقیقاتی ادارے البصیرہ کے مرکزی دفتر اسلام آباد میں ملی یکجہتی کونسل کی رہبر کمیٹی کا اجلاس بلایا گیا جس میں ملک کی تمام اہم دینی جماعتوں کے سربراہوں اور نمائندوں نے شرکت کی جبکہ رہبر کمیٹی کے اجلاس کی میزبانی اسلامی تحریک کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے کی اور آپ نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے فرمایا:

> **"ہم اس ملک میں قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں ہونے دیں گے۔ حقوق نسواں بل پنجاب حکومت نے عجلت میں بنایا ہے اور یہ قانون قرآن وسنت کے**

متصادم ہے۔اسلام خواتین واقلیتی حقوق کا سب سے بڑا محافظ ہے،ہم عورتوں کو ہر قسم کے تشدد سے نجات دلائیں گے،حکومت پنجاب کو اس قانون کو واپس لینا ہوگا۔"

ایک اور اہم سماجی مسئلہ جس کا براہ راست تعلق فضلائے مدارس سے ہے؛ وہ مسلکی کشمکش کا مسئلہ ہے۔مسلکی کشمکش کی روایت نئی نہیں ہے لیکن شدت پسندی کا رویہ اختیار کرنے والے مختلف حلقوں کے مدارس نے اس کی شدت کو بڑھانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ پاکستان میں جذباتی ردعمل کا مظاہرہ جس کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں،اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بہت سے لوگ جن میں کچھ خواص بھی شامل ہیں لوگوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں اور ان کی علمی اور فکری سطح بلند کرنے کی بجائے ان کے جذبات کو ابھار رہے ہیں۔

لیکن سفیر امن کا رویہ اس بارے میں بہت تعمیری رہا ہے اور ہمیشہ تخریبی سرگرمیوں کی نفی کی ہے۔ آپ نے اختلافی مسائل کو مسلکی تنازعات اور شدت پسندی کی نظریاتی مشق کا ذریعہ نہیں بننے دیا اور آپ نے مسلمانوں کے درمیان مخالف نقطۂ نظر کو برداشت کرنے کا مزاج پیدا کیا نیز مخالف نقطۂ نظر سے متعلق تکفیر و تفسیق کی زبان استعمال کرنے سے احتراز کیا اور انہوں نے مذہب اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کو ہمیشہ ناکام بنایا۔وطن کے پاسبان کی اَمن اور برداشت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ قومی تحریک کی طرف سے ایسے اجتماعی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں،جن سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تحمل و برداشت اور رواداری کو فروغ ملے اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کی فضا پیدا ہو۔

سفیر امن نے اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا:

"مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایک موقف اور ایک آواز اپنائیں جو امت مسلمہ کے مفاد میں ہو،اس پر سب متفق ہوں،یکجہتی ہونی چاہیئے اور ایک آواز ہونی چاہیئے،بات بات کی بولیاں اور بات بات کے نعرے امت مسلمہ کے مفاد میں نہیں ہیں۔" (نقل از تقریب خبر رساں ایجنسی)

مذہبی حوالے سے اِعتدال و ہم آہنگی کے قیام کے لئے آپ نے زبانی تلقین و اِرشاد تک ہی اپنی جدوجہد کو محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے عملی اِقدامات اٹھائے ہیں۔تحریک جعفریہ پاکستان نے پاکستان عوامی تحریک سے اِعلامیہ وحدت ملک کی فرقہ وارانہ مسلکی کشیدگی کی فضا میں ایک جرأت مندانہ قدم تھا۔ اگرچہ اُس وقت کے تنگ نظر مذہبی حلقوں نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا مگر ٹی جے پی نے اُمت کو اِتحاد اور

وُسعتِ ظرفی کی وہ بنیاد فراہم کر دی کہ آج بھی تحریک کے پلیٹ فارم پر ہر مسلک کے لوگ آتے ہیں اور وحدتِ اُمت کا عملی نظارہ پیش کرتے ہیں۔ قومی تحریک کا اِعلامیہ وحدت ہی وہ پہلا قدم تھا جس کے زیر اثر بعد میں ملک بھر کی مذہبی جماعتیں پہلے ملی یکجہتی کونسل اور پھر متحدہ مجلس عمل کی شکل میں جمع ہوئیں اور ایک دوسرے کی اِمامت میں نماز تک ادا نہ کرنے کے روادار ایک پلیٹ فارم پر جدو جہد کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔

بے روزگاری بھی ہمارا نہایت اہم سماجی مسئلہ ہے۔ سفیر امن کی ہدایت پر مرکزی آفس کے افراد نے بے روزگار افراد کو روزگار فراہم کرنے کے مسائل میں رول ادا کیا ہے۔

جن گھروں میں تین چار جوان لڑکیاں شادی کے لئے بیٹھی ہوں ان کے سر پرستوں کی قلبی کیفیت کا بیان قلم کی گرفت میں نہیں آ سکتا۔ پہلے رشتوں کی فکر، رشتے ہو جائیں تو شادی کے حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کی فکر والدین کو گھلا ڈالتی ہے، اکثر قرض لئے بغیر چارہ نہیں ہوتا جس کی ادائیگی برسوں تک وبالِ جان بنی رہتی ہے۔ سفیر امن اس طرح کے مسئلہ میں گرفتار افراد کی معاونت فرماتے رہتے ہیں۔ ملک بھر میں آپ کی زیر سرپرستی زہرا اکیڈمی کراچی کی خدمات تو قابل تحسین ہیں ہی لیکن آپ نے مختلف مخیر اداروں اور اہل خیر کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائی ہے جس کے نتیجے میں اجتماعی شادیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔

دیگر مسائل کی طرح پاکستان میں آج کل منشیات کا فروغ واستعمال بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے اوائل میں اسمگلروں نے نشہ آور مرکبات پر توجہ دی۔ مارفین، کوکین، ایتھر اور ہیروئن کے استعمال کے نتیجہ میں اموات ہوئیں تو اس اہم معاشرتی خطرہ کا سدباب کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں اس کی روک تھام کے لئے تحریکی کارکنان نے اپنی سرگرمیاں دکھائی ہیں اور بعض علاقوں میں تو بعض اسمگلرز نے تحریکی کارکنان کو جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دی ہیں جن کے ہم عینی شاہد ہیں۔

بادشاہوں سے لے کر فقیروں تک، تھر کے صحرا سے لے کر نیو یارک تک اپنا گھر، اپنی چھت ہر کسی کا خواب ہوتا ہے؛ وطن کے پاسبان قائد ملت جعفریہ نے ملک میں برپا ہونے والی سیلاب جیسی قیامت، گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا، جنوبی پنجاب اور اندرون سندھ میں اس کی تباہ کاریوں سے کئی افراد کے متاثر ہونے پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ملی رضا کاروں اور کارکنان کو فوری ہدایات جاری کیں کہ وہ بے گھر افراد کی آبادکاری اور سیلاب زدگان کو فوری ریلیف فراہم کرنے کے لئے ہر قسم کی امداد اور تعاون کے

لئے نکل پڑیں۔ آپ نے مختلف مخیر اداروں اور اہل خیر کو ان علاقوں کی نشاندہی کی اور مختلف ذرائع سے ایسے اداروں اور افراد کو مکمل معلومات فراہم کیں جن کے ذریعے امداد ان علاقوں تک پہنچی۔ ادارہ معارف اسلام برمنگھم اور باب العلم ٹرسٹ راولپنڈی نے ضلع مظفر گڑھ، بھکر اور لیہ میں بے آسرا افراد کے لئے گھروں کی تعمیر کی اور قائد ملت کو خصوصی طور پر بے گھر افراد میں چابیاں تقسیم کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اسی طرح اندرون سندھ میں تو قومی تحریک نے تعمیراتی اور پانی کی فراہمی میں کروڑوں روپے کے اخراجات کئے ہیں؛ جنوبی پنجاب میں آپ کے حکم پر علامہ شبیر حسن میثمی صاحب کے توسط سے جو خدمات انجام دی گئی ہیں وہ مساجد کی تعمیر کے حوالے سے ہوں یا راشن کی تقسیم، قابل تحسین ہیں۔ ملک بھر کے دور دراز علاقوں میں مخدوش حال مساجد کی مرمت اور نئی مساجد کی تعمیر سفیر امن کی سماجی خدمات میں شامل ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں کئی افراد وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہیل چیئرز خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور معذوری کے باعث معاشرے سے کٹ جاتے ہیں لہذا سفیر امن کی جانب سے ملک بھر کے معذور مستحق افراد میں مفت وہیل چیئرز کی تقسیم کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی خدمت کا مقصد ان کے احساس محرومی میں کمی لانا اور زندگی میں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

رمضان کے بابرکت مہینے میں سفیر امن کی جانب سے راشن کی تقسیم کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ معاشرے کے محروم اور مستحق طبقے کو رمضان کی خوشیوں میں شریک کیا جاسکے؛ راشن پیکج آٹا، دال، چائے، گھی، چینی، مشروبات اور مسالا جات پر مشتمل ہوتا ہے۔ سفیر امن کی رہنمائی میں قومی تحریک کے تحت ہر سال مصیبت زدہ اور دور دراز پسماندہ علاقوں میں قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بہت بڑی تعداد ان افراد کی ہے جنہیں سال میں صرف عیدالاضحیٰ کے موقع پر گوشت کھانا نصیب ہوتا ہے، قومی تحریک انہی ضرورت مند ہم وطنوں تک مخیر حضرات کے بھرپور تعاون سے قربانی کا گوشت پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

دیہی علاقوں میں مختلف سماجی مسائل کے حل، باہمی دشمنیوں اور مقدمہ بازی کو ختم کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھائی چارے اور مختلف سماجی امور میں اتفاقِ رائے اور اپنی مدد آپ کے جذبوں کو فروغ دیا ہے؛ آپ نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ چھوٹے چھوٹے مقامی مسائل کو اپنے محدود وسائل سے حل کرنے کے لئے کوشاں رہیں اور امداد باہمی کے جذبوں کو فروغ دے کر آگے بڑھیں۔

سفیر امن عدل وانصاف کو سماج کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں ملک میں جہاں بھی بے انصافی ہوئی آپ

نے وہاں انصاف کے لئے آواز اٹھائی کیونکہ جب معاشرے میں عدل کا دور دورہ ہوگا تو حاکم اپنی رعایا کے ساتھ اور رعایا حاکم کے ساتھ اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئیں گے جس سے معاشرے میں امن و امان اور سکون و اطمینان پیدا ہوگا اور لوگ چین سے زندگی گزاریں گے۔

سفیر امن نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

"ملک میں روزمرہ اشیائے ضروریہ کی عدم فراہمی نے مختلف مسائل و مشکلات میں گھرے غریب اور بے بس عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے، مہنگائی، بے روزگاری نے انسانی زندگی مفلوج کر دی ہے۔ کبھی آٹے کا بحران، کبھی لوڈ شیڈنگ، کبھی پٹرولیم مصنوعات، کبھی سوئی گیس اور کبھی ان اشیائے کے نرخوں میں ہوشربا اضافہ؛ اوپر سے بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور دامنی نے رہی سہی کسر نکال دی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسائل پر قابو پانے کے لئے ٹھوس اور سنجیدہ کوششیں کی جائیں اور عام آدمی کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

شہید الطاف حسین الحسینیؒ کی برسی پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"حکومت چاہئے جو نظام کو درست کرے؛ حکومت ضرور چاہئے؛ نظام چاہئے؛ سسٹم چاہئے؛ امن چاہئے؛ لوگوں کو سکون چاہئے؛ راحت چاہئے؛ لوگوں کی زندگی میں روانی چاہئے؛ نہیں بنا سکتے ہو تو حالات اب وہاں پہنچے ہیں کہ ہم اب خود پالیسی بنائیں کہ جو فقط شیعوں کو نہیں بلکہ ملک کے تمام محروموں کو تحفظ فراہم کریں۔" (خطاب سے اقتباس)

تعلیمی اداروں کا قیام، تعلیمی اداروں کے لئے مالی امداد اور تعاون کے لئے آپ نے اپنے دروازرے کو ہمیشہ کھلا رکھا ہے؛ پاکستان ایجوکیشنل کونسل کے تحت ابتدائی تعلیم سے لے کر انجینیرنگ اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے جو بلا امتیاز مذہب وملت برادرانِ وطن کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔

جامعہ شہید عارف حسین الحسینیؒ پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ملک کی معاشی حالت انتہائی ابتر ہو چکی ہے، غریب عوام کا مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے بچوں کا پیٹ پالنا تک مشکل ہو گیا ہے، عوام کے سماجی اقدار کو پامال کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔" (۶ نومبر ۲۰۱۲ء)

موصوف ہمیشہ سماجی شخصیات اور کارکنان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے نظر آئے ہیں؛ کراچی میں دہشت گردی کے واقعہ میں سول سوسائٹی کے اہم رہنما اور ممتاز صحافی خرم ذکی کے شہید ہونے اور ان کے ساتھی اسکالر خالد راؤ کے زخمی ہونے پر واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"شہید خرم زکی کی سول سوسائٹی اور شہریوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کسی سے پوشیدہ نہیں جنہوں بلاتفریق و مسلک ہمیشہ حق کا ساتھ دیا، خرم ذکی ایک نڈر اور سچائی پسند محب وطن تھے جنہوں نے ہمیشہ حق کی آواز بلند کرتے ہوئے ہمیشہ ملک دشمن عناصر، دہشت گردوں، مذہبی انتہاپسندوں کے خلاف قلم سے جہاد کیا۔ کراچی میں مسلسل بے گناہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ سکیورٹی اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ ملک میں پے در پے افراد کو شہید کیا جارہا ہے دہشت گردوں کے خلاف بھرپور آپریشن کیا جائے۔ ریاست عوام کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام ہوچکی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں وکلا اور اساتذہ کی ٹارگٹ کلنگ اور اب کراچی میں معروف سماجی شخصیت، صحافی، ایڈیٹر خرم زکی ٹارگٹ کلنگ ملک میں جاری نیشنل ایکشن پلان کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہیں؟

دہشت گردوں کے خاتمہ تک ملک میں حقیقی معنوں میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا قانون نافذ کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار اداروں کو دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے مخلصانہ کوششیں کرنا ہوں گی انہوں نے کہا کہ جدید معلومات کو سامنے رکھتے ہوئے انٹیلی جنس اداروں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ملک دشمن عناصر اور دہشت گردوں کے خلاف سخت کارروائی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔"

علامہ سید ساجد علی نقوی نے معروف سماجی کارکن و صحافی خرم ذکی کے ساتھی اسکالر خالد راؤ کی جلد صحت یابی کے لئے دعا اور شہید خرم ذکی کی شہادت پر ان کے لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"غم کی اس گھڑی میں سوگوار خاندانوں میں برابر کے شریک ہیں۔"

شہداء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا:

"شہداء کی گرانقدر خدمات ہیں جن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ شاید ہی وطن عزیز پاکستان کا چپہ چپہ، قریہ قریہ، گلی گلی، کوچہ، دیہہ اور شہر ہو جہاں قائد ملت جعفریہ نے مومنین کرام کی خوشی و غمی اور دیگر تقریبات میں شرکت نہ کی ہو؛ اس حوالے سے رابطہ مہم کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایک اچھے اور صالح معاشرے میں زندگی بسر کر سکیں تو وطن کے پاسبان قائد ملت جعفریہ پاکستان کی رہنمائی میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ سماجی مسائل میں بھی بھرپور توجہ دیں۔ اگر توجہ نہ کی گئی تو ہمیں جان لینا چاہئے کہ سماجی مسائل میں خاندان متاثر ہوتے ہیں؛ رشتوں میں ناچاقیاں بڑھتی ہیں؛ صنف نازک پر ظلم و زیادتیوں میں اضافہ ہوتا ہے؛ بچوں کا استحصال کیا جاتا ہے؛ معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں؛ سڑک حادثات میں اضافہ ہوتا ہے، انسداد قانون کے واقعات میں اضافہ ہوتا ہے؛ نشہ خوری کی لت میں مبتلا افراد چوری وڈکیتی کے واقعات میں مزید داخل ہوتے ہیں؛ صحیح و غلط اور جائز و ناجائز کی تمیز ان افراد میں ختم ہوجاتی ہے۔ منشیات کے استعمال سے نہ صرف صحت عامہ کے مسائل بلکہ خاندانی، سماجی اور معاشی مسائل کے علاوہ متاثرہ افراد میں بولنے، سوچنے وسمجھنے اور عمل و ردّعمل جیسی صلاحیتیں بھی کمزور پڑ جاتی ہیں؛ شدت پسندی اور انتہا پسندی اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے اور پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے پھر سیاستدان اپنی لفاظی سے لوگوں کا استحصال کرتے ہیں اور ان میں جو لوگ ترغیب دینے کا فن جانتے ہیں وہ عوامی رائے کو با آسانی اپنے حق میں موڑ لیتے ہیں، تاہم ان کا اصل مقصد سماج کی تبدیلی نہیں بلکہ اقتدار کا دوام ہوتا ہے۔

جنگجو ہونا آسان لیکن حق جو ہونا مشکل

امام حسن علیہ السلام کی ولادت با سعادت ۱۵؍رمضان المبارک تین ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی؛ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔(الارشاد،ص ۲۳۴) آپ کی پرورش سایہ نبوت، موضع رسالت، مختلف الملائکہ اور معدنِ علم میں ہوئی، آپ امام ہدیٰ، سید شباب اہل الجنۃ ہیں، آپ ہی کی ذات ان دو میں سے ایک ہے جن کے ذریعہ ذریت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی ہے۔ آپ ہی ان چار حضرات میں سے ایک ہیں جن کے ذریعہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے مباہلہ کیا اور آپ بھی پنجتن پاک کی ایک فرد ہیں جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی۔

پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؑ وحسینؑ کے بارے میں بار بار تاکید کی ہے کیونکہ انہیں مستقبل میں امت کی رہبری جیسے فریضے کو نبھانے کے لئے اہم کردار ادا کرنا تھا اور ان دونوں کو بہت بڑی ذمہ داری نبھانے کے لئے تیار کر رکھا تھا آپ نے صراحت کے ساتھ فرمایا:

الحسن والحسين إمامان قاما أو قعدا۔

"حسنؑ وحسینؑ دونوں امام و پیشوا ہیں، انہیں امت کی رہبری کے لئے شرائط مہیا ہوں یا شرائط مہیا نہ ہوں (قیام یا صلح)۔" (الاشاد،ص ۲۴۹؛ حیاۃ الحسن، ج ۱،ص ۸۸)

اسی طرح دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

اَنْتُمَا الْاِمَامَانِ وَلِاُمِّكُمَا الشَّفَاعَةَ۔

تم دونوں امام ہو اور تمہاری والدہ کو شفاعت کرنے کا حق ہے۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲،ص ۱۶۵)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

احب اهل بيتي الى الحسن والحسين۔

"مجھے اپنے اہل بیتؑ میں سب سے زیادہ محبوب حسنؑ اور حسینؑ ہے۔" (الصواعق المحرقہ، ص ۱۹۲)

آنحضرتؐ نے حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں فرمایا:

هما ريحانتاى من الدنيا۔

"دنیا میں یہ دونوں میرے پھول ہیں۔" (صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۸۵۲)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تو زبان زد خاص و عام ہے:

الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة۔

"حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔" (سنن ترمذی، ص ۹۸۸؛ تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۴)

آپؑ سات سال تک پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر تربیت رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ گوارا نہیں تھا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ سے جدا ہوں وہ دونوں بھائی اس طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے جیسے روشنی سورج کے ساتھ ہوتی ہے۔ (الشیعۃ والحاکمون، ص ۱۰۲)

امام حسن علیہ السلام بہت بڑے دل کے مالک اور کریم تھے؛ آپ کسی مسئلے کو جذباتی انداز میں نہیں سوچتے تھے۔ آپ کی دور اندیش نظریں ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل پر ہوتی تھیں۔ اس لئے جب آپ نے حکومت پر حاکم شام سے صلح کی تو مسلمانوں کے عظیم تر مفادات آپ کے پیش نظر تھے۔ واضح رہے کہ آپ نے امامت و خلافت کے حوالے سے حاکم شام کے ساتھ صلح نہیں کی تھی کیونکہ امامت اور خلافت ایک الٰہی عہدہ ہے جسے کوئی نہیں چھین سکتا البتہ آپ نے حکومت اور اقتدار کے حوالے سے حاکم شام کے ساتھ جنگ میں صلح کی تھی جیسا کہ اس سے پہلے آپ کے بابا نے جنگ صفین میں حاکم شام کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود بعض افراد نے آپ کے اس اقدام پر اعتراضات کئے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام کے صلح کرنے پر جن افراد (قیس بن سعد بن عبادہ، حجر بن عدی، عدی بن حاتم، مسیب بن نجبہ، سلیمان بن صرد، سفیان بن ابی لیلی) نے اعتراض کیا ہے وہ محبان اہل بیتؑ ہی تھے۔ ان میں سے بعض انقلابی جو شیلے مزاج کے حامل شیعہ جو کسی صورت پیچھے ہٹنے کے قائل نہ تھے اور صلح کے مخالف تھے اور گاہے بگاہے اس عمل سے دل برداشتہ ہو کر امامؑ سے یوں مخاطب ہوتے تھے:

السلام علیك یا مذلّ المومنین۔

یعنی آپ پر سلام ہوا ے مومنوں کے لئے ذلت کا باعث بننے والے؛

یہ افراد خلافت کو صرف آل علیؑ ہی کا حق مانتے تھے۔اس کے باوجود اسلام سے امویوں کی دشمنی سے واقفیت اور اپنے انقلابی مزاج کی وجہ سے ان کی خواہش تھی کہ ہر صورت میں ان کے مقابل کھڑا ہونا چاہئے۔لیکن جن چیزوں کو امام حسن علیہ السلام دیکھ رہے تھے وہ ان پر مخفی تھیں؛ امام کا نقطۂ نظر انتہائی مضبوط اور منطقی تھا؛ آپ ایک ہوشیار اور وقت شناس حاکم تھے۔ یہ لوگ امام کی دوراندیشی کو سمجھ نہیں پا رہے تھے کیونکہ امام حسنؑ پوری صورتحال کو باریک بینی سے دیکھ رہے تھے کہ جنگ اگر شروع ہوئی تو اس کے خاتمے تک سارے مخلص مسلمان شہید کر دیئے جائیں گے اور بنوامیہ کے انحرافات اور اسلام دشمن اقدامات کے خلاف آواز اٹھانے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے صلح کے اقدام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس صاحبِ علم (حضرت خضرؑ) ساتھی کے کشتی میں سوراخ کر دینے کی مانند قرار دیا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کشتی کو اس کے مالکوں کے لئے محفوظ رکھا جائے۔(احتجاج، طبرسی، ج ۲، ص ۲۸۹۔۲۹۰؛ بحارانوار، ج ۴۴، ص ۱۹)

آپ نے اپنی صلح کو اپنے نانا کی صلح کے مشابہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ہمارے شیعوں میں سے ہر ایک قتل ہو جاتا۔(علل الشرائع، شیخ صدوق، ج ۱، ص ۲۱۱؛ الطرائف، سید ابن طاوس، ج ۱، ص ۱۹۶) اور آپ نے اپنے اس اقدام کو مومنین کے لئے عزت سے تعبیر کیا ہے۔کتنا فرق ہے کہ ایک ہی اقدام کو پیروکار ذلت سے جبکہ رہبر اسے عزت سے تعبیر کرتا ہے۔امامؑ نے ایک شخص کے اشکال کے جواب میں فرمایا:

> **"اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کشتی میں سوراخ کرنے کے راز کو جانتے ہوتے تو حضرت خضرؑ پر اشکال نہ کرتے اسی طرح اگر تم صلح کے راز کو جانتے ہوتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔"(علل الشرائع، شیخ صدوق، ج ۱، ص ۲۱۱)**

ہر امام کا اصل مقصد پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کا تحفظ اور نظام امامت کے تحفظ کے سائے میں اسلامی معاشرہ سازی ہے اور یہ عمل حالات وحقائق کے پیش نظر مختلف روشوں سے انجام پاتا ہے۔ ہر امام اپنے زمانے میں اپنے حالات کو مدنظر رکھ کر اس ہدف کے حصول کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور ہر

امام کے زمانے کے حالات سابق امام کے زمانے کے حالات سے مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ ہر امام کی روش بھی سابق امام کی روش سے مختلف ہوتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ائمہ کے اقدامات ہدف کے حصول کی روشیں ہیں۔اسی بنا پر لبنان کے شیعہ بزرگ عالم دین مرحوم شرف الدین الموسوی العاملی کہتے ہیں:

"یہ دو بھائی ایک رسالت کے دو چہرے تھے ہر ایک کی ذمہ داری اپنے زمانے کے حالات وشرائط کے مطابق تھی جو اہمیت کے لحاظ سے بھی اور فداکاری وجانثاری کے حوالے سے بھی معادل اور ہم وزن تھی۔امام حسنؑ کو جان کی پروا نہ تھی اور راہِ خدا میں حسینؑ سے بڑھ کر کوئی صابر اور درگزر کرنے والا نہ تھا، ایک نے اپنی جان کو خاموشی کے جہاد میں صرف کیا، تا کہ گرم جنگ کے لئے فرصت اور موقع فراہم ہو سکے اگر یوں لکھا جائے تو مناسب ہوگا کہ شہادت کربلا حسینیؑ ہونے سے پہلے حسنیؑ تھی۔"(صلح الامام الحسن، شیخ راضی آل یاسین)

صاحبان نظر اور اہل عقل کا کہنا ہے:

"امام حسنؑ کا روزِ ساباط (مقامِ صلح) امام حسینؑ کے روز عاشور سے کہیں زیادہ فداکاری کے مفہوم کو اوج عطا کرتا ہے، اس لئے کہ امام حسنؑ نے مظلومانہ انداز میں ایک زبردست بہادر کا کردار ادا کیا۔شہادت عاشورا اس اعتبار سے حسنیؑ تھی کہ امام حسنؑ نے ہی اس کی بنیاد رکھی اور حسینیؑ بے مثال کارنامے کے وسائل فراہم کئے۔"(ایضاً)

بے شک اگر امام حسنؑ، امام حسینؑ کے زمانے میں ہوتے تو وہ بھی امام حسینؑ کا کام ہی انجام دیتے اور اگر امام حسینؑ کو امام حسنؑ جیسے حالات وحقائق کا سامنا ہوتا تو وہ بھی وہی کچھ کرتے جو امام حسنؑ نے کیا۔امام حسنؑ نے صلح کی پیشکش قبول کر کے نظام امامت کو باقی رکھا؛ تشیع بھی باقی رہی، آج بھی باقی ہے اور کوئی بھی طاقت اسے مٹانے کی قوت وصلاحیت نہیں رکھتی لہٰذا ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

"آپ کی صلح نہایت مفید اور پرثمر تھی اور ہم جانتے ہیں کہ جس مصالحت سے اہداف حاصل ہو جائیں وہ مصالحت اس جنگ سے بہتر ہے جس سے مقاصد کا حصول پردہ ابہام میں ہو یا پھر اس سے نقصان کے سوا کچھ بھی نہ مل رہا ہو۔"

امام حسن علیہ السلام کی حکومتِ اسلامی کے خاتمہ کا سب سے اہم سبب رہبرِ وقت کی عدمِ اطاعت

ہے۔ اسی طرح انہوں نے امام حسنؑ کو صلح کرنے پر مجبور کیا اور بعد میں ایسا کرنے کی بنا پر ان پر اعتراض کیا تھا۔ ایسے حالات میں اگر امام حسنؑ صلح نہ کرتے تو کیا کرتے جب دشمن دین کی خلاف ورزیاں کر رہا تھا، فریب کے جال بچھا رہا تھا اور اپنی بیٹیوں کے رشتے دے رہا تھا، اپنے فوجی امام کی بات نہیں مان رہے تھے اور حاکمِ شام کی صفوں میں شامل ہو رہے تھے تو آپ کے سامنے صلح کے سوا کون سا راستہ کھلا تھا؟ (الشیعۃ والحاکمون، ص ۱۱۵)

لوگ رہبران کی مشکلات کو بھول جاتے ہیں جو ہر طرف سے ان کو جکڑے ہوئے ہوتی ہیں۔ وہ چیزوں کو دور سے دیکھ کر ان کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں اور واقعات کے اسباب اور نتائج کا علم نہیں رکھتے۔ چونکہ اسباب زمینی حقائق سے جڑے ہوتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص وقت اور حالات کو نظر انداز کر کے اپنا مقصد حاصل کر سکے۔ لوگ "رہبر" پر تو نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن اس "معاشرہ" کو کچھ نہیں کہتے جو افراد کو متاثر کرتا ہے۔ پاکستان میں بھی ہم لوگ اسی مشکل میں گرفتار ہیں، ہمارے تمام تر مسائل اپنے قائد کی عدمِ اطاعت کی وجہ سے ہیں۔

اسی نکتہ کی جانب توجہ دلانے کے لئے علامہ سید شہنشاہ حسین نقوی کہتے ہیں:

"پاکستان میں قیادت کا مسئلہ نہیں بلکہ اطاعت کا مسئلہ ہے، پہلے قائد علامہ سید محمد دہلوی (اعلی اللہ مقامہ) چند دن کے لئے گھر بٹھا دیئے گئے، جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ فعال دکھائی نہیں دیتے، فرمانے لگے کہ اونچی چھلانگ لگانے کے لئے پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔" (خطاب سے اقتباس، علماء کانفرنس، اسلام آباد)

قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین (اعلی اللہ مقامہ) اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے انہیں سمجھایا جانے لگا کہ حضور شیعہ حقوق کی جنگ وہاں رہ کے نہیں لڑی جاسکتی۔ (سفیر انقلاب، ص ۹۸) قیادت سے مربوط علمائے حقہ کے خلاف عقائد کی جنگ کا آغاز کر دیا۔ جارحیت کرنے والوں کا نشانہ علمائے حقہ بنے۔ قوم واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوئی۔ جارح "غالی" اور نشانہ بننے والے "مقصرین" ٹھہرے۔ (سفیر انقلاب، ص ۹۹) ان کو میدان میں تن تنہا چھوڑ دیا گیا جس کے نتیجہ میں حکومت نے اسلام آباد معاہدہ کی خلاف ورزی کی (میثاق خون، ص ۴۳؛ آدابِ کارواں، ص ۳۲۸) قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے دورِ قیادت میں جناب سید حامد علی شاہ موسوی صاحب نے اپنی قیادت کا اعلان کر کے ایک شیعہ گروہ سمیت عدم اطاعت کا واضح ثبوت فراہم کیا۔ اتنے مسائل پیدا کر دیئے گئے کہ قائد شہید جیسے رہبر کا شیعہ

ہونا لوگوں کو مشکوک نظر آنے لگا۔ (سفیر نور، ص ۱۱۳) ہر جگہ پر شہید حسینیؒ کو صفائی پیش کرنا پڑتی کہ ہم نہ وہابی ہیں اور نہ ہی مقصر (میثاق خون، ص ۱۳۱، ۹۵) آپؒ اتنا مجبور ہو گئے کہ صد علما کی موجودگی میں استعفیٰ پیش کر دیا کہ کسی اور کو ذمہ داری سونپی جائے۔ (سفیر نور، ص ۱۱۲) جو اپنوں میں اپنے آپ کو شیعہ ثابت کرتا رہا؛ وہی اپنی سرگرمیوں اور جانفشانی کے سبب عالمی استعمار اور ان کے پاکستانی ایجنٹوں کی آنکھوں کا کانٹا بنا رہا۔ آخر کار ۵ راگست ۱۹۸۸ء کو پشاور میں انہیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ (ایضاً، ص ۳۲۷)

قائد کی شہادت کے بعد ایک بار پھر قوم یتیم ہونے لگی تو علمائے کرام نے آگے بڑھ کر ملت کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور سرپرستی کا حق ادا کرتے ہوئے تحریک کے آئینی اداروں سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کے ذریعہ علامہ سید ساجد علی نقوی کو اس قوم کا سربراہ و سرپرست اور ملت کا قائد منتخب کیا۔ ان کی قیادت میں جہاں تحریک جعفریہ تلخ اور مشکل ترین مراحل سے گزری وہاں بے انتہا کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ پاکستانی سیاست میں قدم رکھنے کے ساتھ دہشت گردی، تکفیریت اور فرقہ واریت جیسے طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑ گیا۔

تحریک جعفریہ پاکستان کی محنتوں، کاوشوں، اعلیٰ دینی، سیاسی اور ملکی مقام سے خائف ہمارا دشمن ہماری وحدت، ہماری قیادت کی بصیرت، ہماری اسلامی یکجہتی کے لئے کی جانے والی کوششوں، ہمارے نظریہ ولایت فقیہ، علمائے کرام کی بصیرت افروز قیادت، پاکستان میں ہمارے زبردست کردار، قومی دھارے میں ہماری موجودگی، ہماری استعمار دشمنی اور سامراج مخالف پالیسیوں اور ہمارے روشن مستقبل سے خوفزدہ ہوا؛ اس لئے آئے روز ہمیں اپنی قیادت سے نفرت دلا کر، ہماری قیادت اور پلیٹ فارم کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے، ہمیں آپس میں لڑا کر، باہم دست و گریبان کر کے، ہمیں ایک دوسرے سے بد اعتماد کر کے، نوجوانوں کو علمائے کرام سے بدگمان کر کے، ملت جعفریہ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔

رازوں سے ناواقف بعض افراد کی طرف سے پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کا ذمہ دار قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو ٹھہرایا جاتا ہے کہ جو شیعوں کا قتل عام پاکستان میں ہو رہا ہے اس کا جواب علامہ ساجد نقوی کو دینا ہوگا؛ بالآخر کیوں؟ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سے لے کر آج تک کس دور میں شیعہ قتل نہیں ہوئے؟ امام حسن علیہ السلام کے دور میں حاکمِ شام نے کون سا ظلم نہیں کیا؟ امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں حجر بن عدی، عمرو بن حمق، رشید ہجری جیسی عظیم شخصیات کا قتل نہیں ہوا کیا؟ حجاج بن یوسف کے ظلم کس سے پوشیدہ ہیں؟ اس کے قتل عام کو تو شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(مرآۃ الجنان، ج ۱، ص ۲۸۵) عمر بن عبد العزیز کہتے ہیں:

"اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے ان پر بازی لے جاسکتے ہیں۔" (خلافت وملوکیت، مودودی، ص ۱۸۶)

اس کے زمانے میں جو لوگ قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کئے گئے صرف ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ جب وہ مرا تو اس کے قید خانے میں ۸۰ ہزار بے قصور انسان مقدمے اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قید تھے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں بنی عباس کو اقتدار بخشنے کے لئے فقط ابو مسلم خراسانی نے اپنے زمانۂ اقتدار اور لڑائیوں میں چھ لاکھ انسانوں کو قتل کیا۔ (تاریخ الطبری، ج ۵، ص ۱۷۷) (مذکورہ روایت قتل عام پر دلالت کرتی ہے) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دورۂ امامت میں حاکم وقت نے اتنا خون بہایا کہ اس سے قبل والوں کا ظلم قابل مقایسہ نہیں ہے۔ متوکل عباسی کی بربریت کو کون نہیں جانتا؟ جو قائد ملت کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں وہ ان لوگوں کے خون کو کس کے کھاتے میں ڈالنا پسند کریں گے؟!

۱۹۶۳ء میں ٹھیڑی (سندھ) کے شہداء کا ذمہ دار کون ہے؟ قائد شہیدؒ کے دور میں ہونے والی شہادتوں، واقعات (آداب کارواں، ص ۲۳۰) ان کی زندگی میں لوگوں کا جیلوں میں رہنا، امامباڑوں کا تباہ ہونا اور شیعوں کے گھروں کے جلائے جانے (میثاق خون، ص ۱۱۳) کا ذمہ دار کون ہے؟ بے مقصد قسم کی دشمنی کا قائل نہیں ہونا چاہئے، پہلے ایک مقصد طے کرنا چاہئے، پھر کسی سے دشمنی اور نجات کے لئے عملی جدوجہد کا وقت آئے گا۔ تقسیم در تقسیم ہماری ہی قسمت میں کیوں ہے۔ اس کا جواب دوسروں پر تنقید کرنے سے نہیں ملے گا بلکہ ہمیں اپنے باطن کو ٹھیک کرنا ہوگا؛ اپنے اندر اخلاقی گڑھوں کی گہرائیوں کو کم کرنے سے ہی ہم ایک آزاد، خودمختار اور انقلابی قوم کے طور پر اپنا وجود قائم کر پائیں گے۔

کسی انسان کی اہمیت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے دشمنوں پر نظر ڈال لینی چاہئے عظیم لوگوں کے اکثر دشمن جھوٹے، مکار اور منافق ہوتے ہیں۔ عظیم لوگوں کو تمام عمر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کا سامنا رہتا ہے اور یہ سلسلہ ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اکثر اوقات چھوٹے لوگ بڑا بننے کے لئے اپنے قلم وزبان سے عظیم لوگوں کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی ناکام کوشش میں اپنا دامن تار تار کر دیتے ہیں؛ بعض افراد خود قائد بننے کو مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مے نوشی کئے بغیر اچھے اشعار کہتے تھے اور بہت سے بڑے شعرا، ان کے اس لئے مخالف تھے؛ اسی طرح قائد ملت علامہ سید ساجد علی نقوی شور شرابا کئے بغیر اپنے قومی اہداف حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

پاکستان میں بعض افراد استقامت، مقاومت اور انقلاب کے داعی ضرور ہیں لیکن وہ متبادل نظام پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں؛ اپنے معاملات میں مبہم ہونے کے علاوہ خود کو "امام موسیٰ صدر" قرار دیتے ہیں یا "سید حسن نصراللہ" تاہم فکری دلائل اور ان کے اعمال ان کے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہیں، دکھائی یہی دیتا ہے کہ وہ قومی معاملات میں "تضادات" کا مجموعہ ہیں۔

بعض لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ راستہ منزل کی طرف نہیں جاتا بلکہ منزل سے دور کرتا جا رہا ہے۔ ظلم کے نظام کو بدلنے کی خواہش نے لوگوں کو سیاست کے انجان راستوں پر چلا دیا ہے اور انہیں پتا نہیں چل پاتا کہ وہ اپنوں کے خلاف غیروں کے مددگار ہیں۔ مسائل اور تنازعات کو حل کرنے کے لئے جس جرأت اور بصیرت کی ضرورت ہے جانے کب ہم لوگوں کو نصیب ہوگی اور جب تک نصیب نہیں ہوگی...تب تک دشمنانِ اسلام و تشیع مسکراتے رہیں گے۔ جنگجو ہونا آسان ہوتا ہے لیکن حق جو ہونا مشکل؛ پاکستان میں کسی کی خاطر قربانی دینے اور اپنی توانائیاں صرف کرنے سے پہلے اس بات کو کلیئر کرنا لازمی ہے کہ ہمارے اوپر کس کی اطاعت واجب ہے؟ ہم سب یہ جان لیں کہ صرف ظالم حکمرانوں کو سرنگون کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ بلند مقاصد تک پہنچنے کے لئے صالح قائد کی اطاعت ضروری ہے پھر اس کے ساتھ بصیرت اور تقویٰ کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

پاکستان (قومی معاملات) میں کس کی اطاعت واجب ہے؟

قیادت عربی زبان کا لفظ ہے جو قاد یقود قود سے لیا گیا ہے (المنجد عربی اردو، ص۸۴۶) یعنی کسی کے آگے چلنا، رہبری اور رہنمائی کرنا وغیرہ، جیسے کہا جاتا ہے، قیادۃ الجیش یعنی لشکر کی کمانڈ اور رہبری کرنا یا قائد الجیش یعنی آرمی کمانڈر وغیرہ جو ایک آرمی کا کمانڈر، رہنما اور رہبر ہوتا ہے اور جس چیز سے قائد وملت کے درمیان رابطہ پیدا ہوتا ہے اسے اطاعت کہتے ہیں؛ اطاعت کا لفظ طاع یطوع طوعاً، تابعداری کرنا اور فرمانبردار ہونے کے معنی میں ہے۔(المنجد عربی اردو، ص۶۱۷)

انسان ایک معاشرتی اور اجتماعی موجود ہے جو رہبری اور قیادت کے بغیر نہیں جی سکتا؛ خداوند متعال نے ہر امت کے لئے ایک ہادی و رہبر کا انتظام کیا ہے (انما انت منذر ولکلّ قوم هاد، سورہ الرعد، آیت ۷) اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک چھوٹے سے گھرانے سے لے کر ایک بڑی جماعت تک کے لئے ایک قائد کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ہر طرح کی سستی اور بے انضباطی سے بچاتے ہوئے اس کے اندر نظم وضبط پیدا کر سکے؛ کوئی بھی معاشرہ رہبر کے وجود سے خالی نہیں ہے چاہے وہ رہبر نیک ہو یا فاسق و فاجر

لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ (نہج البلاغہ، خطبہ ۴۰)

اگر رہبر کی حقیقی پیروی کی جائے تو آپس میں اختلاف کبھی نہیں ہوتا، اتحاد رہے گا، ڈرامہ بازیاں ختم ہو جائیں گی، سب ایک ہو جائیں گے۔ لہٰذا اگر ملت جعفریہ پاکستان زندہ رہنا چاہتی ہے اور کامیابی سے آگے بڑھنا چاہتی ہے تو سوائے اس کے کوئی اور راستہ نہیں ہے کہ اپنے رہبر کی سچی پیروی کرے۔ اسی لئے ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ روزانہ دعائے عہد سے اپنی صبح کا آغاز کرو، امام زمانہؑ سے عہد کرو کیونکہ اس سچے عہد کے ذریعے ہی خدا مومنین سے راضی رہتا ہے۔

جو ملت اپنے رہبر کو پہچان لیتی ہے اور اپنے رہبر کے حکم کی پیروی کرتی ہے وہ دنیا کی دوسری اقوام کی

نسبت کامیابی حاصل کر لیتی ہے؛لیکن جس قوم میں امام ورہبر کی اطاعت نہیں ہوتی اس قوم کے زوال اور تنزلی کو کوئی بھی نہیں روک سکتا بلکہ بسا اوقات اس قوم کی نافرمانی کو دیکھ کر خود اس قوم کا رہبر ہی اپنی قوم کی نابودی اور زوال کی پیشین گوئی کرتا ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

وانی واللہ لاظن انّ ھولاء القوم سیزالون منکم وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتھم امامھم فی الباطل۔

"خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم سے اقتدار کو چھین لیں گے اس لئے کہ اپنے باطل پیشوا کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ تم اپنے امام برحق کی نافرمانی کرتے ہو۔" (نہج البلاغہ،خطبہ نمبر ۲۵)

اسی بات کو امام علی علیہ السلام نے کسی دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

"بیشک شفیق، مہربان ناصح اور تجربہ کار عالم کی مخالفت اور نافرمانی ہمیشہ باعث حسرت اور ندامت ہوا کرتی ہے۔" (نہج البلاغہ،خطبہ نمبر ۳۵)

یادرکھیں پیروکار کو معاملات میں مشورہ دینے کا حق ہوتا ہے لیکن جب رہبر کوئی فیصلہ کر دے تو اس کی اطاعت سب پر واجب ہوتی ہے۔حتی کہ جو مشاورتی مرحلے میں اس فیصلے کے مخالف تھے انہیں بھی اطاعت کرنا ہوگی۔انہیں نظریاتی مخالف ہونے کے بہانے مخالفت کا کوئی حق نہیں ہے۔عبداللہ بن عباس نے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو یہ مشورہ دیا کہ فی الحال معاویہ کو اس سابقہ عہدے (حاکم شام) پر برقرار رکھیں اور بصرہ کا فرمانروا طلحہ کو اور کوفہ کی ولایت زبیر کے نام لکھ دیں، پھر حالات سازگار ہونے کی صورت میں ان کو معزول کر دیں۔ (تاریخ الطبری، ج ۳،ص ۱۷۶۔۱۷۷) امام علیؑ نے اس مشورے کو ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

لك أن تشیرعلیّ و أری، فإن عصیتك فأطِعنی۔

تمہارا کام مشورہ دینا ہے، اس کے بعد رائے میری ہے لہٰذا اگر میں تمہارے خلاف بھی رائے قائم کرلوں تو تمہارا فرض ہے کہ میری اطاعت کرو۔ (نہج البلاغہ،حکمت ۳۲۱)

ابن عباس نے کہا:

"میں ایسا ہی کروں گا اور میرے نزدیک اطاعت سے زیادہ آسانی کسی چیز میں نہیں

ہے۔"(تاریخ الطبری، ج۳،ص۱۷۷؛ مروج الذہب، ج۲،ص۵۸۹)

رہبر کے حکم کی اطاعت پیروکار کی خصوصیت ہوتی ہے۔قرآن کریم کا کہنا ہے کہ حقیقت میں سچے مومنین وہی ہیں جو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کو عملی طور پر قبول کرتے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔

(اے رسول) تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی رنجش نہ آئے بلکہ وہ (اسے) بخوشی تسلیم کریں۔(سورہ النساء، آیت ۶۵)

عبداللہ بن ابی یعفور جو امام صادقؑ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں اور امامؑ کے مورد احترام ہیں؛ ان کا کہنا ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا:

واللہ لو فلقت رمّانة بنصفين فقلت هذا حرام وهذا حلال لشهدت الذی قلت حلال حلال وان الذی قلت حرام حرام فقال رحمك الله رحمك الله۔

"خدا کی قسم اگر انار کے دو ٹکڑے کر کے ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام قرار دے دیں، میں اسے تسلیم کرتے ہوئے آپ کے حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کہوں گا۔امامؑ نے سن کر دو مرتبہ دعا فرمائی خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کر دے۔"(رجال کشی، النص، ص۲۴۹؛ سفینۃ البحار، ج۶، ص۴۲؛ مکاتیب الائمہ، ج۴، ص۳۳۶)

امام جعفر صادقؑ نے اس کے بارے میں فرمایا:

"میں نے عبداللہ بن یعفور جیسا کوئی نہیں پایا جو میری نصیحتوں کو قبول کرے اور میرے اوامر کا مطیع ہو۔"(رجال کشی، ص ایضاً)

ایک اور روایت میں ہے کہ مولا علیؑ نے فرمایا:

"یاد رکھو کہ خداوند غیر مستقل مزاج بندوں سے نفرت کرتا ہے۔پس کبھی بھی حق سے کنارہ کشی نہ کرو اور اہل حق کی ولایت کے حصار سے نہ نکلو۔جو کوئی بھی ہماری جگہ دوسروں کی اطاعت کرے گا ہلاک ہو جائے گا۔اس کی دنیا تباہ ہو جائے گی اور حسرت و افسوس کے

ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا۔"(الخصال، ج۲،ص ۶۲۶؛ الامالی شیخ مفید،المجلس سادس عشر،ص ۱۳۷)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے فرمانبرداروں کے بارے میں بھی آیا ہے:

هم اطوع له من الامة لسيدها۔

"وہ آقا کے سامنے کنیز کی فرمانبرداری سے زیادہ اپنے امامؑ کے فرمانبردار و مطیع ہیں۔"(سرور اہل ایمان فی علامات ظہور صاحب الزمان، النص،ص ۹۷؛ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۰۸؛ ریاض الابرار فی المناقب الائمہ الاطہار، ج ۳،ص ۱۸۲؛ سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۲۴۴)

ولی عصر حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف فرماتے ہیں:

اما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة أحاديثنا فانهم حجتي عليكم و انا حجة الله۔

"غیبت کبریٰ کے زمانے میں پیش آنے والے حالات کے سلسلے میں ہماری احادیث کو بیان کرنے والے راویوں کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں جس طرح ہم اللہ کی طرف سے حجت ہیں۔"(کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۲،ص ۴۸۴؛ الغیبۃ الطوسی،ص ۲۹۱؛اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۱؛ کشف الغمہ، ج ۲،ص ۱۰۲۵؛ الزام الناصب فی اثبات الحجۃ الغائب،ج ۱،ص ۳۹۱؛ مناقب الطاہرین، ج ۲،ص ۸۸۵)

ملت جعفریہ پاکستان نے ۱۲۔ ۱۳/اپریل ۱۹۷۹ء کو بھکر میں آل پاکستان شیعہ کنونشن کا انعقاد کر کے اپنے حقوق کے حصول کے لئے اس کنونشن میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا قیام عمل میں لایا اور علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کو قائد ملت جعفریہ منتخب کیا۔ جماعت کا قیام اور قائد ملت کا انتخاب عوامی امنگوں کا آئینہ دار تھا۔ جماعت کے قیام کے بعد جماعت کے لئے دستور کمیٹی نے ایک "آئین" مرتب کر کے علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کو پیش کیا؛ جو قائد مرحوم نے ۱۴/اگست ۱۹۸۱ء کو منظور کیا، اس تاریخ کے بعد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا دستور نافذ العمل ہوا۔ (آرٹیکل، تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، از قلم :سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، ماخوذ از مجلہ "تحریک" جنوری ۱۹۹۶ء، صفحہ ۳۰۔۳۱)

دستور کمیٹی کے کنوینئر سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ کہتے ہیں:

"کسی بھی جماعت یا ادارے کا وہ بنیادی ڈھانچہ جس کے ذریعے وہ اپنے منشور، اغراض و مقاصد اور برتر اصولوں کی ترتیب وتشکیل کرکے اپنی حیثیت اور تنظیم کی بناوٹ کا تعین کرتی ہے اسے دستور کہا جاتا ہے۔ آئین و دستور ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جس کے مطابق جماعت اپنے اختیارات کی حدود، مختلف شعبہ جات کی تنظیم اور فرائض کی تشریح کرتی ہے یعنی آئین جماعت کے لئے روح کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی ہر تحریک اور کارکردگی اس کے تابع ہوتی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۳۰)

قائد ملت جعفریہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی وفات کے بعد اس آئین کے تحت مجلس عاملہ اور مرکزی کونسل کے مشترکہ اجلاس ۱۰ رفروری ۱۹۸۴ء قصر زینب بھکر میں سید وزارت حسین نقوی کی تجویز پر شہید ملت علامہ عارف حسین الحسینی کو قائد منتخب کیا گی۔ (قائد شہید کے خطاب سے اقتباس، ویڈیو کلپ موجود؛ آرٹیکل، تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، ازقلم: سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، ماخوذ از مجلہ "تحریک" ص ۳۱، جنوری ۱۹۹۶ء؛ سفیر نور، ص ۹۱، اشاعت دوم ۱۹۹۸ء؛ قصر زینب بھکر میں لگے بورڈز؛ انٹرویو وزارت نقوی) علامہ عارف حسین الحسینیؒ کی شہادت کے بعد آئین کی شق نمبر ۱۴ کے تحت موجودہ قائد علامہ سید ساجد علی نقوی کا انتخاب پشاور کے مقام پر عمل میں آیا۔ (ایضاً آرٹیکل وزارت نقوی)

ملت تشیع کا نصف صدی پر مشتمل ملی پلیٹ فارم جو کہ قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کی قیادت میں رواں دواں ہے اور اسے ملت تشیع کے بزرگ وجید علما کی قاطعانہ حمایت حاصل ہے اور اپنے اہداف کے حصول کے لئے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کے شعبہ جات پوری آب وتاب کے ساتھ قومی مشکلات ومسائل کے حل کے لئے مصروف ہیں۔ اسلامک ایمپلائز، اسلامک ٹیچرز، جعفریہ یوتھ، شعبہ خواتین، جے ایس او (طلبہ وطالبات)، قانونی امداد کا شعبہ، پاکستان ایجوکیشنل کونسل اور شعبہ تبلیغات اسلامی اپنی فعالیت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی جو تنظیم بھی اس قومی پلیٹ فارم کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہے تو وہ دوسرے شعبہ جات کی طرح اس جماعت کی ذیلی تنظیم کے طور پر کام کرسکتی ہے، اس کے لئے ہر وقت دروازے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر شہیدؒ کے انٹرویو سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ قومی جماعت فقط تحریک جعفریہ ہے۔ آپ تحریک کو ایک Umbrella Organization کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ (سفیر انقلاب، ص ۱۴۹)

شیعہ علماءکونسل پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ عارف حسین واحدی کہتے ہیں:

"ایس یو سی علامہ سید محمد دہلوی، علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم اور قائد شہید کی وارث جماعت ہے۔" (جعفریہ پریس، ۲۷ جون ۲۰۱۲ء)

واحدی صاحب درست اور بجا فرماتے ہیں کیونکہ ان کے اس موقف کی تائید قائد شہیدؒ کے ایک کلام سے بھی ہوتی ہے لہٰذا وہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

"تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، ایران کے انقلاب سے پہلے ہے جب سے پاکستان بنا ہے شیعوں کی ایک تحریک رہی ہے، پہلے اس کا نام "ادارہ تحفظ حقوق شیعہ" تھا پھر اس کا نام "شیعہ مطالبات کمیٹی" ہوگیا اور پھر بعد میں ضیاء الحق صاحب نے یہ اعلان کر دیا کہ ہم نظام مصطفیٰ لانا چاہتے ہیں تو "شیعہ مطالبات کمیٹی" سے شیعوں نے اپنا نام "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" رکھ لیا۔" (اسلوب سیاست، ص ۱۵۲)

قائد شہیدؒ نے اپنے ایک تنظیمی خطاب میں فرمایا:

"آپ افراد سے خواہش کرتا ہوں کہ آپ کی تنظیم کے کچھ اصول ہیں، آپ کی تحریک ایک تنظیم ہے، اس تنظیم کا ایک دستور ہے، اگر اسے آپ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تحریک ایک تنظیم ہے تو پھر اس کے اصولوں کی پابندی کریں، آپ فعالیت کریں، تنظیمی اصولوں کو مدنظر رکھیں، دستور کے اندر رہ کر کام کریں۔" (آداب کارواں، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲)

سوالات و جوابات کی ایک تنظیمی نشست میں ایک خاتون نے شہید حسینیؒ سے سوال کیا کہ مولانا حامد علی شاہ موسوی اور آپ کے گروپ کے درمیان اختلافات کیوں ہیں؟

قائد شہیدؒ نے جواب دیا:

"نہ کوئی عقائد کا اختلاف ہے اور نہ ہی کوئی اور اختلاف ہے البتہ جس بہن نے یہ سوال اٹھایا ہے اگر وہ خود تحقیق کر لے اور مطالعہ کر لے اور اس کے پس منظر سے آگاہ ہو جائے تو اس کے لئے یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ میں یہاں اتنا عرض کروں گا کہ بانی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین (اعلی اللہ مقامہ) کے دور میں ایک آئین لکھ دیا گیا تھا۔ اس آئین میں یہ بات موجود ہے کہ اگر قائد وفات پا جائے یا مستعفی ہو جائے تو پھر اس

آئین کے مطابق مجلس عاملہ اور مرکزی کونسل جو دو با اختیار ادارے ہیں ان کی ایک مشترکہ میٹنگ بلائی جائے اور وہ قائد مرحوم کے نائب اور جانشین کو منتخب کریں۔ جب مفتی جعفر حسین مرحوم وفات پا گئے اور اس وقت سینئر نائب صدر حجۃ الاسلام والمسلمین سید صفدر حسین نجفی موجود تھے تو انہوں نے بھکر میں مرکزی کونسل اور مجلس عاملہ کا مشترکہ اجلاس بلایا اور اس میٹنگ میں انہوں نے یہ ذمہ داری ہمارے حوالے کی۔ جبکہ ہمارے دوسرے بھائیوں نے اس آئین کو نظر انداز کیا اور راولپنڈی میں صرف تیس پینتیس افراد نے جمع ہو کر قائد مرحوم کی جگہ پر سید حامد علی شاہ موسوی صاحب کو قائد منتخب کیا اور پھر دس فروری جب بھکر میں ہمارا اجلاس ہو رہا تھا تو انہوں نے دینہ میں کونشن بھی منعقد کیا۔ ان کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ جب مفتی صاحب کے زمانے کا آئین موجود ہے تو اگر آپ کو اس عہدے پر آنا ہے تو پھر آپ آئینی طریقے سے آئیں نہ کہ غیر آئینی طریقے سے۔" (گفتار صدق، ص ۲۸۴۔۲۸۵)

ایک دیگر نشست میں آپؒ نے فرمایا:

"جناب حامد علی شاہ صاحب بھی اپنا طریقۂ انتخاب بیان کریں اور میں بھی بیان کرتا ہوں۔" (میثاقِ خون، ص ۶۳)

قائد موجود بھی اپنا طریقۂ انتخاب بیان کرتے ہیں اور بھی...؟!

ایک اور مقام پر قائد شہیدؒ فرماتے ہیں:

"ہر بات آئین کے مطابق ہونی چاہئے۔ پس تحریک کے آئین کے مطابق جب قوم کے منتخب نمائندگان جمع ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کر دیا، اس کی بنا پر جو اس تحریک کے آئین کے مطابق ہو وہ قانونی ہے اور جو اس آئین کی خلاف ورزی کرے وہ غیر آئینی ہے۔ پس جب ایک آئینی ہو گیا اور دوسرا غیر آئینی، تو پھر اگر ہر دو کو کہا جائے کہ وہ صلح ومصالحہ کی میز پر بیٹھیں تو یہ ظلم ہے۔ ملت جعفریہ میں اتنی جرأت ہونی چاہئے کہ حق کو حق، آئینی کو آئینی اور غیر آئینی کو غیر آئینی کہہ سکے۔" (میثاق خون، ص ۹۰)

شہید کے ان جملوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کوئی بھی انسان شہید کا نام لینے سے ان کا پیروکار نہیں بن سکتا بلکہ حقیقی پیروکار وہ ہے جو ان کی بات بھی مانتا ہے۔

حضرت آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی (مدظلہ العالی) کا قول بھی ملاحظہ ہو:

"اگر کسی نے قیادت کے عہدے پر آنا ہے تو چور دروازے سے آنے کی بجائے آئین وقانون اور دستور کے مطابق آئے۔" (جامعہ مخزن العلوم الجعفریہ شیعہ میانی ملتان کے سالانہ جلسہ پر خطاب سے اقتباس)

پس اب ہم یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ موجودہ ایام میں اس آئین کی کون پاسداری نہیں کر رہا ہے؟ تحریک جعفریہ یا...؟

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی فرماتے ہیں:

"میں اسی دستور کا منتخب شدہ قائد ہوں جو قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کا مرتب کردہ ہے۔" (مدرسہ زینبیہ راولپنڈی میں خطاب سے اقتباس ۲۶ جون ۲۰۱۲ء)

علامہ سید افتخار حسین نقوی کے ایک خطاب کا اقتباس ملاحظہ کرلیں:

"جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ علامہ سید ساجد علی نقوی حمایت کھو چکے ہیں وہ اپنی عقل کا علاج کرائیں۔" (علماء کانفرنس اسلام آباد میں خطاب سے اقتباس)

آیت اللہ حسن رضا غدیری نے قائد ملت کی صلاحیتوں کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا:

"قائد ملت جعفریہ پاکستان آیت اللہ سید ساجد علی نقوی دام عزہ میں وہ صلاحیتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے علماء انہیں اپنا قائد، علماء کی قیادت کی حمایت شرعی طور پر ضروری ہے۔" (دفتر تحریک، نجف اشرف)

گلگت بلتستان کے بزرگ ومعروف عالم دین شیخ حسن جعفری نے قیادت سے اپنی عقیدت کا اظہار کچھ یوں فرمایا:

"پاکستان میں علامہ سید ساجد علی نقوی حفظہ اللہ جیسا قیادت کے لئے کوئی وجود نہیں، میں ان سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتا ہوں۔"

موصوف کا ایک ویڈیو کلپ بھی سوشل میڈیا پر موجود ہے قائد محبوب کی موجودگی میں ان کے ولی فقیہ کے نمائندہ اور قائد ہونے پر روشنی ڈال رہے ہیں۔

شہید ڈاکٹر محمد علی نقویؒ کے ایک انٹرویو سے اقتباس حق وحقیقت کے متلاشی جوانوں کے لئے قابل

استفادہ رہے گا، وہ درج ذیل ہے:

سوال: آئی۔او اگر معاشرہ میں ملت کے افراد کو فعال کرتی ہے اور قومی طاقت کے طور پر منظر عام پر آکر اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لاتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

ڈاکٹر شہیدؒ: اس مقصد کے لئے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان موجود ہے۔

سوال: بعض حلقوں کی طرف سے یہ تاثر پیش کیا جاتا ہے کہ ملت جعفریہ کے بعض تعلیم یافتہ لوگ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان میں علمائے کرام کے زیر اثر کام کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں جبکہ وہ آئی۔او کے پلیٹ فارم پر متحد ہیں اور اس طرح سے وہ قومی قوت میں اضافہ کا باعث ہیں؟

ڈاکٹر شہید: اگر کچھ لوگ علمائے کرام کے ماحول میں کام کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا شکار ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ علیحدہ تنظیمیں، دستور، ڈھانچے اور قیادتیں منظر عام پر نہ لائیں بلکہ تحریک کے دائرہ میں داخل ہوکر اسے وسعت بخشیں اور ایسا ماحول پیدا کریں کہ جو ہر فرد کے لئے قابل قبول ہو۔(سفیر انقلاب، اشاعت اول ۱۹۹۶ء، ص ۱۱۶۔۱۱۷)

ڈاکٹر شہید کی صراحت سے معلوم ہو گیا کہ اگر نوجوان ڈاکٹر شہید کے راستے پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو انہیں قومی پلیٹ فارم (تحریک) سے ہی مربوط رہنا ہوگا۔

مخفی نہ رہے ڈاکٹر صاحب کا یہ انٹرویو ۱۹۸۹ء میں کیا گیا ہے۔(سفیر انقلاب، ص ۱۱۶) سوال پیدا ہوتا ہے کہ بالآخر یہ تعلیم یافتہ لوگ کون تھے، جو علمائے کرام کے زیر اثر کام کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھے؟ اور انہیں ڈاکٹر شہید علیحدہ تنظیم اور قیادت کو منظر عام پر لانے سے منع کر رہے تھے؟!

(واضح رہے کہ تحریک سے ایک گروہ ۱۹۹۶ء میں جدا ہوا ہے لیکن اختلافات کی باتیں ۱۹۸۹ء میں ہو رہی ہیں اور علامہ سید ساجد علی نقوی ۴/ستمبر ۱۹۸۸ء کو قائد منتخب ہوئے ہیں)

اب تھوڑا سا اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ۵/مارچ ۱۹۹۵ء شب اپنے کلینک سے فارغ ہوکر ڈاکٹر صاحب اپنے بچوں کے ہمراہ سید ذوالفقار علی نقوی کے گھر چلے گئے جو اس وقت تحریک جعفریہ کے رہنما کی حیثیت سے سرکاری سطح پر کی جانے والی گرفتاریوں کی بدولت جیل میں تھے۔ آپؒ ۶/مارچ کو معمول کے مطابق اسپتال، تحریک (جعفریہ) کے دفتر، فلاحی دفتر اور کلینک پر گئے اور آپ کی شہادت ۷/مارچ ۱۹۹۵ء میں ہوئی ہے۔(سفیر انقلاب، ص ۲۷۸) ۸/مارچ کے اخبارات میں بھی یہ خبر نشر ہوئی کہ تحریک جعفریہ پاکستان کے مرکزی رہنما کا قتل، ان کا جنازہ بھی قائد موجود نے پڑھایا تھا اور خطاب بھی

کیا تھا۔ ڈاکٹر شہید کے متعلق مزید معلومات کے لئے راقم الحروف کی تحریر: ڈاکٹر شہید کی زندگی کے پوشیدہ پہلو، کی طرف مراجعہ کیا جائے) اس سے معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر شہید آخری سانس تک قومی پلیٹ سے مربوط رہے؛ اور آپ کی شہادت کے بعد ہی تحریک جعفریہ کو توڑنے کی سازش کی گئی ہے۔ لیکن تمام تر سازشوں کے باوجود تحریک جعفریہ کا قافلہ آج بھی رواں دواں ہے۔

اس کے علاوہ قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی، ولی فقیہ رہبر کبیر حضرت امام خمینیؒ کے نمائندہ رہے ہیں (صحیفہ امام، ج۲۱، ص ۲۵۲) اور موجودہ ولی فقیہ رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کے نمائندہ بھی ہیں۔ (نامہ نمائندگی رہبر، دفتر تحریک میں موجود) لیکن اس کے باوجود پھر بھی بعض لوگوں نے جدا اپنے اپنے راستے بنا لئے ہیں۔

علامہ مشتاق حسین ہمدانی کہتے ہیں:

"۱۹۹۷ء میں بذات خود میں سپریم کونسل کے اس وفد میں شامل تھا جو مقام معظم رہبری سے ملنے گیا۔ اس وفد میں سے دو آدمی اب شہید ہو چکے ہیں، جبکہ دو زندہ ہیں۔ کل چار افراد تھے، جنہوں نے موجودہ قائد کے حوالے سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے رہبر سے پوچھا تھا کہ کیا آقای ساجد آپ کے نمائندہ ہیں۔ سوال کرنے والوں میں سے آغا حسن ترابی شہید اور انور علی آخونزادہ شہید اور دو افراد جو زندہ ہیں وہ مولانا عابد حسینی صاحب اور ہمارے کشمیر سے غلام رضا نقوی صاحب جو ممبر رہے ہیں کشمیر کونسل کے، یہ چار افراد تھے، انہوں نے یہ سوال کیا تھا۔ میں اس بات کا شاہد ہوں کہ چاروں کے جواب میں رہبر معظم نے یہ فرمایا کہ وہ میرے نمائندہ ہیں۔ جس طرح پہلے تھے، اسی طرح اب بھی ہیں۔ اب یہاں پر آ کر بات ختم ہو جاتی۔ اگر ہم نظریہ ولایت فقیہ کے پیروکار ہیں اور یقیناً ہیں تو اگر اس ولی فقیہ کی بات کو نہیں ماننا تو اس نظریہ ولایت فقیہ کی بات کا پرچار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" (ماخوذ از: سائٹ، تقریب خبر رسان ایجنسی، ۲۲/اسفند ۱۳۹۱)

۱۹۹۸ء میں ایک اور وفد نے بھی رہبر معظم سے ملاقات کی اور ان سے مذکورہ بالا سوال کیا اور رہبر معظم نے وہی جواب دیا جو پہلے بیان فرما چکے تھے۔ (رہبر معظم انقلاب اسلامی کی طرف سے مختلف مراحل میں قائد ملت جعفریہ پاکستان کی تائید، صفحہ ۲)

نہضت جعفری پاکستان شعبہ قم کے لیٹر پیڈ پر پاکستان کے مرکزی شیعہ علما اور رہنماوں کے مقام

معظم رہبری سے قائد موجود کی نمائندگی کے بارے میں کئے گئے سوالات اور رہبر معظم کے جوابات ان شخصیات کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہیں۔ (راقم الحروف کے پاس کاپی موجود ہے)

ہر کوئی مانتا ہے کہ سپریم کونسل نے قیادت علامہ ساجد نقوی کے سپرد کی ہے، اگر اس کونسل نے انہیں اس عہدے سے ہٹایا ہے تو اکثریت کا فیصلہ منظر عام پر ابھی تک کیوں نہ آیا؟ انتخاب پر تو دلیل موجود ہے، لہٰذا ہٹانا دلیل می خواہد۔!

رہبر معظم سے کئے گئے ایک سوال کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں جو "پرسمان زندگی" کتاب میں "ولایت فقیہ و حکم حاکم" کی بحث کے ذیل میں موجود ہے۔

سوال: کیا نمائندہ ولی فقیہ کے احکامات جو نمائندگی کے دائرہ کار میں آتے ہیں ان کی اطاعت واجب ہے؟

جواب: اگر اس کے احکامات، ولی فقیہ کی طرف سے دیئے گئے دائرہ کار اور اختیارات میں سے ہوں تو ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (پرسمان زندگی "اجوبۃ الاستفتائات" صفحہ ۲۹، ناشر: دفتر نشر معارف، وابستہ بہ نہاد نمایندگی مقام معظم رہبری در دانشگاہ)

اس بارے میں مزید ہم کچھ کہیں گے تو شکایت ہوگی فقط ایک جملہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ "سند فدک اور اعلان غدیر" سے زیادہ تو قائد ملت کی "سندِ نمائندگی" اہم نہیں ہے جب اُن کا انکار کیا جا سکتا ہے تو اس کا کیوں نہیں کیا جا سکتا۔؟!

نتیجہ: پاکستان کے اصولی، آئینی و قانونی قائد حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی ہیں؛ پاکستان کے بزرگ و جید علما کی قاطعانہ حمایت بھی انہیں حاصل ہے اور دو ولی فقیہ کی نمائندگی بھی انہی کے پاس ہے؛ ہر معاملے میں ان کا موقف ہی معتدل اور معقول ہوتا ہے؛ نیز سینئر تنظیمی برادر جناب طارق شیراز (ادلّہ کی بنا پر) کے بقول علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب میدان میں موجود علما میں سب سے بہتر (خیر الموجودین) ہیں۔ (کالم سے ماخوذ)

پس اگر قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی اطاعت واجب نہیں ہے تو ہمارے اوپر اور کسی کی اطاعت واجب نہیں بنتی ہے۔

مذکورہ مطلب کی تائید میں علامہ سید شہنشاہ حسین نقوی کا علما کانفرنس اسلام آباد کے اجتماع سے خطاب سے اقتباس پیش خدمت ہے:

جو امام خمینی اور شہید باقر الصدر کا شاگرد ہو، جس نے حوزتین (نجف وقم) میں تعلیم حاصل کی ہو، جب اس پر اعتماد نہیں تو بھائی تم۔۔۔۔(خطاب سے اقتباس، ویڈیو کلپ موجود)

شیعہ علما کونسل صوبہ سندھ کے نائب صدر علامہ جعفر سبحانی کہتے ہیں:

"دنیا کے جن خطوں میں رہبر و راہنما کی اطاعت کی جا رہی ہے وہاں شیعیت سربلند و سرفراز ہے لیکن پاکستان میں دشمنوں کی تمام تر سازشوں کے باوجود تشیع کا وقار برقرار ہے تو یہ قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔" (خطاب سے اقتباس، پوسٹ فیس بک، جے ایس او کراچی)

اس کے علاوہ دیگر جید علما بالخصوص شہید سید ضیاء الدین رضوی اور علامہ شیخ محسن علی نجفی کے انٹرویوز بھی قابل غور ہیں، پس ہمیں اپنی قیادت اور پلیٹ فارم کو مضبوط کر کے، نوجوانوں کو علما کے قریب لا کر، قیادت اور پلیٹ فارم کے خلاف اٹھنے والی ہر منفی آواز کا جواب دے کر، ملی وحدت کو زیادہ مضبوط کر کے، علمائے کرام کے وقار میں اضافہ کر کے، آپس میں غلط فہمیوں کو دور کر کے، دشمن کی سازشوں کا ادراک کر کے، ایک بابصیرت مومن کی مانند، باوقار طریقے سے صبر و حکمت کا ہتھیار لے کر حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اپنے دشمن کو ناکام بنانا ہوگا۔ قائد ملت جعفریہ، شیعہ علما کونسل پاکستان کے سربراہ، ملی یکجہتی کونسل کے مرکزی رہنما اور متحدہ مجلس عمل کے مرکزی نائب صدر علامہ سید ساجد علی نقوی سے اپنے آپ کو مربوط رکھتے ہوئے مکمل ہم آہنگی، اخوت و وحدت، محبت، حوصلے اور اسلامی جذبے کے تحت اس پلیٹ فارم پر ملت کے مسائل کے حل، مکتب تشیع اور عزاداری سید الشہداء کے تحفظ اور پاکستان میں ملت جعفریہ کے حقوق کی جدوجہد کو جاری رکھیں۔ یقیناً خداوند تعالیٰ ہمارے ساتھ اور امام زمانہؑ ہمارے حامی و ناصر ہوں گے۔

بڑھتے رہیں یونہی قدم

حی علی خیر العمل

کسی سے دشمنی تمہیں بے انصاف نہ بنا دے

اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔

"اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے۔ (سادہ الفاظ میں یعنی کسی سے دشمنی تمہیں بے انصاف نہ بنا دے)"

اس آیت میں عدالت سے انحراف کے ایک عمومی سبب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قومی عداوتیں اور شخصی معاملات کہیں تمہیں اجرائے عدالت سے روک نہ دیں اور کہیں دوسروں پر تجاوز کا سبب نہ بن جائیں کیونکہ عدالت ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ یہاں بلاوجہ بغض میں افراط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے نیز مسلمانوں کو یہ حکم ملا ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل و انصاف سے پیش آیا کرو؛ کیونکہ جہاں وہ دشمن ہے وہاں انسان بھی ہے، بلکہ پہلے انسان اور بعد میں دشمن ہے۔ چنانچہ امام علی علیہ السلام سے روایت ہے:

یا تو وہ تمہارا برادر دینی ہے یا تجھ جیسی مخلوق۔ (نہج البلاغہ)

بعض احباب کی جانب سے ایک شُبہ یا سوال جو کہ دراصل ایک اعتراض ہی ہے، کیا جاتا ہے؛ وہ یہ کہ "علامہ سید ساجد علی نقوی" نے کیا، کیا ہے؟ ہم یہاں پر قائدین کے کچھ امور جو انھوں نے اپنے دورۂ قیادت میں انجام دیئے ہیں ان کا ذکر کئے دیتے ہیں تا کہ ہم دیکھ پائیں کہ اس سوال و اعتراض میں کتنا دَم پایا جاتا ہے؟ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ وہ کیا فعالیتیں ہیں جو قائد مرحومؒ اور قائد شہیدؒ نے کی ہیں وہ تو کام شمار ہوتی ہیں اور وہ فعالیت جو علامہ سید ساجد علی نقوی نے انجام دی ہے اسے ہم کام میں شمار نہیں کر سکتے۔!

اس کی کیا وجہ ہے؟ واقعاً وہ فعالیت کام میں شمار نہیں ہوتی یا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی ذات سے مخالفت برائے مخالفت کی بنا پر کہہ دیا جاتا ہے جس کی کوئی اور بنیادی وجہ نہیں ہے یا ان سے دشمنی کی وجہ سے بے انصافی سے کام لیا جا رہا ہے؟

علامہ مفتی جعفر حسین مرحومؒ

ملک گیر دورہ جات اور خطابات؛ تحریک کا پہلا اجلاس جس میں سپریم اور مرکزی کونسلز جیسے ادارے عمل میں آئے؛ جماعت کا آئین ودستور بنایا گیا؛ ضیاء الحق سے تحریک کے وفد کی ملاقات؛ قوم کو ملکی حقائق سے آگاہی؛ ۶/جولائی ۱۹۸۰ء کا کنونشن اسلام آباد اور سیکرٹریٹ کا گھیراؤ؛ معاہدہ اسلام آباد؛ بحالی جمہوریت کی تحریک ایم آر ڈی کی حمایت؛ آخری ایام میں سیاسی انٹرویو اور دیگر اقدامات۔۔۔(مزید معلومات کے لئے سفیر نور اور سفیر انقلاب کا مطالعہ کیا جائے)

شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ

ملک گیر دورہ جات اور سیاسی و مذہبی خطابات؛ تنظیمی تربیتی دروس؛ علما، ذاکرین، صاحب ثروت، دانشور، صحافیان اور نوجوانوں سے ملاقاتیں؛ ضیاء ریفرنڈم کا بائیکاٹ؛ سانحہ کوئٹہ اور لانگ مارچ کا اعلان؛ شریعت بل اور فرقہ واریت کے حوالے سے اقدامات؛ جہاد افغانستان کے حوالے سے موقف؛ انقلاب اسلامی ایران کی حمایت میں کانفرنسز کا انعقاد اور خطابات؛ فلسطین اور لبنان کی حمایت؛ سامراج کی مخالفت؛ یوم القدس کے سلسلے میں سالانہ احتجاج؛ عملی سیاست میں ورود؛ مینارِ پاکستان پر قرآن و سنت کانفرنس کا انعقاد؛ سیاسی منشور کا اعلان؛ ڈویژنل سطح پر قرآن وسنت کانفرنسز کا انعقاد؛ جلوسہائے عزاداری پر فائرنگ اور امام بارگاہیں اور مومنین کے گھر نذر آتش کئے جانے کے خلاف یوم سیاہ کا اعلان؛ اتحاد و وحدت کے لئے کوششیں اور اس طرح کے دیگر اقدامات... (مزید معلومات کے لئے سفیر نور، سفیر انقلاب، میثاق خون، اسلوب سیاست، گفتار صدق اور آداب کارواں کا مطالعہ کیا جائے)

علامہ سید ساجد علی نقوی (مدظلہ العالی)

ملک گیر دورہ جات اور سیاسی و مذہبی خطابات؛ تنظیمی تربیتی دروس؛ ۱۹۸۸ ڈیرہ اسماعیل خان جلوس عزا کا روٹ بحال کرانے کے لئے کال دی جو کسی محاذ سے کم نہ تھی؛ شریعت بل اور ناموس صحابہ بلز کا

خاتمہ؛تکفیریت کی اصطلاح سے آشنائی دینا اوراس کا مقابلہ کرنا؛ شدت پسندی سے اجتناب؛ سامراج کی مخالفت؛عزاداری کانفرنسز کا انعقاد؛عزاداری کے خلاف ہونے والی سازشوں کونا کام بنانا؛یوم القدس کے سلسلے میں سالانہ احتجاج؛ جماعت کے نام میں وسعت؛شہدا کےلواحقین کی امداد؛شہدا کی برسیوں کا انعقاد؛ عدالتی مقدمات کے لئے تعاون؛ پاکستان ایجوکیشنل کونسل کا قیام؛تحقیقی ”مرکز مطالعات اسلامی پاکستان“ کا قیام؛قومی اخلاقیات کے متعلق خطابات؛ ماہنامہ تحریک کی اشاعت؛ پندرہ روزہ تحریک اخبار؛

۱۹۸۸ء میں ملکی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینے کا اعلان کیا اورقومی انتخابات میں ”تختی“ کے انتخابی نشان کے تحت امیدواروں کومیدان میں اتارا۔

۱۹۹۰ء میں وطن عزیز کی فضا کو بہتر بنانے کے لئے پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری کے ساتھ مل کر”اعلامیہ وحدت“ جاری کیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی سے اتحاد کیا اور پاکستان جمہوری اتحاد پی ڈی اے کے پلیٹ فارم سے ملکی سیاست میں شریک رہے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۹۱ء کوعلامہ سید عارف حسین الحسینیؒ شہید کی تیسری سالانہ برسی مینار پاکستان پر لاہور کے سائے تلے منائی گئی جس میں ملک بھر سے لاکھوں افراد نے شرکت کی اور حکومت سے زبردست احتجاج کیا۔(سفیرنور،ص ۴۱۹،اشاعت اول ۱۹۹۴ء)

۱۹۹۳ء میں شریعت بل کے حوالے سے دینی جماعتوں کےفورم میں اتحاد کے لئے اہم کردار ادا کیا اوراس تحریک کوآگے بڑھایا۔

۱۹۹۳ء کےقومی انتخابات میں لوکل ایڈجسٹمنٹ کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے اپنے حمایت یافتہ امیدوار کامیاب کرائے؛لانگ مارچ کا اعلان؛

۱۹۹۴ء میں ملی یکجہتی کونسل جیسے تاریخی پلیٹ فارم کی تشکیل میں بانی کی حیثیت سے کردار ادا کیا اور اسے فعال ومؤثر کرنے کے لئے اپنی کوششیں کیں۔

۱۹۹۴ء میں مینار پاکستان لاہور پر عظمت اسلام کانفرنس کاانعقاد؛ ڈویژنل سطح پر عظمت اسلام کانفرنسز کاانعقاد؛

۱۹۹۴ء میں ہی سینٹ کے انتخابات میں حصہ لے کرصوبہ خیبر پختونخواہ (سرحد) سے ایک سینیٹر منتخب کرایایہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا شیعہ عالم دین تھا جوایوان بالا کا رکن منتخب ہوا۔

۱۹۹۴ء گلگت بلتستان کے انتخابات میں تحریک جعفریہ نے ۸ منتخب اور ۴ مخصوص نشستوں سمیت کل ۱۲ نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔

۱۹۹۵ء میں سفیر امن کی خصوصی ہدایت پر گلگت بلتستان کے غریب عوام کے لئے فلاحی میدان میں منصوبہ جات کا جال بچھایا گیا جس میں پل، تالاب برائے آبپاشی، پینے کے صاف پانی کے لئے پائپ لائنیں، ڈسپنسریاں، زچہ بچہ سنٹرز شامل ہیں۔

۱۹۹۸ء میں شہباز قلندر کے مزار پر عزاداری کے لئے کی گئی سازش کا سر کچلا۔

۱۹۹۹ء گلگت بلتستان کے انتخابات میں سفیر امن کی رہنمائی میں تحریک جعفریہ نے بھرپور حصہ لیا اور تاریخی کامیابی ہوئی؛ اکثریتی جماعت کی حیثیت سے تحریک نے حکومت بنائی جس کا سربراہ ڈپٹی چیف ایگزیکٹو قرار پایا۔ (جسے موجودہ سیاسی پیکج میں وزیراعلیٰ کہا گیا ہے) اس دوران تحریک نے نہ صرف گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کی جدجہد کو زیادہ مؤثر اور بہتر انداز میں اجاگر کیا بلکہ اس علاقے کے طول وعرض میں ترقی وخوشحالی کے بے شمار منصوبے شروع کر کے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں جماعتی فیصلوں کی روشنی میں پاکستان مسلم لیگ ن سے اتحاد کیا اور انتخابی نشان "شیر" کے تحت انتخابات میں حصہ لے کر دیگر فتوحات کے علاوہ جھنگ سے فرقہ پرستوں کے سرغنے کو ہرا کر اپنا امیدوار کامیاب کرایا، ان انتخابات میں تحریک جعفریہ کی وجہ سے مسلم لیگ ن کو تاریخی اور بھاری مینڈیٹ ملا۔

۱۹۹۸ء میں ایک بار پھر فاٹا سے ایک عالم دین کو سینٹ کا رکن منتخب کرایا جس کے بعد دو شیعہ مذہبی رہنما پارلیمنٹ کے رکن بنے جو پاکستان کی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے۔

۲۰۰۱ء میں پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں نے "متحدہ مجلس عمل" کے نام سے ایک تاریخی اتحاد تشکیل دیا تو قائد موجود اتحاد کے اہم اور بانی رکن قرار پائے جبکہ آپ کی جماعت بھی ایم ایم اے کی اہم ترین جماعت تصور کی جاتی ہے۔ ایم ایم اے میں شمولیت کے ذریعے ملکی فضا کو بہتر بنانے، رواداری اور اخوت کو فروغ دینے میں حصہ دار اور کوشاں رہے اور متحدہ مجلس عمل کے نائب صدر اور قائم مقام صدر کے عہدے پر فائز رہے۔

۲۰۰۲ء میں قومی جماعت "اسلامی تحریک" کے سربراہ منتخب ہوئے اور الیکشن کمیشن آف پاکستان سے اپنی جماعت کو رجسٹرڈ کرا کے ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے انتخابی نشان "کتاب" کے تحت اسلامی تحریک

نے انتخابات میں حصہ لیا۔ایم ایم اے نے صوبہ خیبر پختونخوا میں اپنی حکومت بنائی۔جس میں علامہ محمد رمضان توقیرمشیروزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔

۲۰۰۴ءگلگت بلتستان کے تیسرے الیکشن میں تحریک جعفریہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر جماعتی بنیادوں پر حصہ نہ لے سکی تاہم تحریک کے حمایت یافتہ ۶ / امیدوار کامیاب ہوئے۔تحریک کی حکمت عملی کے نتیجے میں ان میں سے ایک ڈپٹی اسپیکراور دو کابینہ میں مشیر بنائے گئے۔

۲۰۰۹ءگلگت بلتستان کے انتخابات کے موقع پر نامساعد حالات نیز سفیرامن نے بعض علماء کے احترام میں جوالیکشن میں حصہ لینے کی حمایت میں نہیں تھےگلگت بلتستان کے دورے سے گریز کیا۔اس کے باوجودسفیرامن کی مؤثر سیاسی حکمت عملی کے ذریعہ کچھ امیدوار کامیاب قرار پائے جن میں آغا دیدارعلی بھی شامل تھے جو بعد میں آگے چل کر وزیر پانی وبجلی بنے؛ راولپنڈی میں عزاداری کے خلاف سازش کو ناکام بنایا؛

مارچ ۲۰۱۱ءمیں سندھ، پنجاب، خیبر پختونخواہ، اسکردو، گلگت کے تمام سیلاب زدہ علاقوں میں اجناس اورنقدی رقوم کے ذریعے امداد کا سلسلہ جاری رہا۔(ماہانہ رپورٹ، دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، مارچ ۲۰۱۱ء)

اپریل ۲۰۱۱ءمستحقین، مریض و حادثات کا شکار افراد، اسیران گلگت، سیلاب زدگان، ہنگو اور پارا چنار کرم ایجنسی کے متاثرین کی بھر پور مالی معاونت کی گئی۔(ماہانہ رپورٹ، دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، اپریل ۲۰۱۱ء)

اگست ۲۰۱۱ءمستحقین ومریضوں کی لاکھوں روپے بالخصوص رمضان المبارک اورعید کی مناسبت سے خصوصی اعانت کا سلسلہ اورشرعی امور، مساجد، مدارس اورامام بارگاہوں کے لئے اجازے، طلاب دینیہ کے داخلہ جات وغیرہ کے سلسلے میں تعاون کیا گیا۔(ماہانہ رپورٹ، دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، اگست ۲۰۱۱ء)

پاکستانی زائرین کے قافلہ کوشام سے عراق آتے ہوئے رمادی (عراقی شہر) کے قریب بس الٹنے سے حادثہ پیش آیا جس میں مدرسہ امام خمینی ماڑی انڈس کے پرنسپل مولانا محمد حسین قمرسمیت آٹھ افراد جاں بحق اور ۲۲ زخمی ہوئے تھےحادثہ کی اطلاع موصول ہوتے ہیں نجف اشرف میں دفتر قائد، علماء کرام اور طلاب عظام سے رابطہ کیا گیا۔معلومات کے بعدفوری اورموثر اقدامات کی ہدایات دی گئیں؛ ایران عراق

زیارات کے سفر کے دوران پیش آنے والے حادثات کے بارے میں دفتر قائدملت جعفریہ شعبہ زائرین کے مسئول ناصر انقلابی صاحب کی خدمات؛

۲۰۱۵ء گلگت بلتستان کے الیکشن میں تحریک چار سیٹیں حاصل کر کے منطقہ کی دوسری بڑی سیاسی جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آئی ہے۔

۲۰۱۵ء ماہ ستمبر میں اسلامی تحریک کے ممبر قانون ساز اسمبلی کیپٹن (ر) سکندر علی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے۔

شیعہ علماء کونسل پاکستان کے مرکز اور اور صوبہ بلوچستان کی فعالیت اور اقدامات کے باعث عاشور محرم کربلا معلیٰ کرنے کے خواہشمند زائرین کی ۱۵۰ سے زائد بسوں کے قافلے باحفاظت کوئٹہ سے تفتان پہنچائے گئے۔(پریس ریلیز دفتر قائدملت جعفریہ پاکستان، ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۵ء؛ روزنامہ رہبر، ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں "علما کانفرنسز" کا انعقاد؛ علما کانفرنس کے اختتام پر مرکزی امام بارگاہ جی سکس ٹو اسلام آباد سے پارلیمنٹ ہاؤس کی جانب ہزاروں علمائے کرام کی باوقار ریلی؛ ماہ فروری ۲۰۱۵ میں سفیر امن کی طرف سے اندرون سندھ ضلع دادو کی پسماندہ ترین تحصیل جوہی میں ۳۰۰۰ فٹ پر مشتمل پائپ لائن واٹر ٹینک کی تعمیر کے ذریعے میٹھے پانی کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا، جس سے تقریبا ٦ سو سے زائد خاندان استفادہ کریں گے۔ اور اسی ضلع کی تحصیل میہڑ میں ۲۰۰۰ فٹ سے زائد پانی کی لائن بچھا کر ۲۰ ہینڈ پمپ نصب کئے گئے۔ واضح رہے کہ یہاں کے لوگ کافی عرصے سے پینے کے صاف پانی سے محروم تھے سفیر امین نے ان کی اس مشکل کو رفع کیا ہے؛ ضلع ٹنڈو اللہ یار میں بھی ان کی جانب سے منصوبہ فراہمی آب کو مکمل کیا گیا ہے جس سے علاقے کی عوام بھرپور فائدہ حاصل کر رہے ہیں؛ یہاں پر ۲ بڑے تالاب تعمیر کئے گئے اور ان کے ذریعے ۲۵ محلہ جات میں پانی کی لائینیں بچھائی گئیں اور ان کے گھروں تک پانی فراہم کیا گیا؛ اگست ۲۰۱۵ء میں سفیر امن کی ہدایت پر تحصیل دادو سندھ میں ۴ سیلاب متاثرہ سادات خاندانوں کے مکانات تعمیر کئے گئے؛ ضلع تھرپارکر میں بھی ٦ عدد گہرے ہینڈ پمپس کی تنصیب کی گئی۔ (روزنامہ مشرق، ۲۳ فروری؛ روزنامہ انتخاب ۲۴ فروری، ۲۰۱٦ء) ۲۰۱۵ء ماہ دسمبر میں گنداواہ بلوچستان میں ۱۰۰ گھرانوں میں کمبل تقسیم کئے گئے؛ سفیر امن کی جانب سے تھرپارکر کے ٦۰۰ سے زائد متاثرین میں راشن تقسیم کیا گیا۔(روزنامہ انجام؛ روزنامہ مشرق، ۲۳ فروری؛ روزنامہ انتخاب ۲۴ فروری، ۲۰۱٦ء)

۲۰۱٦ء ماہ اپریل میں سفیر امن کے خصوصی تعاون اور سرپرستی میں ضلع نگر میں "پن بجلی گھر" کا منصوبہ

مکمل ہوا جس سے پانچ دیہاتوں کے ۶۰۰ خاندان مستفید ہوں گے۔

۱۸اپریل ۲۰۱۶ء گلگت بلتستان کونسل کے الیکشن میں اسلامی تحریک کے علامہ محمد عباس رضوی کامیاب قرار پائے۔(روزنامہ: سلام؛ کے ٹو؛ رہبر،۱۹/اپریل۲۰۱۶ء)

اسلامی تحریک کے محمد شفیع خان اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین منتخب ہوئے۔

نومبر ۲۰۱۷ء اسلامی تحریک کے رکن قانون ساز اسمبلی محمد شفیع خان اپوزیشن لیڈر منتخب ہوئے۔

علامہ عارف واحدی صاحب اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن منتخب ہوئے۔

گلگت بلتستان میں آئینی و قانونی اور صوبہ بنانے کے لئے جدوجہد۔

سفیر امن، پاکستان میں اعتدال پسندی، روشن فکری اور وحدت ملت کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔

ایک دینی، علمی اور سیاسی اسکالر کے طور پر معروف ہیں۔

ایک سنجیدہ، معتبر، روشن فکر عالم دین اور بابصیرت و بالغ نظر سیاست دان کے طور پر ملی، دینی و سیاسی افق پر موجود ہیں۔

سفیر امن کئی بین الاقوامی اور قومی فورمز کے رکن ہیں۔

سفیر امن متعدد ممالک میں بہت ساری بین الاقوامی کانفرنسز اور سیمینارز میں شرکت اور خطاب کر چکے ہیں۔

تاحال خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

سفیر امن سفیر نور کے سنگ

قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی وفات کے بعد تحریک کے آئین و دستورالعمل کے تحت کثرت رائے سے مجلس عاملہ (ایک روایت کے مطابق سپریم کونسل) اور مرکزی کونسل کے مشترکہ اجلاس بتاریخ ۱۰رفروری ۱۹۸۴ء قصر زینبؑ بھکر میں عالم باعمل اور اجتماعی سوچ کے مالک سفیر نور حضرت علامہ عارف حسین الحسینیؒ مذکورہ کونسلز کی مکمل حمایت اور اعتماد کے بعد قائد مرحوم کے جانشین منتخب ہوئے۔ (تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، نقل از ماہنامہ تحریک، صفحہ ۳۱، جنوری ۱۹۹۶ء؛ سفیر نور، ص ۹۱، اشاعت دوم ۱۹۹۸ء)

تاریخ جن چیدہ چیدہ کوہ پیکر انسانوں کو فراموش نہیں کرسکتی (اس لئے کہ وہ تاریخ کے دھارے پر نہیں بلکہ تاریخ ان کے دھارے پر سفر کرتی ہے) سفیر نور علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ انہی گنتی کے افراد میں سے ایک تھے۔ آپ درحقیقت مکتب اہل بیتؑ و کربلا کے تربیت شدہ، امت اسلامی کے دردمند رہبر، محروم و مستضعف عوام کی نجات کے داعی، اسلام کی حکیمانہ تعلیمات کے عارف، سب مسلمانوں اور سب طبقوں کے حقوق کے ترجمان، استعماری واستکباری قوتوں کے خلاف جدوجہد کرنے والے سپہ سالار اور معاشرتی گتھیوں کو سلجھانے کی بصیرت رکھنے والے اسلامی مفکر تھے۔

قائد شہیدؒ نے اپنے پہلے تنظیمی کنونشن ہی میں ملک بھر کے نمائندوں کے سامنے اعلان کر دیا:

"ہماری تین حیثیتیں ہیں، ہم مسلمان بھی ہیں، شیعہ بھی ہیں اور پاکستانی بھی ہیں؛ مسلمان کی حیثیت سے ہم اسلام اور عالم اسلام کے امور سے دور نہیں رہ سکتے، شیعہ ہونے کی حیثیت سے ہمیں اپنے مکتب کا تحفظ کرنا ہے اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے ہمیں اپنے وطن پاکستان کے مسائل میں بھی دلچسپی لینا ہے۔" (علامہ عارف الحسینیؒ اسلامی شخصیات کی نظر میں، صفحہ ۹)

حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی، قائد شہیدؒ کے دور قیادت میں اس عظیم تحریک میں اہم کردار ادا کرتے رہے اور آپ کی انہی اجتماعی اور سیاسی خدمات کے پیش نظر قائد شہیدؒ نے بھی آپ کو اپنا قریبی مشاور اور سینئر نائب صدر کے طور پر انتخاب کیا، اس طرح سے علامہ سید ساجد علی نقوی قائد شہید کے قریبی اور بااعتماد ساتھیوں میں سے تھے، آپ پاکستان کے اندر ہونے والے تمام تر دورہ جات میں عموماً قائد شہیدؒ کے شانہ بشانہ ساتھی رہے۔

مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو قائد شہیدؒ نے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ایک "دستور کمیٹی" بنائی کہ تحریک کے آئین کو جدید تقاضوں کے تحت ترمیم کرنے کے لئے اپنی سفارشات مرتب کرے۔

۱۔علامہ سید ساجد علی نقوی (کنوینئر) ۲۔علامہ حافظ ریاض حسین نجفی (رکن)
۳۔علامہ شیخ محسن علی نجفی (رکن) ۴۔علامہ رضی جعفر نقوی (رکن)
۵۔علامہ محمد جواد صاحب (رکن) ۶۔سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ (رکن)
۷۔ڈاکٹر محمد علی نقوی (رکن) ۸۔سید امام علی شاہ کاظمی (رکن)
۹۔سید امداد حسین ہمدانی (رکن) ۱۰۔سید مصطفیٰ حیدر نقوی (رکن)
۱۱۔اعجاز رسول نگری ایڈووکیٹ (رکن)؛ (تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، نقل از ماہنامہ تحریک، صفحہ ۳۱، جنوری ۱۹۹۶ء)

۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو تحریک کے صوبائی صدر علامہ یعقوب علی توسلی کے اعلان پر کوئٹہ میں "معاہدہ اسلام آباد" کی یادآوری کے لئے اجتماع کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں موجود نہتے عوام پر پہلے سے تعینات پولیس نے اندھا دھند فائرنگ کر دی تھی جس کے نتیجے میں کچھ مومنین شہید، کئی زخمی اور کئی گرفتار ہوئے۔(سفیر نور، ص ۱۰۹، اشاعت اول ۱۹۹۴ء) اسی اثنا میں حکومت نے فوراً ہی اسیران کوئٹہ پر مقدمات مکمل کر لئے، ۲۲۸ / افراد کا مارشل لاء عدالت میں چالان بھیج دیا گیا۔(ایضاً، ص ۱۲۲) حکومت اسیران کوئٹہ کی رہائی اور دیگر مطالبات تسلیم کرنے میں مسلسل ٹال مٹول کرتی رہی، جب پرامن مطالبات مظاہرے اور دیگر اقدامات سے مسائل حل نہ ہو سکے تو علامہ سید عارف حسین الحسینی نے آخری قدم اٹھایا اور لانگ مارچ کا اعلان کر دیا؛ اس لانگ مارچ کی مسئولیت علامہ سید ساجد علی نقوی کو سونپی گئی؛ سفیر امن کی قیادت میں ایک وفد کوئٹہ پہنچا تو بلوچستان کے گورنر ریٹائرڈ جنرل محمد موسیٰ نے سفیر امن کو مذاکرات کی دعوت دی؛ ان مذاکرات کا سلسلہ دو روز تک جاری رہا؛ اسی دوران ملک میں ایک حساس کیفیت برقرار رہی۔ آخر ۲۲ / اپریل کی شام کو حکومت

نے تحریک جعفریہ کے تمام مطالبات تسلیم کئے؛ اسیران کی فوری رہائی اور ان کے خلاف مقدمات واپس لے لینے کا وعدہ کیا، جس کا ریڈیو، ٹیلی ویژن پر باقاعدہ اعلان کیا گیا۔(سفیر نور، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴)

بحالی جمہوریت کی تحریک ایم آر ڈی میں شمولیت کے حوالے سے ایم آر ڈی کے اکابرین نوابزادہ نصراللہ خان، راؤ عبدالرشید ملک، محمد قاسم اور سید افضل حیدر سے قومی تحریک کا وفد جو علامہ سید ساجد علی نقوی، علامہ سید افتخار حسین نقوی، علامہ آغا علی موسوی، سید وزارت حسین نقوی اور ڈاکٹر محمد علی نقوی پر مشتمل تھا، نے گفت وشنید کی۔(سفیر نور، صفحہ ۲۴۷، اشاعت دوم ۱۹۹۸ء)

اہل حدیث کے قائد علامہ احسان الٰہی ظہیر نے شریعت بل کے مسئلہ پر ضیاء حکومت کے خلاف قیام کر کے اپنی قائدانہ صلاحیتوں، شعلہ بیاں تقاریر اور دلائل کی بدولت نہ صرف حکومت کو ناکوں چنے چبوائے بلکہ اسی تحریک میں انہوں نے اپنی بکھری ہوئی اہلحدیث کی طاقت کو یکجا کرنے اور متحرک کرنے کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کا آمریت کے خلاف بے باک رہنما کی حیثیت سے آگے آنا بھی آمر حکمرانوں کیلئے ناقابل برداشت امر تھا۔ اس لئے انہیں ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو قلعہ لچھمن سنگھ لاہور کے ایک جلسہ میں بم کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ قتل اس وقت ہوا جب شریعت بل کی جنگ عروج پر تھی اور فرقہ واریت کا اژدھا پھن پھیلائے ملکی استحکام کو نگلنے کی کوشش میں تھا۔ اس قتل سے حکمرانوں نے جہاں ایک مضبوط مخالف سے اپنی جان چھڑائی وہاں یہ قتل ملت جعفریہ کے کھاتے میں ڈالنے کی بھرپور کوشش بھی کی تاکہ فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا ملے۔ پھر وہی ہوا جس کا منصوبہ اسلام دشمن طاقتوں نے بنایا ہوا تھا کہ اس کا اثر چند اہل حدیث برادران پر ہوا کہ جمعیت اہل حدیث کے نئے قائد پروفیسر ساجد میر جیسے دانشور نے بھی ملت جعفریہ پر اس قتل کا الزام عائد کر دیا۔(تسلیم رضا خان، سفیر نور صفحہ ۱۶۴۔ ۱۶۳)

شہید حسینیؒ نے لاہور میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے برملا فرمایا:

"علامہ احسان الٰہی ظہیر اور ان کے رفقا کے بہیمانہ قتل میں ملت جعفریہ کے کسی رکن کا تعلق نہیں۔ یہ مہذب افراد کی کاروائی نہیں بلکہ آمر کا انداز ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا:

"شریعت بل کے مسئلہ پر علامہ سید ساجد علی نقوی سے علامہ صاحب (احسان الٰہی) کی ملاقات ہمارے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوئی تھی ہماری اس ہم آہنگی سے جہاں ہمیں شریعت بل کے خلاف متحد ہونے کا اطمینان تھا وہاں مستقبل میں فرقہ واریت کے ختم ہونے

کی امید بھی تھی۔"(سفیر نور صفحہ ۱۶۴)

پیروان مکتب اہل بیت کے حقوق کے تحفظ کی بات ہو، اتحاد بین المسلمین کا میدان ہو یا سیاسی پیچیدگیوں سے گزرنے کا مرحلہ ہو ایک امین مشاور کے طور پر قائد شہیدؒ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ یہی وجہ تھی کہ قائد شہیدؒ نے ہمیشہ تحریک کے اہم اور سخت امور علامہ سید ساجد علی نقوی کو ہی سپرد کرتے رہے۔ چاہے وہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی آئین سازی کا اہم کام ہو، کوئٹہ کے اندر تحریک کے کارکنان پر حکومت کی طرف سے عائد کردہ ظلم، قتل وغارت اور جوانوں کو پس زندان ڈالنے کے کیس کی نظر داری کرنا ہو یا ۱۹۸۸ء میں عیدالفطر کے موقع پر گلگت میں شیعیان حیدر کرارؑ کے خلاف ہونے والی شیعوں کے قتل عام کے خون کی ہولی ،جس میں کچھ قصبہ و دیہات ویران ہو گئے تھے، کی دیکھ بھال یا پاکستان کی شیعہ قوم کی تقدیر کے فیصلے کے اعلان کے لئے قرآن وسنت کانفرنس کے دوران پیش ہونے والے سیاسی منشور کے تدوین کا مرحلہ ہو، اس قسم کے اہم امور قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی ہی کی سرپرستی میں انجام پائے۔

تحریک کی مرکزی کابینہ کا ۲۸/اپریل ۱۹۸۷ء کو راولپنڈی میں اجلاس ہوا جس میں متفقہ طور پر حجۃ الاسلام علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب کو قرآن وسنت کانفرنس کا کنوینئر مقرر کیا گیا۔(سفیر نور، صفحہ ۲۲۸، اشاعت اول ۱۹۹۴ء)

اپریل ۱۹۸۷ء چنیوٹ کے اجلاس میں منشور کمیٹی کا تعین کیا گیا اور اس کمیٹی کے ذمہ لگایا گیا کہ وہ اس وقت کی گئی پیشرفت کی جمع آوری کرے اور منشور کو حتمی شکل دے تا کہ اسے قرآن وسنت کانفرنس میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے اس منشور کمیٹی میں درج ذیل افراد شامل کئے گئے۔

۱۔علامہ سید صفدر حسین نقوی ۲۔علامہ سید ساجد علی نقوی (کنوینئر)
۳۔علامہ شیخ محسن علی نجفی ۴۔علامہ سید شرف الدین موسوی
۵۔سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ ۶۔سید تصور حسین جعفری
۷۔ایم ایچ حسنی ۸۔مسعود مہدی
۹۔ثاقب نقوی (تحریک کا سیاسی سفر، ثاقب نقوی، صفحہ ۵۰، تاریخ اشاعت ۱۷/اکتوبر ۱۹۸۷)
۱۰۔سید شمیم عباس بخاری ۱۱۔سید علی نقی۔(سفیر نور، صفحہ ۲۵۲، اشاعت دوم)

۶/جولائی ۱۹۸۷ء کا سورج طلوع ہوا تو مینار پاکستان کا منظر دیدنی تھا؛ قائد شہیدؒ اپنے قریبی رفقاء علامہ سید ساجد علی نقوی اور علامہ سید فاضل حسین موسوی کے درمیان کرسی پر براجمان ہو گئے۔ لاکھوں لوگوں

نے جب اسٹیج پر ان تینوں سید زادوں کا حسین منظر دیکھا تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے "خدا انہیں نظر بد سے محفوظ رکھے۔" (سفیر نور، ص ۲۳۱، اشاعت اول)

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے مکتب تشیع کے ملک گیر "قرآن و سنت کانفرنس لاہور" کے عظیم اجتماع کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لئے قائد شہید کے ساتھ شب و روز محنت کی جس کے نتیجہ میں ملک کی عظیم اور طاقتور شیعہ قوم، ملک کے سیاسی میدان کا حصہ بن کر ابھری، قرآن و سنت کانفرنس میں پیش ہونے والا سیاسی منشوراور سیاسی اعلان جو قائد شہید کی حسرتوں اور امیدوں کا شمع تھا جسے مینار پاکستان کے سائے میں جلایا گیااور اس سیاسی شعور کے دیا کے جلاتے وقت علامہ سید ساجد علی نقوی نے قائد شہید سے عہد وفا کیا تھا کہ مرتے دم تک آپ کی اس سیاسی اور اجتماعی تحریک کی حفاظت کروں گا اگر آپ کی اس امانت کی حفاظت میں مجھے سختیاں، تلخیاں سہنی پڑیں، اسیری وقید خانوں کی صعوبت آزار واذیت دیکھنی پڑیں یا اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے میں زبانوں کے تیر و نشتر برداشت کرنے پڑے یا کسی قریبی ساتھی اور عزیز کی قربانی دینی پڑی تو اس کے لئے بھی ہمہ وقت آمادہ و تیار رہوں گا لیکن آپ کا یہ اٹھایا ہوا سیاسی علم جھکا ہے نہ جھکنے دوں گا۔ اس عزم و وفا کے ساتھ ہمیشہ اپنے قائد کے ہم رزم اور ہم فکر رہے یہاں تک کہ مکتب تشیع کے اس عظیم قائد کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ آپؒ کی شہادت سے فقط شیعہ مسلمانوں میں صف ماتم نہیں بچھی بلکہ ہر وہ شخص عزادار ہوا جس کی زندگی سیاسی حیات اور قومی سالمیت سے وابستہ تھی۔

ڈاکٹر محمد علی نقویؒ جب جیل سے رہا ہوئے تو قائد شہیدؒ کے چہلم کا اعلان ہو چکا تھا اور اس وقت کے قائم مقام صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔ آپ جیل سے سیدھا مدرسہ "آیت اللہ الحکیم" راولپنڈی چلے گئے اور علامہ سید ساجد علی نقوی کو شہید قائد کا پرسہ دیا۔ (سفیر انقلاب، ص ۱۳۷)

قائد شہیدؒ کی شہادت کے بعد آئین کی شق نمبر ۱۴ کے تحت (تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، نقل از ماہنامہ تحریک، صفحہ ۳۱) ۴ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ہونے والے تحریک کے اعلیٰ اختیاراتی ادارے مرکزی اور سپریم کونسل کے اراکین نے قریب بالاتفاق آراء سے حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو قوم کے لئے قائد منتخب کیا۔ (یادوارہ علامہ شہید سید عارف حسین الحسینی صفحہ ۹۴۔۹۵)

اس دن سے لے کر آج تک قائد شہید کی راہ کے راہی ہیں اور اسی ہدف و مقصد کے تحت ملک کی سالمیت،

قومی وقار کی سر بلندی اور اپنے مکتب کے دفاع میں عظیم کامیابیاں حاصل کیں ۔

ڈاکٹر علی اکبر ولایتی کہتے ہیں:

"ہم امید کرتے ہیں کہ پاکستانی عوام حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید ساجد علی نقوی کی قیادت میں اس عظیم شہیدؒ کی راہ کو جاری رکھیں گے؛ الحمدللہ وہ اس خلا کو پُر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"(علامہ عارف الحسینیؒ اسلامی شخصیات کی نظر میں، صفحہ ۴۹، سال اشاعت ۱۹۹۰ء)

آقای ہاشمی لونجی (افغانستان) اپنے مقالہ "شہید حسینیؒ، امام خمینیؒ کی نظر میں" لکھتے ہیں:

"خدا سے بے خبر باطل خیال لوگوں کو یہ گمان نہیں تھا کہ شہید حسینیؒ کا خون مسجد میں بہانے سے معارف اسلامی، کوفہ کی مسجد کی طرح مسلمانوں کی زیارت گاہ بن جائے گا اور ان کی شہادت کے بعد خالص محمدیؐ اسلام کا پرچم حسینیؒ ثانی حضرت سید ساجد علی نقوی اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے اس شہید کے راستے کو اسی انداز سے جاری رکھیں گے۔ یہ ایک واقعیت ہے کہ شہید حسینیؒ کی شہادت کے بعد پاکستان کے بہادر شیعوں کے علامہ سید ساجد علی نقوی جیسے رہبر کے انتخاب سے استعمار پھر مایوس ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستانی شیعوں نے اس عظیم کام کے انجام دینے سے شہید حسینیؒ کے تفکر کو زندہ رکھنے کے لئے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"(علامہ عارف الحسینیؒ اسلامی شخصیات کی نظر میں، صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

حجۃ الاسلام آقای شیخ علی ایمانی (حوزہ علمیہ قم) کے خطاب سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"آپ (پاکستانیوں) سے میری اپیل ہے کہ کسی طرح بھی اتحاد و وحدت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں، اب خدا نے آپ کو شہید حسینیؒ کے بعد ایک انتہائی با صلاحیت اور مخلص قائد عطا فرمایا ہے، آپ لوگ ہمیشہ قائد موجود کی حمایت میں کوشاں رہیں تا کہ دشمن اسلام اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہونے پائے۔"(ایضاً صفحہ ۸۲)

سفیر امن علامہ سید ساجد علی نقوی نے اپنے شہید قائدؒ کے مقدمہ کی پیروی میں کوئی کسر نہ چھوڑی انہوں نے حکومت کی عدم دلچسپی اور زیادتیوں کے خلاف بڑے بڑے احتجاج کئے۔ (سفیر نور، ص ۴۱۷، اشاعت اول ۱۹۹۴ء)

رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای (دام ظلہ العالی) نے فرمایا:

"ہم شہید کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے دائر کردہ مقدمہ کی پُرزور حمایت کرتے ہیں۔" (علامہ عارف الحسینیؒ اسلامی شخصیات کی نظر میں، صفحہ ۲۴)

۳۰ ستمبر ۱۹۹۱ء کو علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ شہید کی تیسری سالانہ برسی مینار پاکستان پر لاہور کے سائے تلے منائی گئی جس میں ملک بھر سے لاکھوں افراد نے شرکت کی اور حکومت سے زبردست احتجاج کیا۔ (سفیر نور، ص ۴۱۹، اشاعت اول ۱۹۹۴ء)

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان نے کئی بار وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) آفتاب شیر پاؤ اور صدر مملکت غلام اسحاق خان کو علامہ عارف حسین الحسینیؒ شہید کے مقدمہ کی یادداشت پیش کیں مگر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر ملک بھر کے علمائے کرام نے پشاور میں بھرپور احتجاجی مظاہرہ کیا جس کی قیادت تحریک کے صدر نے کی۔ علما کے اس پرامن مظاہرہ پر حکومتِ سرحد نے آنسو گیس کا استعمال کیا اور متعدد علما کے خلاف سنگین مقدمات بنائے۔ (سفیر نور، ص ۴۳۱، اشاعت دوم)

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان جو ۱۹۹۰ کے انتخابات کے سلسلہ میں پیپلز پارٹی سے الحاق کر کے (پی ڈے اے) پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کے پلیٹ فارم پر موجود تھی اسے اسلامی جمہوری اتحاد کی مخالفت سے دیگر مسائل کے علاوہ شہید عارف حسین الحسینیؒ کے مقدمہ کے سبوتاژ ہونے کا خدشہ زیادہ لاحق تھا لہٰذا انھوں نے ہر حوالہ سے حکومت پر اپنا دباؤ جاری رکھا۔ (ایضاً، ص ۴۳۲)

فضل حق نامعلوم افراد کے ہاتھوں اپنے گھر کے قریب قتل ہو گیا تو علامہ سید ساجد علی نقوی اور انور علی آخونزادہ سیکرٹری جنرل تحریک جعفریہ کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی گئی۔ فضل حق کے قتل میں سفیر امن کو الجھانے کا مقصد قائد شہیدؒ کے مقدمہ سے ان کی توجہ کو منتشر کرنا تھا۔ (سفیر نور، ص ۴۱۹، اشاعت اول)

پاکستان کی سیاست میں ایک بار بھونچال آیا کہ سپریم کورٹ نے معزول وزیر اعظم محمد نواز شریف اور ان کی کابینہ کو بحال کر دیا۔ حکومت کی بحالی نے علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے مقدمہ کے لئے خدشات پیدا کر دیئے جس کے ضمن میں ۲۸ جون کو علامہ سید ساجد علی نقوی نے ایک اعلیٰ وفد کے ساتھ وزیر اعظم محمد نواز شریف سے ملاقات کی اور انہیں ملت جعفریہ کی پریشانی اور جذبات سے آگاہ کیا۔ (سفیر نور، ص ۴۲۷، اشاعت اول)

ملت جعفریہ پر کاری ضرب لگانے والوں کا خیال تھا کہ علامہ سید عارف حسین الحسینی شہیدؒ کے پرستار کوئی جذباتی قدم اٹھا کر ملک کا نظام درہم برہم کریں گے مگر علامہ سید ساجد علی نقوی کی مدبرانہ قیادت نے بروقت طوفانی حالت کو سنبھالا اور انہوں نے حسب معمول قانون کے تقاضوں اور ملک کے استحکام کو مدنظر رکھتے ہوئے پشاور ہائیکورٹ کی زنجیر عدل کو جھٹکا دیا۔ (سفیر نور، ص ۴۲۸، اشاعت اول)

جناب رانا زبیر صاحب سفیر امن کی اتحاد و وحدت کے لئے کوششوں کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

علامہ حسینیؒ کے قتل کے بارے میں اگرچہ بعض لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ شیعہ برادری میں ایسا ردعمل نہ پیدا ہو جائے جس سے امن وامان کو خطرہ لاحق ہو جائے لیکن شیعہ برادری اور تحریک جعفریہ کی قیادت نے ایک بار پھر کمال ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے پہلے بھی یہ قیادت فرقہ وارانہ فسادات کروانے والوں کو بار بار ناکام بناتی رہی ہے اور اس نے کبھی طیش اور جنون کو پھیلنے کا موقع نہیں دیا۔" (شہید حسینی اسلامی شخصیات کی نظر میں، ص ۱۴۴۔۱۴۵)

اتحاد بین المسلمین اسلام کی حکمت اور آج کے دور کی اہم ضرورت ہے یہی سبب ہے کہ قرآن وسنت نے ہمیشہ اسے اہمیت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ہمارے ائمہ معصومینؑ، علما و مجتہدین کی سیرت بھی یہی رہی ہے اسی اہمیت کے پیش نظر اتحاد بین المسلمین ہمارے مرکزی پلیٹ فارم کا منشور اور ہمارے قائدین بالخصوص قائد شہید کی میراث رہی ہے لہٰذا قائد ملت جعفریہ اتحاد بین المسلمین کے بانی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ہر قسم کے سیاسی و مذہبی اتحاد میں پیش قدم رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا نام بدل کر تحریک جعفریہ رکھا تا کہ ملک کی مختلف سیاسی مذہبی تنظیموں سے بہتر انداز میں افہام وتفہیم ہو سکے مگر جہاں اتحاد کے بانی و داعی رہے ہیں وہاں اپنے مکتب کے اصولوں کے بھی پابند رہے ہیں اور کبھی بھی اپنے مذہب اور مکتب پر کوئی آنچ آنے نہ دی۔ ایک مرتبہ جب مختلف مکاتب فکر کی موجودگی میں کسی اہم اسلامی نکتہ پر گفتگو مقصود تھی اور قائد ملت جعفریہ بھی اپنے مکتب کی نمائندگی میں وہاں موجود تھے اپنے مکتب کے تحفظات کے پیش نظر قائد ملت جعفریہ نے شیعہ مذہب کی تبیین اور کھل کر واضح وعیاں ذکر کرنے کا مطالبہ کیا تو ایک شیعہ مخالف اور متعصب گروہ کے سرکردہ نمائندہ نے کہا کہ ہم شیعوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے کہ ان کا یہاں ذکر کیا جائے۔ ان کے انہی الفاظ کے ساتھ قائد ملت کے الفاظ تھے:

"لعنت ہو تم پر اور تمہاری اس کمیٹی پر"۔

ان الفاظ کے ساتھ قائد ملت جعفریہ واک آؤٹ کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے عروج کے دنوں جب پورے پاکستان میں شیعوں کا قتل عام ہو رہا تھا تو ہمارے ہی ایک بزرگ نے قائد ملت کو مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اہل سنت کے علما سے تحریر لی جائے کہ شیعہ بھی مسلمان ہیں اور ان کا جان و مال اسلامی نکتۂ نگاہ سے محترم ہے۔! قائد ملت نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"خبردار یہ بات آج کی ہے پھر کبھی نہ کرنا؛ قرآن میرے جد امجد پر نازل ہوا ہے، اسلام کے بانی و محافظ میرے اجداد ہی تھے، اسلام نے ہمارے آباء واجداد کے گھر میں پرورش پائی ہے اور آج میں جا کر اپنے مسلمان ہونے کی سند اہلسنت کے علما سے حاصل کروں۔" ہیہات منّا الذلّہ" (مخزن العلوم ملتان سالانہ جلسہ کے خطاب سے اقتباس)

اور جہاں ضرورت پڑی سینہ تان کر برملا آواز میں کہا کہ میں نہیں مانتا... فلاں کو... احترام متقابل اپنی جگہ محفوظ مگر مذہبی تشخص اور اصولوں پر کبھی سودا بازی نہیں کی جا سکتی۔

ڈاکٹر علی اکبر ولایتی اپنے مقالہ شیعیان منطقہ میں لکھتے ہیں:

پاکستان میں جس حد تک شیعہ آج جس طرح ہے برصغیر میں نو مسلم حکمرانوں کے سقوط کے بعد اس کی مثال نہیں ملتی، یہ ایک بنیادی تبدیلی ہے جو چند چیزوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

ا۔ تشیع کی طاقت

۲۔ شیعہ ہی متحدہ مجلس عمل کو متحرک کرنے میں کامیاب ہوئے اور قاضی حسین احمد اور ساجد نقوی نے پاکستان کی پارلیمنٹ میں مجموعاً ۶۲ نمائندے بھیجنے میں کامیاب ہوئے، جن میں شیعہ بھی تھے اور سنی بھی، جن کا تعلق مذہبی جماعتوں کے اتحاد سے تھا اور اس سے قبل مسلمانوں (یعنی مذہبی جماعتوں) کے اتنے نمائندے پاکستان کی پارلیمنٹ میں نہیں گئے تھے اور مسلمانوں میں جو یہ اتحاد قائم ہوا ہے، یہ پاکستان میں تشیع کی سرگرمی کا بہترین نتیجہ ہے۔" (مجلہ، العارف، لاہور، صفحہ ۱۲، جولائی ۲۰۱۱ء)

سفیر امن نے تکفیریت، فرقہ واریت، دہشت گردی، تحریک جعفریہ پر پابندی، فورتھ شیڈول اور قید وبند جیسے گونا گون مظالم برداشت کئے لیکن ملکی قوانین کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے امن پسندانہ سیاسی روشیں اور طریقے اختیار کر کے اسی مقصد کو پانے کی کوشش کی جو انبیا اور ائمہ کا ہدف تھا یعنی "دنیا میں عادلانہ نظام کا قیام" چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔

"بتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تا کہ لوگ عدل قائم کریں۔"(سورۂ الحدید، آیت ۲۵)

پروردگار عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور چار آسمانی کتابیں زمین پر عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے نازل فرمائیں پس قیام عدل ہی انبیاء کی بعثت کا اولین مقصد ہے اور امام زمانہؑ بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ظہور فرمائیں گے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عدل و انصاف صرف ایک علاقے یا خطے کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی ضرورت ہے۔

مفتی جعفرؒ سید عارفؒ
ساجد ہیں دونوں کے وارث

شیعیانِ پاکستان کا تاریخ ساز دن

قوموں کی تاریخ میں بہت سے ایسے ایّام آتے ہیں جو آگے جا کر تاریخ کا تعیّن کرتے ہیں، ایسا ہی ایک دن ۴/ستمبر ۱۹۸۸ء تھا کہ جب پشاور میں شیعہ قومی پلیٹ فارم کا مرکزی اجلاس جاری تھا۔ اس وقت کسی کو علم بھی نہ تھا کہ اجلاس اس قدر تاریخ ساز ثابت ہوگا کہ اس اجلاس میں منتخب ہونے والا قائد اپنی قوم کے مفادات کے لئے دن رات کام کرے گا اور گلگت و بولان تک سفر کرنے کی وجہ سے اس کے پاؤں متورّم ہو جائیں گے؛ کسی بھی مرحلے پر وہ سودے بازی نہیں کرے گا؛ وہ فرقہ واریت پھیلانے والی قوتوں کی آنکھوں میں کھٹکے گا؛ تکفیریت کی ناک کو خاک سے رگڑے گا اور اس بدمست اونٹ کی ناک میں نکیل ڈالے گا؛ وہ دہشگردی کا سرسخت مخالف ہوگا؛ وہ وطن کا حقیقی پاسبان اور سفیر امن ہوگا؛ وہ اتحاد بین المسلمین کا بانی ہوگا؛ وہ مقبول نہیں بلکہ معقول فیصلے کرے گا؛ ایک حد سے زیادہ وہ "عوامی جذبات" کا پابند نہیں ہوگا کیونکہ اسے لیڈ ہونا نہیں لیڈ کرنا ہوگا؛ اس کی زندگی میں اعلیٰ مقاصد، خوبصورت منزل اور شاندار مرکزی خیال ہوگا؛ اس کا اپنی کوششوں کے کامیاب ہونے پر اعتماد تو پہاڑوں سے مضبوط تر اور صحراؤں سے بھی وسیع تر ہوگا؛ وہ اپنے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھائے گا؛ وہ صاحبِ کردار، پُختہ ارادہ، خوش طبع، متحمل مزاج، ظریف، روادار، برداشت کا پیکر، انتظامی صلاحیتوں کا حامل، ویژن سے بھرپور ہوگا؛ بکنا، جھکنا، تھکنا، ہارنا اور اصولوں پر سمجھوتا کرنا جیسے الفاظ اس کی ڈکشنری میں نہیں ہوں گے؛ اس کا شیعیان پاکستان کی تاریخ میں ناقابل انکار اور انتہائی درخشاں کردار ہوگا؛ تمام تر سازشوں کے باوجود موصوف کا ارادہ مداخلت پسند طاقتوں کی کوششوں پر غالب رہے گا؛ وہ ۱۹۹۴ء میں گلگت بلتستان میں حکومت بنائے گا؛ سینٹ میں دو عالم دین سینیٹرز بنوانے میں کامیاب ہوگا؛ ''دی رائل اسلامک، سٹریٹجک سٹڈیز سینٹر'' کے مطابق وہ دنیا کی ۵۰۰ بااثر مسلم شخصیات میں شامل ہوگا؛ تحفظ عزاداری کے لئے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوگا؛ ۷۷ سال کی عمر میں بھی اس کی استقامت جوانوں جیسی ہوگی؛ اس کا ماٹو عدلِ علیؑ کا قیام ہوگا۔

اس دن کے اجلاس میں الٰہی محرک اور اخلاص کی بدولت ہی پاکستان کے بزرگ وجیّد علماء سے حسینیؑ ثانی حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کا انتخاب ہوا؛ اسی وجہ سے ۴ ؍ستمبر کی تاریخ شیعیان پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئی۔ موصوف اعلیٰ پایہ کے ایک عظیم مفکر و دانشور، انصاف پسندی کا نظریہ رکھنے والے، اخلاقیات، سماجیات اور اتحاد بین المسلمین کا عملی درس دینے والے ایسے باوقار لیڈر ثابت ہوئے ہیں جن کا قداور مرتبے کی بلندی کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس ملک سے مخلص، صاحبِ بصیرت، باشعور اور حق و باطل کے فرق کو سمجھنے والے انصاف پسند ہوں۔ آج ۴ ؍ستمبر ۱۹۸۸ء کو ہر سال کی طرح اس سال بھی پُرعزم ارادوں اور اس امید کے ساتھ یاد کیا جا رہا ہے کہ حق پرستی کا یہ کارواں بزرگان کی رہنمائی میں نوجوان نسل کی ہمرکابی کے ساتھ آنے والے دنوں میں اپنی منزل پر پہنچ کر ہی دم لے گا۔ نوجوان نسل، خصوصاً طلبہ کسی بھی قوم کا سرمایہ افتخار سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ ملک کی ترقی اور خوشحالی میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر ان طلبہ کے ہاتھ میں قلم و کتاب دے کر ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تو اس ملک و قوم کی تقدیر کو بدلنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

قائد ملت جعفریہ نے اپنے ماضی، حال اور مستقبل کو صرف اور صرف اس ملک میں موجود بنیادی حقوق تک سے محروم و مظلوم عوام کے نام کر دیا ہے۔ ۴ ؍ستمبر کے اس تاریخی اور انقلابی دن کی مناسبت سے قابلِ عمل پیغام یہی ہے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اگر ہم اپنے مستقبل کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں، ملت جعفریہ پاکستان کو ترقی اور خوش حالی کے راستے پر مضبوطی اور استحکام کے ساتھ سفر کرتے دیکھنا چاہتے ہیں، اقوامِ عالم کے سامنے سر اٹھا کر فخر سے جینا چاہتے ہیں، سیاست میں بھی اخلاق کو مدّنظر رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس عظیم اسلامی مفکر کے ساتھ چلنا ہوگا کیونکہ علامہ ساجد نقوی صرف ایک شخصیت کا نہیں بلکہ ایک سوچ، فکر اور حقیقت پسند معتدل نظریہ کا نام ہے۔ ۴ ؍ستمبر کا دن شیعیان پاکستان کی تاریخ کا ایک ایسا تاریخ ساز دن ہے جو اگر ایک طرف مظلوموں کے لئے امید صبح نو کا پیغام لاتا ہے تو دوسری طرف نوجوان نسل کے لئے فکرِ نو کا آغاز کرتا ہے اور اپنے حقوق کی جدوجہد کے لئے تصادم نہیں بلکہ فلسفہ قربانی کی ترغیب فراہم کرتا ہے۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

۴ر ستمبر یومِ تدریج و تسلسل

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو کرنا چاہے اس پوری کائنات میں چشم زدن میں ہی کر سکتا ہے۔ مگر اپنی اس طاقت کے بالکل برعکس اس نے اس کائنات میں جو طریقہ رائج کر رکھا ہے وہ "چشم زدن میں" کا نہیں بلکہ تدریجی طریقۂ کار ہے۔ مثلاً انسان، حیوان، نباتات حتیٰ کہ زمین اور سورج بھی ایک تدریجی طریقۂ کار سے ہی گزر کر اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ ہاں البتہ (معجزہ کے علاوہ) اس کائنات میں "چشم زدن میں" کا طریقہ بھی رائج ہے۔ مگر یہ طریقہ صرف اس بات کا تعارف کراتا ہے کہ وہ تباہ کن ہوتا ہے۔ جیسے زلزلہ، سونامی، طوفان اور سیلاب سب چشم زدن میں ہوتے ہیں، مگر یہ تباہی کی نوعیت ہوتی ہے۔ ان دونوں طرح کے ماڈل میں اللہ تعالیٰ نے یہ نمونہ رکھا ہے کہ کمال ہمیشہ تدریجی ہوتا ہے اور چشم زدن کی تبدیلی تباہ کن ہوتی ہے۔ انسانی معاشرے بھی اس کے گواہ ہیں، دنیا کی تاریخ میں جن معاشروں کو ترقی یافتہ کہا جا رہا ہے وہ سالہا سال کے تدریجی عمل کے بعد اس مقام تک پہنچے ہیں۔ بشری علوم بھی تدریجاً اس مقام تک پہنچے ہیں جہاں آج ہم انہیں مشاہدہ کر رہے ہیں خواہ وہ دینی علوم ہوں یا سیکولر علوم، پرائمری سے لے کر پی ایچ ڈی تک تدریجاً درجۂ کمال تک پہنچتے ہیں۔

یہ بات آپ کے مشاہدہ میں ہوگی کہ جب کوئی ندی رواں ہو اور اس کا پانی صحیح سمت جا رہا ہو اگرچہ پانی تیز رفتاری میں نہ ہو تو وہ فوائد پہنچاتا رہتا ہے، لیکن اگر ندی کا بند یا کنارہ کسی جگہ سے ٹوٹ جائے تو وہاں سے پانی تیز رفتاری میں بہتا ہے اور بہت متحرک ہوتا ہے لیکن وہ پہنچاتا نقصان ہی ہے۔

تحاریک بھی تدریجاً آگے بڑھتے ہوئے کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہیں؛ تحاریک میں تسلسل مختلف الجہات پہلوؤں پر ہوتا ہے، ان میں سے ایک قیادت کا انتخاب ہے؛ قوم کی صحیح سمت میں رہنمائی کے لئے، مناسب اور قابل قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محض حرکت سے مقاصد کا حصول نہیں ہوتا، بلکہ حرکت کے ساتھ ساتھ صحیح سمت بھی نہایت ضروری ہوتی ہے۔ واقعۂ کربلا کے بعد توابین کی تحریک

کا جائزہ لیا جائے کہ جس کی قیادت کوفہ کے چند معروف شیعہ سرداروں کے ہمراہ سلیمان بن صرد خزاعی کے ہاتھ میں تھی، وہ سردار متحرک تو تھے لیکن ۔۔۔، دوسری طرف امام سجاد علیہ السلام کی تحریک کی ماہیت کس بات کی نشاندہی کرتی ہے عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

ہمارے بعض احباب اپنے اردگرد کے حالات کے پیشِ نظر غیر ضروری وجوہات کو اہمیت دیتے ہوئے کہنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں زیادہ متحرک ہے؛ اس سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے کہ آیا اس کی سمت درست ہے؛ وہ شخص واقعی منصب کا حقدار ہے اور درپیش حالات کا سامنا کر پائے گا یا اس کی ٹانگیں لڑکھڑا جائیں گی؟ ہم بہت سارے معاملات میں ہاتھ تو ڈال دیتے ہیں لیکن کم ہی چیزوں میں کما حقہ اور استقامت کے ساتھ کام کر پاتے ہیں، حرکت ضروری ہے مگر صحیح سمت میں۔ آج کے پر آشوب دور میں صحیح سمت کی جانب حرکت کرنے کے لئے امید کی کرن اگر موجود ہے تو وہ قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی ہی ہیں، جن کا قیادت کے لئے انتخاب ۴ ستمبر ۱۹۸۸ء میں ہوا ہے۔

یہ انتخاب حالات کے تقاضوں کی بدولت بالکل درست ہوا تھا اور نظام ولایت و قیادت کے تسلسل اور تدریجی سرگرمیوں کا حصہ بنا۔ موصوف علم وحکمت، معاملہ فہمی، اِصابَت رائے، فِراست ودانائی وغیرہ جیسی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ موصوف اپنے نقطۂ نظر کے علاوہ دوسرے کی بات سننے اور سمجھنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، جو جذباتیت اور انتہا پسندی کے بجائے برداشت اور اصول پسندی کو اپنا معیار بنائے ہوئے ہیں۔ آپ شیعیت پاکستان کو فنا نہیں بلکہ بقا پر محیط اپنی تدریجی اور مسلسل سرگرمیوں کے ذریعے سخت ترین حالات سے نکالنے میں کامیاب رہے ہیں۔ قیادت کے انتخاب کے بعد اہم بات سمع وطاعت ہے؛ صحیح قیادت کا آجانا کامیابی کی ضمانت نہیں ہوتا؛ قیادت کا ساتھ دینا اور ان کی مکمل معاونت کرنا عوام کی ذمہ داری ہے؛ دونوں کی مشترکہ کوششوں اور باہمی تعاون کے ساتھ ہی تحریک اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوسکتی ہے۔ آیئے آج پھر ۴ ستمبر ۱۹۸۸ء میں کئے گئے وعدہ "قائد کے فرمان پر جان بھی قربان ہے" کے لئے تجدید عہد کریں۔

نمائندہ وقائد کی جو وضاحت بیان کی گئی ہے...!

دراصل یہ تو حضرت امام خمینیؒ اور رہبر معظم پر ہی اعتراض ہے کہ جب ہر کوئی ہی نمائندہ بن سکتا ہے تو ان کی دی گئی سند غیر معتبر ہے اور انہوں نے نمائندگی کی سندیں پھر کیوں مرحمت فرمائیں؟

ایک شخصیت کے پاس دو ولی فقیہ کی سند ہے کیا وہ دونوں معاذ اللہ اپنے نمائندہ کی تشخیص کرنے میں اشتباہ کر گئے؟

جب سند اہمیت نہیں رکھتی اور قرآن کافی تھا تو پیغمبر اعظمؐ نے قلم و دوات کیوں مانگا؟

ہر نوشتہ پھینک دیا جائے اور فقط قرآن کریم کو مدّنظر رکھا جائے تو پھر "حسبنا کتاب اللہ" کا نظریہ ثابت ہوا؟!

امام علی علیہ السلام نے کسی جگہ کا کسی کو گورنر بنایا تو ساتھ نوشتہ بھی دیا۔

پہلے بھی عرائض پیش کر چکے ہیں یہاں پر دوبارہ یاد دہانی کرائے دیتے ہیں کہ قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینی کا اپنی قیادت کے لئے کئے گئے استدلالات کے اسناد ملاحظہ فرمائیں:

قائد شہیدؒ نے اپنے ایک تنظیمی خطاب میں فرمایا:

"آپ افراد سے خواہش کرتا ہوں کہ آپ کی تنظیم کے کچھ اصول ہیں، آپ کی تحریک ایک تنظیم ہے، اس تنظیم کا ایک دستور ہے، اگر اسے آپ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تحریک ایک تنظیم ہے تو پھر اس کے اصولوں کی پابندی کریں، آپ فعالیت کریں، تنظیمی اصولوں کو مدنظر رکھیں، دستور کے اندر رہ کر کام کریں۔" (آداب کارواں، ص ۲۱۱۔۲۱۲)

سوالات و جوابات کی ایک تنظیمی نشست میں ایک خاتون نے شہید حسینیؒ سے سوال کیا کہ مولانا حامد علی شاہ موسوی اور آپ کے گروپ کے درمیان اختلافات کیوں ہیں؟

قائد شہیدؒ نے جواب میں فرمایا:

"نہ کوئی عقائد کا اختلاف ہے اور نہ ہی کوئی اور اختلاف ہے البتہ جس بہن نے یہ سوال اٹھایا ہے اگر وہ خود تحقیق کر لے اور مطالعہ کر لے اور اس کے پس منظر سے آگاہ ہو جائے تو اس کے لئے یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ میں یہاں اتنا عرض کروں گا کہ بانی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین (اعلی اللہ مقامہ) کے دور میں ایک آئین لکھ دیا گیا تھا۔اس آئین میں یہ بات موجود ہے کہ اگر قائد وفات پا جائے یا مستعفی ہو جائے تو پھر اس آئین کے مطابق مجلس عاملہ اور مرکزی کونسل جو دو با اختیار ادارے ہیں ان کی ایک مشترکہ میٹنگ بلائی جائے اور وہ قائد مرحوم کے نائب اور جانشین کو منتخب کریں۔ جب مفتی جعفر حسین مرحوم وفات پا گئے اور اس وقت سینئر نائب صدر حجۃ الاسلام والمسلمین سید صفدر حسین نجفی موجود تھے تو انہوں نے بھکر میں مرکزی کونسل اور مجلس عاملہ کا مشترکہ اجلاس بلایا اور اس میٹنگ میں انہوں نے یہ ذمہ داری ہمارے حوالے کی۔جبکہ ہمارے دوسرے بھائیوں نے اس آئین کو نظر انداز کیا اور راولپنڈی میں صرف تیس پینتیس افراد نے جمع ہو کر قائد مرحوم کی جگہ پر سید حامد علی شاہ موسوی صاحب کو قائد منتخب کیا اور پھر دس فروری جب بھکر میں ہمارا اجلاس ہو رہا تھا تو انہوں نے دینہ میں کنونشن بھی منعقد کیا۔ان کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ جب مفتی صاحب کے زمانے کا آئین موجود ہے تو اگر آپ کو اس عہدے پر آنا ہے تو پھر آپ آئینی طریقے سے آئیں نہ کہ غیر آئینی طریقے سے۔" (گفتار صدق، ص ۲۸۴۔۲۸۵)

ایک دیگر نشست میں آپؒ نے فرمایا:

"جناب حامد علی شاہ صاحب بھی اپنا طریقۂ انتخاب بیان کریں اور میں بھی بیان کرتا ہوں۔" (میثاقِ خون، ص ۶۳)

قائد موجود بھی اپنا طریقۂ انتخاب بیان کرتے ہیں اور بھی...؟!

ایک اور مقام پر قائد شہیدؒ فرماتے ہیں:

"ہر بات آئین کے مطابق ہونی چاہئے۔پس تحریک کے آئین کے مطابق جب قوم کے منتخب نمائندگان جمع ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کر دیا، اس کی بنا پر جو اس تحریک کے آئین کے مطابق ہو وہ قانونی ہے اور جو اس آئین کی خلاف ورزی کرے وہ غیر آئینی

ہے۔ پس جب ایک آئینی ہوگیا اور دوسرا غیر آئینی، تو پھر اگر ہر دو کو کہا جائے کہ وہ صلح ومصالحہ کی میز پر بیٹھیں تو یہ ظلم ہے۔ ملت جعفریہ میں اتنی جرأت ہونی چاہیئے کہ حق کو حق، آئینی کو آئینی اور غیر آئینی کو غیر آئینی کہہ سکے۔" (میثاق خون، ص۹۰)

شہید کے ان جملوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کوئی بھی انسان شہید کا نام لینے سے ان کا پیروکار نہیں بن سکتا بلکہ حقیقی پیروکار وہ ہے جو ان کی بات بھی مانتا ہے۔

نمائندہ اور قائد کی اس انداز کی وضاحت کرنا کہ...!

یہ امام راحل، مقام معظم رہبری اور قائد شہید کی گفتار و رفتار کے برخلاف ہے اور انگور کھٹے ہیں کا مصداق ہے، اب فیصلہ آپ خود کریں اس صاحب کی بات کو اخذ کریں یا ان تین بزرگان کے فرمان واقدام کو۔

خلاصہ یہ کہ ولی فقیہ بھی کہے کہ یہ میرا نمائندہ ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ نمائندے کی تشخیص خود کریں، واہ کیا مغالطات ہیں۔

جانشینی پیغمبر اعظمؐ میں بھی مخالفین کا یہی رویہ تھا کہ پیغمبر اعظمؐ بے شک بارہا فرماتے رہیں کہ یہ میرا جانشین ہے، لیکن ہم نے کرنا وہی ہے جو ہماری مرضی ہوگی۔

آخری بند، تے دعا: کسی کے بارے امام معصومؑ فرمائیں کہ فلاں میرا شیعہ ہے یہ بات اہمیت رکھتی ہے یا کوئی کہے کہ میں امام کا شیعہ ہوں...!

دو ولی فقیہ نے فرما دیا ہے کہ علامہ ساجد نقوی ہمارا نمائندہ ہے۔

نوٹ: ایک صاحب کی تحریر کے جواب میں لکھا گیا۔

فکری اشتباہات

بسا اوقات اقلیت و اکثریت کے مفہوم سے فکری اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔

ہر اقلیت کو حق اور ہر اکثریت کو ناحق کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے؟

کیا واقعاً ہر معاملے میں حق پر ہونے کا تعداد سے کوئی تعلق ہوتا ہے؟

اپنے علاوہ دوسروں کو ناحق ثابت کرنے کی منطق اور فقط میری بات ہی ٹھیک ہے باقی سب غلط ہیں، یہ سوچ شدت پسندی کے زیادہ قریب ہے یا حسن ظن کے؟

دوسروں کو تحمل کرنے کی ثقافت کی ترویج میں اسلام کی طرف سے کیا ممانعت ہے؟

اگر کہا جائے کہ الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں تو اس میں کیا حرج پایا جاتا ہے؟ چند مثالیں "اکثریت" کی ملاحظہ فرمائیں:

امام علی علیہ السلام کو جب خلافت ملی تو اکثریت آپ کی حامی تھی۔ الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

اس وقت دنیا پر موجود شیعہ فرق میں سے اکثریت امامیہ کی ہے۔ الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

شیعوں کے امام بارہ ہیں اور اہلسنت کے چار؛ الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

ایران میں جب انقلاب آیا تو اکثریت عوام امام خمینیؒ کی حامی تھی جس کی بدولت شاہ ایران نے گھٹنے ٹیک دیئے... الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

اس وقت انقلاب اسلامی ایران کی اکثریت عوام اور اکثریت علما رہبر معظم کے حامی ہیں۔ الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

لبنان میں اکثریت شیعہ علما اور عوام سید حسن نصر اللہ کے حامی ہیں، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کی اکثریت پاکستان بننے کے حق میں تھی، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

کثرت رائے سے علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم قائد منتخب ہوئے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

قومی پلیٹ فارم کی مرکزی کونسل اور سپریم کونسل کی کثرت رائے سے قائد شہید عارف الحسینیؒ منتخب ہوئے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

قومی پلیٹ فارم کی مرکزی کونسل اور سپریم کونسل کی کثرت رائے سے علامہ سید ساجد علی نقوی کا انتخاب عمل میں آیا، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

اس وقت پاکستان میں علما کی اکثریت علامہ ساجد نقوی کی حامی ہے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

رہبر کبیر اور رہبر معظم دو ولی فقیہ کی نمائندگی علامہ ساجد نقوی کے پاس ہے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

علما کی اکثریت علامہ ساجد نقوی کو نمائندہ ولی فقیہ مانتی ہے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے کم ہی لوگ تکفیری ہیں، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

ملی یکجہتی کونسل پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہے اور تکفیریوں کی اقلیت گندگی کے ڈھیر پر کھڑی ہے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

پاکستان کی اکثریت مسلمان ہے اور اقلیت غیر مسلمان، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

ایران کی اکثریت شیعہ ہے اور اقلیت غیر شیعہ، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

اکثریت تشیع فلسطین کی حامی ہے، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

پاکستان کے اکثریت مسلمان کشمیر کی آزادی چاہتے ہیں، الحمدللہ میں اکثریت سے ہوں۔

نوٹ: ایک صاحب نے قائد ملت جعفریہ پاکستان اور شیعہ علما کونسل کو رڈ کرنے کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ اکثریت عوام اور علما ان کے ساتھ ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس اکثریت کے ساتھ نہیں ہوں، اپنی اس منطق "الحمدللہ میں اقلیت سے ہوں" کے ذریعہ خود کو حق قرار دیا ہے۔ یہ تحریر اس صاحب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

رہنما اور رہنمائی

سچی خواہش اور تلاش آپ کو رہنما تک پہنچا دیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ رہنما آپ سے پہلے آپ کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، اگر آپ سچے ہیں۔

اگر آپ کی تلاش حقیقی ہو تو نہ صرف راستہ مل جاتا ہے بلکہ درست راستے کی نشاندہی اور رہنمائی بھی ہو جاتی ہے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی ہمارے مذہبی، سیاسی، اجتماعی اور نظریاتی پیشوا ہیں؛ آج تمام طبقات کے حقوق کی جو گونج سنائی دے رہی ہے وہ ان کے دم قدم سے ہے اور وہ ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔ لیڈر کا کام ہوتا ہے رہنمائی کرنا جبکہ پیروکار کا وظیفہ ہوتا ہے رہنمائی سے استفادہ کر کے امور کو عملی جامہ پہنانا۔ حال ہی میں دینی نظام تعلیم کے بارے جو قائد ملت نے رہنمائی اور تجاویز دی ہیں یقیناً یہ، ترقی و کامیابی کے لئے مستقبل میں ہمارے قومی چیلنجز سے نمٹنے اور ترقی و خوشحالی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

وطن کے پاسبان نے کہا ہے:

"دینی مدارس نے ملک میں دینی شعور اجاگر کرنے، اسلامی تہذیب کو متعارف کروانے اور فروغ دینے اور تعلیمی کمی کو پورا کر کے شرح خواندگی میں اضافہ کیا ہے اور آبادی کے ایک بڑے حصے کو تعلیم و شعور کے زیور سے آراستہ کر کے ملک کی خدمت میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ جدید تقاضوں کے پیش نظر مدارس میں نظام تعلیم کو البتہ اپ گریڈ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ دینی درسگاہوں کو خود مختاری کے ساتھ دیگر تعلیمی مراکز کی طرح مراعات دی جائیں، دینی تعلیم کو سرکاری حیثیت دی جائے؛ جس طرح طب کے مختلف شعبہ جات کو تسلیم کیا گیا ہے اسی طرز پر اسے بھی باقاعدہ نظام تعلیم تسلیم کیا جائے۔ دینی درسگاہوں کی خود مختاری کو چھیڑے بغیر اصلاحات کی جائیں تو یہ خوش آئند ہوں گی۔

اتحاد تنظیمات المدارس کو یونیورسٹی کی حیثیت دی جائے ، الشہادۃ العالیہ اور شہادۃ العالمیہ کے امتحانات، اسناد اور دیگر امور کو یونیورسٹی سرانجام دے۔ یونیورسٹی کے تحت ہر وفاق کا امتحانی بورڈ الگ قائم کیا جائے جو ثانویہ عامہ اور ثانویہ خاصہ کے امور کو سرانجام دے۔"

اس رہنمائی کی روشنی میں دینی طلبہ کو قائد ملت کے اس مطالبہ کو آگے بڑھانا چاہیئے تھا، اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ احساس بھی ہونا چاہیئے تھا کہ ان کا مطالبہ مفید اور ثمر بخش ہے۔ اس مطالبہ پر انہیں تشویق ہوتی، اس کام کا پیچھا کرتے ، اس کا جائزہ لیتے ، اس مسئلہ پر غور وفکر کرتے ، اسے پختہ کرتے ، اسے عملی جامہ پہنانے کا طریقہ کار تلاش کرتے ، اس طریقہ کار کو متعلقہ اداروں کے سامنے رکھتے ، سرگرم رہتے اور آخر کار خود عملی میدان میں قدم رکھتے۔

آج اگر کسی کی ترقی اور فلاح و بہبود کی طرف توجہ نہیں دی جارہی ہے، ان کے مستقبل کے لئے کوشش نہیں کی جارہی ہے اور جن کے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک روا رکھا جارہا ہے، تو وہ دینی مدارس کے طلبہ ہیں۔ دینی طلبہ کی دادرسی کرنے اور ان کے حالات کی ترجمانی کرنے کے لئے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوتا، کھڑا کیا ہوتا، لوگ تو ان کا تشخص مٹانے کے درپے ہیں۔

وطن کے پاسبان علامہ سید ساجد علی نقوی کی رہنمائی کا مقصد یہی ہے کہ امت کا یہ قیمتی سرمایہ ضائع نہ ہونے پائے اور ملت کے مقدر کا ستارہ طلوع ہونے سے پہلے ڈوب نہ جائے۔

واضح رہے کہ شیعہ علمائے کرام نے پوری تاریخ میں، کافی دباؤ اور گوناگون محرومیتوں کے باوجود قابل قدر محنتیں کی ہیں اور اپنے پیچھے گراں قدر تالیفات چھوڑی ہیں۔ انہوں نے خون جگر پی کر اور ناقابل برداشت تکلیفیں اٹھا کر تشیع کے پودے کی آبیاری کی ہے اور پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ کی اس عظیم میراث کو ہم تک پہنچایا ہے۔ اس دوران اگر حالات نسبتاً مناسب پیدا ہوتے اور شیعوں کے خلاف دباؤ قدرے کم ہوتا، تو شیعوں کے فقہا، علما اور فلاسفہ میں بے مثال شگوفائی دیکھنے کو ملتی۔ ان حالات میں آل بویہ کی حکومت کے دوران شیخ صدوق، شیخ مفید اور شیخ طوسی کا زمانہ قابل ذکر ہے، خواجہ نصیر الدین طوسی ۱۸۰ کتابیں اور علمی رسالے مختلف عناوین پر لکھنے کے ساتھ ساتھ مغلوں کی سلطنت کو ایک مسلمان سلطنت میں تبدیل کر کے حاکم وقت کو مراغہ شہر میں رصد خانہ اور ایک بڑی لائبریری کی تجویز کے ذریعہ اسلامی میراث کو محفوظ کر گئے۔ علامہ حلی نے سلطان محمد خدابندہ کے ساتھ رہ کر مذہب حقہ کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ایران میں شیعہ مذہب کو سرکاری حیثیت دلوائی۔ علامہ حلی، بادشاہ کے تمام مسافرتوں میں ہمراہ رہے

اوران کی ہی تجویز پر بادشاہ نے ایک سیار مدرسہ بھی تاسیس کیا، یوں علامہ جہاں بھی جاتے خیمہ نصب کیا جاتا یوں علامہ درس وتدریس میں مشغول ہو جاتے تھے۔

اسی طرح صفوی دورحکومت میں علامہ مجلسی کا زمانہ اس بات کا گواہ ہے،صفوی بادشاہوں کے تشیع سے منتسب ہونے اور یہ کہ وہ اپنے آپ کو ائمہ اطہار سے منسوب جانتے تھے،علامہ مجلسی نے اس سے پورا پورا استفادہ کیا۔حدیث شیعہ کے سب سے بڑے دائرۃ المعارف، یعنی "بحارالانوار" کی تالیف اس زمانہ کے علاوہ کسی اور زمانہ میں اور اقتصادی امکانات کے فقدان کی حالت میں بہت مشکل تھی۔صفوی سلاطین میں علامہ کا خاص اثر ورسوخ تھا، علامہ مجلسی نے اپنے اجتماعی اور سیاسی اقتدار سے استفادہ کر کے بہت سی قدیمی کتابوں کی نسخہ برداری کر کے شیعوں کی ایک عظیم میراث کو نابودی سے بچایا۔

۳۰ دسمبر ۲۰۱۷

وطن کا پاسبان اور متحدہ مجلس عمل

پاکستان کی چھ دینی سیاسی جماعتوں نے ۲۷ جون ۲۰۰۱ء کو اسلام آباد میں ایک سربراہی اجلاس کا انعقاد کیا اور انہوں نے اس اجلاس میں اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم پاکستان کی آزادی، سلامتی، استحکام اور اسلامی تشخص کیلئے مشترکہ جدوجہد کریں گے۔ ہمارا اصل ہدف ملک میں حقیقی، اسلامی، جمہوری نظام کا قیام ہے۔ اس اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ اور ۱۹۷۳ء کا آئین اسلام ہی کی بنیاد پر پارلیمانی جمہوریت اور وفاقی نظام حکمرانی کے قیام کا ضامن ہے۔ انہی چھ دینی و سیاسی جماعتوں نے "متحدہ مجلس عمل" کی تشکیل کا اعلان کیا۔ اس پلیٹ فارم کی نگاہ میں دستور کی بحالی اور دستور کے فریم ورک میں قرآن وسنت کی ہدایت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق ایک ایسی ریاست اور معاشرے کا قیام ان کی جدوجہد کا مقصود تھا جو عوام کی آزادی، دینی روایات، ملی تہذیب وتمدن، معاشی انصاف اور خوشحالی کی ضمانت دے۔

نیز ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرے گا تا کہ تمام دینی/سیاسی قوتیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اسلامی نظام زندگی کے قیام اور لادینی عناصر کی یلغار کا مقابلہ کر سکیں۔ (متحدہ مجلس عمل پاکستان فیصل آباد، دستور و منشور متحدہ مجلس عمل پاکستان، صفحہ ۲)

متحدہ مجلس عمل نے ۲۰۰۲ء میں انتخابات میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور ایک بڑی کامیابی کے ساتھ ۶۸ نشستیں قومی اسمبلی میں، ایوان بالا میں بھاری تعداد اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی بھرپور نمائندگی کے ساتھ ابھر کر سامنے آئی جبکہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں حکومت بنانے میں کامیابی کے ساتھ ساتھ وزیراعظم کے انتخاب میں بھی حصہ لیا اور قائد حزب اختلاف کا منصب سنبھالنے میں کامیاب ہوئی۔ یہ اتحاد بعدازاں پہلے کی سی صورت میں قائم نہ رہ سکا، اس میں موجود دوسری بڑی تنظیم جماعت اسلامی نے ۲۰۰۸ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا، جس کے نتیجے میں نئے انتخابات میں مذہبی جماعتیں قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر

سکیں۔

متحدہ مجلس عمل کا پھر سے فعال اور بحال ہونا وقت کی ضرورت ہے۔ متحدہ مجلس عمل، وطن کے پاسبان علامہ سید ساجد علی نقوی کے لئے کوئی مجبوری نہیں تھی لیکن آپ پھر بھی ایم ایم اے کی بحالی میں سنجیدہ دکھائی دیئے؛ کیونکہ آپ پاکستان کی اندرونی سیاست کے ساتھ ساتھ عالمی معاملات کو بھی بڑی باریکی سے دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت اسلام اور پاکستان کے دشمن، پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کروانے کا مکمل فیصلہ کر چکے ہیں جس پر عمل درآمد کے ارادے سے بڑی تعداد میں داعش کے لوگوں کو افغانستان میں آباد کرنا شروع کر دیا ہے، جہاں سے وہ غیر ملکی ایجنسیوں کی مدد سے پاکستان میں فرقہ واریت اور مذہبی گڑبڑ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وطن کے پاسبان علامہ ساجد نقوی صرف پاکستان کی بقا،سلامتی اور دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے متحدہ مجلس عمل کو فعال کرنے میں بہت زیادہ سنجیدہ رہے۔ موصوف کو صرف ملک وقوم کی فکر کھائے جا رہی ہے؛ آپ صدیوں سے آگے سوچ رہے ہیں کہ ابھی تو صرف قادیانیوں والا مسئلہ چھیڑ کر فوج اور عوام میں خانہ جنگی کروانے کی سازش کی گئی۔ کل اگر شیعہ سنی، دیوبندی بریلوی اختلافات کو ہوا دے کر فسادات کروانے کی سازش ہوئی تو یہ آگ گھر گھر لگے گی۔ سگے بھائی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے کیونکہ پاکستان میں ایسے کئی گھر موجود ہیں جن میں ایک بھائی شیعہ تو دوسرا سنی؛ ایک بریلوی تو دوسرا دیوبندی ہے۔

استعماری طاقتوں کا کسی بھی اسلامی ملک میں داخل ہونے کا یہ ایک ہی پُرانا اور کارآمد طریقہ واردات ہے جسے وطن کے پاسبان اور دیگر قائدین کی سربراہی میں مذہبی جماعتوں کا اتحاد ہی ناکام بنا سکتا ہے۔ ملک انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے اس لئے ہمیں پھونک پھونک کر سازشوں کو سمجھتے ہوئے قدم اُٹھانے ہوں گے۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ علامہ صاحب نے ایم ایم اے میں فقط سیٹوں کے حصول کے لئے نہیں بلکہ عالمی سازشوں سے ملک اور قوم کو بچانے کے لئے اس اتحاد کو ترجیح دی ہے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کہتے ہیں:

"پانچ بڑی دینی جماعتوں کے اتحاد کا ایک مرتبہ پھر فعال ہونا انتہائی خوش آئند ہے، اس کے اعلیٰ وارفع مقاصد کے ساتھ انتخابی عمل میں حصہ لینا جہاں مقصود ہے وہیں دینی اقدار، تہذیب کا تحفظ، مساجد و مدارس، منبر ومحراب کا وقار، قومی معیشت سے کرپشن کا خاتمہ اور داخلی وخارجی محاذ پر ملک دشمن قوتوں کی سازشوں کو مل کر نا کام بنانا بھی بڑے مقاصد ہیں۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کی لہر ایک بار پھر سر اٹھا رہی ہے، ان حالات کے پیش نظر قوم میں اتحاد و وحدت کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان جس نازک موڑ پر کھڑا ہے اس نازک موڑ پر دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ امن و اتحاد سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اتحاد امت کے بغیر عالمگیر غلبہ اسلام کا خواب پورا ہو سکتا ہے نہ بیت المقدس کے لئے کوئی رول ادا کیا جا سکتا ہے۔ مسلم ممالک کی باہمی لڑائی استعماری ایجنڈا ہے کہ فرقہ واریت کی پھیلتی آگ کو بجھایا نہ گیا تو پورا عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

متحدہ مجلس عمل کے انتخابی عمل کے بارے میں بھی واضح رہے کہ بعض سیاسی اور غیر سیاسی قوتوں کی بھی یہ خواہش ہے کہ بڑی مذہبی جماعتوں کا یہ اتحاد منظم انداز سے انتخابی میدان میں نہ اُتر سکے، تاہم مبصرین کے مطابق ایم ایم اے نے بہتر انتخابی حکمت عملی اختیار کی تو ۲۰۰۲ء سے بہتر پوزیشن حاصل ہو سکتی ہے۔

متحدہ مجلس عمل نیک شگون

عالمی استعماری قوتیں ہمارے ملک کی وحدت اور اسلامی تشخص کے خلاف جہاں سازشیں کرنے میں مصروف ہیں وہاں شعور سے عاری نادان دوست بھی اپنے قلم کے نیش سے چند من گھڑت مفروضات کی بنا پر قوم کے خیر خواہوں کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں نیز بعض سیاسی اور غیر سیاسی قوتوں کی بھی یہ خواہش ہے کہ بڑی مذہبی جماعتوں کا یہ اتحاد منظم انداز سے انتخابی میدان میں نہ اُتر سکے۔

موجودہ حالات میں متحدہ مجلس عمل کی بحالی انتہائی اہمیت کی حامل ہے جو کہ ملک وقوم کے لئے خوش آئند اور نیک شگون ہے۔ بعض افراد کی جانب سے اس کے خلاف منفی تاثر دینے کی کوشش افسوسناک ہے۔ مغربی استعماری قوتیں اسلامی دنیا کو دہشت گردی، فرقہ واریت اور علاقائی بنیادوں پر فسادات کروا کے اور جنگ مسلط کر کے مزید تباہ اور تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ پاک وچین اقتصادی منصوبہ سی پیک جو کہ نہ صرف پاکستان بلکہ خطے کی ترقی اور خوشحالی کا منصوبہ ہے اور سیاسی استحکام کے ساتھ گیم چینجر ہے جو کہ ان دشمن قوتوں کو گوارا نہیں ہے، اس لئے اب ملک اور خطے میں سیاسی عدم استحکام پیدا کرنے کی خطرناک سازش کی جا رہی ہے۔ متحدہ مجلس عمل صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پورے خطے اور عالم اسلام میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کا خاتمہ کر کے امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے کردار ادا کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ آنے والا دور متحدہ مجلس عمل کا ہوگا، ایم ایم اے کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے والوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے، پروپیگنڈا کرنے والوں کو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ متحدہ مجلس عمل کی بحالی پاکستانی قوم کی آواز تھی، اب متحدہ مجلس عمل کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔

ایک شُبہ ایجاد کیا گیا ہے کہ متحدہ مجلس عمل کا نام مسلم مجلس عمل ہونا چاہئے تھا۔ بعض جماعتوں کے نام میں مسلم اور مسلمین ہونے سے کیا وہ فوائد حاصل ہو گئے ہیں جن فوائد کی بدولت ایم ایم اے کے نام پر شبہ ایجاد کیا جا رہا ہے؟ نیز عالمی سطح پر رول ادا کرنے والے ادارے کا نام بھی مجمع تقریب بین المذاہب

الاسلامی ہے، کیا یہ بھی اپنا نام تبدیل کرے، اگر ایسا نہ کریں تو جن مقاصد کے لئے یہ مجمع تشکیل پایا ہے وہ حاصل نہیں ہوسکیں گے۔؟ ایم ایم اے سے مسلم مسلم الائینس کوئی کہے یا مسلم مومن الائینس یہ لفظوں کا کھیل وہی کھیلتے رہیں جنہیں اس کام کے علاوہ اور کوئی مصروفیت نہیں۔

پانچ کروڑ شیعہ کے عدد کا استعمال کر کے قائد موجود کے خلاف استعمال کر لینا تو بہت آسان ہے لیکن اس پانچ کروڑ کے پورے ملک میں جغرافیائی اعتبار سے جو مسائل ہیں ان کو نظر انداز کرنا، علاقائی سیاستدانوں سے وابستگیاں، وڈیرہ سسٹم وغیرہ اور ڈیڑھ اینٹ کی مساجد جنہوں نے کھڑی کر رکھی ہیں ان سے چشم پوشی کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ سیٹوں کی تقسیم ووٹرز کی سیٹ نکالنے کے حساب سے ہوتی ہے، کے پی کے اور بلوچستان میں دیگر اتحادی جماعتوں کے امیدوار پانچ سے دس ہزار ووٹ تک حاصل کر کے سیٹ نکال لیتے ہیں جبکہ آپ کا پانچ کروڑ...؟ گزشتہ الیکشن میں ایک شیعہ گروہ پانچ کروڑ آبادی کی بنیاد پر الیکشن لڑ چکا ہے، وہ رزلٹ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

تکفیریوں کا راستہ اگر قائد محبوب نے ہی نہیں روکا ہے تو روکنے والے کسی سورما کو منظر عام پر لایا جائے!!! تکفیریت کا مقابلہ جس انداز میں قائد محبوب نے کیا ہے اس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، تکفیریوں کے وجود کے ختم ہونے کا دعوی قیادت نے کب کیا ہے؟ البتہ تکفیریت کی ناک کو خاک سے ضرور رگڑا ہے اور اس سوچ کا مقابلہ کیا ہے جو شام سے شروع ہوئی تھی کہ علی بن ابی طالب مسجد کیا کرنے گئے تھے کہ مسجد میں قتل ہو گئے۔

پھر تاریخ نے اپنے آپ کو یوں دہرایا کہ ایک مکتب فکر کے کسی پروگرام میں قائد محبوب کو خطاب کے دوران ایک غیر شیعہ شخص نے دیکھ کر اپنے ساتھ بیٹھے مولانا سے کہا کہ علامہ ساجد نقوی کی پیشانی پر کس چیز کا نشان ہے مولانا نے جواب میں کہا یہ نماز پڑھنے کی وجہ سے ہے تو وہ شخص کہنے لگا، اچھا شیعہ بھی نماز پڑھتے ہیں!!!

متحدہ مجلس عمل والے اقدام پر تو قائد محبوب کا ہر موافق و مخالف معترف ہے، نہ معلوم من گھڑت مفروضات ایجاد کرنے والوں کو کیا مشکل درپیش ہے؟! ہاں البتہ! ہر اقدام ہر کسی کی سمجھ میں نہ آنا بھی ایک منطقی بات ہے، ہم تو یہی حسن ظن کر سکتے ہیں۔

ایم ایم اے آنکھوں کا کانٹا

انسانی فطرت مختلف قسم کے رویوں کا مجموعہ ہے، کچھ لوگ منفی بات میں سے بھی مثبت پہلو نکالنے کا رویہ اپناتے ہیں، جب کہ کچھ کا رویہ مثبت بات میں سے بھی منفی پہلو کشید کر لیتا ہے۔ پہلی قسم کے لوگ زندگی کے تمام حالات کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرتے ہیں، جب کہ دوسری قسم کے لوگ بڑی بڑی خوشیوں سے بھی مطمئن نہیں ہو پاتے۔ برستی بارش کے قطرے سیپ اور سانپ دونوں کے منہ پر گرتے ہیں، لیکن سیپ اس قطرے کو موتی اور سانپ زہر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی معاملہ مثبت اور منفی سوچ کا ہے۔

یہ انسان کی اپنی مرضی ومنشا پر منحصر ہے کہ وہ منفی روش کے دھارے میں بہہ کر اپنے اور دوسروں کے لئے پریشانی اور مایوسی کا سامان کرتا ہے یا پھر مثبت روی کا دامن تھام کر خوشی و امید کے دیپ جلاتا ہے۔ ہر چیز کا آغاز سوچ سے ہوتا ہے۔ اگر سوچ اچھی ہے تو اس کا نتیجہ بھی اچھا ہی برآمد ہوگا اور اگر سوچ اچھی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ اچھا برآمد نہیں ہوتا۔ منفی سوچ کا حامل شخص معاشرے میں مایوسی کو جنم دیتا ہے اور خود مسائل میں الجھتا چلا جاتا ہے، جب کہ مثبت سوچ کا حامل انسان معاشرے کے لیے امید کی کرن ہوتا ہے، جو مسائل کو سلجھاتا بھی ہے اور ان ہی مسائل میں رہ کر نئی راہیں بھی تلاش کر لیتا ہے، وہ معاشرے میں موجود برائی کو ختم کرنے اور مثبت تبدیلی لانے کے لیے اپنے حصے کی شمع جلانے پر یقین رکھتا۔ مثبت سوچ انسان کی شخصیت، صحت، تخلیقی صلاحیت اور جرات پر تعمیری اثرات مرتب کرتی ہے۔

اس کی ذہنی صحت کو بہتر بناتی اور اس کی کارکردگی کو عروج پر لے جاتی ہے۔ انسان کی سوچ جتنی زیادہ مثبت ہوگی، اس کی زندگی اتنی ہی زیادہ خوشگوار ہوگی۔ منفی سوچ کا اثر بالکل الٹ ہوتا ہے۔ منفی سوچ کی وجہ سے انسان گھٹن اور ڈیپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور یہ سوچ ایسی چبھن بن جاتی ہے کہ انسان خوشی کے موقعے پر بھی اپنی خوشی سے بھرپور لطف اندوز نہیں ہو پاتا۔

انسان کو اپنی سوچ پر ہر وقت قابو رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ سوچ ہی حقیقت کو جنم دیتی ہے۔ ہماری زندگی

میں کچھ بھی تبدیل نہیں ہوتا جب تک کہ ہم خود اپنے سوچنے کا انداز نہیں بدلتے۔ اگر ہم میں منفی جذبات پائے جاتے ہیں تو ہم اسی تناسب سے کامیابی حاصل کریں گے اور اگر ہماری سوچ مثبت ہے اور ہم محبت، خوشی، صحت، خوشحالی اور دوسروں کے ساتھ تعاون کے متعلق سوچتے ہیں تو ہماری زندگی میں بھی ہر طرف خوشیاں اور کامیابیاں ہوں گی۔ ہم اپنے اندر اگر مثبت خیالات رکھتے ہیں تو ہمارے اعمال اور ان کے نتائج بھی مثبت ہوں گے۔

بعض لکھاریوں نے ایم ایم اے کو فکر دینے کی کوشش کی ہے، لگتا ہے انہوں نے ایم ایم اے کے رہنماؤں کے بیانات کو اصلاً دیکھا ہے نہ ایم ایم اے کے دستور ومنشور کو پڑھا ہے۔ ورنہ اسطرح لکھنے میں وہ اپنا وقت ضائع نہ کرتے۔ مثلاً قائد ملت جعفریہ کا بیانیہ ہی دیکھ لیں۔

آپ اپنے بیانیہ میں فرما چکے ہیں:

> **"پانچ بڑی دینی جماعتوں کے اتحاد کا ایک مرتبہ پھر فعال ہونا انتہائی خوش آئند ہے، اس کے اعلیٰ وارفع مقاصد کے ساتھ انتخابی عمل میں حصہ لینا جہاں مقصود ہے وہیں دینی اقدار، تہذیب کا تحفظ، مساجد و مدارس، منبر ومحراب کا وقار، قومی معیشت سے کرپشن کا خاتمہ اور داخلی و خارجی محاذ پر ملک دشمن قوتوں کی سازشوں کو مل کرنا کام بنانا بھی بڑے مقاصد ہیں۔"**

منفی سوچ ہمارے معاشرے کی رگوں میں سرایت کر چکی ہے۔ بعض لکھاریوں کی عادت سی بن گئی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے مثبت پہلوؤں کو منفی پہلوؤں کے ساتھ ردّ کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔ انہیں مسلم معاشرے کی کوئی بری بات نظر آجائے تو اس کا واویلا کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ یہی منفی سوچ ہے جو معاشرے میں مایوسی کو جنم دیتی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

جبکہ مثبت طرز فکر وعمل کا انجام کامیابی اور منفی کا انجام ناکامی ہے۔

اعتراض کرنے والوں کو جاننا چاہئے کہ میشل خان کے مسئلہ پر سب سے پہلے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے آواز اٹھائی ہے۔

ان کے حق میں لکھاریوں کو لکھنا کیوں بھول جاتا ہے؟

جس مسلم معاشرے پر سیکولر اور لبرل لوگ چھائے ہوں وہاں مذہبی جماعتوں کا اتحاد آنکھوں کا کانٹا تو محسوس ہوتا ہے۔

مولانا فضل الرحمن اپنے بیانیہ میں کہہ چکے ہیں کہ:

"ملک کا آئین واضح طور پر کہتا ہے کہ قانون سازی قرآن وسنت کے تحت ہوگی ہمارا ہدف ملک میں اسلام کا نفاذ ہے، متحدہ مجلس عمل ملک میں حقیقی تبدیلی لائے گی۔" (جمعیت کی آفیشل سائٹ پر بیانیہ موجود)

اس کا مطلب ہے وہ پاکستان کے آئین پر یقین رکھتے ہیں، جب پاکستان کے آئین پر یقین رکھتے ہیں تو گاندھی کے بارے ایجاد کیا ہوا شبہ باقی نہیں رہتا اور اسی طرح کسی بھی شدت پسند گروہ کی پالیسی جو آئین پاکستان کے برعکس ہوگی ایم ایم اے اسے ردّ کرتی ہے۔

منورحسن سابق امیر جماعت اسلامی کہتے ہیں:

"قاضی حسین احمد نے مجھ سے کئی بار یہ بات کہی اور میں اسے آگے پہنچانا چاہتا ہوں کہ جماعت اسلامی کی دعوت کو فروغ دینے کے لئے علامہ اقبال کو پیش کرتے رہنا چاہئے، ان کا کلام بھی جماعت اسلامی کی دعوت ہی ہے۔ اس میں دعوت بھی ہے، جہاد بھی ہے اور اس میں امت کے لئے آگے بڑھنے کا پیغام بھی ہے، قیادت وسیادت بھی ہے۔" (تفہیم ڈات کام پر بیانیہ موجود)

شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی فرماتے ہیں:

"پاکستان میں سیاست آئین کے تحت ہوتی ہے۔" (سفیر انقلاب، ص ۱۴۸)

لہٰذا، ایم ایم اے کی حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق ہوگی۔

گستاخی معاف

بعض عناصر، شیعہ قومی پلیٹ فارم کے خلاف نوجوان نسل میں بے بنیاد شبہات پیدا کر کے انہیں گمراہ کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں؛ چند شبہات سوشل میڈیا پر نظر سے گزرے ہیں؛ ان کے بارے تفصیلات تو قومی پلیٹ فارم سے وابستہ محققین بیان فرمائیں گے لیکن ہماری مختصر سی کاوش قارئین کے لئے پیش خدمت ہے:

عالم کی اگر کوئی اہمیت نہ تھی تو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ نے عالم کے قلم کی سیاہی کو شہدا کے خون سے افضل کیوں قرار دیا؟

عمامہ اگر کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو سقیفہ میں جس کے سر پر سجا دیا گیا تھا پھر اس کی پیروی کیوں نہ کی گئی؟

امامت وخلافت کا عمامہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سر اقدس پر سجا ہوا حاکم شام کو اچھا نہ لگا تو صفین کا میدان لگا، کتنے مسلمان قتل ہوئے تو ذرا خود ہی بتا؟!

جو شخصیت اپنے خطابات میں یہ کہے کہ حکمرانوں کے پاس اختیارات نہیں؛ میں ان سے زیادہ طاقتور ہوں تو وہ شخصیت سیاستدانوں سے ملاقات کر کے اپنا سر کس چیز کی بدولت بلند کرے گی؟!

تہمتیں لگانے اور کسی کے خلاف پروپیگنڈا کا نام تقویٰ ہے یا کسی کے بارے حسن ظن رکھنا؟

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی فرماتے ہیں:

"تشیع کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنایا، آج تک میں نے کوئی ایسا کلمہ ادا نہیں کیا جس پر کسی کو کوئی اعتراض ہو شیعہ کیا کسی سنی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا، ہم نے ایسا طریقہ اپنایا جس سے قوم کو بچایا ہے۔" (خطاب سے اقتباس، ۱۲راگست ۲۰۱۶ء، سوتری وٹ ملتان)

مُلکوں، حکمرانوں، جماعتوں اور مختلف اداروں کے سربراہوں سے ملاقاتیں اپنی جماعت اور مرکز کی

پالیسی کے تابع رہ کر کرنی چاہئیں یا خود ان سے ڈائریکٹ وابستہ ہوجانا چاہیئے؟ اور وابستگی میں اتنا آگے نکل جائیں کہ واپسی کا راستہ ہی نہ بچے...!

تعجب ہوتا ہے اس سوچ پر کہ لوگوں نے خود اپنے الگ راستے بنائے؛ قیادت سے خود جدا ہوئے اور قیادت سے خود فاصلے پر رہنے لگے، اب کہتے ہیں کہ قیادت اور عوام میں فاصلے ہیں۔قیادت تو اپنی عوام کی خوشی وغمی میں شریک ہے اور ان کا سیل نمبر بھی ہر وقت آن رہتا ہے، ڈائریکٹ لوگ رابطہ بھی کرتے ہیں...قیادت کو لیٹرز لکھتے ہیں، کالیں کرتے ہیں، ملاقاتیں کرتے ہیں اور ای میلز کے ذریعے بھی مرتبط ہیں۔

ایک شُبہ ایجاد کیا جاتا ہے کہ قائد ملت کے خطابات میں تکراری باتیں کیوں ہوتی ہیں؟

قرآن مجید میں کسی چیز کے بارے ایک ہی دفعہ کا حکم کافی تھا لیکن اس کے باوجود پھر بھی تکرار پایا جاتا ہے۔

انسان کی عملی زندگی میں عبادات میں تکرار، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور خطبات تقوی، ہر سال ماہ رمضان کے روزے، حج و...

ہر سال ماہ محرم میں عزاداری کا انعقاد اور دیگر جزئیات و...

ہر انسان کی انفرادی زندگی کو ہی دیکھ لیں کہ کھانے پینے میں تکرار، سانس لینے میں تکرار، نہانے دھونے میں تکرار، و...

کسی انسان کا سانس میں تکرار نہ ہو تو انجام کیا ہوگا؟!

کھانے پینے میں تکرار نہ ہو تو انجام؟!

نہانے دھونے میں تکرار نہ ہو تو انجام؟!

جواب میں کہا جائے گا اس تکرار میں انسان کی زندگی منحصر ہے۔

قائد ملت کے خطابات میں بعض باتوں کا تکرار بھی پاکستانی عوام کی پُرامن زندگی کے لئے ہے۔

دہشت گردی کو رکنا چاہیئے، اس بات کا تکرار کس بات کی علامت ہے؟

تکفیری گندگی کے ڈھیر پر کھڑے ہیں۔ یہ تکرار کس بات کی علامت ہے؟

ایوانوں اور میدانوں میں تشیع کے حقوق کا تحفظ کیا، کس بات کی دلیل ہے؟

تشیع کے خلاف پیش ہونے والے بلز، کس چیز کی یاددہانی ہے؟

اتحاد و وحدت کی باتوں کا تکرار، کس مطلب پر دلالت کرتا ہے و...؟

عزاداری ہمارا آئینی وقانونی حق ہے اور ہماری شہری آزادیوں کا مسئلہ ہے۔

کیا عزاداری میں مومنین کی زندگی نہیں ہے، مچھلی اور پانی کی مثال؟

حقیقت میں یہ تکرار نہیں اصرار ہوتا ہے، تاکید ہوتی ہے۔ ضمیروں کو جھنجوڑا جاتا ہے۔ یہی اس اسلوب کی حکمت ہے۔

ایک صاحب نے شُبہ ایجاد کیا ہے کہ علامہ سید ساجد علی نقوی کو جب قائد منتخب کیا گیا تو سندھ کے علما کو ووٹ کاسٹ نہیں کرنے دیا گیا تھا اور ان کو دباؤ کے ذریعہ قیادت کو ماننا پڑا تھا۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر سندھ کے علما نے ووٹ کاسٹ نہیں کیا تھا اور دباؤ کے ذریعے ہی قیادت تسلیم کرائی گئی تھی تو کیا اب تک بھی وہ دباؤ جاری ہے؟ حالانکہ آج تو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہتھیار سوشل میڈیا کی صورت میں ہر کسی کے پاس موجود ہے، صوبہ سندھ کے علما کی اکثریت اب بھی قائد ملت کے ساتھ ہے۔

لوگوں کے پاس جب کوئی جواب نہیں رہ جاتا کہ علامہ سید ساجد علی نقوی آئینی اور قانونی قائد اور شہید حسینی کے جانشین ہیں تو وہ مختلف شبہات ایجاد کرنے لگ جاتے ہیں، اس طرح کے شبہات ایجاد کرنے کا مقصد اپنے معاملات کو درست قرار دینا، اپنے لئے جواز بنانا اور راستہ ہموار کرنا ہے۔

اہلسنت کے معروف مصری دانشور ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:

> **"حاکم شام ایک طرف سے حضرت علی علیہ السلام سے خونِ عثمان کا مطالبہ اور دوسری طرف ان سے خلافت شوریٰ کے حوالے کرنے کا تقاضا کر رہا تھا جبکہ خود اس نے اس کے برعکس عمل کیا کہ یزید کو اپنے بعد خلیفہ منتخب کر دیا۔" (الفتنۃ الکبری.علی و بنوہ، صفحہ ۲۲۵، دارالمعارف، القاہرہ)**

رہبر معظم کی نمائندگی کے بارے میں بھی لوگ "نمائندہ" کے اپنے اپنے معنی و مفہوم بیان کر رہے ہیں۔ یہ تو پھر ہر ایک کا اپنا ظرف ہے کہ اہلسنت کے نظریہ کو فالو کرتے ہوئے مولا کے معنی دوست کے کرے یا اہل تشیع کے معنی ولایت وحکومت کو فالو کرے... لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ۔

ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ایک شخصیت جو دو ولی فقیہ (رہبر کبیر و رہبر معظم) کی نمائندہ ہو، جو شیعہ قومی پلیٹ فارم کے دستور و آئین کے مطابق قائد ہو، پاکستان کے اکثریت علما و مدارس بھی اس کے

ساتھ ہوں، جب اس کی اطاعت اہمیت نہیں رکھتی تو اوروں کی اطاعت کیا معنی رکھتی ہے؟

لہٰذا

انہوں نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں؛ لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے امام علی علیہ السلام سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہیں؛ لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے امام خمینیؒ سے کہا: امام زمانہ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے ولی فقیہ (سید علی خامنہ ای) سے کہا: امام خمینیؒ کو مانتے ہیں لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے نمائندہ ولی فقیہ (علامہ ساجد نقوی) سے کہا: ولی فقیہ کو مانتے ہیں لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے قائد شہیدؒ سے کہا: مفتی جعفرؒ کو مانتے ہیں لیکن آپ کو نہیں!

انہوں نے قائد موجود سے کہا: قائد شہید کو مانتے ہیں لیکن آپ کو نہیں!

بے بصیرت ہمیشہ ایک قدم پیچھے رہتے ہیں۔

نظام حکومت کی تعیین

جماعتِ اسلامی نے ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں بائیکاٹ کیا، اسی طرح تحریک انصاف اور جماعت اسلامی نے مل کر ۲۰۰۸ء کے الیکشن میں بائیکاٹ کر چکے ہیں۔

یہ جماعتیں پاکستانی عوام میں اچھا خاصا نفوذ اور اثر و رسوخ رکھنے کے باوجود، انتخابات کو متاثر نہیں کر پائیں۔

کسی ایسے شخص کا ووٹ دینے کو حرام قرار دینا جن کا کوئی ووٹ بینک نہیں، وہ کتنا اثر انداز ہو سکتے ہیں؟؟!!!

خوش فہم ہونا، خیالی پلاؤ پکانا یا ہوا میں محل بنانا کوئی تعمیری یا ترقی پسندانہ رویہ نہیں ہوتا بلکہ حقیقی و زمینی حقائق کو مدنظر رکھ کر اپنی منصوبہ بندیاں کرنے اور عملی جدوجہد سے ہی تعمیر و ترقی کے خواب کو شرمندہ تعبیر بنایا جا سکتا ہے۔

نظام حکومت کی تعیین، رائے عامہ پر موقوف ہے

سوال:۔ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ایران کے اندر شاہ کے تمام مخالفین خواہ وہ سیاسی ہوں یا مذہبی کے

درمیان ایک ہمہ گیر اتحاد وجود میں آچکا ہے، کیونکہ سب کہتے ہیں کہ شاہ کو جانا چاہئے۔ ہمارے نزدیک سب سے اہم موضوع یہ ہے کہ آپ شاہ کے بعد کس قسم کا نظام قائم کریں گے جس پر سب متفق ہوں؟

جواب:۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک حقیقی اسلامی نظام، شہنشاہی نظام کی جگہ لے۔ ہم جمہوری نظام پر ریفرنڈم کرائیں گے اور چونکہ تمام ایرانی مسلمان ہیں اس لئے وہ اس کے حق میں ووٹ دیں گے۔ ان سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اسلامی جمہوری حکومت قائم ہوگی۔

(مختلف نامہ نگاروں کو امام خمینی (رح) کا انٹرویو، صحیفہ نور، جلد ۳، صفحہ ۲۵۸۔۲۵۹، بحوالہ آئین انقلاب اسلامی، ص۹۷۴، تاریخ ۸۔۹۔۵۷=۲۹۔۱۱۔۱۹۷۸ء)

ہفتہ وحدت کے مہمانوں کے اجتماع سے رہبر کبیر امام خمینی رح کا خطاب سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

ہم تمام ممالک میں اتحاد اور نظم وضبط دیکھنا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ سارے مسلمان غیروں کے مقابلے میں متحد ہو جائیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہر کوئی اپنی حدود کے اندر خودمختار اور آزاد رہے، خواہ وہاں جس قسم کی حکومت ہو یا جس قسم کا مذہب۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اندر دوستی اور بھائی چارے کی فضا ہو، وہ ایک دوسرے سے مربوط ہوں. (صحیفہ نور، ج ۱۵، ص ۲۸۰، بحوالہ آئین انقلاب اسلامی، ص۵۷۰)

تعصب کی عینک اتار تجھے قیام نظر آئے

۱۹۸۰ء اسلام آباد کنونشن کے موقع پر حکومت وقت نے کنونشن کو لیاقت باغ راولپنڈی میں منتقل کرنے کی استدعا کی اور ساتھ ہی ایسا نہ کرنے پر لاء اینڈ آرڈر کے بہانے کے تحت شدید مزاحمت اور جانی نقصان ہونے کا عندیہ دیا۔ ۴/اور ۵/جولائی کی درمیانی شب مرکزی امامبارگاہ اسلام آباد میں قائدین تحریک کا ایک اجلاس ہوا جس میں مزید لائحہ عمل کی تشکیل پر طویل بحث ہوئی۔ یہاں بعض احباب نے اس اندیشہ کا اظہار بھی کیا کہ اگر جانی نقصان ہوا تو وہ کس زمرے میں آئے گا۔ اجلاس کی اس سراسیمگی میں بزرگ عالم دین علامہ سید گلاب علی نقوی البخاری آف ملتان اٹھے اور انہوں نے گرجدار آواز میں فرمایا:

> **اسلام میں اگر کوئی شخص اپنی جان و مال یا ناموس کا تحفظ کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید شمار ہوتا ہے لہذا مذہب حق کا تحفظ کرتے ہوئے قربان ہوجانا بھی اعلیٰ درجے کی شہادت ہے۔(سفیر نور، ص ۷۸)**

انہی خیالات کی تائید علامہ شیخ غلام محمد بلتستانی نے بھی کی۔(ایضاً)

قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی فرماتے ہیں:

> **جب لوگ استعمار سے آگاہی نہیں رکھتے تھے اس وقت ہم نے ایک آمر کے آمرانہ نظام کے خلاف علم بلند کیا۔(علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ شہید اسلامی شخصیات کی نظر میں، صفحہ ۴۶، تاریخ اشاعت ۱۴۱۴ ہجری)**

پاکستان اسلامی ریاست ہے، فقہی ریاست نہیں؛ ہم قطعاً اپنی فقہ پر کسی دوسری فقہ کا تسلط برداشت نہیں کریں گے وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ مرحوم نے یہ الفاظ کسے کہے تھے؟ سفیر نور، صفحہ ۷۵ کا مطالعہ کرنے سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ناموس صحابہ اور شریعت بلز کے مقابل قیام

فرقہ واریت کے مقابل قیام

تحفظ عزاداری کے لئے استقامت

ڈی آئی خان کا محاذ، قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد نقوی کی کال اور قومی تحریک کا کردار۔

سفیر امن نے شہید مولانا دیدار علی جلبانی کے چہلم کی مناسبت سے منعقدہ مجلس وتعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ڈیرہ اسماعیل خان میں اُس وقت جذباتیت میں آ کر روٹ تبدیل کیا گیا تھا تو میں نے کہا کہ اگر پہلے ہم سے بات کی جاتی تو تنگ گلیوں کی بجائے کھلی سڑک پر جلوس کی گفتگو ہوسکتی تھی لیکن اب اگر تم نے طاقت اور دباؤ کا راستہ اختیار کیا ہے تو طاقت اور دباؤ کو کبھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔" (خطاب سے اقتباس)

لال شہباز قلندر کے مزار پر عزاداری پر قدغن لگانے کی جب کوششیں ہوئی تو تحریک کی کال۔

راولپنڈی

میڈیائی ذرائع پر روٹ کو تبدیل کرنے کا ایشو بنایا گیا لیکن سفیر امن نے محاذ آرائی اور قوم کو الجھائے بغیر اقدامات کئے اسلام آباد میں ۱۹/صفر کے جلوس میں خود گئے اور ۲۰/صفر کو راولپنڈی کے چہلم کے جلوس کا آغاز بھی آپ نے جا کر کیا، جلوس میں موجود رہے اور عزاداروں کے ساتھ مل کر عزاداری کی۔ اس طرح راولپنڈی میں دنیا نے دیکھا کہ اربعین کا تاریخی جلوس بھی اپنے مقررہ روٹ پر جاری ہوا اور رہے گا۔ شہید الطاف حسین الحسینیؒ کی برسی کی مناسبت سے منعقدہ ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد محبوب نے فرمایا:

"سانحہ عاشور راولپنڈی کے بعد ایک بہت بڑا غبارہ بنایا گیا تھا کہ جلوس نہیں نکلنا چاہیے ہم نے اس میں سوئی کا ایک سرا داخل کر کے اس غبارے سے ہوا نکال دی۔" (خطاب سے اقتباس، ویڈیو موجود)

وطن کے پاسبان کا یہ جملہ زبان زد خاص وعام ہے:

"میں مسند شہادت تو قبول کر سکتا ہوں لیکن عزاداری کے خلاف کوئی سازش قبول نہیں کر سکتا۔"

راولپنڈی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عزاداری سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے ہم اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔"

لاڑکانہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عزاداری ہمارا آئینی حق ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔"

جھنگ کا محاذ اور قومی تحریک کا رول

سپریم کورٹ اسلام آباد میں علامہ تقی نقوی، علامہ افتخار نقوی اور قومی تحریک کے دیگر بزرگان کے علمی دلائل اور کاوشیں۔

شیخ غلام محمد غروی مرحوم کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں، قیام کرنے کا فن سمجھ آئے گا کہ قیام کسے کہتے ہیں۔

شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور جاننے کی کوشش کی جائے کہ آپ کو چلاس جیل کی صعوبتیں کیوں برداشت کرنا پڑیں۔

مؤمن شجاع اور کسی بھی طاقت سے نہ ڈرنے والے سید ضیاءالدین رضوی کو کیوں اور کن کے اشاروں پر حکومتیں انہیں گھر کے اندر محصور رکھتی تھیں؟

کسی سے نہ دبنے والے شہید ترابیؒ نے کس آمریت کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو ساتھیوں کے ہمراہ پابند سلاسل کر دیا مگر آپ نے آمر وقت پر ثابت کر دیا:

ڈریں گے ہم نہ اسیری سے اب زمانے میں
کریں گے ماتم شبیرؑ قید خانے میں

شیخ مرزا علی نگری اور جناب دیدار علی سابق وزیر گلگت بلتستان کیوں جیلیں کاٹ چکے ہیں؟

اپوزیشن لیڈر محمد شفیع خان رکن اسمبلی ہوتے ہوئے بھی جیل بھیجے گئے۔

خالصہ سرکار کا کیا مسئلہ چل رہا ہے اس حوالے سے اسلامی تحریک گلگت بلتستان کا اسٹینڈ لینا اور ماضی و حال کے دیگر مسائل میں اس کا رول۔

گلگت بلتستان کے لئے قومی تحریک کی آئینی وقانونی کوششیں۔

صوبائی صدر سید ناظر عباس تقوی کی جانب سے علما و ذاکرین کانفرنس نشتر پارک، تحفظ عزا کانفرنس،

سبلیوں سے پابندی کا خاتمہ، لاوڈ سپیکر سے پابندی کا خاتمہ، جلسے جلوس ، دھرنے اور دیگر سرگرمیاں و استقامت۔

لشکر جھنگوی کے مقابلے میں فدا حسین گھلوی کی استقامت۔

تکفیریوں کو ناکوں چنے چبوانے والے ملک ظفر علی گھلو، اپنے خطے میں شیعہ کافر کا نعرہ نہیں لگنے دیا نیز ملک اسحاق جیسے تمام دہشت گردوں کو اپنے خطے میں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔

رحیم یار خان میں رکن پور کا محاذ اور شہید شیخ منظور کی استقامت۔

علامہ سید محمد تقی نقوی نے مرحوم و مغفور علامہ سید عبدالجلیل نقوی کے سوئم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر دور میں صفین تلوار سے نہیں لڑی جاتی میرے دوست، ہر دور میں صفین اُس دور کے تقاضوں کے مطابق لڑی جاتی ہے، کبھی اسمبلیوں میں بلز کا توڑ پیش کر کے لڑی جاتی ہے، کبھی حقوق کے تحفظ کی صورت میں اور کبھی عزاداری کے راستے میں رکاوٹوں کو ہٹا کر، صفین موجودہ دور میں بھی لڑی جارہی ہے، اپنے دور کی صفین کو سمجھ اور اس صفین کے سپاہ سالار کو تلاش کر اور اے میرے دوست اس صفین کے مالک اشتر کو تلاش کر۔"

شہید انور علی آخونزادہ، شہید خورشید انور ایڈووکیٹ، شہید صفر علی بنگش، شہید ذوالفقار نقوی، شہید جاوید حیدر شاہ، شہید وقار حیدر نقوی، شہید اعجاز حسین نقوی، شہید قیصر چغتائی، شہید الطاف حسینی، شہید ایوب صدیقی و... یہ سب اپنی ذات میں قیام تھے۔

ملت جعفریہ کے نوجوانو، ان کرداروں کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ن کرداروں کو جھنجلانے کی قسم کھا رکھی ہے بعض عناصر نے لیکن

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

بعض باتوں کا جواب، خاموشی ہی جواب ہوتا ہے

مرکز مطالعات اسلامی قم میں ایک دن علی سجاد نقوی ، باقر نقوی اور بندۂ ناچیز کی حوزہ علمیہ قم کے معروف علمائے کرام از جملہ علامہ غضنفر حیدری، علامہ شبیر صابری اور آقا شیخ مدبر سے ملاقات کے دوران گپ شپ ہوئی وہاں باتیں تو بہت ساری ہوئیں۔ اس گپ شپ کے دوران ایک بات یہ بھی ہوئی کہ قائد محترم پر بعض افراد کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں لیکن آقا صاحب نے ان باتوں کا کبھی جواب نہیں دیا۔

میں نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا آقایون، حداقل آقا صاحب کو اپنا دفاع تو کرنا چاہئے تھا، تو آقا شیخ مدبر مسکراتے رہے اور میری بات سنتے رہے، میں نے جب اپنی بات مکمل کر لی تو انہوں نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک واقعہ سنایا کہ میرے والد بزرگوار نجف میں پڑھتے رہے ہیں ایک دن ان کے خارج اصول فقہ کے درس میں کچھ طالب علم ایک کتاب لے کر آئے اور اپنے استاد جو درسِ خارج دے رہے تھے کو وہی کتاب تھما دی اور ساتھ ایک چھوٹے سے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی دیا جس پر لکھا تھا کہ آقا صاحب درس کے بعد اس کتاب کے بارے بھی کچھ کہہ دیجئے گا لیکن مجتہد عصر نے ان کی توقع کے برخلاف اس کتاب کو اپنے منبر کے نیچے رکھ دیا، اٹھ کر جب وہ جانے لگے تو طلاب نے عرض کی آقا صاحب آپ نے جواب نہیں دیا تو فرمانے لگے، میں نے جواب دے دیا ہے، انہوں نے کہا وہ کیسے؟ جواب دیا: (اپنے منبر کے نیچے رکھ کر)

بعض باتوں کا جواب ہی خاموشی جواب ہوتا ہے لہٰذا اس کتاب کا جواب بھی وہی ہے جو میں نے دیا ہے۔ اس کتاب کی جگہ وہی ہے جہاں میں نے رکھا ہے۔

واقعاً آقای شیخ مدبر نے سچ فرمایا تھا کہ بعض سوالات کا جواب، خاموشی ہی جواب ہوتا ہے۔

یہ بات ہمارے لئے اب مزید واضح ہو چکی ہے جب سوشل میڈیا پر اوٹ پٹنگ قسم کے سوالات اور بے ہودہ باتیں نظر کے سامنے سے گزرتی ہیں۔

پاکستان ایجوکیشنل کونسل

اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس کی سب سے عظیم کتاب قرآن حکیم میں سب سے زیادہ جس چیز پر تاکید کی گئی ہے وہ تعلیم و تربیت ہے اس پر گواہ قرآن کی پہلی وحی جو اقراء سے شروع ہوتی ہے اور تمام انبیا کے مشترکہ اہداف میں سے ایک عظیم ہدف تعلیم و تربیت رہا ہے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات میں بھی یہ چیز ملتی ہے کہ آپ نے تعلیم کو کسی خاص زمان و مکان اور سن و سال سے مقید نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اطلبو العلم و لو کان بالصین۔

یعنی علم حاصل کرنے میں کسی جغرافیائی حدود کی قید و بند کی ضرورت نہیں۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اطلبوالعلم من المھد الی اللحد۔

یعنی حصول علم میں کسی سن و سال کی کوئی قید نہیں ہے۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشاعت علم کا اتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے کہ جب غزوہ بدر کے بعض قیدی فدیہ ادا نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا:

"دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے۔"

یہ بالکل ٹھیک بات ہے کہ تعلیم کا بنیادی مقصد معرفت ذات ہے یہ انسان اور اس کی ذات کے درمیان ایسا پل ہے جس کے قائم ہونے سے انسان کی شخصیت کی تجدید اور نکھار کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور پھر انسان کی شخصیت روحانیت کے منازل طے کرنا شروع کر دیتی ہے چونکہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

ایک بشر جب تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو کر خود گر اور خود گیر شخصیت کا حامل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے

ماحول سے مکالمے کی راہ بھی ہموار ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد انسان تخلیق وتجدید کا ایک قابل فخر سرچشمہ بھی بن کر ابھر سکتا ہے۔ ایسے تعلیم یافتہ افراد مہذب معاشروں کو جنم دیتے ہیں اور پھر پڑھے لکھے معاشروں کے گلستان میں بوعلی سینا، ابوریحان البیرونی، جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال جیسے پُرمہک پھول کھلتے ہیں۔ افراد ہی چونکہ زمانوں کے نمائندے ہوتے ہیں اس لئے جن معاشروں میں مذکورہ بالا دانشور، محقق اور مدبر ابھر کر سامنے نہیں آتے وہ معاشرے جمود کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تعلیم یافتہ معاشروں میں افراد کی قدرتی حس ِ اخلاق، حسن اخلاق میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عقیدہ، یقین، مقصدیت اور پہل کرنے کی اہمیت ایسے اعلیٰ اوصاف ہیں جو تعلیم یافتہ افراد کی زندگی کو بامعنی اور تخلیقی بنا دیتے ہیں۔

اسی چیز کے پیش نظر تحریک جعفریہ پاکستان نے محسوس کیا کہ قوم کا تعلیمی معیار حوصلہ اُفزا نہیں ہے کیونکہ مقابلے کے امتحانات اور غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے امیدوار بہت کم منظر عام پر آتے تھے۔ تحریک اس نتیجہ پر پہنچی کہ قوم کے بچوں کی بنیادی تعلیمی سطح کمزور ہے۔ چنانچہ تحریک نے اس اساس کو مستحکم کرنے کیلئے "اسلامک ایجوکیشنل کونسل" کے تحت اکثریتی شیعہ آبادی والے علاقوں میں مقامی افراد سے رہنمائی لے کر ملت جعفریہ کو باعزت بنانے کیلئے، قوم کو جہالت سے نکالنے کیلئے اور تعلیمی سہولتیں مہیا کرنے کیلئے ۱۹۹۰ء میں سفیر امن علامہ سید ساجد علی نقوی کی ہدایت پر اسکولز قائم کئے۔ (تحریک جعفریہ پاکستان، ۱۹۹۲ تا ۱۹۹۴ کارکردگی رپورٹ صفحہ ۳)

اسی ایجوکیشنل ادارے کا نام پہلے "اسلامک ایجوکیشنل کونسل" تھا جسے بعد میں سفیر امن کی ہدایت پر ایک آزاد اور غیر سیاسی ادارہ "پاکستان ایجوکیشنل کونسل" کا نام دے دیا گیا۔ (انور علی آخونزادہ، تحریک جعفریہ پاکستان۔ تعارف، کارکردگی اور وضاحت صفحہ ۱۰۔۱۱)

یہی کونسل ملک کے دیگر شہروں کے علاوہ گلگت بلتستان میں بھی محروم اور پسماندہ عوام کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں مصروف عمل ہے اس کونسل کے زیر انتظام مختلف تعلیمی اداروں کا قیام، تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وظائف کا اجراء قومی زندگی کے لئے اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج گلگت بلتستان میں جو تعلیم کا شعور ہے اس کے پیچھے تحریک جعفریہ کی بیداری شامل ہے۔ آج کل تو ہر کوئی اسکول کالج بنا رہا ہے اور اس کے پیچھے بنیادی نظریہ پیسہ کمانا ہے؛ مگر تحریک نے گھر گھر جا کر لوگوں کو بتایا کہ ان کا مستقبل تعلیم، تعلیم اور تعلیم ہے؛ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج وہاں کی صورت حال بہت بہتر ہے۔ ہزاروں لوگوں نے "پاکستان ایجوکیشنل کونسل" کے اداروں میں تعلیم حاصل کی اور آج وہ معاشرے میں انتہائی اہم کردار ادا

کررہے ہیں۔آج بھی جوادارہ گلگت وبلتستان میں عملی طور پر کام کررہا ہے وہ" پاکستان ایجوکیشنل کونسل"ہی ہے۔پچیس سال قبل گلگت وبلتستان میں تعلیم کا نام ونشان نہ تھا،وہاں پر المصطفیٰ پبلک اسکول کے نام سے اسکولوں کا جال بچھایا گیااور تعلیم کے فروغ کے لئے اقدامات کئے گئے۔

اسکولز کے قیام کے وقت تحریک کا بنیادی نظریہ تھا کہ اپنا پیغام پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ قوم تعلیم یافتہ ہوتا کہ وہ عہدِ حاضر کے تقاضوں کا صحیح ادراک کر سکے نیز اس کا مقصد ہر طالب علم میں غوروفکر کی صلاحیتوں کو ابھارنا، سیکھنے اور سمجھنے کی اہلیت کا پروان چڑھانا اور کسی مخصوص میدان علم میں مہارت ولیاقت پیدا کرنا ہے۔اس کونسل کے جتنے بھی تعلیمی ادارے ہیں ان سب میں قرآن اور اسلامی کتب کی بھی تعلیم دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہاں کا اسٹوڈنٹ میٹرک پاس کرتا ہے اور معاشرے میں داخل ہوتا ہے تو وہ احکام شرعی سے بھی کافی حد تک آگاہ ہو چکا ہوتا ہے؛ علوم طبعی بھی ہیں اور روحانی بھی۔شخصیت کی متوازن تعمیر کے لئے دونوں انتہائی اہم ہیں۔طبعی علوم کی نفی رہبانیت کی راہ دکھاتی ہے اور روحانی علوم سے دوری ہمیں وحشیت یا غیر انسانی رجحانات کی طرف دھکیلتی ہے۔

علامہ اقبالؒ کے نزدیک دینی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے جس قدر دنیوی تعلیم اور پھر دونوں کے درمیان گہرا ربط اور تعلق بھی لازمی ہے؛ محض دینی یا صرف دنیوی تعلیم اپنی جگہ کافی نہیں اور نہ انہیں علیحدہ رکھ کر بہتر نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے؛ ان کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد تو یہی ہے کہ وہ انسان کی قلب ماہیت اور روحانی اصلاح کر کے اس کے اندر حفظ خودی کی خوبیاں پیدا کردے؛ اسے توحید، علم، عشق، بلند ہمتی، سخت کوشی، پاک دامنی، رواداری اور قناعت جیسی صفات سے آراستہ کر کے ایک مثالی انسان بنادے۔ بقول علامہ اقبال:

علم از سامان حفظ زندگی است
علم از اسباب تقویم خودی است

لہٰذا پاکستان ایجوکیشنل کونسل میں طلبہ کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تعلیم شائستگی کا درس دیتی ہے؛ اونچا بولنا یا جیبوں میں ہاتھ ڈال کر استاد یا بزرگ کے سامنے کھڑے ہونا بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ان اسکولز میں بچوں کو یہ ضرور بتایا جاتا ہے کہ ایک اچھے شہری کے حقوق کیا ہیں اور ذمہ داریاں کس قسم کی ہیں مثلا یہ کہ آپ کو تقریر اور نقل وحرکت کی تو آزادی ہے اور فیئر ٹرائل کے بھی آپ حقدار ہیں؛ اس کے علاوہ آپ کو غوروفکر اور مذہبی آزادی بھی حاصل ہے لیکن یادرہے کہ آپ ریاست کے قوانین کے بھی تابع ہیں؛

ریاست، پڑوسیوں، اور اہل محلہ کے حقوق کا بھی خیال رکھنا ہے؛ سڑکوں اور سیر گاہوں میں کچرا نہیں پھینکا جا سکتا؛ تعلیم کا ہدف فقط تعلیمی اسناد کا حاصل کرنا نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان مقصد حیات کو سمجھنے سے قاصر رہے اور اپنے روحانی دریچوں کے اندر جھانکنے کی اہلیت سے عاری ہو تو سمجھنا کہ وہ ناخواندہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

الغرض تحریک کے مرکزی رہنما چاہتے تھے کہ تعلیم دینی ہو یا دنیوی ملت کو ہر صورت میں اس طرح تعلیم یافتہ ہونا چاہئے کہ اس کی پہچان علم کے ساتھ ہو کیونکہ ملت جعفریہ "باب العلم" کی پیرو ہے۔

سفیر امن علامہ سید ساجد علی نقوی چاہتے ہیں:

"ملت مسلمہ بطور خاص تشیع کو علم کی اس منزل پر ہونا چاہئے جہاں دوسروں کا تصور بھی نہ جا سکے۔"

دنیا اس وقت افتراق و انتشار، بدامنی اور بے یقینی سے تنگ آ کر ایک منصفانہ نظام حیات کی متلاشی اور منتظر ہے؛ ایمان کے ساتھ ساتھ علم کی روشنی سے بہرہ ور نوجوان ہی انسانیت کے اس انتظار کو ختم کر سکتے ہیں؛ تسخیر کائنات کے لئے اپنے آپ کو تیار کر کے خود کو مفید شہری بنا کر صالح معاشرے کو وجود میں لانے میں مدد دے سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

جوانوں کو میری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

پاکستان ایجوکیشنل کونسل کے زیر انتظام چلنے والے چند اسکولز کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ انڈس ماڈل سکول میانوالی
۲۔ جناح پبلک سکول اٹک

۳۔المصطفیٰ ماڈل سکول فیصل آباد
۴۔المصطفیٰ ماڈل سکول چنیوٹ
۵۔المصطفیٰ ماڈل سکول شیعہ میانی ملتان
۶۔المصطفیٰ گرلز سکول گون بلتستان
۷۔المصطفیٰ ہائر سیکنڈری سکول سکردو
۸۔الزہرا ماڈل سکول غواری بلتستان
۹۔الزہرا ماڈل سکول کندس کرمنی بلتستان
۱۰۔الزہرا ماڈل سکول کوینس بلتستان
۱۱۔المصطفیٰ پبلک سکول کندس بلتستان
۱۲۔المصطفیٰ پبلک سکول بغاردو بلتستان
۱۳۔المصطفیٰ پبلک سکول قمراہ بلتستان
۱۴۔المصطفیٰ پبلک سکول مہدی آباد بلتستان
۱۵۔الزہرا ماڈل سکول بغاردو بلتستان
۱۶۔المصطفیٰ پبلک سکول سینو بلتستان
۱۷۔المصطفیٰ پبلک سکول کورو بلتستان
۱۸۔المصطفیٰ پبلک سکول طورمک بلتستان
۱۹۔المصطفیٰ پبلک سکول شوت بلتستان
۲۰۔العصر پبلک سکول قاسم آباد گلگت
۲۱۔ٹیکنیکل سکول بھکر (پاکستان ایجوکیشنل کونسل ایک نظر میں صفحہ ۲۔۳)
۲۲۔المصطفیٰ کالج لاہور (تحریک جعفریہ پاکستان، ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کارکردگی رپورٹ صفحہ ۳)

یہ تمام ادارے تا حال موجود ہیں اور قائد ملت جعفریہ کی رہنمائی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت "پاکستان ایجوکیشنل کونسل" کی مسؤلیت جعفری صاحب کے پاس ہے۔ قائد ملت جعفریہ کی سرپرستی میں قائم انڈس ماڈل اسکول ماڑی انڈس میں ضلع میانوالی کیلئے ۳۰ کنال اراضی خرید ی جا چکی ہے۔ (تحریک جعفریہ پاکستان، ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کارکردگی رپورٹ صفحہ ۳)

واضح رہے کہ راقم الحروف نے یہاں پہ ۲۲ سکولز کے نام ذکر کئے ہیں لیکن قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں ٹوٹل تعداد ۳۰ بتائی ہے لیکن راقم الحروف کو مذکورہ اسکولز تک ہی اطلاعات حاصل ہوسکی ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ یہاں پر جو بائیس اسکولز کے نام ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے ان میں سے دو ایک ایسے اسکولز کے نام یہاں ذکر ہو گئے ہوں جو کونسل کے پاس ۲۲ موجود ہیں ان میں شامل نہ ہوں اور جن ۸ سکولز کے نام ذکر نہیں ہوئے ممکن ہے ان میں شامل ہوں۔

پاکستان ایجوکیشنل کونسل سے متعلقہ امور

پرنسپل المصطفیٰ پبلک سکول اینڈ کالج گلگت سٹی کیمپس کا اسلام ٹائمز نے ان سے ادارے کے تعارف اور اب تک کی کارکردگی کے حوالے سے ایک انٹرویو لیا ہے جو قارئین کے پیش خدمت ہے:

ذاکر حسین کا تعلق گلگت بلتستان کے علاقے ضلع ہنزہ نگر کے گاؤں سمائر سے ہے، آپ انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کرنے کے علاوہ متعدد ملکی و بین الاقوامی سرٹیفیکیٹ کورسز کر چکے ہیں، تعلیمی شعبے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اس وقت آپ المصطفیٰ پبلک اسکول اینڈ کالج گلگت سٹی کیمپس کے پرنسپل کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اسلام ٹائمز: سب سے پہلے تو ہمیں المصطفیٰ ایجوکیشنل سسٹم کی تاریخ اور تعارف سے مختصراً آگاہ فرمائیں۔

ذاکر حسین: جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ المصطفیٰ ایجوکیشنل سسٹم گلگت بلتستان بلکہ پاکستان کی ملت تشیع کا سب سے بڑا کمیونٹی لیول کا تعلیمی نیٹ ورک ہے جس کے تحت کئی اسکولز ملک بھر میں پاکستان ایجوکیشنل کونسل (جو کہ قائد محترم علامہ سید ساجد علی نقوی کی سرپرستی میں چلنے والا ادارہ ہے) کی نگرانی میں چل رہے ہیں، اور گلگت بلتستان میں اس وقت پی ای سی کے تحت المصطفیٰ پبلک اسکولز اینڈ کالجز کے ۲/ ریجنز قائم ہیں انتظامی حوالے سے، گلگت اور بلتستان ریجن، پی ای سی کا ہیڈ آفس اسلام آباد میں قائم ہے اور اس کی مرکزی کونسل جس کے سربراہ قائد محترم علامہ ساجد نقوی ہیں، المصطفیٰ ایجوکیشنل نیٹ ورک کے تمام امور کی براہ راست نگرانی اور سرپرستی فرما رہی ہے جبکہ اسی طرح ریجنل کونسل اور صوبائی کونسل بھی قائم ہیں جن میں ماہرین تعلیم اور ملت کے زعما و عمائدین شامل ہیں۔ گذشتہ بیس سال سے المصطفی ایجوکیشنل سسٹم کے

تحت گلگت اور بلتستان میں ۳۰ کے قریب اسکولز قائم ہیں جبکہ گلگت میں سٹی کیمپس کی الحمدللہ ۵ کنال اراضی پر مشتمل اپنی زمین اور بلڈنگ موجود ہے اور یہاں اب پوسٹ گریجویٹ کلاسز کا بھی آغاز ہو چکا ہے جبکہ ہمارے ادارے کو پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں گلگت شہر کا سب سے بڑا اور معیاری تعلیمی ادارہ شمار کیا جاتا ہے۔

اسلام ٹائمز: اس ادارے میں صرف عصری تعلیم پر ہی توجہ دی جاتی ہے یا طلبا و طالبات کی فکری و نظریاتی تربیت اور اسلامی تعلیمات سے بھی انہیں روشناس کرایا جاتا ہے؟

ذاکر حسین: دیکھئے جی بنیادی طور پر تو ہمارا ادارہ عصری تعلیم کیلئے قائم کیا گیا ہے مگر اس کی تاسیس کے وقت ادارے کے بانیان نے یہ بات پیش نظر رکھ کر ہی اس ادارے کی بنیاد رکھی تھی کہ اس ادارے میں دیگر تعلیمی اداروں کے برخلاف تعلیم کے ساتھ فکری و نظریاتی تربیت اور اسلامی احکام سے بھی طلبا و طالبات کو روشناس کرانے کیلئے بھرپور کوششیں کی جائیں گی چنانچہ اس حوالے سے میں بتا تا چلوں کہ ہمارے ادارے میں طالبات کیلئے علیحدہ کیمپس قائم ہیں جبکہ نرسری کلاس سے لے کر آٹھویں کلاس تک تعلیمات اہلبیتؑ کے مختلف درجوں کی کتب کو با قاعدہ کورس کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور اس کا بھی دیگر مضامین کی طرح امتحان لیا جاتا ہے، اس کے علاوہ جمعرات کو بزم ادب اور اہم اسلامی مناسبتوں کے موقع پر محافل میلاد اور سیمینارز کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے اور ہماری پوری کوشش ہے کہ طلبا و طالبات کو عصری تعلیم کیساتھ ساتھ ان کی فکری و نظریاتی تربیت پر بھی خاص توجہ دی جائے۔

اسلام ٹائمز: آپ کے ادارے کے مستقبل کے اہداف کیا ہیں اور آپ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟

ذاکر حسین: ادارے کے مستقبل کے اہداف تو بڑے واضح ہیں، کوشش تو یہی ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے ادارے کے معیار کو مزید بہتر سے بہتر بنائیں اور اسے گلگت بلتستان کے بہترین اور نمبر ون تعلیمی ادارے کے طور پر متعارف کروائیں علاوہ ازیں انشاءاللہ ہم اسے یونیورسٹی درجہ تک لے جانے کے خواہشمند ہیں اور اس پر کام بھی ہو رہا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ ایک پرائیویٹ ادارہ وہ بھی "ملی ادارہ" ہونے کی وجہ سے ہمیں وسائل کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس حوالے سے فی الحال پاکستان ایجوکیشنل کونسل، جعفریہ ٹرسٹ اور بعض دیگر اداروں کا تعاون ہمارے ساتھ چل رہا ہے جبکہ ہمیں اپنے ادارے کو مزید مستحکم کرنے کیلئے مزید فنڈز درکار ہیں جس کیلئے پاکستان ایجوکیشنل کونسل اور ہماری ریجنل کونسل اپنی بساط کے

مطابق بھرپور کوششیں کر رہی ہیں، دعا کریں کہ ہم اپنے ان تمام اہداف کے حصول میں کامیاب ہو کر ملت کے نونہالوں کے بہتر مستقبل کیلئے اپنا مزید فعال اور موثر کردار ادا کر سکیں۔ (اسلام ٹائمز، خبر کا کوڈ:۲۷۸۲۵۵)

پاکستان ایجوکیشنل کونسل کا سالانہ اجلاس

۱۳رجنوری ۲۰۱۲ءکو پاکستان ایجوکیشنل کونسل رجسٹرڈ کا سالانہ اجلاس کونسل کے صدر سفیر امن علامہ سید ساجد علی نقوی کی زیر صدارت منعقد ہوا؛ جس میں ماہرین تعلیم نے شرکت کی۔ اجلاس میں پاکستان ایجوکیشنل کونسل کے زیر اہتمام چلنے والے ۳۰۰ر اسکولز اینڈ کالجز کی کارکردگی اور ان کی مزید بہتری کیلئے غور کیا گیا۔ اجلاس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان ایجوکیشنل کونسل کے صدر علامہ سید ساجد علی نقوی نے فرمایا:

> **"کسی بھی معاشرہ کی ترقی کی ضامن تعلیم ہے؛ دور جدید کے تقاضوں کے مطابق تعلیم کو عام کرنا ضروری ہو چکا ہے۔ معاشرے میں بگاڑ کی وجہ سے تعلیم کا فقدان ہے۔ گلگت بلتستان میں المصطفیٰ پبلک سکولز کے نام سے ۲۶ر اسکولز اور کالجز کام کر رہے ہیں اور دور جدید کے مطابق علم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں؛ ان سکولوں کی بہتری اور ترقی کیلئے جو بھی ممکن ہو سکے کرنے کیلئے تیار ہیں۔"**

دیگر پسماندہ علاقوں میں مزید اسکولز کا قیام بھی اجلاس میں زیر غور آیا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ماہرین تعلیم کی مانیٹرنگ ٹیم ان سکولوں کے دورہ کر کے سکولوں کی بہتری کیلئے اقدامات کریں گی اور نئے اسکولز کے قیام کا بھی مکمل جائزہ لیا جائے گا۔ اجلاس میں کرنل (ر) ڈاکٹر علی نقوی، کرنل (ر) عارف حسین، سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن محمد علی مہدی، ڈاکٹر عون ساجد نقوی، سید حسن رضا نقوی، ڈائریکٹر جنرل فدا علی راشد، ریجنل ڈائریکٹر وزیر حامد حسین، پروفیسر مظہر ہاشمی، مظہر علی خان، غلام حیدر حیدری ایڈووکیٹ شامل تھے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کرنل نقوی نے کہا:

> **"المصطفیٰ پبلک اسکولز سسٹم نے گلگت بلتستان کے دور دراز علاقوں میں تعلیمی میدان میں بے مثال ترقی کی ہے۔"**

کرنل (ر) عارف حسین نے کہا:

"المصطفیٰ پبلک سکولز سسٹم کو مانیٹرنگ ٹیم کے ذریعے بہتر اور ترقی کیلئے اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ ان پسماندہ علاقوں میں معیاری تعلیم کے خواب دیکھنے والوں کو تعبیر ملے۔"

اجلاس میں پاکستان ایجوکیشنل سکول کے ڈائریکٹر جنرل فدا علی راشد نے کہا:

"ہم صدر پی ای سی کے مشکور ہیں کہ ان کی خصوصی توجہ اور مسلسل سرپرستی کے بدولت آج یہ ادارے گلگت بلتستان کے پرائیویٹ سیکٹر میں سب سے بڑا ادارہ بن چکے ہیں اور معیاری تعلیم کے میدان میں یہی سب سے آگے ہیں۔ گلگت بلتستان کے دور دراز علاقوں میں چلنے والے یہ ۲۶ سکولوں کے بدولت ان علاقوں میں شرح خواندگی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔"

پاکستان ایجوکیشنل کونسل کا گلگت بلتستان میں اجلاس

قائد ملت جعفریہ پاکستان کی زیر صدارت پاکستان ایجوکیشنل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں گلگت بلتستان میں تعلیمی امور پر غور و فکر کیا گیا اور تعلیم کو فروغ دینے کیلئے مختلف لائحہ عمل تیار کئے گئے۔ اجلاس میں گلگت بلتستان کے مختلف عہدیداران و ذمہ داران نے بھرپور شرکت کی؛ اجلاس کے بعد قائد ملت جعفریہ پاکستان نے مدینۃ الاہلبیت ماڈل کالونی اور اسکول کا دورہ کیا جہاں پر کثیر تعداد میں طلبا سے ملاقات کی اور انہیں درس دیا نیز طلبہ کو دی گئی سہولیات کا جائزہ لیا۔ (جون، ۲۰۱۵ء)

حق والوں کا ایک طمانچہ

موجودہ دور میں جب ایک عام انسان بھی علمی انداز میں گفتگو پسند کرتا ہے اور دلائل طلب کرتا ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر "شیعہ قومی پلیٹ فارم" کی طرف سے کتب کی نشرواشاعت کے ذریعے دشمنانِ دین کی کسی بات کو بے جواب نہیں چھوڑا جاتا۔اس اہم کام کے لئے قائد ملت جعفریہ پاکستان کے زیرِ نظر ایک ادارہ "مرکز مطالعات اسلامی پاکستان" کے نام سے کام کر رہا ہے ۔جس کے تحت متعدد کتابوں کے علاوہ ایک تاریخی نوعیت کی منفرد اور پاکستان کی تاریخ میں اپنے انداز کی پہلی کتاب "تحقیقی دستاویز" شائع کی گئی ہے۔جس نے دشمنانِ تشیع (تکفیریوں) کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں اور ان کے اکابرین کی کتب کے حوالہ جات اخذ کر کے مکتبِ تشیع کے تحفظ کا سامان فراہم کیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کر لینے کے بعد حق اور باطل، مسلم اور کافر، دودھ اور پانی، جھوٹ اور سچ، سیاہ اور سفیدی، علم اور جہل، ایمان اور نفاق کے فرق کو ہر انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے؛ تحریک جعفریہ پاکستان کے محققین کا دعویٰ ہے کہ ہماری کتاب "تحقیقی دستاویز" میں کوئی صاحب بھی کسی ایک حوالہ، کسی اقتباس یا کسی عبارت کو جعلی، من گھڑت یا حوالہ کے خلاف ثابت کرے تو ہم پچاس ہزار روپے نقد اس کی خدمت میں پیش کریں گے۔علاوہ ازیں ان کا کہنا ہے کہ "تحقیقی دستاویز" کو پاکستان یا دنیا کی کسی بھی عدالت میں کوئی چیلنج کرنا چاہے تو اس کے لئے بھی ہمیں تیار پائیں گے۔

یہ کتاب وزیراعظم، صدر پاکستان، وزرائے اعلیٰ، قومی اسمبلی، سینٹ، صوبائی اسمبلیوں کے اراکین، عدلیہ اور انتظامیہ کے اعلیٰ افسران تک پہنچائی جا چکی ہے۔تکفیری گروہ اس حقیقت کا اعتراف کر لے کہ توہین آمیز اور کفریہ کلمات دراصل ان کی اپنی کتب میں موجود ہیں اور تکفیریوں کے اکابرین کو جرأت اور فراخ دلی سے تسلیم کر لینا چاہیئے کہ

"جو کفریہ عبارات وہ اہل تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں حقیقت میں وہ انہی کے

اپنے ہی عقائد ہیں۔"

حق وحقیقت کا پرچار کرنے والوں کا ایک طمانچہ یزیدیت اور باطل پرستوں کی برسوں کی کوششیں ناکام کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔اس علاج بالمثل یعنی ہومیو پیتھک طریقہ علاج نے ایسا دندان شکن طمانچہ رسید کیا ہے کہ دشمن اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے اور جن لوگوں کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا تھا انہی کے سامنے شرمندہ اور کھسیانا ہو چکا ہے۔

تمام امت مسلمہ اور توحید ونبوت کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان بھائیوں سے ہماری یہ اپیل ہے کہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر شانہ بشانہ ہو کر طاغوتی اور باطل قوتوں سے برسر پیکار ہوں کیونکہ بقول شاعر:

حیات قطرے کی ہوتی ہے صرف پل دو پل
جو بننا چاہو سمندر تو ایک ہو جاؤ

ملی یکجہتی کونسل پاکستان میں موجود ۲۸ مذہبی جماعتوں نے جو اعلامیہ جاری کیا ہے وہ تشیع کی حقانیت کی دلیل اور یزیدیت کی شکست نہیں تو اور کیا ہے؟!

تحریک جعفریہ پاکستان کے سابق مرکزی جنرل سیکرٹری علامہ سید افتخار حسین نقوی تحقیقی دستاویز کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

"تحریک جعفریہ پاکستان کے مرکز مطالعات اسلامی نے جتنا کام کیا ہے یہ ہمارے بزرگ علمائے کرام کے بھی وہم وگمان میں نہ تھا چنانچہ جب ہم نے "تحقیقی دستاویز" جو تیرہ سو صفحات پر مشتمل ہے جب ہمارے بزرگ علما نے دیکھی تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تاریخی کام ہوا ہے اور اتنا بڑا کام اب تک برصغیر میں نہیں ہوا اور اس کے لئے ہم نے چیف جسٹس کو بھی بتایا کہ یہ کتاب ہم نے "تاریخی دستاویز" کے جواب کے طور پر لکھی ہے حالانکہ ہم ایسا نہیں چاہتے ہمارے مخالف نے تاریخی دستاویز کے بارے میں ہماری دو سو سے زائد کتب کے حوالے کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ ۱۰۳ رکتابوں کے حوالے اس نے دیئے تھے جس میں توہین آمیز مواد بنا کر انہوں نے پیش کیا۔تو ہم نے تین سو کے قریب اصل کتابوں کا عکس مع سرورق کے شائع کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا

کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔

یہ ادارہ مطالعات اسلامی کی محنت ہے۔ ہم نے اپنے مخالف کے انداز کو بھانپ کر مرکز مطالعات اسلامی کو خطوط دیئے اور کام ہوا۔ اور اس حوالے سے انہوں نے لائبریریوں میں جا کر، مدارس میں جا کر حتیٰ کہ تکفیریوں کے کتب خانوں میں جا کر مواد اکٹھا کیا۔ ہمارے حضرات بالخصوص ڈائریکٹر مطالعات اسلامی مولانا آفتاب ملک نے اس کتاب پر شب و روز محنت کی ہے اور یہ جو ہم نے علماء بورڈ میں اصول طے کروایا ہے کہ اس آخری دس پندرہ سالہ دور کی جو کتب ہیں جن میں اشتغال انگیز مواد ہے اس کو موضوع بحث بنایا جائے نہ کہ بزرگ علما کی کتب کو۔" (مجلہ تحریک، ستمبر ۱۹۹۷ء)

ڈاکٹر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے پوشیدہ پہلو

پاکستان کی تنظیمی دنیا کے سرخیل ڈاکٹر سید محمد علی نقویؒ کے بارے میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ ان کی شہادت کے بعد شیعہ قومی پلیٹ فارم "تحریک جعفریہ پاکستان" کو بعض افراد نے ڈاکٹر شہیدؒ کی طرف بعض باتوں کو منسوب کر کے تقسیم کیا ہے۔ پاکستان کے شیعہ تنظیمی نوجوان دو دھڑوں میں تقسیم ہیں؛ اس مختصر تحریر میں ڈاکٹر شہیدؒ کی زندگی کے پوشیدہ پہلوؤں کو حوالہ کے ساتھ نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ حق و حقیقت کے متلاشی نوجوانوں کو اپنا راستہ متعین کرنے میں آسانی رہے اور آپس کا اختلاف کم ہو اور سب ایک ہی راہ کے راہی بن سکیں۔

تسلیم رضا خان لکھتے ہیں:

"بعض اوقات جب ۶ جولائی کی "قرآن وسنت کانفرنس" کی کامیابی اور عوامی جوش و خروش کا تذکرہ ہوتا تو ڈاکٹر صاحب بتاتے کہ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے علامہ سید ساجد علی نقوی و دیگر زعمائے قوم کام میں مصروف تھے۔" (سفیر انقلاب، ص ۱۲۹، سال اشاعت، فروری ۱۹۹۶ء)

(علامہ ساجد نقوی ملت کی سربلندی کے کاموں میں مصروف ایک شخصیت کا نام ہے)

۶ رجولائی ۱۹۸۷ء کی قرآن وسنت کانفرنس کے اجتماع کے لئے جلسہ گاہ کے اہم اور حساس مسئلہ پر علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی تجویز پر ان کے تمام رفقاء نے اختلاف کیا اور ڈاکٹر صاحب بھی دلی طور پر قائد کی تجویز سے مختلف تھے۔ مگر جونہی قائد نے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کانفرنس "مینار پاکستان" پر منعقد ہونی چاہیئے تو ڈاکٹر صاحب نے لبیک کہتے ہوئے حامی بھری اور اپنے قریبی ساتھی سے کہا:

"اس شخص کی بات تین حوالوں سے ہم پر حجت ہے ایک یہ کہ یہ ہمارے قائد ہیں دوم

یہ کہ ان کی ہر بات کے پیچھے کوئی اور طاقت گویا ہوتی ہے سوم یہ کہ یہ امام خمینیؒ کے نمائندہ ہیں لہٰذا ان کی کسی بات کے آگے چوں و چرا گناہ کرنے کے مترادف ہے۔"(سفیر انقلاب،ص۹۱)

(اسی طرح علامہ سید ساجد علی نقوی امام خمینیؒ اور رہبر معظم سید علی خامنہ ای کے نمائندہ رہے اور ہیں؛ ملت جعفریہ پاکستان کے آئینی اور قانونی قائد بھی ہیں اور ممکن ہے کہ ان کی ہر بات کے پیچھے بھی کوئی اور طاقت گویا ہوتی ہو۔)

ڈاکٹر صاحب جب جیل سے رہا ہوئے تو قائد شہید کے چہلم کا اعلان ہو چکا تھا اور اس وقت کے قائم مقام صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔آپ جیل سے سیدھا مدرسہ "آیت اللہ الحکیم" راولپنڈی چلے گئے اور علامہ سید ساجد علی نقوی کو شہید قائد کا پرسہ دیا۔(سفیر انقلاب،ص ۱۳۷)

قائد شہید کے چہلم کے موقع پر جب موجودہ قیادت نے ڈیرہ اسماعیل خان میں روٹ بحال نہ کرنے کی صورت میں ۳۰/ستمبر ۱۹۸۸ء کو ماتمی جلوس برآمد کرنے کا اعلان کیا تو ڈاکٹر شہید "کربلائے ڈیرہ اسماعیل خان" کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو گئے۔آپ نے ڈیرہ کے جذباتی نوجوانوں کو دلائل کے ساتھ قابو میں لایا۔آپ نے فرمایا:

"ہمارا مقصد بغاوت نہیں بلکہ مرکز کی پالیسی کے مطابق ہم پہلے مرحلہ میں مذاکرات سے مسئلہ کا حل چاہیں گے اور اس کے بعد پُرامن احتجاج کریں گے۔" (سفیر انقلاب،ص۱۳۸)

یہاں تک کہ جب جلوس نکالنے کا وقت آیا آپ نے قائد محترم سے رابطہ کیا انہیں صورتحال سے آگاہ فرمایا اور ان سے ہدایات لیں۔آپ قائد سے رابطہ کر کے نوجوانوں میں آئے تو فرمایا:

"قائد نے فرمایا ہے کہ علم عباسؑ اٹھاؤ...قدم بڑھاؤ...امام زمانہؑ آپ کے حامی و ناصر ہوں۔"(سفیر انقلاب،ص۱۴۰)

(ڈاکٹر شہیدؒ بھی مذاکرات ، پُرامن احتجاج اور اپنے مرکز کی پالیسی پر یقین رکھتے تھے...جذباتی نوجوان ہر دور میں پائے جاتے ہیں۔۔۔ڈاکٹر شہیدؒ قائد موجود سے ہدایات لیتے تھے دیتے نہیں)

۱۹۸۹ء میں سید اعجاز علی شاہ صاحب سے جب ڈاکٹر شہید نے ساتھ دینے کی حامی بھری تو قیادت نے ادارہ قائم کرنے کی اجازت دے دی اور آج ''جعفریہ ویلفیئر فنڈ'' قومی خدمت کا بے مثالی ادارہ بن چکا ہے۔(سفیر انقلاب، ص ۱۶۲)

(یعنی قائد موجود ایک با اعتماد، مخلص اور فعال کارکن کے کاموں کی حمایت کرتے ہیں ہر کسی کی نہیں)

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی نے فرمایا:

''علامہ سید ساجد علی نقوی کا پروگرام ۳۰ رستمبر والا بڑا اچھا رہا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ چھوٹے موٹے اختلاف کے علاوہ کوئی شدید قسم کے اختلاف نہیں ہیں۔ اسلام کے اندر عوام شدت اختیار کرنے کے لئے ایک بہانہ تلاش کرتے ہیں علامہ سید ساجد علی نقوی نے آئی ٹن میں جو ایک بہت بڑا تنازعہ کا موضوع بنا ہوا ہوتا تھا بہت اچھے انداز میں حل کیا۔ انہوں نے کہا کہ کون ہیں وہ لوگ جو ہمیں کہتے تھے کہ یہ عزاداری کے دشمن ہیں، آج ہمیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔'' (مجلہ تحریک، شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کا انٹرویو، ص ۱۹، فروری ۱۹۹۶ء)

(مسائل کا آسان حل قائد موجود کے پاس ہوتا ہے...گرہ اگر ہاتھ سے کھل جائے تو اسے دانتوں سے کھولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔عزاداری کے معاملے میں شروع سے ہی قائد موجود کلیئر ہیں کہ اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا جا سکتا)

ایک اور سوال کے جواب میں ڈاکٹر شہید نے فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے اندر ایک کیفیت پیدا کرنی چاہئے، اس کے معنوں میں ہمیں شخصیت کو پہچاننا چاہئے اور ہماری ہر سطح پر شخصیت مضبوط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی کاوشیں بہت نمایاں کاوشیں ہیں۔'' (مجلہ تحریک، شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کا انٹرویو، ص ۱۹، فروری ۱۹۹۶ء)

(تمام مخلصین کی کوششیں قابل تحسین ہیں لیکن قائد موجود کی کوششیں نمایاں ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں...ساجد، ساجد است)

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے جب پی پی پی اور دیگر جماعتوں کے ساتھ سیاسی اتحاد کیا تو تسلیم رضا خان نے ڈاکٹر شہید سے انٹرویو کے دوران سوال کیا کہ ہماری روحانی قیادت نے

عورت کے ساتھ اتحاد کیسے کرلیا ہے کہ یہ عورت کی حکمرانی کو تسلیم کرنے والی بات نہیں ہے؟

ڈاکٹر شہید: یہاں سیاست اسلام کے تحت نہیں، آئین کے تحت ہوتی ہے... ہماری قیادت نے عورت کو اپنا سربراہ تسلیم نہیں کیا ملک کا آئین عورت کو حکمران بننے کی اجازت دیتا ہے۔ (سفیر انقلاب، ص ۱۴۸)

تسلیم رضا خان: ہمیں اس اتحاد میں کیا فائدہ ہے؟

ڈاکٹر شہید: ہم فرقہ کی سطح سے اٹھ کر سیاست کی وسیع سطح پر پہنچے ہیں اور ملک کے بڑے سیاسی اتحاد میں اپنا تشخص بطور سیاسی جماعت پیش کیا ہے۔ (سفیر انقلاب، ص ۱۴۸)

(سیاسی معاملات کو قائد موجود باحسن سمجھتے اور جانتے ہیں کہ کس کے ساتھ سیاسی اتحاد کرنا ہے کس کے ساتھ نہیں... قائد موجود کی سیاسی سوچ نے ملت جعفریہ پاکستان کو فرقہ کی سطح سے بلند کیا ہے اور اسے ایک جماعت و مکتب کے طور پر شناخت کرایا ہے)

شہید ڈاکٹر محمد علی نقویؒ کے ایک اور انٹرویو سے بھی اقتباس ملاحظہ ہو:

سوال: آپ نے آئی۔او سے اعلان بیزاری کیوں کیا؟

ڈاکٹر شہیدؒ: جب تک آئی۔او اپنے بنیادی اغراض ومقاصد سے انصاف کرتی رہی میں اس سے مربوط رہا اور جب میں نے محسوس کیا کہ اس میں غیر تنظیمی افراد داخل ہورہے ہیں اور تنظیم کے اغراض ومقاصد میں نمایاں تبدیلی آئی ہے تو میں نے اسے چھوڑنا بہتر سمجھا ہے۔

سوال: آئی۔او اگر معاشرہ میں ملت کے افراد کو فعال کرتی ہے اور قومی طاقت کے طور پر منظر عام پر آ کر اسلامی معاشرہ کا قیام عمل لاتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

ڈاکٹر شہیدؒ: اس مقصد کے لئے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان موجود ہے۔

سوال: بعض حلقوں کی طرف سے یہ تاثر پیش کیا جاتا ہے کہ ملت جعفریہ کے بعض تعلیم یافتہ لوگ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان میں علماء کرام کے زیر اثر کام کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں جبکہ وہ آئی۔او کے پلیٹ فارم پر متحد ہیں اور اس طرح سے وہ قومی قوت میں اضافہ کا باعث ہیں؟

ڈاکٹر شہید: اگر کچھ لوگ علماء کرام کے ماحول میں کام کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا شکار ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ علیحدہ تنظیمیں، دستور، ڈھانچے اور قیادتیں منظر عام پر نہ لائیں بلکہ تحریک کے دائرہ میں داخل ہوکر اسے وسعت بخشیں اور ایسا ماحول پیدا کریں کہ جو ہر فرد کے لئے قابل قبول ہو۔ (سفیر انقلاب،

ص۱۱۶۔۱۱۷)

ڈاکٹر شہید کی صراحت سے معلوم ہو گیا کہ اگر نوجوان ڈاکٹر شہید کے راستے پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو انہیں قومی پلیٹ فارم (تحریک) سے ہی مربوط رہنا ہوگا۔

مخفی نہ رہے ڈاکٹر صاحب کا یہ انٹرویو ۱۹۸۹ء میں کیا گیا ہے۔(سفیر انقلاب،ص۱۱۶) سوال پیدا ہوتا ہے کہ بالآخر یہ تعلیم یافتہ لوگ کون تھے، جو علمائے کرام کے زیر اثر کام کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھے؟ اور انہیں ڈاکٹر شہید علیحدہ تنظیم اور قیادت کو منظر عام پر لانے سے منع کر رہے تھے؟!

ڈاکٹر محمد علی نقوی اپنی شہادت سے ایک روز قبل اپنے تمام قریبی ساتھیوں کو آگاہ کر رہے تھے کہ ذمہ دار ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دہشت گرد، تحریک جعفریہ کی کسی بڑی شخصیت کو نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا آپ سب احتیاط کریں مگر ڈاکٹر شہید ہی ان کا نشانہ بن گئے۔ بالکل اسی طرح شہید مظفر کرمانی نے بھی شہادت سے چند روز قبل ہی اپنے تمام قریبی ساتھیوں کو آگاہ کیا تھا کہ احتیاط کریں کیونکہ دہشت گرد، تحریک جعفریہ کی فعال شخصیت کو نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر شہید کرمانی ہی ان کا نشانہ بنے۔(تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی، حسن مرتضیٰ، ص ۲۸۴)

اب تھوڑا سا اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ۵/مارچ ۱۹۹۵ء شب اپنے کلینک سے فارغ ہو کر ڈاکٹر صاحب اپنے بچوں کے ہمراہ سید ذوالفقار علی نقوی کے گھر چلے گئے جو اس وقت تحریک جعفریہ کے راہنما کی حیثیت سے سرکاری سطح پر کی جانے والی گرفتاریوں کی بدولت جیل میں تھے۔ آپؒ ۶/مارچ کو معمول کے مطابق اسپتال، تحریک (جعفریہ) کے دفتر، فلاحی دفتر اور کلینک پر گئے۔(سفیر انقلاب، ص۲۷۷) اور آپ کی شہادت ۷/مارچ ۱۹۹۵ء میں ہوئی ہے۔(سفیر انقلاب، ص۲۷۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر شہید آخری سانس تک قومی پلیٹ سے مربوط رہے؛ اور آپ کی شہادت کے بعد ہی تحریک جعفریہ کو توڑنے کی سازش کی گئی ہے۔ لیکن تمام تر سازشوں کے باوجود تحریک جعفریہ کا قافلہ آج بھی رواں دواں ہے؛ تحریک جعفریہ مٹنے والی تحریک نہیں، تحریک جعفریہ کسی جسم کا نام نہیں بلکہ ایک نظریہ اور فکر کا نام ہے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی فرماتے ہیں:

"قومیں افراد کے مرنے سے نہیں بلکہ نظریہ اور مکتب کے ختم ہو جانے سے مٹ جاتی ہیں۔" (تحریک جعفریہ پاکستان کے اسٹیکرز)

نفرت کے بیج سے وحدت کا انتظار

دنیا کی کوئی قوم اور کوئی انسان اس وقت تک پختہ ہوتا ہے اور نہ ہی بالغ جب تک وہ اپنی غلطیوں سے سبق نہیں سیکھتا۔ آپ کو دنیا کی نوے فیصد ترقی یافتہ قوموں اور ۹۵ فیصد کامیاب لوگوں میں عاجزی نظر آئے گی۔ آپ دنیا بھر کی اخلاقیات کی شرح نکال لیں آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے وہ قوم جس کے شہری غفلت پر معذرت اور غلطی پر معافی مانگنے کے عادی ہیں وہ قومیں ترقی کے سٹینڈ پر سب سے آگے ہیں اور ہر وہ قوم جو غلطی پر "ڈٹ" جاتی ہے یا جو معافی مانگنے، اپنی اصلاح کرنے میں کنجوسی سے کام لیتی ہے وہ ترقی کے عمل میں دوسری قوموں سے بہت پیچھے ہے۔

آپ روزمرہ کی زندگی میں بھی ہر اس شخص کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مطمئن، مسرور اور ترقی یافتہ پائیں گے جو آئی ایم سوری، میں معافی چاہتا ہوں یا بخشید یا میں آپ سے معذرت خواہ ہوں جیسے الفاظ کو معمول بنا لیتا ہے، جو تھینک یو، شکریہ اور مہربانی کہتے ہوئے نہیں تھکتا اور آپ ہر اس شخص کو بیزار، محروم، چڑچڑا اور تنگدست پائیں گے جو دوسروں کا شکریہ ادا کرنے یا غلطی پر معذرت کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے۔

حال ہی میں ایک تحریر نظروں سے گزری ہے جو استاد شیخ شبیر میثمی کی اِہانت پر مبنی تھی۔ جونہی اس تحریر کو پڑھا تو میں سوچ رہا تھا ہم نے آج تک تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا، ہم آج بھی اپنے ماضی پر شرمندہ نہیں ہیں، ہم آج بھی اپنی غلطیوں کی اصلاح کے لئے تیار نہیں، ہم آج بھی اپنی کوتاہیوں کو گلوکوز لگا رہے ہیں، ہم آج بھی آگ کے جلے پر برف رکھ رہے ہیں اور ہم آج بھی گندے پوتڑوں پر پرفیوم چھڑک کر خود کو دھوکا دے رہے ہیں۔

میں نے پچھلی سطروں میں عرض کیا ہے قومیں جب تک اپنی غلطیوں اور اپنے ماضی پر شرمندہ نہیں ہوتیں یا جب تک خود سے معافی نہیں مانگتیں اس وقت تک ان کی پختگی اور بلوغت کی عمر شروع نہیں ہوتی

لہٰذا اس مذکورہ تحریر کے ساتھ ساتھ آج تسلیم کرنا پڑے گا کہ ماضی میں قائد موجود کو پہنچائی گئی اذیتیں غلط تھیں، قوم کو دو حصوں میں تقسیم کرنا غلط عمل تھا، شہید ترابی کی کنپٹی پر پستول رکھ کر غلطی کی تھی، شریف النفس بزرگ عالم دین علامہ رمضان توقیر کی گئی توہین غلط تھی، شہرت کی چند سانسوں کے لئے اپنے کو غیروں کے پاس گروی رکھنا غلط تھا، جس شخص نے پہلی بار ملت کے درمیان جدائی کا بیج بویا وہ ملت کا خائن تھا، ملت کو جھوٹے نعروں کا دودھ پلانے کا رخ غلط تھا، قومی قیادت کے خلاف جنگ اخبار میں چھپنے والا آرٹیکل بوگس تھا، مفتی جعفر اعلی اللہ مقامہ اور شہید حسینی اعلی اللہ مقامہ کے بنائے ہوئے دستور اور آئین کے ساتھ دھوکا کرنا فراڈ تھا، مذکورہ تحریر کو اگر عالمی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس کے ذریعے ملت جعفریہ کی کیا خدمت کرنا مقصود تھی؟

ہم بڑے دلچسپ لوگ ہیں کہ نفرت کے بیج بو کر وحدت کی فصل کاٹنے کا انتظار کرتے ہیں؛ وحدت کے نام پر جدا ہوتے ہیں؛ وحدت کے نام پر سازشوں کے جال بُنتے ہیں اور ان میں نہ پھنسنے والوں کے خلاف ہرزہ سرائیوں کو مردانگی اور فیشن سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عون ساجد کہتے ہیں:

"وحدت کا معنی ہوتا ہے جڑنا، تعجب ہے لوگ وحدت کے لئے جدا ہوتے ہیں۔"

استاد شیخ شبیر حسن میثمی صاحب پاکستان کے ممتاز، علمی، دینی، سماجی، سیاسی، نیک طبع، ملنسار اور ہردلعزیز شخصیت ہیں۔ استاد میثمی انتہائی صلح جُو، معتدل المزاج اور متوازن شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ اختلافی مسائل میں شدّت پسندی کی بجائے رواداری اور اعتدال پسندی کے قائل و فاعل ہیں۔ آپ تمام تر مصروفیات کے باوجود ہم سب کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے ہیں؛ دلسوز اور خدمتگزار رہنما ہیں۔ دوستان کے ساتھ بے تکلّف دوستوں کی طرح پیش آتے ہیں، ان کی گفتگو نہایت سادہ مگر دلنشین اور معلومات افزا ہوتی ہے۔ مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں ساری بات کہہ جاتے ہیں۔ (۱۸ مئی ۲۰۱۷)

اصولوں کی پاسداری

شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی اپنی ذات میں اک انجمن اور تحریک تھے، انتہائی دشوار و تکلیف دہ حالات میں بھی قومی پلیٹ فارم تحریک جعفریہ پاکستان سے وابستہ رہتے ہوئے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے دست و بازو رہے۔ تحریک جعفریہ گلگت و بلتستان کی مسئولیت سے لے کر نصاب تعلیم کی تحریک تک آپ ہمیشہ متحرک اور فعال نظر آئے۔ آپ عالم باعمل ،مجاہد اسلام، مدافع ولایت و قیادت اور اتحاد امت کے سچے داعی تھے، آپ کی علمی، ملی و قومی، مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات بہت نمایاں اور قابل قدر ہیں۔

آپ نصاب تعلیم کے حوالے سے ہمیشہ شیعہ عقائد کا بھرپور دفاع اور اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے نصاب تعلیم کے جلسوں اور احتجاجات میں فرماتے تھے:

> **تعلیم پر سرمایہ ہمارا خرچ ہو؛ کتابیں ہم خریدیں؛ اسکولز ہمارے ہوں؛ اساتذہ ہمارے ہوں؛ اسٹوڈنٹس ہمارے اپنے بچے ہوں لیکن نصاب تعلیم ہمارے عقائد کے خلاف ہو، یہ ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں؛ عقائد کے معاملہ میں سودا بازی نہیں ہو سکتی۔ ہمیں شہادت کا سرخ لباس تو زیب تن کرایا جا سکتا ہے مگر اس مطالبہ سے کبھی دستبردار نہیں کرایا جا سکتا۔**

واضح رہے کہ شہید رضوی کے اس مطالبہ کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ فقط شیعی تعلیمات کے مطابق ہی نصاب تعلیم ترتیب دیا جائے بلکہ انھوں نے تمام مسالک و مکاتب کے لئے آواز بلند کی لیکن ان کے نقطہ نظر کو صحیح انداز سے نہیں لیا گیا اور سمجھا نہیں گیا؛ اگر شہید رضوی کے اصولی موقف کو مثبت انداز سے لے کر سمجھا جاتا تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان کی شخصیت کُشی کا سلسلہ جب شروع ہوا تو اس وقت شہید رضوی دیگر امور کے علاوہ جامع مسجد گلگت میں امام جمعہ و جماعت کی خدمات بھی انجام دے رہے تھے، تو تحریک جعفریہ سے

انہیں توڑنے کے لئے چال چلی گئی اور فلاں کی جانب سے انہیں کہا گیا کہ اگر آپ علامہ ساجد نقوی کو خیر باد کہیں تو آپ کو فلاں فلاں مراعات دی جائیں گے اور آپ کے لئے جانیں بھی فدا ہونے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔

شہید رضوی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"میں اس مسجد کے امور چھوڑ سکتا ہوں لیکن قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

عوام، شہید رضوی کے حکم پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے تھے، لیکن انھوں نے عوام کو ہمیشہ اتحاد بین المسلمین اور امن و امان کا اصولی درس دیا۔ شہید رضوی کی دور اندیش نگاہوں اور سیاسی بصیرت نے آنے والے وقت کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا اور قوم کے لئے اتحاد بین المسلمین جیسے زریں رہنما اصول بتا دیئے تھے۔

ایک سچے مسلمان کی یہی نشانی ہے کہ وہ کبھی اصولوں پر سودا بازی نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیشہ اصولوں کی پاسداری کرتا ہے؛ آپ ایک عظیم مذہبی، اجتماعی اور سیاسی مدبر رہنما تھے۔ آج گلگت بلتستان اپنی تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑا ہے، شہید ضیاء الدین رضوی کے نظریات کے تحت ہی اس موڑ کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح انھوں نے اپنے مذہبی، شہری، قانونی اور آئینی حقوق کے لئے جانفشانی اور خلوص کے ساتھ جدوجہد کر کے اصولوں کی پاسداری کی، وہ کارکنوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ جو بھی اپنی زندگی کے سرمایہ حیات میں شہید رضوی جیسی مثال بن کر سامنے آئے گا قوم وملت اس پر بھی فخر کرے گی۔

ان کی برسی منانے کا دن ہمیں موقع فراہم کرتا ہے کہ گلگت بلتستان کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے، اس وقت ملت جن مسائل میں گھری ہوئی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ شہید رضوی کی فرمائشات سے روگردانی بھی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ شہید نے جو سبق سکھایا تھا، اسے فراموش کر دیا گیا جس کی وجہ سے گوناگوں مسائل پیدا ہوئے۔ آج ان کے سکھائے گئے سبق کی یاددہانی اور اس پر عمل کرنے سے ہی ترقی وخوشحالی کا خواب شرمندۂ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اداس کر کے ہمیں چل دیا کہاں وہ شخص

ہر سال ہر دن اپنے ساتھ خوشیاں اور غم لے کر آتا ہے اور ساتھ ہی ہم سے جڑے کتنے لوگوں کو ساتھ لے جاتا ہے۔ سال ۲۰۱۸ء ماہ جنوری کی ۸ تاریخ کو مذہبی، علمی، اجتماعی اور سیاسی سادات گھرانے کے پرورده حجۃ الاسلام علامہ سید عبدالجلیل نقوی ہم سے بچھڑ گئے ہیں۔ اس مجاہد سید کے لئے کیا لکھوں، کیسے لکھوں، جانا برحق ہے سب نے جانا ہے لیکن دُکھ رابطے کے ٹوٹ جانے کا ہوتا ہے، پُکارے جانے پر جواب نہ ملنے کا ملال آنکھیں نم کر جاتا ہے۔

جب قائد ملت جعفریہ پاکستان کے بارے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور ان کی شخصیت کُشی کو فیشن سمجھا جانے لگا؛ تحریک کے کارکنوں کو توڑنے کی کوششیں عروج پر تھیں؛ قومی پلیٹ فارم کو ختم کرنے کی کوششوں کا سر توڑ سلسلہ جاری تھا؛ غرض ہر طرح سے حق کی آواز کو کچلنے کی کوششیں جاری تھیں؛ تنظیمی منظر نامہ انتہائی مسموم اور دھواں دار تھا اور ستم بالائے ستم اپنوں میں بھی بیگانے موجود تھے تو اس وقت سید جلیل نقوی مرد بحران ثابت ہوئے۔

سید جلیل نقوی کی ہمت کے آگے کوئی رکاوٹ بن سکا نہ اس میں لغزش پیدا کر سکا، آپ نے ہمت اور عزم سے کام لیا اور ثابت قدم رہے، شجاعت و بُردباری سے ایک مضبوط چٹان کی طرح تکفیریوں اور موقع پرستوں کے سامنے ڈٹے رہے۔ جب قائد ملت نے کوئی فیصلہ دے دیا اور فرما دیا کہ ہاں ایسا کرنا درست ہے تو اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور دم اُس وقت لیا جب اسے پورا کر لیا۔ آپ اس بات سے کبھی نہیں گھبرائے کہ راستے میں مشکلات آئیں گی، رکاوٹیں ہوں گی، مخالفت ہوگی؛ اپنی منزل کی طرف نگاہ رکھ کر آگے بڑھتے چلے گئے۔

آپ تنظیمی میدان کے ہراول دستے میں نمایاں اور اوج پر تھے؛ یہی وجہ رہی کہ آپ کو جن کاموں پر مامور کیا گیا سبھی کاموں کو بطریقِ احسن نبھایا، جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کو ملنے والی ذمہ داریاں ہیں جن

میں آپ سب پر سبقت رکھتے تھے۔شیعہ علما کونسل پاکستان کے آپ صوبائی صدر منتخب ہوئے تو اس عہدہ کی لاج رکھی اور پنجاب بھر کو فعال کیا؛ قائد ملت کے مسئول روابط رہے تو اپنے فرائض بخوبی انجام دیئے۔ تحریک کے مرکزی پروگرام از جملہ علما کانفرنس اسلام آباد کو آپ صف اول میں رہ کر کامیاب کرانے میں شریک رہے؛ کانفرنس کے موقع پر مکتب تشیع کے علمائے کرام نے جس طرح آپ سے محبت کی اس کی یادوں سے ابھی تک دل و دماغ سرشار ہیں۔

مرحوم کی بے لوث ملی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا؛ ان کی موت سے پیدا ہونے والا خلاء پُر نہیں کیا جا سکتا۔ سید جلیل نقوی بہت متواضع، با اخلاق اور فعال شخصیت کے مالک تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو ملت جعفریہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ طویل صبر آزما امتحان کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ ان کی رحلت فقط ملت جعفریہ پاکستان کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام و انسانیت کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے جبکہ شیعہ قومی پلیٹ فارم ایک متحرک، صابر اور زمینی حقائق سے آشنا، رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ موت کی آندھی نے اس زندہ دل شخصیت کی زندگی کا چراغ تو گُل کر دیا مگر اس کی یادوں کا آفتاب طلوع رہے گا اور اس کی کرنوں میں روشنی رہے گی۔

ہر مخلص شخصیت کو اس کی خاص خداداد صلاحیتوں اور نیکیوں سے یاد رکھا جاتا ہے، علامہ سید عبدالجلیل نقوی کے قریبی احباب آج ان کی مشایعت جنازہ میں بھی اس سید کی ملنساری اور مٹھاس کو یاد کرتے نظر آئے وہ تحریکیوں کی تنظیمی محفلیں جس میں "سید جلیل" کی محبت بھری مسکراہٹیں جوانوں کے لئے حوصلہ افزائی کا سبب ہوا کرتی تھیں، ملت اس دور اندیش سید کے تجربات سے استفادہ کرتی رہے گی۔

اکرم الضیف ولو کان کافرا

عمار نقشوانی پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک میٹنگ میں شرکت کرنے کے لئے پہنچا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کے کہنے پر علامہ افتخار نقوی صاحب اور علامہ عارف واحدی صاحب کو بھی وہاں جانا پڑا ہے اور دیگر احباب کو بھی۔ وہاں موضوع گفتگو ولایت نہیں تھا کوئی اور تھا، دیگر پروگرامز بھی اسی نوعیت کے تھے۔

پاکستان کے شیعہ علمانے "اکرم الضیف ولو کان کافرا" (مہمان کا احترام کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، حدیث نبوی، جامع الاخبار، شعیری، مطبعہ حیدریہ، صفحہ ۸۴) کے تحت اسے عزت دی ہے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علامہ افتخار نقوی جیسی انقلابی شخصیت، ولایت کے مخالف کو پروٹوکول دے اور ولایت کے خلاف اس کے لیکچرز کا اہتمام کرائے؟ اسی طرح واحدی صاحب سمیت دیگر شخصیات۔

نقشوانی کا کردار کہیں منفی رہا ہے تو پاکستان میں پیروانِ ولایت نے اپنی ملاقاتوں کے دوران اپنے کردار و گفتار سے اسے یہ سمجھا دیا ہے کہ اسلام کی تشریح جو تم کر رہے ہو اس کے مقابل میں ہماری تشریح یہ ہے لہٰذا اس پر بھی غور فرما لینا اور مقایسہ کر لینا۔

کسی کے ساتھ میل و جول اور گفتگو کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ سامنے والے کی فکر کیا ہے؟ اس کے اہداف و خواہشات کیا ہیں؟ اس کے خواب اور تمنائیں کیا ہیں؟ اسکا نقطہ نظر کیا ہے؟ اور اسی طرح فریق ثانی آپ کے متعلق تمام شناسائی حاصل کر لیتا ہے اور یوں ایک انسان دوسرے انسان کو سمجھنے لگتا ہے۔ اور یہ اسلامی معاشرے کی تنظیم کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر کے دوسروں کے لئے استفادہ کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس تشریح کے مقابل میں برعکس تشریح و عمل بھی جنگ صفین میں موجود ہے۔

مروان بن حکم کے منفی کردار سے کون آشنائی نہیں رکھتا۔ مدینہ سے جب بنی امیہ کو نکالا گیا تو مروان

نے اپنے خانوادے کو امام سجاد کے سپرد کیا۔ (الامامت و السیاست، ص ۱۹۴؛ تاریخ الطبری، ج ۴، ص ۱۳) آپ نے انہیں پناہ دے کر سمجھا دیا کہ وہ تمہارا اخلاق تھا... یہ ہمارا اخلاق ہے۔

نیز شیخ کلینی نے باب توحید میں علی بن منصور سے روایت نقل کی ہے:

ہشام بن الحکم نے بیان کیا ہے کہ مصر میں ایک زندیق (دہریہ) تھا اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی کچھ احادیث سنیں۔ وہ حضرت سے مناظرہ کرنے مدینہ آیا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔لوگوں نے کہا حضرت مکہ تشریف لے گئے ہیں وہ مکہ آیا۔ہم طواف میں حضرت کے ساتھ تھے اس زندیق کا نام عبدالملک تھا اور کنیت ابوعبداللہ اس نے حضرت کے شانہ سے شانہ رگڑا (امام کو کندھا مار کر اپنی طرف متوجہ کیا) اور... الی آخر(کتاب الکافی، ج۱، ص ۷۲، ناشر دارالکتب الاسلامیہ، تہران، سال ۱۴۰۷ھ) ان کے علاوہ بھی دیگر واقعات کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہیں۔

حال ہی میں ڈاکٹر حسن روحانی کا یہ بیانیہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ سعودی عرب اگر اسرائیل سے دوستی ختم کر دے تو تعلقات بحال ہو سکتے ہیں۔اس کا کیا مطلب ہے؟! (مختلف سائیٹس پر بیانیہ موجود ہے)

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

آفة الدین سؤ الظن۔

سوئے ظن دین کے لئے آفت ہے۔(غرر الحکم و درر الکلم، ص ۲۷۸)

نیز امیر المومنین فرماتے ہیں:

حسن الظن راحة القلب و سلامة البدن۔

حُسن ظن دل کا سکون اور بدن کی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔(عیون الحکم و المواعظ، ص۲۲۹)

بدگمانی ایک ایسا گناہ ہے جس کے کرنے سے انسان دیگر گناہوں کی دلدل میں خود بخود پھنستا چلا جاتا ہے کیونکہ جب انسان کے دل میں کسی کے متعلق کوئی بُرا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لئے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔بعض اوقات جاسوسی کرتا اور کرواتا ہے تاکہ اس کے ذہن میں اس شخص کے متعلق جو برا گمان آیا تھا، اس کی تائید اور توثیق

حاصل کر سکے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے بدگمانی کے بعد تجسس کرنے یعنی کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَا تَجَسَّسُوا وَ لَا یَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔

اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کے بارے) تجسس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ (الحجرات، آیۃ ۱۲)

واضح رہے کہ ہمارا مقصد کسی عزیز یا برادر کی اہانت کرنا نہیں ہے اور نہ ولایت فقیہ کے مخالف کسی فرد کے بارے غلط توجیہ کرنا ہے۔

نوٹ: قومی پلیٹ فارم سے جڑے علما پر جملے کسے جا رہے تھے تو راقم الحروف نے ایک مختصر سی وضاحت پیش کی ہے۔

دو ہفتہ بعد شیعہ علما کونسل کے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ عارف واحدی کا موقف سامنے آیا اسے بھی ملاحظہ فرمالیں:

بعض لوگ مسلسل غلط پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہیں، جس وجہ سے وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین نے فرمایا کہ کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر دینی سکالر ڈاکٹر سید عمار نقشوانی ہمارے پاس آرہے ہیں آپ چونکہ کونسل کے ممبر ہیں آپ بھی شریک ہوں، ایسے پروگرام وہاں ہوتے رہتے ہیں۔ ہر مسلک کے مختلف سکالرز وہاں آتے رہتے ہیں۔ میں نے اس وقت تک ڈاکٹر نقشوانی کا نام تک نہ سنا تھا، وہاں ہی ملاقات ہوئی تعارف ہوا، انھوں نے گفتگو کی اس میں مختلف چیلنجز کا ذکر کیا جو مغرب میں مسلمانوں کو درپیش ہیں اسلامی یونیورسٹی کے بعض سکالر بھی آئے، اس سے سوالات کئے اپنی گفتگو میں اس نے قرآن اور روایات اہلبیت سے اچھے جوابات دیئے، بار بار رہبر معظم، آقای سیستانی اور شہید باقر الصدر کا ذکر کرتا رہا، اس نے کچھ باتیں ایسی بھی کیں جو بعد اس کے ساتھ ڈسکس بھی ہوئیں۔

پھر اس نے اسلام آباد میں اسلامی یونیورسٹی، قائد اعظم یونیورسٹی، جامعۃ الکوثر، سچ ٹی وی اور بعض دیگر مراکز کا دورہ کیا، مجھے بھی بعض دیگر علما کی طرح شرکت کا موقع ملا، ولایت فقیہ کے حوالے سے اس سے سوال ہوا، اس نے کہا کہ ولایت فقیہ کے نظریہ میں مراجع کے درمیان اختلاف ہے۔ امام خمینی اس نظریے پر

عمل کر کے کامیاب ہوئے اسلامی حکومت قائم کی اور تشیع کی بڑی خدمت کی، آج بھی تشیع کی عملی ترویج اور اشاعت میں سید علی خامنہ ای، سید سیستانی اور سید حسن نصر اللہ کی بڑی خدمات ہیں۔

بعض علمائے کرام کی موجودگی میں، میں نے خود ان سے مغرب میں شیرازیوں کے بارے میں اور اللہ یاری اور یاسر حبیب کی منفی فعالیت اور مراجع عظام کے خلاف اور اہل سنت کے خلاف ناشائستہ انداز پر سوال کیا، اس کا جواب تھا کہ وہ غلط کر رہے ہیں، میرا بھی ان سے ان مسائل پر اختلاف رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف امور پر گفتگو رہی وہ ہر گفتگو میں رہبر معظم اور مراجع کا احترام سے ذکر کرتا رہا، ولایت فقیہ پر کوئی منفی بات نہیں کی، البتہ وہ جوان ہے، آزاد اور کھلی گفتگو ہر مسئلے پر کرتا ہے مگر دوٹوک کہتا ہے کہ میں عالم نہیں ہوں، مرجعیت کا احترام کرتا ہوں۔

میں واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ولایت فقیہ اور رہبریت و مرجعیت جیسے اہم امور پر ہمارا موقف اور عمل بڑا واضح ہے مگر سوائے تکفیریوں کے باقی سب سے ملاقات کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کسی پروپیگنڈے اور پریشر سے بالکل متاثر نہ کبھی ہوئے نہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہم نے رہبر معظم سے سیکھا ہے اور حضور اکرم ص اور ائمہ طاہرین کی سیرت طیبہ بھی یہی ہے، اسلام بھی گفتگو اور ڈائیلاگ کا ہی کہتا ہے۔

۷۰ سالوں میں پاکستان بدون امامت یا باامامت

دنیا میں امت مسلمہ کے پاس دو نظام ہیں جن میں سے ایک کا نام امامت اور دوسرے کا خلافت ہے۔نظام امامت کے پیروان ۳۲۹ہجری کے بعد کے زمانہ کوغیبت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جوتا حال جا ری ہے، زمانہ غیبت کبریٰ میں تشیع کے پاس نظام مرجعیت ہے جونظام امامت کاتسلسل ہے، اسی نظام کے تحت ہی تشیع آگے بڑھ رہی ہے،یعنی دنیا پر جوشخص بھی نظام مرجعیت سے وابستہ رہا گو یاوہ نظام امامت سے منسلک رہا۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا تشیع پاکستان بھی اس نظام کے ساتھ چلے آرہی ہے یا اس نظام سے کٹ کر زندگی گزارتی رہی ہے۔ہمارے بزرگ علمائے کرام کواللہ تعالیٰ نے جامعیت کاملہ سےنوازا ہےاور ان میں ایسے ایسے کمالات اور صفات جمع فرمائے ہیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ وہ علم وعمل ،تقویٰ وطہارت،تصنیف وتالیف،تعلیم وتدریس، اصلاح وتربیت،حقوق کی جدوجہد،تر دیدِ باطل، احقاقِ حق ،سماجی میدان ہو یا میدان سیاست ، ہرمیدان میں یہ حضرات رہنما نظر آتے ہیں۔ملک کے ہر گوشہ وکنار میں تعلیمات محمد وآل محمد کی خوشبوئیں پھیلائیں،توحید کی شمعیں جلائیں،شرک و بدعات کا قلع قمع فرمایا،مسلمان جہاں جہاں مظلوم ہیں ان کے حق میں آواز اٹھائی۔ بزرگ علمائے جعفریہ پاکستان نے ماضی تا حال جو خدمات انجام دی ہیں وہ بے مثال ہیں، بلاخوف وتر دید کہا جاسکتا ہے کہ ہدایت کا کوئی رُخ ایسانہیں ہے، جہاں مینارے اور مشعلیں قائم نہ کی ہوں،اسی طرح گمراہی کا کوئی پیچ وخم ایسا نہیں ہے جہاں صحیح رہنمائی کے اسباب فراہم نہ کردیئے ہوں،خدمتِ دین کا کوئی گوشہ ایسانہیں ہےجس میں ان بزرگوں نے اپنی جدوجہد کے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ ہمیشہ حق وسچ کی آواز بلند کی ، باطل اور سامراجی قوتوں کے آگے کبھی بھی اپنا سرنہیں جھکایا۔

تمام بزرگ علمائےجعفریہ پاکستان کے بارے تفصیل سے لکھنے کے لئے چند جلد کتاب درکار ہوں

گی لہٰذا یہاں پر ہم مختصر چند نمونے پیش کئے دیتے ہیں جو نظام امامت سے جڑے رہنے کا تسلسل ہیں اور فیصلہ منصف مزاج اور غیر متعصب قارئین پر چھوڑتے ہیں:

علامہ باقر ہندی ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ میں کچھ عرصہ گزارنے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۰۹ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی کے حکم پر ۱۹۱۴ء میں وطن واپس آ گئے۔ آپ نے چکڑالہ میانوالی نیز چک ۳۸ خانیوال میں بذات خود اور ملتان میں اپنے لائق ومتقی شاگرد علامہ سید گلاب علی نقوی کے ذریعہ ۱۹۴۱ء میں جامعہ مخزن العلوم الجعفریہ شیعہ میانی جبکہ باب العلوم ملتان میں اپنے دیگر شاگرد رشید علامہ سید محمد یار شاہ نجفی کے توسط سے نظام مرجعیت کے ساتھ جڑے رہنے کا سلسلہ شروع کیا۔ نیز مدرسہ باقر العلوم بدھ رجبانہ جھنگ اور کوٹلہ جام بھکر بھی اسی سلسلہ کی کڑی شمار ہوتے ہیں۔

قطع نظر از دیگر مدارس فقط ایک مدرسہ، مخزن العلوم جیسے نورانی چراغ سے لاتعداد نورانی چراغ جلے اور جلتے رہیں گے، سینکڑوں جید علما پیدا ہوئے جن کی خدمات روز روشن کی طرح روشن ہیں۔ علامہ سید گلاب علی شاہ نقوی مرجع جہاں آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم کے پاکستان میں وکیل مطلق تھے، مال امام کو محفوظ رکھنے کا ان کا اپنا ایک خاص انداز تھا نیز مرجع وقت کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حکیم خاندان کے ساتھ آپ اور آپ کے خاندان کے روابط کسی سے مخفی نہیں ہیں، آپ کے ایک سینئر شاگرد کے بقول آپ پاکستان میں امام خمینیؒ کے پہلے مقلد تھے۔

۱۹۵۱ء میں مختلف مکاتب فکر کے جید ومقتدر علمائے کرام کے ذریعہ تاریخی بائیس نکاتی دستاویز کے مرتب ہوتے وقت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی کاوشیں ان کی اعلیٰ بصیرت وقابلیت، دوراندیش اور دوربین قائد ورہنما ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جنوری ۱۹۶۵ء میں حقوق تشیع کے لئے کراچی میں مجلس عمل علمائے شیعہ کی تشکیل کی گئی جو شیعہ مطالبات کمیٹی کے نام سے معروف ہے۔ اس کُل پاکستان اجتماع علمائے شیعہ میں مایہ ناز افاضل اور ممتاز رہنماؤں کے علاوہ ۲۰۰ جلیل القدر علماء نے شرکت کی جنہوں نے خطیب اعظم حضرت علامہ سید محمد دہلوی کو بعنوان قائد ملت جعفریہ پاکستان منتخب کیا۔ (کتابچہ، شیعیان پاکستان کے مذہبی مطالبات، شائع کردہ: شیعہ مطالبات کمیٹی، صفحہ ۹)

۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کو ممتاز عالم دین اور مجتہد العصر علامہ مفتی جعفر حسینؒ کو شیعہ عوام نے براہ

راست متفقہ طور پر اپنی مرکزی قیادت کے لئے منتخب کیا۔ایک اندازہ کے مطابق شرکاء کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔اس کنونشن میں علامہ مفتی جعفر حسین کو شیعیان پاکستان کا متفقہ طور پر قائد تسلیم کیا گیا۔(سفیر نور،ص ۲۷ سفیر انقلاب،ص ۹۸) پوری فضا ایک ہی قائد ایک ہی رہبر مفتی جعفر، مفتی جعفر کے نعرے سے گونج اٹھی۔بقول بی بی سی لندن، آیۃ اللہ خمینیؒ کے بعد مفتی جعفر حسین جنوبی ایشیا کے دوسرے بڑے روحانی پیشوا تھے کہ جنہیں عوام کی اتنی بڑی تعداد نے ووٹ دیا۔(خورشید خاور،ص ۱۱۸)

حضرت علامہ حسین بخش جاڑا نور اللہ مرقدہ جیسی بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت سے واقفیت ہر خاص و عام کو ہے اس لئے کہ وہ میدان علم و عمل کے نور افگن ستارے تھے، آپ مہارت علمی میں یکتائے روزگار تھے۔نجف اشرف جا کر آپ نے دینی تعلیم میں بلند مراتب حاصل کرتے ہوئے فقہ واصول میں مدارج علمی طے کئے اور منزل اجتہاد پر فائز ہوئے، آیت اللہ محسن الحکیم سمیت ۱۲ آیات عظام و مجتہدین کرام سے آپ نے اجازہ اجتہاد لیا جو آپ کے مجتہد ہونے کی سند ہے۔۱۹۵۶ء میں آپ نجف اشرف سے واپس پاکستان آئے اور اپنے آبائی گاؤں جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ بنام جامعہ علمیہ باب النجف قائم کیا۔

برصغیر کے مراجع میں مقام مرجعیت پر فائز ہونے والوں میں آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی اپنی مثال آپ ہیں۔آپ نے اثبات امامت نامی کتاب لکھی جس پر آقای بزرگ تہرانی سمیت ۶ آیات عظام نے تقاریظ لکھی ہیں، موصوف نے تجلیات صداقت نامی کتاب لکھ کر نظریہ امامت اور اس پر کاربند ملت کا دفاع کر کے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے۔

علامہ غلام محمد غروی کا کردار اور ان کے دانشمندانہ فیصلے تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔خواہ وہ فیصلے شرعی ہوں یا سیاسی، آپ ہر فیصلے میں قرآن وسنت اور علما کی رائے کو فوقیت دیا کرتے تھے، ہمیشہ علاقے کا مفاد آپ کے فیصلوں کا محور ہوتا تھا، کوئی بھی فیصلہ آپ نے اپنے طور پر نہیں کیا بعض اوقات علما کے علاوہ معززین اور دانشور حضرات کو بھی رائے میں شامل کیا کرتے تھے، آزادی بلتستان سے لے کر ان کے آخری ایام تک جتنے سیاسی اقدامات انہوں نے اٹھائے قومی مفاد میں رہے، جہاں تک شرعی فیصلوں کا تعلق ہے، انہوں نے بلتستان میں "محکمہ شرعیہ" قائم کر کے شرعی عدالت قائم کی جس میں بلتستان کے غیور عوام کو بغیر کسی فیس کے "قرآن وسنت" کے مطابق انصاف فراہم ہوتا تھا۔آپ نے ہر فیصلے کو کمال تدبر، فہم، عقل اور دور اندیشی سے کام لے کر کیا اور کسی کا حق ضائع نہ ہونے دیا، یہی وجہ ہے کہ آج

تک ان کا کوئی شرعی فیصلہ کسی قانونی عدالت میں چیلنج نہیں ہوسکا۔

شیخ علامہ غلام حیدر نجفی نے نجف اشرف میں حوزہ علمیہ کے برجستہ اساتید سے کسب فیض کیا، جتنا عرصہ نجف اشرف میں زیر تعلیم رہے وہاں کی قیادت اور تنظیمی امور سے منسلک رہے، آپ کا شمار نجف اشرف میں بھی سیاسی اور فعال افراد میں ہوتا تھا۔ نجف اشرف میں قیام کے دوران وہاں کی مشہور درسگاہ "مدرسہ قوام" کے پرنسپل بھی بنے۔ وہاں کی بعث پارٹی نے جب حکیم خاندان کے خلاف سازشیں شروع کرتے ہوئے جلیل القدر علمائے کرام اور مراجع عظام کو قتل کرنے کی پے در پے کوششیں کیں تو اس وقت شیخ غلام حیدر نجفی نے علماء کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا، جس کا آج بھی حکیم خاندان معترف ہے۔ آپ حضرت آیت اللہ محسن الحکیم کے ساتھ خاص عقیدت رکھتے تھے، بنابر مشہور ایک مرتبہ کسی خطرناک مرحلے میں آیت اللہ محسن الحکیم کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بھاگ گئے۔ اُس قحط کے زمانے میں شیخ مرحوم کو مرجع جہان کی جانب سے کھلی اجازت تھی کہ وہ جتنا چاہیں مال امام سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ موصوف وطن واپس آنے کے بعد تقریباً ۲۰ سال کے عرصے تک گلگت میں قوم کے مذہبی و سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور ہر مشکل مرحلے میں قوم کی قیادت کی۔

محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم نے ۱۹۵۵ء میں پاکستان آ کر قومی اُمور میں اپنی خدمات کا آغاز کیا، آپ نے ۱۹۶۶ء میں جامعۃ المنتظر لاہور کا چارج سنبھالا، اُس وقت پورے پاکستان میں چند شیعہ مدارس تھے اور یہ بات لمحہ فکریہ تھی، اس میدان میں آپ کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ انقلاب اسلامی ایران کے بانی امام خمینیؒ کا پاکستان میں تعارف اِنقلاب سے پہلے اُن کی کتب از جملہ توضیح المسائل اور ولایت فقیہ کا اردو ترجمہ کر کے کرادیا تھا، آپ امام خمینیؒ کے سچے عاشق اور محب تھے۔ آپ کا امام خمینیؒ سے بذریعہ خطوط اور پیغامات ایک مضبوط تعلق بنا رہا۔

امام خمینی ہمیشہ آپ کی کوششوں اور کاوشوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے۔ آپ نے سیٹھ نوازش علی اور مولانا امیر نقوی کے ہمراہ امام خمینیؒ سے اُن کی جلاوطنی کے دَور میں پیرس میں ملاقات کی۔ جس میں آپ نے امام خمینی کو فرانس میں قیام کی بجائے پاکستان آنے کی دعوت دی۔ امام خمینی نے آپ کے خلوص اور دعوت کا دل سے شکریہ ادا کیا اور اُن کی توفیقات خیر میں اضافے کی دُعا کی۔

تسلیم رضا خان لکھتے ہیں:

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۸۵ء میں، مجھے کسی تنظیمی کام کے سلسلہ میں لاہور آنا پڑا چونکہ

میں اس وقت گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں زیر تعلیم تھا اس لئے ڈاکٹر صاحب (شہید محمد علی نقوی) نے مجھ سے ڈیرہ اسماعیل خان کے عوام کی قائد سے وابستگی کے بارے میں سوالات کئے، جب میں نے مثبت صورتحال واضح کی تو فرمانے لگے:

جہاں علامہ غلام حسن جاڑا صاحب جیسی مقتدر اور بزرگ شخصیت موجود ہو وہاں ایسا ہی ہونا چاہئے۔مزید برآں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں قیادت کے پرچار کے لئے ان علاقوں میں مشکلات کا سامنا ہے جہاں دینی مدارس نہیں ہیں، جہاں علمائے حقہ کا عوام سے رابطہ کمزور ہے اور جہاں تنظیمی فکر کا فقدان ہے۔تاہم ہمارے نوجوان برق رفتاری سے مصروف جہاد ہیں اور انشاءاللہ بہت جلد ہی اپنی قیادت کو ملت اسلامیہ کی واحد نمائندہ قیادت کے طور پر پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے،آپ نے اس موقع پر جو پُراعتماد گفتگو کی وہ علامہ محمد اقبال کے اس شعر کی عکاس تھی۔"

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

(سفیر انقلاب، صفحہ 111)

شہید علامہ عارف حسین الحسینی کا نجف اشرف میں آیات عظام سے کسب فیض اور حضرت امام خمینی سے آشنائی، استفادہ اور روابط کسی پر پوشیدہ نہیں، علامہ مفتی جعفر حسین کی رحلت کے بعد علامہ عارف حسین الحسینی کو قائد منتخب کیا گیا، آپ نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور خدمات کا لوہا منوایا، آپ پاکستان میں نمائندہ ولی فقیہ تھے، ولی فقیہ نے ان کی شہادت پر تاریخی تعزیتی پیغام جاری کیا، جس میں انہوں نے فرمایا:

"میں آج اپنے عزیز فرزند سے محروم ہوگیا ہوں۔"

شہید حسینیؒ کے بعد علامہ سید ساجد علی نقوی کو ملت جعفریہ پاکستان کا قائد منتخب کیا گیا، دیگر آیات عظام کے علاوہ امام خمینیؒ اور شہید باقر الصدرؒ جیسی مایہ ناز شخصیات قائد موجود علامہ سید ساجد علی نقوی کے استاد تھے۔آپ امام خمینیؒ کے نمائندہ رہے ہیں اور تا حال رہبر معظم کے نمائندہ ہیں۔آپ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

"میری امام خمینیؒ سے آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب میرے ساتھ آیت اللہ محمد

حسین فضل اللہ بھی ہمراہ تھے۔ آپ نے اپنی وصیت میں ہمیں اتحاد بین المسلمین کی تاکید کی، اس دن سے آج تک میں نے اس کارِ خیر کو ایک لحہ کے لئے فراموش نہیں کیا، اسے میں امام کی آخری وصیت سمجھتا ہوں۔"

تمام تر سازشوں کے باوجود آپ نے تکفیریوں کو دھول چٹائی، داخلی اور خارجی محاذ آپ کو نہ جھکا سکے۔ ملک میں تشیع کا معتدل اور روشن چہرہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، آپ نے گلگت بلتستان میں ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۹ء کے انتخابات میں ۱۱رفروری ۱۹۷۹ء میں ولی فقیہ کی قائم ہونے والی حکومت کی طرز کا عملی نمونہ بطور حکومتِ نمائندہ ولی فقیہ پیش کیا۔

تاریخِ پاکستان شاہد ہے کہ بزرگ علمائے جعفریہ پاکستان عزم جواں، بازوئے ہمت اور جذبہ قربانی کا کرشمہ ہیں، بلکہ ان کی سخت جان کوششیں دیگر شعبہ ہائے زندگی کے افراد کو بھی میدان عمل میں لے آئیں۔ سرزمین بھکر، اسلام آباد کنونشن ۱۹۸۰ء، قرآن وسنت کانفرنس اور عظمت اسلام کانفرس کے موقع پر حریت وفکر کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر یوں امڈ آیا کہ منزل مراد، ان کے قدموں کو بوسہ دینے پر مجبور ہوگئی۔ چشم فلک گواہ ہے قومی تحریک کا ہراول دستہ صداقت، عدالت اور شجاعت کے لباس سے مزین علماء ہی تھے جنہوں نے آگ وخون کے دریا پار کر کے، تلاطم خیز موجوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جانے سے، بڑے بڑے صدمات اور مصائب سہہ کر، یزیدِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، حق کی صدا بلند اور اپنی قربانیاں پیش کر کے خود کو قوم کا حقیقی رہنما و پیشوا ثابت کیا۔

ہر بات واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہے، باطل جس قدر بھی طاقت پکڑ لے اس کی حقیقت پانی کے بلبلے سے زیادہ نہیں جس کے مٹنے کے لئے صرف چند لمحے درکار ہوتے ہیں اور باطل اس حقیقت سے خوب آگاہ ہے۔ اس سب کے باوجود باطل ہار نہیں مانتا، اپنی شکست تسلیم نہیں کرتا اور ہر بار نئی طاقت، نئے حیلوں اور نئے مکروفریب کی صورتیں لے کر جلوہ گر ہوتا ہے تو پھر حق کیوں ہار مانے؟ کیوں شکست تسلیم کرے؟ اور کیوں باطل کے سامنے جھکے؟ اگر ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہم سچ پر ہیں تو ہمیں اس یقین کو مستحکم کرنا چاہیئے۔ بظاہر جھوٹ کی فتح ہی کیوں نظر نہ آ رہی ہو اپنے موقف سے رائی برابر پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، سچ ہمیشہ سچ رہے گا، ساری دنیا جھوٹ پر جم جائے اس کی حقیقت بدل نہیں جائے گی۔

عدالتیں کسی چور کو رہا کر دیں یا طاقتور اور بے ایمان ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے جیلوں سے چھوٹ

جائیں۔ مفاد پرست اپنے عہدوں اور دنیا کے لالچ میں بے ایمانوں کو سلام پیش کرتے رہیں۔ اس سے برائی اچھائی میں نہیں بدل جائے گی، نہ باطل حق کی صورت اختیار کرلے گا، باطل کا فریب چاک ہو کر رہے گا۔

ہمارا کام حق بات بتانا ہے، کون اس کو سنے گا، کون عمل کرے گا اور کون اس سے منہ موڑے گا ہمیں اس سے غرض نہیں۔ شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال کے استاد سید میر حسن باکمال شخصیت تھے، جنہوں نے حکیم امت کی تربیت میں یادگار کردار ادا کیا۔ جب علامہ اقبال کو "سر" کا خطاب دیا جانے لگا تو آپ نے کہا کہ پہلے میرے استاد سید میر حسن کو شمس العلماء کا لقب دیا جائے، تب میں یہ خطاب قبول کروں گا۔

با ادب با نصیب

بے ادب بے نصیب

تاریخ اہل بیتؑ میں عدم اطاعت اورافتراق پر ایک نظر

تاریخ ہمیں عبرت دیتی ہے گزشتہ لوگوں کے حالات میں غور وفکر کے ذریعے انسان عبرت کا سامان حاصل کرسکتا ہے۔ ہماری تاریخ میں عبرت کی بہت ساری داستانیں موجود ہیں جن کو دیکھ کر ہم زمانے میں ناکامی سے بچ سکتے ہیں، جس معاشرے میں لیڈر کی پیروری نہ کی جائے وہ معاشرہ انارکی کا شکار ہوجاتا ہے اورقوم کا عنوان بھی کھودیتا ہے۔ تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں اہل حق اپنے رہبر کی اطاعت نہ کر کے شکست سے دوچار ہوئے ہیں جبکہ اہل باطل نے اپنے رہبر کی اطاعت کر کے اہل حق پر غلبہ حاصل کیا ہے۔

رہبر وپیشوا کی نافرمانی کے نمونے:

پہلا نمونہ:

جنگ احد میں پیغمبراعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے بعض کی ڈیوٹی لگائی کہ ہمیں شکست ہو یا کامیابی آپ نے اس درّے سے نہیں ہٹنا جبکہ وہ حکم عدولی کرتے ہیں اور جنگ کا نقشہ بدل جاتا ہے۔قرآن نے جنگ احد میں مسلمانوں کی صورت حال کو کچھ یوں بیان کیا:

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ۔

(یادکرو) جب تم چڑھائی کی طرف بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے، حالانکہ رسول تمہارے پیچھے تمہیں پکار رہے تھے۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۳)

دوسرا نمونہ:

جنگ صفین میں امام علیؑ کو اس طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اوران کو یہ فرمانا پڑا کہ وہ باطل پر

متحد ہیں اور اپنے رہبر کی اطاعت کرتے ہیں اور تم حق پر بکھرے ہوئے ہو اور تم میری نافرمانی کرتے ہو خدا کی قسم تم میں سے ہر کسی کو دس دس دینار کے بدلے فروخت کردوں۔(مروج الذہب، ج ۳،ص ۱۱۸۔۱۱۹) امام علی کو ثالثی قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور جب ثالثی کا نتیجہ نقصان کی صورت میں ظاہر ہوا تو وہ ان کو الزام دینے لگے۔اور جب آپؑ لڑنے سے باز رہے اور صبر اختیار کیا تو انہوں نے ان کے خلاف ان کے صبر کی وجہ سے جنگ کی۔(الشیعۃ والحاکمون،ص ۱۱۵) امام علیؑ کے مذکورہ قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے رہبر کی اطاعت نہ کرے اس کی قیمت وحیثیت دس دینار ہے۔

تیسرا نمونہ:

امام حسنؑ کی حکومت اسلامی کے خاتمہ کا سب سے اہم سبب رہبرِ وقت کی عدمِ اطاعت ہے۔اسی طرح انہوں نے امام حسنؑ کو صلح کرنے پر مجبور کیا اور بعد میں ایسا کرنے کی بنا پر ان پر اعتراض کیا تھا۔ایسے حالات میں اگر امام حسنؑ صلح نہ کرتے تو کیا کرتے جب دشمن دین کی خلاف ورزیاں کر رہا تھا،فریب کے جال بچھا رہا تھا اور اپنی بیٹیوں کے رشتے دے رہا تھا،فوجی امام کی بات نہیں مان رہے تھے اور حاکمِ شام کی صفوں میں شامل ہو رہے تھے تو آپ کے سامنے صلح کے سوا کون سا راستہ کھلا تھا؟(ایضاً)

چوتھا نمونہ:

واقعہ کربلا کے بعد یعنی حضرت امام سجاد علیہ السلام کے دورِ امامت میں قاتلانِ امام حسینؑ سے انتقام لینے اور انقلاب برپا کرنے کے جذبات عروج پر تھے؛ انہی اہداف کے پیش نظر انہیں ایک ایسا شخص جس کا تعلق خاندان اہل بیت سے ہو، کی ضرورت بھی ان کے مدّنظر تھی تا کہ ان کی انقلابی تحریک کو شرعی حیثیت میسر رہے۔لیکن ان کا رہبر کون ہونا چاہئے؟ یہ سوال اس دور کے زمینی حقائق اور مخصوص سیاسی شرائط سے مربوط تھا۔(خاستگاہ تشیع وفرقہ ہای شیعی درعصر امامان،ص ۲۴۹) اہلبیت سے محبت کرنے کے باوجود بھی ایک گروہ موجود ہے جو امام سجاد کی اطاعت کے واجب ہونے پر یقین نہیں رکھتا ہے۔(ایضاً،ص ۲۵۰) توابین کے قیام کو ہی دیکھ لیجئے؛ درست ہے کہ وہ اہلبیت کے دشمنان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کی رہبری میں اور کس کے حکم پر؟! توابین کی فکر وہدف یہ ہے کہ امام کے قاتلین سے لڑنا ہے اور بدلہ لینا ہے اس راہ میں ہم مارے کیوں نہ جائیں؛ انہیں ایک ایسا رہبر چاہئے

جوان کے اہداف کو عملی جامہ پہنائے۔

اسی طرح کیسانیہ فرقہ کی پیدائش کا سبب بھی دیکھ لیں کہ اہلبیت کے محبین کا امام سجاد علیہ السلام سے کوئی سروکار نہیں بلکہ ان کی تمام تر توجہات اس بات پر ہیں کہ کون ان کی انتقامی ذہنیت کے مطابق بنی امیہ سے شدید عملی نفرت کا اظہار اور قاتلانِ امام حسینؑ کا تعاقب کرتا ہے۔ (ایضاً، ص ۲۵۱) انہیں ایک مہدی کی ضرورت تھی جو انہیں بنی امیہ کے ظلم و چنگل سے آزاد کرائے۔ جس کو وہ مہدی سمجھ بیٹھے اس مہدی اور حقیقی مہدیؑ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو رہبر عوامی پسند کے مطابق لائحہ عمل دے گا لوگوں کی اکثریت اس کے گرد جمع ہو جائے گی۔ وہ اس بات کو نہیں دیکھیں گے کہ رہبرِ وقت کو کیا مشکلات درپیش ہیں اور وہ کیوں خاموش ہے؛ حقیقی رہبر کون ہے اور کس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔

پانچواں نمونہ:

حضرت امام باقر علیہ اسلام کی اطاعت کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کئے دیتے ہیں جو امام ابوحنیفہ سے "جامع المسانید" میں نقل ہوا ہے:

> **"وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے جوانی کے ایام میں مدینہ گیا اور وہاں محمد بن علی (امام باقرؑ) کی خدمت میں حاضر ہوا، انہیں سلام کرنے کے بعد میں نے کہا میرا تعلق کوفہ سے ہے اور آپ کے حبداروں میں سے ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اہل کوفہ پر تو حاکمِ وقت کی طرف سے ہمارے ساتھ رابطہ رکھنے پر پابندی ہے۔" ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ "میں نے جواب دیا میں آپ کے چاہنے والوں میں سے ہوں۔" آپ نے فرمایا: "یہاں نہ بیٹھو تمہارے لئے کوئی مشکل پیش آسکتی ہے۔" ابوحنیفہ نے امام کی بات پر توجہ نہ دی اور کہا: "آقا کوفہ میں آپؑ کے چاہنے والے بعض خلفا کی توہین کرتے ہیں آپ انہیں اس کام سے روکیں۔" آپؑ نے فرمایا: "میں نے انہیں روکا ہے لیکن وہ نہیں رکتے۔" ابوحنیفہ نے کہا: "وہ آپؑ کی بات کیوں نہیں مانتے؟ آپ ان کے رہبر و پیشوا ہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ بھی تیری طرح ہیں۔ تم اپنے آپ کو ہمارا محب کہلاتے ہو، لیکن جب میں نے تمہیں روکا ہے کہ یہاں پر نہ بیٹھو، اہل کوفہ ہمارے ساتھ رابطہ نہ رکھیں لیکن تم نے میری بات پر توجہ نہیں دی اور یہاں بیٹھ گئے ہو۔" (نقل از: خاستگاہ تشیع و پیدایش فرقہ ھای شیعی درعصر امامان، ص ۲۵۰)**

دوسری صدی کے اوائل میں حکومت بنی امیہ کے تسلط وقبضہ کا خاتمہ ہورہا تھا اور عوام میں ان کے خلاف غم وغصہ بڑھ رہا تھا۔ اس وقت اکثریت عوام کی خواہش تھی کہ خاندانِ اہلبیت کے سربراہ امام محمد باقرؑ عوام کی رہبری کرتے ہوئے بنی امیہ کے خلاف قیام کریں گے لیکن آپ کے اقدامات ان کی سوچ کے برعکس تھے؛ آپؑ کی شہادت کے بعد بعض شیعوں نے ان کی شہادت کا انکار کرتے ہوئے اور انہیں مہدی مانتے ہوئے فرقہ باقریہ کی بنیاد ڈالی۔ (ملل ونحل، ج۱، ص ۱۴۷)

چھٹا نمونہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں بھی لوگ بنی امیہ کی جابر حکومت کے خلاف اٹھنے کے لئے آمادہ تھے اور ایک بہت بڑے انقلاب وقیام کے خواہشمند تھے۔ آپؑ کا زمانہ بہت ہی حساس تھا جس میں نشیب وفراز، تلاطم خیز واقعات، سیاسی واجتماعی تغیّر وتبدّل آتے رہے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام شیعہ وسنی کے نزدیک سب سے زیادہ محترم شمار کئے جاتے تھے۔ تمام معاشرے کی نظریں آپ پر تھیں اور آپ سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ کافی افراد کو توقع تھی کہ امام مقامِ خلافت کو پانے کے لئے اپنا انقلابی کردار ادا کریں گے۔ عراق ان کے حامیوں سے پُر تھا؛ ایک شیعہ نے تو امام کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ نصف جہان آپ کے چاہنے والوں کا ہے۔ (کلینی، ج۲، ص ۲۲۲؛ ابن شہر آشوب، ج۳، ص ۳۶۲ نقل از کتاب خاستگاہ تشیع، ص ۲۶۵) اہل کوفہ آپ کے حکم کے منتظر ہیں تا کہ بنی امیہ کا بوریا بستر ا کوفہ سے لپیٹ کر شہر سے نکال باہر کریں۔ لیکن آپ اس معاملہ میں مداخلت نہیں کرتے ہیں؛ بعض افراد کا کہنا تھا کہ یہ وقت اور موقع شیعوں کی کامیابی کے لئے بہترین ہے۔ لیکن ادھر سے امام نہ صرف سیاسی معاملات سے دور رہتے ہیں (مقاتل الطالبیین، ص ۱۸۶) بلکہ اپنے پیروکاروں کو ہر طرح کے سیاسی عمل میں مداخلت کرنے سے سختی سے روک دیتے ہیں (الکافی، ج۲، ص ۲۲۵؛ الغیبہ نعمانی، ص ۱۹۷) اور اپنے شیعوں کو حکم دیتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی مسلح گروپ سے تعلق رکھے (رجال کشی، ص ۳۳۶، ۳۸۳، ۳۸۴) یا کسی قسم کی مسلح کاروائی کرے یا شیعی تبلیغات کرے۔ (مکتب درفرآیند تکامل، ص ۱۰۔۱۱) لیکن جذباتی شیعوں نے امام کی ایک نہ مانی اور جس چیز سے امام منع کر رہے تھے اسی کو اپنایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام کے دستورات پر عمل کیوں نہ کیا گیا؟ کیا اسی چیز کا نام اطاعت ہے؟ ایک اور بات بھی قابل غور ہے:

ان جماعة من بنی هاشم اجتمعوا بالابواء فبایعوا محمدا جمیعا ومسحوا علی یده۔

بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابواء میں اکٹھی ہوئی۔۔۔پس سب نے محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کی بیعت کرلی اور اس کے ہاتھ کو مسح کیا۔(الارشاد،ص ۳۴۷۔۳۴۸)

اس اجتماع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی نفس زکیہ کی مہدی کے عنوان سے بیعت کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور آپ بیعت سے انکار کردیتے ہیں۔(الارشاد،ص ۳۴۸) جن افراد کو امام کی بیعت کرنا چاہیئے تھی وہی ان سے اپنی بیعت کا مطالبہ کررہے تھے کیونکہ امام کی بیعت بنی عباس کو پسند نہیں تھی۔(تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم،ص ۶۳) امام جب ان کے قیام کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کے اس عمل کو عبداللہ بن حسن حسد سے تعبیر کرتے ہیں۔(الارشاد،ص ۳۴۸؛ مروج الذہب،ج ۳،ص ۲۱۶) اور امام کی اجازت کے بغیر خفیہ فعالیت انجام دیتے ہیں۔(تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم،ص ۶۳) نفس زکیہ نے مدینہ میں قیام کیا اور بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے؛(تاریخ یعقوبی،ج ۲،ص ۳۱۵) اور اس کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں قیام کیا۔

وهو یکاتب الناس ویدعوهم إلی طاعته۔

وہ لوگوں سے خط وکتابت کرتا تھا اور انہیں اپنی اطاعت کی دعوت دیتا تھا۔(ایضاً)

وقد بایع اهلها۔

اور اس کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔(ایضاً،ص ۳۱۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہری قدرت وطاقت کو حاصل کرنے کے لئے سیاستِ تقیہ کو اپنایا اور اپنے الٰہی، معنوی اور حقیقی مذہبی فریضہ کی انجام دہی پر معاملات کو آگے بڑھاتے ہوئے کاربند رہے۔آپ کی سیاست ثقافتی امور اور شاگردان کی تربیت پر مرکوز تھی کیونکہ ایک قیام اس وقت کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے جب امامت پر اعتقاد رکھتے ہوئے ایک تحریک کی شکل اختیار کرچکا ہو؛ سادہ اور جلد بازی میں کیا جانے والا قیام صرف باقی نہیں رہتا بلکہ مفاد پرست اس سے فائدہ بھی اٹھا جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب ابوسلمہ خلال آپ کی بیعت کرانے کے لئے آپ کو دعوت دیتا ہے تو آپ اس کے قاصد کو فرماتے ہیں: ابوسلمہ خلال کسی اور کا شیعہ ہے(مروج الذہب،ج ۳،ص ۲۱۵) اور اس کے خط کو چراغ پر رکھ کر جلا دیتے ہیں۔

(مروج الذہب، ج ۳،ص ۲۱۵۔۲۱۶؛ الفخری،ص ۱۵۱)

اس وقت کی سیاست میں مداخلت نہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ امامؑ دین کو سیاست سے جدا سمجھتے تھے۔ امام آگاہ تھے کہ اس دعوت کی کوئی اساس و بنیاد نہیں ہے؛ اور اگر اساس تھی بھی تو امام نے مناسب نہ سمجھا۔ ابومسلم خراسانی کے خط کا جواب بھی امام اسی طرح کا دیتے ہیں: تم میرے داعیان میں سے نہیں ہو اور نہ ہی یہ زمانہ میرا زمانہ ہے۔ (حیاۃ الامام الرضا،ص ۴۹) ابوسلمہ خلال اور ابومسلم خراسانی کا عباسیوں کے ہاتھوں مارا جانا امام کی دوراندیشی کی نشاندہی کرتا ہے۔ امام لوگوں میں شعور پیدا کرنے کے لئے اقدامات انجام دے رہے تھے جیسا کہ اہل کوفہ میں سے خراسان کی جانب آپ نے امامت کی تبلیغ کے لئے نمائندگان کو بھیجا۔ (الثاقب فی المناقب،ص ۴۱۱؛ مناقب ابن شہرآشوب، ج ۴،ص ۲۴۱)

اور شیعہ راویانِ حدیث میں ایسی احادیث کو نشر کیا کہ جن کا مضمون **"امامت منصوص من اللہ عہدہ"** ہے تھا اور امام حسین علیہ السلام کی ذریت سے اس کا تعلق ہے۔ (تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم،ص ۶۴)

امام نے دراصل حکمرانی کے مقابلہ میں امامت کو استحکام بخشا ہے اور یہ عین سیاست ہے۔ (حیات فکری و سیاسی ائمہ،ص ۳۰۷) لیکن بعض شیعوں اور بنی ہاشم کے بعض افراد نے حکومتِ بنی عباس کے خلاف قیام کرنے کے لئے تبلیغات شروع کردیں جس کا نتیجہ فرقہ اسماعیلیہ کی پیدائش اور بنی عباس کی حکومت بننے پر ہی منتج ہوا۔ پھر پیروکار، رہبر کا وظیفہ متعین کرنے لگتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام کے چاہنے والے امام جعفر صادقؑ کے بارے بغیر تکلّف کہہ دیتے ہیں:

"موجودہ صورتحال میں ان کا خاموش رہنا اور قیام نہ کرنا حرام ہے۔" (اصول کافی، ج ۲،ص ۲۲۲)

زیدیوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو متہم کیا کہ آپؑ راہِ خدا میں جہاد کرنے پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔ (حیات فکری و سیاسی ائمہ،ص ۳۶۵)

یہ ایک بہت ہی مشکل مرحلہ ہے جب پیروکار اپنے رہبر کے راستے کا تعین کرنے لگ جائے۔ پاکستان میں تو یہ مسئلہ بہت ہی عام دکھائی دیتا ہے۔ "قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے دور قیادت میں بعض افراد نے اپنی قیادت کا دعویٰ کردیا اور قائد شہید کے خلاف اتنا پروپیگنڈا کیا گیا جس کا اندازہ ان کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے: مجھے تین چار سال لگ گئے اپنے آپ کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے۔ موجودہ قیادت کے ساتھ اپنایا جانے والا رویہ بھی قابل غور ہے۔"

عدمِ اطاعت کی بدولت کئے جانے والے اقدامات کے اثرات اتنا گہرے چلے گئے کہ نصف جہان جن کا پیرو دکھائی دیتا تھا امام جعفر صادق کو اپنے بعد جانشین کی وصیت کرنے اور ان کے تحفظ کے لئے پانچ افراد کی وصیت کرنا پڑی جس کی وجہ سے امام کاظم کی امامت کو پہچاننے میں مشکلات پیدا ہوگئیں۔اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ بنی امیہ کے ڈھائے جانے والے ظلم و بربریت اور بعد میں بنی عباس کے ستم کی وجہ سے لوگوں کی توجہ امام صادق علیہ السلام کی جانب سے انقلاب برپا کرنے پر تھی۔جب ان کی طرف سے ایسا ہوتا دکھائی نہ دیا تو ان کی شہادت کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ انہیں موت نہیں آ سکتی یہاں تک کہ معاشرے میں موجود ظلم ختم ہو جائے۔پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے تمسک کیا جاتا ہے کہ میری ذریت میں سے ایک مہدی آئے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پر ہو چکی ہوگی۔لہٰذا ظلم تو ابھی تک ختم نہیں ہوا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ظلم ختم نہ ہو اور مہدی اس دنیا سے چلا جائے اور لوگ امام جعفر صادق ( ) کو مہدی سمجھتے ہوئے امام کاظم علیہ السلام کی امامت کا انکار کرتے ہوئے "فرقہ ناووسیہ" کی پیدائش اور تشیع کی مزید تقسیم کا موجب بنتے ہیں۔(اعلام الوری، ج ۲، ص ۷)

دیگر نمونے

امام کاظم علیہ السلام کے ایک صحابی کہتے ہیں:

فلما توفي أبو عبد الله (عليه السلام) ذهب الناس يميناً و شمالاً۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے وقت بعض لوگوں (شیعوں) کا رُخ جنوب کی طرف تو بعض کا شمال کی طرف تھا۔(عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۳۱؛ الارشاد، ۳۸۵؛ الغیبہ طوسی، النص، ۳۹)

بنی عباس کو شیعوں کی وحدت بطور ایک جماعت جو ایک امام کے زیر نظر ہو قبول نہیں تھی۔امام کاظم کا زمانہ سختی اور تکالیف کا زمانہ تھا لہٰذا امام بطور خفیہ شیعوں کی رہبری کرتے رہے ہیں۔بنی عباس کے ظلم کے خلاف حسین شہید فخ نے قیام کیا، بنی ہاشم کے ایک گروہ سمیت (الفخری، ص ۱۸۸) عوام کی پانچ سو نفر پر مشتمل ایک جمعیت نے اس قیام میں حصہ لیا۔(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۳۴۹) درست ہے کہ حسین شہید فخ، بنی عباس کے ساتھ دشمنی رکھنے میں صادق اور مخلص تھے۔لیکن امام کاظم علیہ السلام شہید فخ کے قیام میں نہ صرف شرکت نہیں کرتے بلکہ اسے اس کی شکست اور شہادت کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔جبکہ

خلیفۂ وقت کی طرف سے اس قیام کو امام کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے نتائج پھر حقیقی شیعوں کو بھگتنا پڑے۔

وقت کے امام کی اطاعت سے سرپیچی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی عباس نے زیدیوں کے افکار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حکومت کو جواز دینے کی غرض سے اس نظریہ کو لوگوں میں عام کر دیا کہ عباس بن عبدالمطلب کے ہوتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین علی بن ابی طالب نہیں بن سکتے بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہی کو جانشینی ملی تھی (تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ص٦٦) لہٰذا بنی عباس کی حکومت شریعت کے عین مطابق ہے؛ اور انہوں نے خلیفہ عباسی مہدی کو مہدویت کے طور پر بھی لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ (امام مہدی از ولادت تا ظہور، ص٨٧٤) بعض شیعوں نے امام کاظم علیہ السلام کی شہادت کا نکار کر دیا اور امام رضا کی امامت کے منکر ہو گئے اور فرقہ واقفیہ کو وجود میں لانے کا موجب بنے۔ ابوالسرایا نے قیام کیا اور کوفہ میں اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ محمد بن جعفر صادقؑ کی لوگوں نے بیعت کی؛ اسے امیر المومنین کے لقب سے نوازا گیا (مقاتل الطالبیین، ص٤٣٨) اور اس نے اپنے آپ کو المہدی القائم کہلوایا۔ (ایضاً، ص٤٤٠) زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے امام رضا علیہ السلام کو مجبوراً مامون کی ولایت عہدی قبول اور اس کی بیٹی سے شادی کرنا پڑی۔

امام جواد کی کم سنی نے پھر شیعوں کو حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کر دیا بعض شیعوں نے کم سن کی امامت کو ماننے سے انکار کر دیا؛ شیعوں کے ایک گروہ نے امامؑ کی آزمائش کے لئے ایک ہی محفل میں امامؑ سے تیس ہزار سوالات پوچھ ڈالے۔ (الکافی، ج١، ص٤٩٦، ح٧؛ کشف الغمہ، ج٢، ص٣٦٤؛ المناقب ابن شہر آشوب، ج٤، ص٣٨٤) اہل قم نے مامون کے خلاف قیام کیا اور اس کا الزام امام جوادؑ پر لگا دیا گیا؛ مامون نے اپنے کھیل جاری رکھتے ہوئے امام کو اپنی بیٹی سے شادی کرنے پر مجبور کر دیا۔ معتصم خلیفہ نے امامؑ کو بغداد میں نظر بند کر دیا اور امامؑ نے اپنے کاموں کو وکلا کے ذریعہ آگے بڑھاتے ہوئے اپنے نمائندہ محمد بن فرج سے فرمایا خمس اب میرے بیٹے علی ہادی تک پہنچاتے رہنا کیونکہ امام ہادی ان کے جانشین تھے؛ معتصم اور واثق کے بعد آنے والے خلیفہ عباسی متوکل نے ظلم کی انتہا کر دی۔ امام حسینؑ کے حرم کو خراب کیا اور وہاں پر زراعت کی؛ عتبات عالیہ کی زیارت کرنے سے شیعوں پر روک لگا دیا گیا۔ (مقاتل الطالبیین ،ص٤٧٨) کیونکہ وہ حرم امام کو اس نگاہ سے دیکھ رہا تھا کہ یہ جگہ شیعوں کو تقویت فراہم کرنے کی باعث تھی۔ (تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ص٨٣) امام علی نقی علیہ السلام کے کچھ وکلا شہید کر دیئے گئے اور

کچھ کو گرفتار کرلیا گیا؛ کسی کو حق نہیں تھا کہ شیعوں کے ساتھ تعلقات رکھیں اس ظالم نے شیعوں پر زمین تنگ کر دی متوکل نے اہل حدیث کو سپورٹ کیا معتزلہ اور شیعوں کو کچلا کیونکہ یہ دونوں عقل گرا تھے۔ (ایضاً، ص ۸۲۔ ۸۳) امام علی نقی علیہ السلام سے جو زیارات نقل ہوئی ہیں انہوں نے لوگوں کو اہل بیتؑ کے مقام ومنزلت اور رہبریت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام ہادی علیہ السلام کے دور میں غالی شیعوں نے بہت زیادہ فعالیت کی ہے عام شیعوں میں غالیانہ عقائد پھیلائے گئے کیونکہ امام تو زیر نظر تھے لہٰذا اس چیز سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا محمد بن نصیر نمیری نے تو امام ہادیؑ کی نبوت کا دعوی کر دیا۔ بالآخر امام کو اپنے شیعوں کو لکھنا پڑا: اگر ممکن ہو تو اسے قتل کر دیں۔ (رجال کشی، ص ۵۲۰)

امام حسن عسکری علیہ السلام کا زمانہ بھی سختی سے دوچار تھا شیعہ ڈائریکٹ امام سے بات بھی نہیں کر سکتے تھے آنحضرتؑ کو اس قدر محصور کر دیا گیا تھا۔ اہل بیتؑ کے بعض نام لیواؤں نے امام حسن عسکریؑ کے بارے میں بے ادبی اور شبہات ایجاد کئے۔ (کتاب الزینہ، ص ۲۹۲؛ ملل ونحل شہرستانی، ج ۱، ص ۱۸۹؛ شرح الاخبار قاضی نعمان، ج ۳، ص ۳۱۳؛ المقالات والفرق، ص ۱۰۹؛ فرق الشیعہ، ص ۱۱۰۔ ۱۱۱) انہی ناپاک نام لیواؤں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے حسن عسکریؑ کا امتحان کیا ہے لہٰذا ان کا علم اس درجے کا نہیں ہے جتنا کہ ایک امامؑ کے لئے ہونا چاہیے۔ (کتاب الزینہ، ۲۹۱؛ الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۸۸؛ شرح الاخبار قاضی نعمان، ج ۳، ص ۳۱۲) انہی میں سے بعض دل کے اندھوں نے تو اتنا تک کہہ دیا کہ امامؑ نے جو خط لکھا ہے ان میں تحریری قوانین کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۵۲)

خلیفہ کے محل میں آنحضرتؑ کو ہفتہ میں دو دن سوموار اور جمعرات کو حاضر ہونا پڑتا؛ ان مشکلات کے باوجود آنحضرتؑ نے اپنے وکلا سے خفیہ رابطہ برقرار رکھا۔ (المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۴۰۲) امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ کو حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے زمانہ کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ۔

تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ (سورۂ البقرہ، آیت ۴۹)

لہٰذا امام دوازدہم کو عباسیوں کے شر سے بچانے کے لئے (تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ص ۸۹) اور مصلحتِ خداوندی کی بدولت حضرت امام حسن عسکریؑ اپنے جانشین کا تعیّن مخفی رکھتے ہیں۔ (ایضاً،

ص ۱۰۲) آنحضرتؑ کی شہادت کے بعد شیعہ حضرات واقفیہ، محمدیہ، جعفریہ اور قطعیہ جیسے دھڑوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

ایام فاطمیہ سلام اللہ علیہا کا پیغام

ناصرۂ ولایت، دختر نبیؐ، ام ابیہا، ام الائمہ، عصمت کی کلی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جسے بتول، عذرا، محدثہ، طاہرہ، زکیہ، صدیقہ، مبارکہ، راضیہ اور مرضیہ کے پاک القاب سے پکارا جاتا ہے، اس پاسبان ولایت وحقیقت کا ہر ایک نام ولقب آپ کی ذات طاہرہ کے ایک جداگانہ پہلو کی عکاسی کرتا ہے اور آپ کی زندگی کے ایک گوشہ پر روشنی ڈالتا ہے؛ فاطمہ زہراؑ باغ رسالت کا وہ تنہا ترین پھول ہے جس کی نظیر ناممکن ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر آپ کی دنیوی زندگی اٹھارہ سال سے متجاوز نہیں ہوتی ہے، لیکن اس زندگی میں غور کیا جائے تو بطن خدیجہ سلام اللہ علیہا میں نور فاطمہؑ کے استوار سے لحد بقیع تک ہر ایک واقعہ ایک حقیقت سے پردہ افشائی کرتا ہے۔

بالخصوص پیغمبر اعظمؐ کی رحلت کے بعد جب اس مخدومہ کائنات کی ذات پر مختلف ذمہ داریاں عائد ہوئیں اور مختلف مسائل درپیش ہوئے تو آپ کی زندگی کے متنوع پہلو نکھر کر اقوام عالم کے سامنے نمودار ہوئے ہر قدم پر آپ کی زندگی سے درس حاصل ہوتا ہے اور ہر لمحہ پر تاریخ کا ایک باب ثبت ہوتا ہے مثلاً دروازہ بتول کا جلنا ہو یا آپ کی پسلیوں کا ٹوٹنا، حضرت محسن کی شہادت ہو یا آپ کے گھر میں سپاہ کا ہجوم، آپ کا ناقہ پر سوار ہو کر انصار ومہاجرین سے نصرت ولایت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی استدعا ہو یا گھر میں سکوت، آپ کا مسجد النبیؐ میں خطبہ دینا ہو یا زنان انصار ومہاجرین میں حق علی مرتضیؑ کے لئے سخن گوئی، آپ کا سکوتِ دربار کو کہرام میں تبدیل کرنا ہو یا بیت الاحزان میں گریہ وزاری، ہر واقعہ ایک حقیقت کا پس منظر بیان کرتا ہے، اور آئندہ کی تاریخ کا باب کھولتا ہے یہیں سے عاشورا کا درس ملتا ہے اور یہیں سے حضرت زینبؑ کی تحریک کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہی وہ کردار ہے جو مہدی موعودؑ تک ولایت کے دوام کے راز کو پنہاں کئے ہوئے ہے۔

ولایت واسلام کو ہمیشہ کے لئے غلبہ کی ضمانت عطا کی اور سخت ترین حالات میں اپنی شخصیت کو عالمی

و جہانی بنا دیا اور ظالموں کے تمام تر حربوں سے دنیا والوں کو آگاہ کیا یہ کمترین عمر کتنی پر ارزش اور قیمتی ہے کہ تاریخ انسانیت کی عظیم ترین خاتون بنیں اور ایسا کردار پیش کیا کہ قیامت تک انسانیت کے لئے یہ کردار نمونہ عمل قرار پایا۔ آج اگر حضرت زہراؑ اس تحریک کی بنیاد نہ رکھتیں تو کل حضرت زینبؑ کی تحریک کو دوام نہ ملتا، اور عاشورا ایک واقعہ اور سانحہ کی حد تک محدود رہ جاتا ایک مکتبی حیثیت اختیار نہ کرتا۔ اگر عاشورا مکتبی حیثیت اختیار نہ کرتا تو ولایت کا درس فراموش ہو جاتا۔

حقوق نسواں کے عالمی دن کی مناسبت سے پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں آزادی نسواں کے سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے، عورت کے حقوق کے لئے نعرے لگائے جاتے ہیں، مغربی عورتوں کو آئیڈیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن ان بھرے بھرائے ہالوں میں کوئی ایک خاتون بھی فاطمہ بنت محمدؐ کا ذکر نہیں کرتی، جس نے تبلیغ دین کے سلسلے میں نسل انسانی کے سب سے بڑے انسان کے زخم دھوئے، تاریخ کے سب سے بڑے شجاع کو زرہ بکتر پہنائی اور جس کی گود میں تاریخ کے سب سے بڑے شہید کی پرورش ہوئی، جس نے زندگی سے، وقت سے، معاشرے سے عمر بھر کچھ نہیں لیا، اسے صرف دیا ہی دیا ہے۔

شاعر مشرق نے اپنے استاد میر حسن کا نام شمس العلماء کے خطاب کے لئے پیش کیا، کمیٹی کے ارکان نے پوچھا ان کی تصنیف کیا ہے؟ علامہ اقبال نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا: "میں ہوں ان کی تصنیف" اس واقعہ کی روشنی میں مقام فاطمہ کی جستجو کریں تو ہمیں کربلا کے میدان میں کھڑے حسینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ کے مقام کا تعین کرتے نظر آئیں گے، جن کے دس دن آج تک چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں: "ہاں میں ہوں فاطمہ زہراؑ کی تصنیف"۔

مائیں جس قدر بالغ نظر، پاکدامن اور تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوں گی اُسی قدر قوم میں دور اندیش، صالح خصلت اور صاحبِ فراست افراد پیدا ہوں گے۔ اس لحاظ سے کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ نسوانیت کی معراج امومت ہے۔ کیونکہ یہ شفقت کے خمیر سے بنے دستِ مادر ہی ہوتے ہیں جو تعمیرِ ملت کا ہنر رکھتے ہیں۔ مخدراتِ ملت اس عظیم ہستی کا محض زبانی اکرام و احترام کی حد تک ہی خود کو محدود نہ رکھیں بلکہ خاتونِ جنت کی اتباع و پیروی سے اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنائیں اور ملت و انسانیت کی تقدیر سنوارنے کا اہم ترین کام بحسنِ خوبی انجام دیں؛ یہ اہم ترین کام تب ہی ہوگا جب مادرانِ ملت کی آغوش میں شبیرؑ جیسے فرزند پروان چڑھیں گے۔

سیدہ فاطمہ زہراؑ کی زندگی کے اصولوں کو اجاگر کرنے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ان

اصولوں پر عمل کر کے ہی مسلم خواتین فلاح حاصل کر سکتی ہیں جبکہ ان اصولوں کی آفاقیت اور افادیت اس قدر وسیع ہے کہ دنیائے بشریت کی تمام خواتین بلاتفریق رنگ و نسل اور مذہب و علاقہ ان اصولوں سے استفادہ کر کے کامیاب زندگی گزار سکتی ہیں اور اخروی نجات کا سامان پیدا کر سکتی ہیں۔ آزادی نسواں کے عالمی نعروں کو اگر حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے کردار کی روشنی میں دیکھیں تو موجودہ نعرے فریب اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں البتہ سیرت زہراؑ کی روشنی میں آزادی نسواں کے تصور اور نظریے پر عمل کرنے سے عورت حقیقی معنوں میں ترقی کر سکتی ہے؛ معاشروں کی تعمیر کر سکتی ہے؛ نئی نسلوں کی کردار سازی کر سکتی ہے؛ سوسائٹی کو سنوارنے میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے اپنے ذاتی، اجتماعی اور معاشرتی مسائل کا حل تلاش کر سکتی ہے۔

حضرت زہراؑ کی پیروکار وہ نہیں ہے کہ جو آلودہ ماحول میں ایک ڈگری لے اور پھر آلودہ ماحول میں جا کر نوکری کرتی رہے اور زہراؑ کی پیروکار وہ بھی نہیں ہے جو ساری عمر گھر سے نہ نکلے اور کچن میں برتن مانجھتی، سالن بناتی اور جھاڑو دیتی رہے بلکہ حقیقی پیروکارِ زہراؑ وہ ہے جو اپنی معاشرتی اور دینی ذمہ داریوں کو سمجھتی ہے۔ آج خواتین کو اس پستی سے نکال کر ان کی عزت و آبرو بچانا یہ خواتین کی ذمہ داری اور اسوۂ فاطمیہ ہے۔

آج دین کو اس انحراف سے نکال کر لوگوں کو بتانا ہے کہ اصلِ دین کیا ہے اور نظامِ دین کیا ہے؟ یہ فاطمی ذمہ داری ہے جو ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور جب خواتین میدان میں آجائیں تو یہ کام ہو سکتا ہے۔ جنابِ سیدہؑ نے اس عالم میں جب کوئی ساتھ دینے والا نہیں تھا، تنہا آ کر لوگوں کو نظامِ دین سمجھایا۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت عالم اسلام کی ابتدا سے آج تک نمونہ عمل رہی ہیں اور آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ انسان کی سعادت کی ضامن ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ایک شائستہ اور پاکیزہ خاتون کی مکمل آئیڈیل ہیں لہٰذا ہم سب کو اپنے زندگی کے تمام امور میں اس بی بی دو عالم کی پیروی کرنی چاہیئے۔

ایام فاطمیہ کا پیغام دین اور ولایت و قیادت کا دفاع ہے لہٰذا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت کے ایام میں اس موضوع کی وضاحت کرنی چاہیئے اور لوگوں کو اس مسئلے سے آگاہ کرنا چاہیئے کہ آج کے اس پرآشوب دور میں آل ورلڈ میں ہمارا رہبر و پیشوا کون ہے اور پاکستان کے قومی معاملات میں ہمارے اوپر کس کی اطاعت واجب ہے۔؟ ہمیں چاہیئے کہ معاشرے کی جوان نسل کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے وجودی پہلوؤں سے آگاہ کریں کیونکہ اس موضوع کی وضاحت سے فاطمی ثقافت کی ترویج ہوگی جو بعینہ محمدی ثقافت ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ مذکورہ تحریر کو راقم الحروف نے مجلہ معارف میں اداریہ کے طور پر لکھا تھا، یہاں پر دوبارہ اسے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

جے ایس او پاکستان کا وجود، عمل میں کیسے آیا؟

پاکستان میں جعفریہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کا وجود، عمل میں کیسے آیا کی بحث سے پہلے ضروری ہے کہ دو نکات کی طرف توجہ دلائی جائے۔

اول: قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینی کی دردناک شہادت کے بعد بیرونی استعمار اور ان کے آلہ کار اس بات پر مطمئن ہو گئے تھے کہ خطہ میں بڑھتا ہوا شیعہ اثر رسوخ اب ختم ہو جائے گا اور پاکستان میں ابھرتی ہوئی شیعہ قیادت، ان کی جماعت اور تیزی سے پھیلتے ہوئے شیعہ اثرات ختم ہو جائیں گے۔ مگر استعماری قوتوں کے اس خواب کو پاکستان کی نو منتخب شیعہ قیادت اور قومی جماعت نے خاک میں ملا دیا تو استعماری قوتوں اور سازشی عناصر نے اپنی پالیسی کو تبدیل کرتے ہوئے منفی پروپیگنڈا نیز "کردار کشی مہم" کا آغاز کیا۔

دوم: اس بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے صوبہ سندھ کی شیعہ طلبہ تنظیموں کی صورتحال کا جائزہ لینا پڑے گا۔ وادی مہران میں اصغریہ اسٹوڈنٹس اے ایس او کا قیام ملک میں موجود تمام شیعہ طلبہ تنظیموں سے قدیم ہے۔ قائد شہید کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد صوبہ سندھ کے تنظیمی احباب کے آپس کے اختلافات کے سبب اصغریہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن سندھ قومی دھارے سے جدا ہو گئی، بعض بزرگان کے بقول شہید حسینی کے سیاست میں وارد ہونا انہیں اچھا نہ لگا جس کی بدولت وہ جدا ہوئے۔ اس جدائی کے سبب مذکورہ تنظیم کے بہت سے یونٹس ٹوٹ کر امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان میں شامل ہونے لگے۔ جب ان احباب سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے واضح کیا کہ ہم نظریہ ولایت فقیہ کے قائل ہیں لہٰذا پاکستان میں نمائندہ ولی فقیہ سے علیحدہ ہونے والوں کے ساتھ نہیں چل سکتے، چونکہ اس تنظیم کے دستور میں واضح تحریر ہے کہ "یہ تنظیم براہِ راست نمائندہ ولی فقیہ کی سربراہی میں ہوگی" لہٰذا ہم اس تنظیم کا حصہ بن رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد علی نقوی کی المناک شہادت کے بعد ایک بار پھر علما کے زیر سایہ کام کرنے میں ہچکچاہٹ

محسوس کرنے والا گروہ حرکت میں آیا اور ملک گیر شیعہ طلبہ تنظیم کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لئے سرگرم عمل ہوگیا۔ انہوں نے اگست ۱۹۹۶ء میں مذکورہ ملک گیر طلبہ تنظیم کے دستور میں ردوبدل کے لئے لاہور میں ہنگامی اجلاس عاملہ بلایا۔ اس اجلاس میں طلبہ تنظیم کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے لئے دستور کی اس شق "یہ تنظیم براہِ راست نمائندہ ولی فقیہ کی سربراہی میں ہوگی" کو دستور سے حذف کردیا گیا۔ یہ وہ شق تھی کہ جو ملک کے چاروں صوبوں سمیت شمالی علاقہ جات کے شیعہ اسٹوڈنٹس کو یکجا کرتی تھی۔

بعض سینئر تنظیمی برادران کے بقول کہ یہ صرف شق کی معطلی نہیں تھی بلکہ شب وخون مارا گیا تھا۔ اس عمل کے بعد تنظیم کے اندر انتشار کی شروعات ہوگئیں، مختلف ڈویژنز اور بالخصوص سکھر، لاڑکانہ، ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے اجلاس عمومی میں فیصلہ سازوں کو سخت ردّعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے بھی زیادہ انتشار اس وقت سامنے آیا جب ۱۹۹۶ء کے سالانہ مرکزی کنونشن جو کہ تنظیم کا سلور جوبلی کنونشن تھا میں ملک بھر سے امامیہ طلبہ جامعۃ المنتظر لاہور میں جمع ہوئے۔ یہ پہلا کنونشن تھا کہ جس میں نمائندہ ولی فقیہ وقائد ملت جعفریہ پاکستان کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ اس کنونشن میں سب سے زیادہ تماشا اس وقت بنا جب آخری نشست کے وقفہ سوالات میں مذکورہ شق کے حذف کرنے اور پاکستان میں نمائندہ ولی فقیہ کو کنونشن میں مدعو نہ کرنے کے سوالات پر صورتحال انتہائی کشیدہ ہوگئی اور معاملہ مارکٹائی پر جا پہنچا۔ سندھ سے تعلق رکھنے والے برادر منور عباس ساجدی کے کپڑے پھٹ گئے، سندھ کے صوبائی آرگنائزر منیر رضا بھٹو، سکھر ڈویژن کے سابق ڈویژنل صدر طالب حسین چانڈیو اور منور ساجدی کو ایک گھر میں بند کردیا گیا۔ جس کے ردّعمل پر سکھر، لاڑکانہ، حیدرآباد، ملتان، ڈیرہ غازی خان، بہاولپور، گوجرانوالہ ڈویژنز سمیت کچھ دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے ارکان بائیکاٹ کرکے باہر نکل آئے۔

سندھ سے تعلق رکھنے والے سینئر برادران کی توہین اور ان کے ساتھ ناروا سلوک اور بالخصوص قومی قیادت کی کردارکشی کے بعد صورتحال مزید سنگین ہوگئی۔ ملک بھر اور بالخصوص سندھ کے طلبہ زیر بحث ملک گیر طلبہ تنظیم سے نکل کر قوم پرست اور سیکولر اور لبرل تنظیموں میں شامل ہونے لگے۔ اس تمام صورتحال کی سنگینی کے پیشِ نظر سندھ سے تعلق رکھنے والے برادر سید افتخار حسین نقوی، برادر منور عباس ساجدی، برادر منیر رضا بھٹو و دیگر نے جنوری ۱۹۹۷ء کو ضلع شکارپور کی تحصیل لکھی غلام شاہ کے مدرسہ میں اجلاس بلایا جس میں چند علمائے کرام اور سینئر تنظیمی افراد نے شرکت کی۔

اجلاس میں تمام صورتحال کا جائزہ لیا گیا اور بالخصوص اس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا کہ کہیں طلبہ کا

شیرازہ بکھر نہ جائے لہٰذا اس تمام صورتحال سے ملک گیر طلبہ تنظیم کے مرکزی صدر کو آگاہ کیا جائے اور شق کی بحالی کا مطالبہ کیا جائے۔ اجلاس کی مکمل کاروائی اور فیصلہ جات سے اس وقت کے مرکزی صدر جناب سرفراز حسینی کو تحریراً آگاہ کیا گیا مگر کوئی جواب موصول نہ ہوا، وقت کے ساتھ ساتھ صورتحال بد سے بدتر ہوتی گئی۔ جس کے بعد مارچ میں ۱۹۹۷ء کو تنظیمی افراد، سینئر برادران کا اجلاس سکھر میں اجلاس بلایا گیا جس میں اس وقت کی موجود صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ کیا گیا کہ فرضی تنظیم کا اسٹیکر اور ہینڈبل شائع کر کے بھیجا جائے اور مطالبہ دہرایا جائے کہ دستور کی شق کہ "یہ تنظیم براہِ راست نمائندہ ولی فقیہ کی سربراہی میں ہوگی" کو بحال کیا جائے تو یہ تنظیم واپس ضم ہوجائے گی لہٰذا طلبہ کو دوحصوں میں تقسیم ہونے سے بچایا جائے۔ اجلاس کے کچھ روز بعد ہی فرضی تنظیم کا اسٹکر اور ہینڈبل اور شق کی بحالی کا مطالبہ بھیج دیا گیا مگر افسوس کہ ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

طویل انتظار کے بعد ۲۹ جون ۱۹۹۷ء کو خیرپور میرس سندھ میں اجلاس بلایا گیا، اس اجلاس میں ملک گیر طلبہ تنظیم کی سردمہری اور مسلسل شیعہ طلبہ کی دوسری طلبہ تنظیموں میں شمولیت کے پیش نظر متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ نظام ولایت وقیادت کے حامل طلبہ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے کہ جو براہِ راست نمائندہ ولی فقیہ و قائد ملت جعفریہ کی زیر سرپرستی کام کرے۔ جب تنظیم کے نام پر غور کیا گیا تو وہ دن ۱۷ ربیع الاول کا دن تھا کہ جس دن پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یوم ولادت ہے، لہٰذا امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام سے نسبت دیتے ہوئے جعفریہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان رکھا گیا۔ لاڑکانہ سے تعلق رکھنے والے برادر سید افتخار حسین نقوی کو عبوری صدر بنایا گیا۔ اس اعلان کے بعد ملک بھر سے رابطہ ہونا شروع ہوگئے۔ نظام ولایت وقیادت کے متوالوں نے اس فیصلے کو بے حد سراہا، دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں تنظیم سازی ہوگئی، سید افتخار نقوی، منور عباس ساجدی اور منیر رضا بھٹو جے ایس او کے بانیان شمار ہوتے ہیں۔

دسمبر ۱۹۹۷ء کو جے ایس او کی عبوری مرکزی کابینہ کی ملتان میں نمائندہ ولی فقیہ و قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی سے پہلی ملاقات ہوئی، قائد ملت جعفریہ کا پہلا جملہ یہ تھا کہ میری آپ حضرات سے پہلی ملاقات آج ہورہی ہے جبکہ آپ لوگوں کے متعلق مجھ سے سوالات چھے ماہ سے کئے جا رہے ہیں۔ قومی تحریک سے جب اختلاف ہوا تو اس کے کچھ عرصہ بعد قائد محبوب نے علی پور گھلواں کا دورہ کیا، اس موقع پر بندہ ناچیز اور ممتاز علی ملک نے قائد محترم سے سوال کیا تھا کہ آپ کی اجازت ہے کہ ہم لوگ

یہاں جے ایس او بنائیں، آپ نے جواب میں فرمایا:

"آپ بنائیں یا نہ بنائیں، آپ کی اپنی مرضی، میں اس بارے کچھ نہیں کہتا۔"

۱۹۹۹ء کو تنظیم کا پہلا مرکزی کنونشن خیر پور میرس سندھ میں ہوا جس میں ملک بھر سے نظام ولایت و قیادت کے حقیقی علمبردار جعفری جوانوں نے شرکت کی، جبکہ نمائندہ ولی فقیہ وقائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے خصوصی شرکت کی۔ اس کنونشن میں جعفری جوانوں نے برادر منور عباس ساجدی کو پہلا مرکزی صدر منتخب کیا، اس طرح سے تنظیم کا سفر باقاعدہ شروع ہوا جو کہ الحمدللہ تا حال جاری ہے۔

بندۂ ناچیز کو اچھی طرح یاد ہے کہ پنجاب میں جے ایس او کو فعال کرنے کے حوالے سے ملتان بمقام دولت گیٹ پر اجلاس ہوا، جس میں صوبے بھر سے نمائندگی ہوئی، علی پور گھلواں سے میں سمیت ۱۲ / اسٹوڈنٹس نے شرکت کی تھی، اس اجلاس میں جے ایس او کی تاسیس اور اسے بنانے کے اہداف و مقاصد پر روشنی ڈالنے کے لئے پروفیسر مظہر گیلانی، ساجد رضا تھہیم ایڈووکیٹ، مبشر حسن بھٹہ اور اس وقت کے مرکزی صدر منور عباس ساجدی نے اسٹوڈنٹس کو جے ایس او میں کام کرنے کے لئے قائل کیا، اسی اجلاس میں سید علی اطہر نقوی کو ملتان ڈویژن کا آرگنائزر منتخب کیا گیا۔

قومی سیاسی اجتماع

حال ہی میں استحصالی نظام کے خاتمے اور عادلانہ نظام کے قیام کے لئے ملک کی سب سے بڑی پانچ دینی جماعتوں کا اجتماع عام، مینار پاکستان لاہور میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ متحدہ مجلس عمل کا یہ اجتماع سیاست پر غالب مفسد اور وطن دشمن نیز شدت پسند عناصر کے لئے کسی دھچکے سے کم نہیں تھا، یہ سیاست کے میدان میں ایک زلزلہ تھا، اس سے قومی سیاست میں ہلچل مچ گئی ہے۔ یہ ایک پُرشکوہ اجتماع تھا، اس اجتماع میں مسلمانانِ پاکستان نے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی سیاسی بیداری، وحدت اور اپنے قائدین سے وابستگی کا ثبوت دیا، اس اجتماع نے تکفیریت جیسی بھونڈی سازشوں کو آخری ہچکیاں لینے پر مجبور کر دیا۔ وہ جو کہہ رہے تھے کہ شیعوں کو تنہا کر دیں گے کوئی سنی شیعہ سے ہاتھ بھی نہیں ملا سکے گا، ان تکفیریوں نے مینار پاکستان پر شیعہ سنی اتحاد کے عملی مظاہرہ کو نماز با جماعت کی صورت میں دیکھا۔

یہ اجتماع ایک ایسے موقع پر منعقد ہوا ہے جب اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سیاسی جماعتیں اپنے جلسے ناچ گانے کے بغیر منعقد کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ جلسہ پاکستان کی نظریاتی اساس سے محبت کرنے والی ملک کی عظیم اور خاموش اکثریت کے لئے ہَوا کا ایک خوشگوار جھونکا تھا جس نے اس اجتماع کے سیاسی منظر پر منعقد ہونے سے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ اس اجتماع کے انعقاد سے دین سے محبت کرنے والوں کی مایوسی بڑی حد تک چھٹ گئی ہے، مجلس عمل میں موجود جماعتوں کے کارکنان نے جب ایک دوسرے کے ساتھ محبت بھرے تعامل وارتباط کا عملی مظاہرہ دیکھا تو انہیں امید ہو چلی ہے کہ ایم ایم اے کا یہ اتحاد نہ صرف ملک سے فرقہ وارانہ منافرت میں کمی کر کے مسلمانوں میں باہمی الفت و یگانگت اور ہم آہنگی کو فروغ دے گا بلکہ اس سے ایک نیا ولولہ، جذبہ، عزم اور حوصلہ بھی دین سے محبت کرنے والوں کو حاصل ہوگا۔ یہ ایک تاریخ ساز جلسہ تھا نیز ماضی میں مینار پاکستان پر مختلف جلسوں کی مانند اس جلسے میں کوئی بدنظمی نظر نہیں آئی جو دیگر جلسوں میں ہوتی ہے۔

مسلمانانِ پاکستان نے ۱۳/ مئی ۲۰۱۸ کو مینار پاکستان پر جمع ہوکر اپنے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ وہ اس جگہ جہاں ۲۳/ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلمانانِ برصغیر نے ہندوستان کے کونے کونے سے جمع ہوکر اپنے لئے اسلامی پاکستان کے حصول کا عہد کیا تھا، مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی، جمہوری اور مضبوط و مستحکم فلاحی ریاست بنا کر دم لیں گے، جو پوری اسلامی دنیا کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گی۔

۱۳/ مئی کو مینار پاکستان پر استحصالی نظام کے خاتمے اور عادلانہ نظام کے قیام کے لئے ایم ایم اے کے اس میسج کو عامۃ الناس تک عام کرنے کے لئے اور تبدیلی و انقلاب کا یہ شعور و پیغام پاکستان کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے تاریخ پاکستان کے سب سے بڑے عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے فرمایا:

"لوگوں کو صحت، تعلیم، روزگار اور امن عامہ درکار ہے تو انہیں چاہئے کہ متحدہ مجلس عمل کے امیدواروں کو ووٹ دیں، متحدہ مجلس عمل ہی ایک روشن اور خوشحال پاکستان بنا سکتی ہے، اسلامی جماعتوں کے اتحاد کو سپورٹ کر کے پاکستان کے عوام ملک کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔"

ایم ایم اے اس جلسے کے بعد سیاسی منظر پر پوری قوم کے سامنے ایک بڑی سیاسی قوت کی حیثیت سے نمایاں ہو چکی ہے اور اس جلسے کے نتیجے میں پاکستان کو سیکولرزم کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے کوشاں عناصر پر ایم ایم اے کی دھاک بیٹھ چکی ہے۔ اس اجتماع میں استعماری سازشوں کو بے نقاب کیا گیا نیز مستضعفینِ جہاں از جملہ مظلوم کشمیریوں اور فلسطینیوں کے حق میں آواز بلند کی گئی ہے۔

قائد محترم کی بصیرت دیکھئے جنہوں نے اجتماع میں امریکا کی طرف سے ایران کے ساتھ برجام نامی معاہدہ توڑنے کی مذمت کرائی نیز اس طرح کے اقدام کو اسرائیل کو تحفظ فراہم کرنا قرار دیا تو مینار پاکستان ان سامراجی طاقتوں کے خلاف نعروں سے گونج اٹھا۔

۱۳/ مئی کے جلسہ عام کو کامیاب کرانے کے لئے ایم ایم اے کے تمام کارکنان کے ساتھ ساتھ اسلامی تحریک پاکستان کے مرکزی و صوبائی کارکنان و علما قابل تحسین و قدر ہیں۔ واقعاً علامہ عارف واحدی صاحب کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جے ایس او کے جوانان نے قیادت کے بازو بن کر دکھایا۔ اجتماعیت اور وظیفہ شناسی کسی بھی معاشرے کا حسن ہوتی ہے اسی حسن کو پروموٹ دینے کے لئے قائد ملت کی رہنمائی میں زندہ دل شخصیت مرکزی رہنما استاد شیخ شبیر حسن میثمی ہمہ وقت مختلف پہلوؤں میں سرگرم عمل رہ کر اپنے بابصیرت ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

ایم ایم اے کی ضرورت

آج ہمارے ملک میں تقسیم در تقسیم چلی ہوئی ہے اور پوری قوم گروہوں اور پارٹیوں میں بٹی ہوئی ہے، یہ تقسیم انتہائی خطرناک ہے اس لئے مذہبی جماعتوں کا اتحاد ملک وملت کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ اتحاد کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے، یہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے، لیکن یہاں آج تک اسلام کو حقیقی معنوں میں نافذ نہیں کیا گیا۔ ملک وقوم کی سلامتی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ملک میں عادلانہ نظام مذہبی جماعتیں ہی لاسکتی ہیں۔ مذہبی جماعتوں کی وجہ سے ہی نہ صرف ملک میں عوام کو انصاف ملے گا بلکہ امن قائم ہوگا، شدت پسندی کا خاتمہ ہوگا اور عوام کو ان کے حقوق ملیں گے، عالم اسلام کی سطح پر بھی پاکستان کا مورال بلند ہوا ہے، اس سے فرقہ واریت ختم ہوگی، عوام کو ایک ایسا اسلامی نظام میسر آئے گا جو ان کی خواہش ہے۔ امت کو درپیش مسائل کا علاج یقیناً اتحادِ امتِ مسلمہ میں پنہاں ہے، متحدہ مجلس عمل اس لحاظ سے منفرد اور نیک شگون ہے کہ اس میں تمام مسالک اور مکاتبِ فکر کی نمائندہ ملک کی ممتاز دینی سیاسی جماعتیں شامل ہیں، جس کے باعث ملک میں تکفیریت اور فرقہ وارانہ انتشار میں کمی آئے گی، مذہبی ہم آہنگی کو فروغ ملے گا اور مسلکی اختلافات سے بالاتر ہوکر اسلام کی سربلندی اور ملک وملت کے مسائل کے حل کی راہ تلاش کی جاسکے گی۔

اسلامی نظام کا نفاذ، قومی وحدت وخودمختاری، آزادانہ اور باوقار خارجہ پالیسی، نئے ڈیموں کی تعمیر، یکساں نظام تعلیم، عورتوں کے استحصال اور عدم مساوات کے رویوں کی بیخ کنی، مہلک بیماریوں کا ملک گیر مفت علاج، کسان ومزدور کے لئے سود مند پالیسیوں کا اجراء اور قومی صنعتوں کی بحالی، اقلیتوں اور محروم طبقات کے حقوق، روزگار کی فراہمی، دینی اقدار کا تحفظ اور عوامی مسائل کے منصفانہ حل میں مقدور بھر کاوشیں بروئے کار لانا ہی وہ منشور، مقاصد اور اہداف ہیں، جن کے لئے متحدہ مجلس عمل معرض وجود میں آئی تھی اور اب بھی انہیں اہداف کے پیش نظر مصروف عمل ہے۔ ان جماعتوں کی کوشش ہے کہ سیاسی عمل میں

شامل ہو کر تشدد پر یقین اور اسلحہ کی سیاست کرنے والوں سے معاشرے کو بچایا جا سکے۔ متحدہ مجلس عمل سیاست میں مثبت رجحانات، وفاق پاکستان، قانون کی حکمرانی اور اداروں کے استحکام میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کی حفاظت، سلامتی و بقا اور ملک میں جمہوری استحکام کے لئے ملک کو اسلام اور آئین کے اصولوں پر چلانا ضروری ہے۔ ملک اس وقت چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے، ملک کو کسی حادثے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں میرٹ اور قانون کی بالادستی ہو۔ مذہبی جماعتوں کا یہ اتحاد صرف الیکشن کے لئے نہیں، بلکہ تمام معاملات میں ہوگا۔ جہاں بھی اور جب بھی ملک میں معاشرت، تہذیب، ثقافت، قانون، آئین، نظریہ اور اسلامی نظریے پر اسلام دشمن قوتیں حملہ آور ہوں گی، یہ اتحاد ان قوتوں کا تعاقب کر کے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دے گا۔

بھولنا نہیں چاہئے سازشی عناصر چاہتے ہیں کہ دینی جماعتوں کا اتحاد کامیاب نہ ہو سکے۔ سازشی عناصر کو دنیا میں کسی بھی جگہ اسلامی سوچ کی جماعتوں کی کامیابی ہضم نہیں ہوتی۔ سازشی عناصر نے ہمیشہ انہیں ناکام بنانے کی کوششیں جاری رکھی ہیں لہذا ان سازشی عناصر کا مقابلہ کرنا دینی قوتوں کی ذمہ داری ہے البتہ یہ تو واضح ہے کہ مذہبی جماعتیں جدوجہد کی مکلف ہیں، نتائج کی نہیں۔ علامہ اقبالؒ جن کی شدید خواہش تھی کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاکِ کاشغر

اس وقت ملک کو اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے، اتحاد و اتفاق کی بدولت ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس وقت امت مسلمہ انتشار کا شکار ہے، بعض اسلامی ممالک ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ پاکستان میں دینی جماعتوں کے اتحاد سے امت مسلمہ کو مثبت پیغام ملے گا، اس لئے ہم سب کی ذمے داری ہے کہ ہم مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔

قوم کو تقسیم در تقسیم کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کے لئے متحدہ مجلس عمل ایک قوم کے ساتھ ساتھ ایک امت مسلمہ کے تصور کو آگے لے کر بڑھ رہی ہے، تمام امن پسند اور اسلامی جمہوری کے خواہاں لوگ متحدہ مجلس عمل کے ساتھ کھڑے ہوں اور تعاون کریں۔

قومی تحریک کے سپوت

زندہ قوموں کا ہمیشہ یہ شعار رہا ہے کہ وہ اپنے محسنین کو کبھی نہیں بھولتیں؛ اپنی اقدار کو فراموش نہیں کرتیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ آج صفحہ روزگار پر حیاتِ باوقار گزار رہی ہیں اور اس قوم میں کوئی فرد یا چند افراد کوئی کارنامہ انجام دے جائیں تو ان کی یاد کبھی دلوں سے محو نہیں ہوتی اور ان کی پُرعظمت شخصیت ہر آن و ہر لمحہ دلوں پر نقش رہتی ہے۔ کیا شرق کیا غرب آپ جہاں جائیں آپ کو ہر ملک وقوم کی محسن ومحبوب شخصیات کی یادگاریں نمایاں نظر آئیں گی۔

ماسکو میں لینن کی یادگار ہو یا پیکنگ میں ماؤزے تنگ کی مومی یا لندن میں سینو ٹاف اسی طرح شرق میں آجایئے آگرہ کا تاج محل ہو یا اکبر آباد میں اعتماد الدولہ کی قبر، لاہور میں مینار پاکستان ہو یا علامہ اقبال کا مزار اور کراچی میں بانی پاکستان کا مزار غرضیکہ کہیں بھی کسی نے اپنے ملک وملت کے لئے کوئی قابل قدر کام انجام دیا تو اس کی ملت نے اس کی خدمات کے اعتراف میں ایک خوبصورت یادگار تعمیر کر دی یا ایسے اقدامات کئے جس کے باعث اس کی یاد ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ قومی تحریک کے رہنما اپنے مکتب کی مذہبی، سماجی، اجتماعی، علمی، ثقافتی اور سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر پوری دیانتداری کے ساتھ دن رات کوشاں رہے۔ کٹھن مراحل سے گزر کر پوری جانفشانی کے ساتھ قوم وملت کے اقدار کی سربلندی، پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے عملی طور پر مصروف عمل رہے۔ قومی تحریک کے ان سپوتوں کو یاد رکھنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ ان کی عملی زندگی اور حیات بخش کارناموں کو یاد رکھا جائے، یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ان کی زندگیوں کے حالات اور واقعات کو قلم بند کر کے تحریر کی صورت میں پیش کیا جائے۔

کتاب کے اس حصے میں قومی تحریک کے عظیم رہنماؤں کا تعارف کرایا گیا ہے نیز ان کی خدمات کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تا کہ ہم اپنے ان رہنماؤں کی خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے ان کے چھوڑے ہوئے راستے میں اہم کردار ادا کر سکیں؛ ان میں سے ہر ایک نے پاکستانی تاریخ اور لوگوں کی

روزمرہ زندگی پر اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان میں ہماری زندگی کو تعلیمات محمدؐ وآل محمدؐ کے مطابق صحیح سانچے میں ڈھالنے کے درپے ہوئے ہیں۔

نوجوان نسل کسی بھی قوم کا گراں قدر سرمایہ ہوتی ہے، اس کی صحیح تربیت ہی قوم کی ترقی کی ضامن ہوتی ہے لہٰذا قوم کے دانشوروں، قلم کاروں، علماء، ادبا اور اساتذہ کا فرض بنتا ہے کہ ان کی صحیح خطوط پر تربیت اور رہنمائی کریں اور اس مقصد کے حصول کی خاطر تمام ذرائع اور طریق ہائے کار استعمال میں لائے جائیں خاص کر قومی تحریک کے رہنماؤں سے انہیں آگاہ کرنے سے اندھیروں میں روشنی ملتی ہے، منزل کا راستہ اور آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

مجھے اس امر کے اعتراف میں کوئی عار نہیں کہ اس تحریر میں کسی بھی شخصیت کے تعارف کا حق ادا ہوسکا نہ تمام تر خدمات پر دسترسی ہوسکی، تاہم امیدوار ہوں کہ اس کی وساطت سے پاکستان کے ان درخشندہ و تابندہ ستاروں کا پیغام حریت، فکر وعمل کسی حد تک نئی نسل تک منتقل ہوگا اور ہماری آنے والی نسلیں اغیار کی اندھی تقلید میں غرق ہونے سے قبل اپنے ان رہنماؤں کے سرمایہ فکر ونظر اور ان کی خدمات کے بارے میں مطالعہ وتحقیق کریں گی جو اپنے وقت کی استعماری واستبدادی اور تکفیری قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ مخفی نہ رہے کہ قومی تحریک کی بعض شخصیات کا ذکر بوجوہ رہ گیا ہے جسے دوسری جلد میں حیات باقی تو قلم بند کیا جائے گا۔

ان شاءاللہ یہ تحریر بعد میں آنے والے محققین کے لئے پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

حضرت علامہ سید محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید محمد دہلوی نے ۱۸۹۹ء کو ایک علمی گھرانہ میں آنکھ کھولی، آپ کا آبائی تعلق موضع پتن ہیڑی ، ضلع بجنور یو۔پی کے زیدی سادات سے تھا آپ کے والد محترم کا نام سید آفتاب حسین اور آپ کے جد گرامی کا نام غازی الدین حسن تھا آپ کے والد جناب مولانا مرحوم سید آفتاب حسین دہلی کی شیعہ جامع مسجد میں پیش نماز تھے ، دہلی میں ہی وفات پائی اور درگاہ پنجہ شریف دہلی میں شہید رابع علیہ الرحمہ کے سرہانے مدفون ہوئے۔یہی وجہ تھی کہ خطیب اعظم نے دہلی کو اپنا وطن بنالیا اور اسی نسبت سے تاحیات دہلوی کہلائے۔

مرحوم دہلوی صاحب چار سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے جبکہ پانچ سال کی عمر میں والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تھا، باوجود یتیم ہونے کے یہ تائید خداوندایزدی تھی کہ آپ کی تعلیم وتربیت جلیل القدر علمائے دین کی سرپرستی میں ہوئی ،آپ کی والدہ گرامی نے قرآنی تعلیم کے لئے آپ کو حافظ قاری سید عباس حسین کے سپرد کیا۔

والدہ کی وفات کے بعد آپ کی سرپرستی مولانا میرزا محمد حسن اور مولانا سید محمد ہارون نے اپنے ذمہ لی اور کافیہ تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کو علم و ادب کے مرکز لکھنو روانہ کیا جہاں چار سال کے عرصہ تک مدرسہ ناظمیہ میں کسب فیض کیا، اسی طرح آپ نے یونیورسٹی کی اعلیٰ ترین عربی سند بھی اچھے نمبروں سے حاصل کی،آپ کی تعلیم وتربیت میں جن مشہور علمائے دین کا کردار رہاان میں بالخصوص مندرجہ ذیل پانچ ہستیاں سرفہرست ہیں۔

۱۔جناب مولانا میرزا محمد حسن اعلیٰ اللہ مقامہ

۲۔جناب مولانا نجم الملت نجم الحسن اعلیٰ اللہ مقامہ۔

۳۔جناب مولانا محمد ہارون زنگی پوری اعلیٰ اللہ مقامہ جو دوسو کے قریب گرانقدر علمی کتابوں کے مصنف

بھی تھے اور بڑے بڑے علماء کو ان کی شاگردی پر ناز تھا۔

۴۔ جناب مولانا مقبول احمد اعلیٰ اللہ مقامہ جن کا ترجمہ وحواشی قرآن آج بھی برصغیر میں شہرہ آفاق کی حیثیت کا حامل ہے۔

۵۔ جناب مولانا شیخ محمد طیب عربی مکی اعلیٰ اللہ مقامہ جو اہل زبان اور عربی کے مایہ ناز استاد تھے۔

جناب دہلوی مرحوم اپنی دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مذہب اہل بیت کی ترویج میں زندگی بسر کرنے لگے، چونکہ مکتب اہل بیتؑ کی نشر واشاعت اور تبلیغ دین میں اہم کردار شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار باوفا کی یاد میں منعقد کی گئی مجالس عزا کا ہے اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

اس اہم سیاسی ومذہبی عبادت کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے صدیوں پر محیط اس عرصے میں ہر ملک وقوم میں اعلیٰ سے اعلیٰ خطیب اور ذاکرین پیدا ہوتے رہے جنہوں نے دنیا کو فضائل ومصائب اہل بیت سے روشناس کرایا، یہاں تک کہ برصغیر پاک وہند میں بھی جب اردو زبان نے عروج پایا تو اس زبان میں چند ایسے نامور خطیب پیدا ہوئے جن کا تذکرہ تاریخ نے ہمیشہ کے لئے اپنے اندر محفوظ کرلیا، انہی چند نامور ہستیوں میں سے نہایت معروف، مشہور اور صد واجب الاحترام شخصیت حضرت علامہ خطیب اعظم سید محمد دہلوی اعلیٰ اللہ مقامہ کی ہے، آپ کا انداز بیان اس قدر دلنشین تھا کہ سننے والا آپ کے انداز تکلم سے مسحور ہو کر رہ جاتا تھا، مشکل ترین مسائل کو آسان ترین اور خوبصورت مثالوں کے ذریعے مومنین کے ذہن نشین کر دینا آپ کی تقریر وخطابت کی خوبی تھی اور یہی وہ منفرد کمال تھا جو آپ کی ذہانت، فصاحت وبلاغت اور علمی مسائل پر مکمل عبور کا نتیجہ تھا۔

آپ کے زمانے میں بھی خطابت کے میدان میں سید العلماء سید علی نقی نقن، حافظ کفایت حسین، سید ابن حسن نونہروی، فاتح ٹیکسلا محمد بشیر، حافظ ذوالفقار علی شاہ، مرزا احمد علی اور لقا علی حیدری صاحب جیسے بہت سے شہرہ آفاق نام موجود تھے اور ان تمام تر حضرات کے ہوتے ہوئے خطیب اعظم کا خطاب پانا کوئی معمولی بات نہ تھی، علامہ سید محمد دہلوی صاحب کو یہ خطاب اس وقت ہندوستان بھر کے ہندو، مسلمان، سنی اور شیعہ عمائدین واکابرین نے بالاتفاق و بیک زبان ہو کر عطا کیا، جب کانگریس کے سرکردہ لیڈر بیرسٹر پنڈت موتی لال نہرو جو سابق وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کے والد تھے ان کے انتقال پر ہندوستان کے پایہ تخت دہلی کے وسیع وعریض میدان پریڈ گراونڈ میں خواجہ حسن نظامی کے زیر اہتمام ایک تعزیتی جلسہ عام کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں عمائدین شیعہ سے بطور خاص مولانا موصوف کو مدعو کیا گیا تھا اور

تقریر کی بھی فرمائش کی گئی تھی، جب مولانا نے تقریر شروع کی تو بجائے پنڈت موتی لال نہرو کی تعریف کرتے اپنے ماہرانہ انداز فصاحت و بلاغت سے خالق کائنات کی حمد و ثناء کرتے ہوئے تخلیق کائنات کا موضوع اپنایا اور سائنسی انداز میں قرآنی حوالوں سے اس پر روشنی ڈالی۔ یہاں تک کہ اسی کائنات میں سمندروں کی تخلیق اور اس میں موتی بننے کے مراحل، ساتھ ہی ساتھ زمین میں جواہرات کی بتدریج تخلیق پر روشنی ڈالنا مولانا کی ذہانت کا کمال تھا، تقریر کے اختتام پر خواجہ حسن نظامی کی تحریک پر تمام عمائدین ملک نے آپ کو "خطیب اعظم" کا خطاب دیا (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان) اور تاحدنگاہ انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے اس کی تائید کی، آپ کے لئے یہ لقب اتنا مقبول ہوا کہ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

تقاریر کے میدان میں مقبولیت کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی موصوف بہت مقبول تھے، یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۴۳ء میں نواب رضا علی خان آف رام پور نے ادارہ تفسیر القرآن قائم کیا جس میں متعدد مایہ ناز اور جید قسم کے علما بھی شامل تھے تو اس ادارہ کی سربراہی کے لئے خطیب اعظم کا انتخاب کیا، خطیب اعظم اپنے ذاتی ذوق تحریر اور اس ادارہ کی اہمیت کے پیش نظر دہلی سے رام پور تشریف لے گئے، اس دوران مجالس کے سلسلے میں بھی آپ کا باہر آنا جانا رہا مگر مستقل قیام رام پور میں ہی رہا اور اپنے سات سالہ قیام کے دوران شب و روز کی جانفشانی سے تفسیر قرآن کا مقدمہ تحریر فرمایا جو تقریباً پانچ رچھے سو صفحات پر مشتمل تھا کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس میں کیا عظیم علمی اور تحقیقی جواہر پارے ہوں گے۔

۱۹۵۰ء میں آپ نے پاکستان ہجرت فرمائی، لیکن صد افسوس کہ یہ علمی شاہنامہ اسی ادارہ میں رہ گیا اور اس کے بعد اس سرکاری ادارہ میں بھی اس کا سراغ نہ مل سکا، مقدمہ تفسیر قرآن جیسے عظیم کارنامے کے علاوہ قیام پاکستان سے قبل آپ کی کئی تحریری کاوشیں دہلی سے طبع ہو چکی تھیں جن میں مقتل ابی مخنف کتاب کا ترجمہ، رسول اور ان کے اہل بیت، قرآن اور اہل بیت، معجزات ائمہ اطہار اور ترجمہ رسالہ وجوب نماز جمعہ جیسی اہم کتابیں شامل ہیں اور اسی طرح قیام پاکستان کے بعد کراچی سے ایک نہایت اہم کتاب "نورالعصر" شائع ہوئی، مگر افسوس کہ نورالعصر کے علاوہ باقی تمام کتابیں ناپید ہیں۔ (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان، ص ۲۵۵)

تقریر اور تحریر کے علاوہ خطیب اعظم کی رفاہی اور دیگر دینی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، قیام پاکستان سے قبل شیعہ ہوسٹل مظفرنگر اور شیعہ یتیم خانہ جھنگ کا قیام، نئی دہلی میں امامیہ ہال کی تعمیر، امامیہ یتیم خانہ کشمیری گیٹ دہلی اور شیعہ یتیم خانہ درگاہ پنجہ شریف دہلی کی سرپرستی کے علاوہ قیام پاکستان کے بعد آپ

کی دو دینی خدمات نہایت ہی اہم ہیں جو ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں گی۔

سب سے پہلا کام یہ کہ آپ نے اپنا انتہائی قیمتی کتب خانہ جو موصوف کی زندگی بھر کی کمائی کے علاوہ چھ ہزار سے آٹھ ہزار تک کی نادر و قیمتی کتب پر مشتمل تھا اپنی قوم کے لئے وقف کر دیا جو کہ کراچی، ناظم آباد نمبر ۲ میں جامعہ امامیہ سے متصل ایک لائبریری مکتبہ العلوم کے نام سے آج بھی قوم کے استفادہ کے لئے موجود ہے۔

خطیب اعظم کا دوسرا اور اہم کارنامہ جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں انجام دیا وہ شیعہ قوم کو اجتماعی شعور دلاتے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا اس سلسلے میں پانچ تا سات جنوری ۱۹۶۵ء کو امام بارگاہ رضویہ کالونی کراچی میں کل پاکستان علمائے شیعہ کنونشن کا انعقاد کیا گیا جس میں پاراچنار اور ساحل چین سے لے کر کراچی تک کے سینکڑوں علما نے شرکت کی، اس اجلاس میں شیعہ مطالبات کمیٹی تشکیل پائی اور خطیب اعظم کو قائد ملت جعفریہ پاکستان منتخب کیا گیا، اس طرح پہلی بار پاکستان کی تاریخ میں قائد ملت جعفریہ پاکستان کا ٹائٹل ابھر کر سامنے آیا۔

اجلاس میں طے پایا کہ شیعوں کے مندرجہ ذیل مذہبی مطالبات باقاعدہ حکومت کو پیش کئے جائیں۔

۱۔شیعہ طلبہ کے لئے مدارس میں جداگانہ نصاب دینیات کا انتظام۔

۲۔شیعہ اوقاف کے لئے حکومت کی زیر نگرانی علیحدہ شیعہ بورڈ کا قیام۔

۳۔تحفظ عزاداری۔

۴۔ درسی کتب سے قابل اعتراض و دل آزار مواد کا اخراج۔ (کتابچہ، شیعیان پاکستان کے مذہبی مطالبات، شائع کردہ: شیعہ مطالبات کمیٹی، ص ۹)

قائد ملت جعفریہ علامہ سید محمد دہلوی نے تحریری طور پر مذکور الصدر مطالبات حکومت کو پیش کئے، اس کے علاوہ درسی کتب کا جائزہ لے کر ایک کتابچہ نصاب دینیات کا سرسری جائزہ مرتب سید اختر محمود برائے مجلس عمل آل پاکستان اجتماع علمائے شیعہ کنونشن شائع کرایا جو کافی تعداد میں افراد قوم میں تقسیم کرنے کے علاوہ ذمہ دار ارکان حکومت کو بھی روانہ کیا گیا۔ حضرت خطیب اعظم نے اسکولوں اور کالجوں میں رائج تاریخ اسلام کا جائزہ لے کر اس پر ایک تبصرہ تحریر فرمایا جس میں شیعوں کے لئے دل آزار و قابل اعتراض روایات کی نشاندہی کے ساتھ مورخین کی تاریخی بدنیتی کو بے نقاب کیا گیا۔ یہ تبصرہ امامیہ مشن پاکستان نے شائع کیا تھا، ان کتابچوں کی اشاعت سے ایک طرف تو شیعہ اہل فکر کی آنکھیں کھل گئیں دوسری طرف حکومت پر

ہمارے موقف کی وضاحت ہوگئی۔(ایضاً کتابچہ،شیعیان پاکستان کے مذہبی مطالبات)
قائدملت علامہ سید محمد دہلوی،کل پاکستان علمائے شیعہ کنونشن میں طے پانے والی تمام قراردادوں سے اپنی قوم کو روشناس کرانے کے لئے ملک گیر سطح پر دورہ جات کئے اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اپنے مطالبات دہراتے رہے مگر حکومت نے اپنی گزشتہ تاریخ کے مطابق ہمیشہ کی طرح شیعہ مطالبات کو نظرانداز کرنے کا روایتی انداز اپنایا جس کے نتیجہ میں عوامی سطح پر ملک گیر احتجاج میں حکومت کی اس روایتی انداز کی بھرپور الفاظ میں مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ کل پاکستان علمائے شیعہ کنونشن کے تمام تر مطالبات پر عمل درآمد کیا جائے۔

علامہ سید محمد دہلوی کا زبان بندی پر احتجاج

۱۴/دسمبر ۱۹۶۷ کی شب کو حکومت مغربی پاکستان کے ایک حکم نامہ کی مجھ پر تعمیل کرائی گئی جس کی رو سے تین ماہ کے لئے تمام مغربی پاکستان میں میری زبان بندی کی گئی ہے۔اس حکم نامہ میں میرے خلاف یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلا رہا ہوں۔ میں اس الزام کی پرزور تردید کرتا ہوں۔ میں نے نہ تو کوئی اس قسم کی تقریر کی جس سے فرقہ وارانہ منافرت کا کوئی پہلو نکلتا ہو اور نہ ہی ایسی تقریریں کرنے کے حق میں ہوں۔ یہ مجھ پر ایک ایسا الزام ہے جو کسی خاص مقصد کی بندش کے لئے لگایا گیا ہے۔ میرے سینکڑوں شاگرد جو فرقہ اہلسنت سے تعلق رکھتے ہیں پاکستان میں موجود ہیں جو میری درجنوں تقریریں سن چکے ہیں وہ اس الزام پر یقیناً سمجھتے ہوں گے کہ حکومت نے اس الزام کو پردہ بنایا ہے مقصد کچھ اور ہے۔
میں مملکت پاکستان کا وفادار شہری ہوں اور اتحاد بین المسلمین کا زبردست حامی ہوں، جداگانہ دینیات اور تنفر آمیز تاریخ اور اسلامیات وغیرہ سے اختلافی مواد کا اخراج اس لئے چاہتا ہوں کہ اگر ایک فرقہ کے نظریات کو دوسرے فرقہ پر مسلط کر دیا جائے تو اس طرح جو غم وغصہ دوسرے فرقہ میں پیدا ہوتا ہے وہ نہ رہے اور سب اپنی راہ پر چلتے رہیں، میرا مقصد نہ سیاسی ہے نہ کسی سیاسی جماعت سے میرا تعلق ہے، میں شیعوں کے لئے ان حقوق کا خواہاں ہوں جو ان کا جائز حق ہے اور ہر ذی فہم ان کو جزوی اور مناسب سمجھتا ہے۔
مجھے معلوم ہے کہ حکومت مطالبات پر غور کر رہی ہے مگر کیا یہ تقاضا کرنا کہ جلد از جلد فیصلہ صادر کیا جائے کوئی جرم ہے؟ اگر یہ جرم ہے تو بے شک میں اس کا مجرم ہوں۔ میں نے اب تک قوم کے اس جوش کو

روکا ہے جو حکومت کے ایجنٹوں اور عہدہ داروں کی غلط روش کی وجہ سے پیدا ہو کر ایک خراب صورت پیدا کرنے والا تھا، کیا یہ جرم ہے؟ اس حکم نامہ نے مجھ کو اس حق سے بھی محروم کر دیا ہے جو میرا مذہبی فریضہ ہے۔ حکومت کے اس غلط اقدام کی وجہ سے میں فضائل اہلبیت اور ذکر امام حسین علیہ السلام سے بھی روک دیا گیا ہوں جس کو میں مداخلت فی الدین سمجھتا ہوں، محرم میں حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے بہت سے دل زخمی ہو چکے ہیں، اب ان میں یہ ایک اور اضافہ ہے۔

ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ حکومت ہمارے موقف پر جلد از جلد ہمدردانہ غور فرمائے اور اس قسم کی بے کار اور لاحاصل پابندیوں سے معاملات کو اور خراب نہ کرے۔ حکومت سے یہ بھی گزارش ہے کہ حکومت دیر لگا کر کوئی ایسا حل پیش نہ کرے جو فرقہ کی اکثریت رد کرنے پر مجبور ہو اور پھر ان ہی مصائب کا سامنا رہے جس کی وجہ سے مجبور ہو کر یہ مطالبات معرض وجود میں آئے۔ اگر میرے مخالفین نے حکومت کو کوئی غلط تاثر دیا ہے تو اس کی واشگاف تردید کرتا ہوں۔ اگر حکومت تمام شیعوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتی ہے تو ان کے جائز اور مبنی برانصاف مطالبات کو مان کر ان کی تالیف قلوب کرے اور اس مسئلہ کو اتنا طول نہ دے کہ یہ مطالبات مسئلہ کشمیر بن کر رہ جائیں۔

شیعہ اس ملک کے وفادار شہری ہیں اور رہیں گے، حکام ان کا تعاون قلبی چاہتے ہیں تو ان کو بھی اپنے افکار اور مزاج بدل کر، جو جس قوم کا حق ہے وہ اس کو دینا پڑے گا، اس میں اپنے اور پرائے کی تمیز اٹھا دینا پڑے گی ورنہ یہ اضطراب کبھی کم نہ ہوگا۔ (پیام عمل لاہور، ص ۳۰، فروری ۱۹۶۸ء)

مطالبہ نصاب تعلیم کی منظوری

علامہ سید محمد دہلوی کی حکمت عملی موثر واقع ہوئی اور صدر ایوب خان نے شیعہ اکابرین اور علماء پر مشتمل ۵۰ رکنی وفد سے ملاقات کی اور شیعہ مطالبات کو حق بجانب سمجھتے ہوئے ان مسائل کے حل کے لئے پانچ شیعہ اور چار حکومت کی نمائندگی میں مشتمل افراد پر ایک کمیٹی بنانے کا اعلان کیا۔ شیعہ نمائندگی میں جن پانچ افراد کے نام تھے ان میں علامہ سید محمد دہلوی کے علاوہ مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہم جیسی اہم شخصیات تھیں، چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کی تگ و دو سے ۲/ نومبر ۱۹۶۸ء کو حکومت نے نصاب تعلیم کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا جس پر قوم نے خطیب اعظم کی اس پر خلوص اور بے لوث خدمات کو سراہا۔

لیکن بدقسمتی سے کل پاکستان علمائے شیعہ کنونشن کے بقیہ مطالبات کے لئے ٹال مٹول اور آج کل والا

رویہ اپنایا گیا، نصاب تعلیم کے مطالبہ کی کامیابی اور دوسرے مطالبات کے لئے وعدہ و وعید کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ مطالبات کی تحریک بھی ڈھیلی پڑتی گئی، یہاں تک کہ بروز جمعہ ۲۹ / جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ ق، مطابق ۲۱ / اگست ۱۹۷۱ء کو قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید محمد دہلوی کی وفات حسرت آیات کے بعد یہ تحریک ماند پڑ گئی۔ (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان)

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید محمد دہلوی انتہائی ذہین، خوبصورت، خوب سیرت، خوش کلام، خوش قامت اور خوش لباس تھے، پوری زندگی نہایت ہی سادگی سے بسر کی اور ہر حال میں غربا بالخصوص یتیموں کا خاص خیال رکھا، مومنین کی اکثر سفارشات فرماتے رہے، خندہ پیشانی سے ملنا آپ کی خصوصیت تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ باغ خراسان میں سپرد خاک کیا، آپ کی وفات حسرت آیات پر ملک کے بڑے بڑے علما، مذہبی اور سیاسی رہنماؤں و عمائدین ملت نے تعزیت کی۔ اس طرح سے عاش سعیداً و مات سعیدا کا حقیقی مصداق بن کر ہمیشہ کے لئے باغ خراسان کراچی کے اندر جوار رحمت میں آرامی ہوئے۔ خدا آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور شاہ خراسان امام رضا کا مہمان قرار دے۔ آمین

قائد اوّل قائد چہارم کی نظر میں

قائد اول علامہ سید محمد دہلوی کی برسی کے موقع پر قائد چہارم علامہ سید ساجد علی نقوی نے فرمایا:

وطن عزیز کی تشکیل و تعمیر اور سالمیت و دفاع میں دیگر مکاتب فکر کے شانہ بشانہ شیعہ عوام نے بھی علماء و اکابرین کی قیادت میں صبر آزما جدوجہد اور لازوال قربانیاں پیش کیں جن میں علامہ سید محمد دہلوی مرحوم کی جدوجہد اور کاوشیں نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کی گرانقدر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ دور حاضر میں بھی پاکستان کے شیعہ عوام بدترین دہشت گردی کا نشانہ بننے کے باوجود ملکی سلامتی اور قومی وحدت کی خاطر صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں مگر ذمہ داران صورتحال کی سنگینی کا ادراک نہیں کر پا رہے۔

سید محمد دہلوی مرحوم برصغیر کے خطیب اعظم اور بلند پایہ عالم دین اور بے بدل قائد تھے جنہوں نے پرامن سیاسی اور جمہوری طرز احتجاج کی داغ بیل ڈالی اور اپنے مطالبات کو منطقی انداز میں پیش کیا اور پیرانہ سالی کے باوجود ملت کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اس مشکل دور میں کم وسائل کے باوجود

مسلسل اور انتھک محنت سے قوم کو شعور اور اتحاد کی نعمت کا احساس دلایا۔

علامہ سید محمد دہلویؒ، علامہ مفتی جعفر حسینؒ اور علامہ عارف الحسینی شہیدؒ کی قیادت میں جو ملی وقومی حقوق کے دفاع اور تحفظ کی خاطر جو کارواں چلا تھا وہ آج بھی رواں دواں ہے اور ہم ان قائدین کی فکر سے الہام حاصل کرتے ہوئے باوجود بے شمار مسائل ومشکلات کے نہ صرف ملی وقومی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے بلکہ ملک میں اتحاد و وحدت کے فروغ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی ترویج کے لئے ہمہ وقت مشغول ہیں۔

قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین رحمۃ اللہ علیہ

سر پر عمامہ بنیان کے بغیر قمیص، اوپر شیروانی پاؤں میں سلیپر کبھی بس میں تو کبھی کسی عقیدت مند دوست کی کار میں اور یہ بھی میسر نہ ہو تو کبھی پیدل بھی، آنکھوں میں حیا لہجے میں دھیما پن زبان صاف اور شستہ جیسے کوثر میں دھلی ہو درمیانہ قد پست نہ طویل رنگ سانولا، تیکھے نقوش سادہ سے فریم کی عینک لگائے نمود و نمائش سے دور مگر اپنے حلقۂ تعارف کے دل کا سرور؛ یہ تھے ممتاز عالم دین اور مجتہد علامہ مفتی جعفر حسینؒ۔ (جنہیں میں نے دیکھا، کوثر نیازی، ص ۹۱)

گجرانوالہ صوبہ پنجاب کے حکیم چراغ دین ابن حکیم غلام حیدر کے تین فرزندوں میں سے علامہ مفتی جعفر حسین دوسرے فرزند تھے۔ جو وطن مالوف میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے اپنے بڑے چچا حکیم شہاب الدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور عربی ادب اور صرف و نحو سیکھنے کیلئے دیگر مقامی علماء سے کسبِ فیض کیا۔ چودہ برس کی عمر تک قطبی، ہدیہ سعیدیہ، سبعہ معلقہ اور مقامات حریری کے علاوہ اخلاق محسنی، حلیۃ المتقین، طب اکبر وغیرہ پر عبور حاصل کر لیا۔

چودہ سال کی عمر میں ۱۹۲۸ء میں آپ اعلیٰ دینی تعلیم کیلئے لکھنؤ تشریف لے گئے اور مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لیا۔ آٹھ سال میں آپ نے ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی اور اسی دوران لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب اور فاضل حدیث کے اسناد بھی حاصل کئے۔ آپ کے اساتذہ میں سرکار نجم الملۃ ،مولانا ظہور حسن صاحب، مولانا سبط حسن صاحب جونپوری، مفتی سید احمد علی صاحب اور سید العلماء سید علی نقی صاحب کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک سال تک مدرسہ ناظمیہ میں آپ درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور جب اسباب فراہم ہو گئے تو ۱۹۳۶ء میں نجف اشرف کیلئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے پانچ سال تک قیام کر کے اس وقت کے اساتیذِ حوزہ نجف سے فیض اٹھایا۔ نجف میں آپ کے پانچ اساتذہ میں آقای سید ابوالحسن اصفہانی، آقای شیخ عبدالحسین رشتی، آقای سید جواد تبریزی وغیرہ کے

نام قابل ذکر ہیں۔ (خورشید خاور، سید سعید رضوی، ص ۱۱۴)

• ۱۹۴۰ء میں آپ نجف اشرف سے مراجعت فرما کر سرکار نجم الملتہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے... جنہوں نے آپ کو نوگانواں سادات ضلع مراد آباد کے مدرسہ باب العلم میں بحیثیت مدرس بھیج دیا... نوگانواں میں دو سال قیام کے بعد آپ اپنے آبائی شہر گجرانوالہ تشریف لے گئے۔

مدرسہ جعفریہ کا قیام

آپ کی کوششوں سے گجرانوالہ کے ماسٹر اللہ ڈتہ مرحوم نے اپنا مکان مدرسہ کیلئے دیدیا۔ دوسرے مدرسین کے علاوہ مفتی صاحب خود بھی طلباء کو پڑھاتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد وسائل کی کمی کے سبب مدرسہ کو بند کر دینا پڑا۔ یہ تقریباً ۱۹۴۳ء کی بات ہے جب تحریک پاکستان زور پکڑ رہی تھی۔ آپ نے بھی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد آپ نے نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ شروع کیا۔

ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان

مارچ ۱۹۴۸ء میں اس ادارہ کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی جب مفاد پرست اور ذاتی مقاصد رکھنے والے چند نام نہاد روایتی رہنماؤں نے "آل پاکستان شیعہ کانفرنس" کے پلیٹ فارم سے ایک قرارداد منظور کروائی جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے تھا:

"ہم شیعیان حیدر کرار کے پاکستان میں وہی حقوق ہیں جو دوسرے اہلسنت برادران کے ہیں اور دیگر مسلمانوں سے الگ ہمارے کوئی حقوق نہیں ہیں۔"

اس اجلاس کی صدارت راجا غضنفر علی کر رہے تھے۔ (خورشید خاور، ص ۱۱۵)

ظاہری بات ہے کہ اگر وہ قرارداد مان لی جاتی تو اس وقت جن سیاسی اور مذہبی مسائل سے ہماری قوم دوچار ہے اور ان کی دست یابی کے لئے قربانیاں دے رہی ہے وہ سب بے سود ہو کر رہ جاتیں اور کسی طرح بھی ہم اپنے مطالبات پیش نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس "آل پاکستان شیعہ کانفرنس" میں ہم یہ قرارداد منظور کر چکے ہوتے کہ ہمارے کوئی مستقل حقوق نہیں تو اب مستقل مذہبی آزادی کی گفتگو کرنا ہمارے لئے قانونی طور پر مشکل ہو جاتا۔ لہٰذا جب اس کی خبر حضرت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم اور علامہ حافظ کفایت حسین مرحوم کو ہوئی تو انہوں نے دور اندیشی کے ساتھ انتہائی سخت ردعمل کا اظہار کیا اور کہا:

"یہ غلط ہے کہ ہمارے دوسرے مسلمانوں سے الگ کوئی اور حقوق نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے ہماری کچھ الگ خصوصیات اور حقوق ہیں کہ جن کے تحفظ سے ہم دستبردار نہیں ہو سکتے ہیں۔" (مجلہ المخزن، سلسلہ اشاعت ۶، ص ۴۶)

ان نازک حالات میں مذکورہ کانفرنس کے چند ہی دنوں بعد "ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان" کا لاہور میں قیام عمل میں آیا۔ (خورشید خاور، ص ۱۱۵) جس کے صدر مفتی جعفر حسین صاحب، سینئر نائب صدر حافظ کفایت حسین صاحب، جونیئر نائب صدر خطیب آل محمدؑ سید اظہر حسن زیدی صاحب منتخب ہوئے اور پروفیسر محمد صادق قریشی سیکرٹری جنرل ہوئے مفتی جعفر حسین صاحب نے اپنے منصب کی احساس ذمہ داری کے تحت ملک بھر کے طوفانی دورے کیئے، شہر شہر، گاؤں گاؤں قریہ قریہ اور گلی گلی جا کر ملت کو سازش سے آگاہ کیا اور بتایا کہ ہمارے کچھ جداگانہ حقوق بھی ہیں آپ کی شب و روز کی محنت رنگ لائی اور اس طرح ایک طرف سے ملت کے اندر اجتماعی شعور اور بیداری کی لہر پیدا ہوئی تو دوسری طرف سے پوری قوم نے یک زبان ہو کر "شیعہ کانفرنس" میں منظور کردہ قرارداد کو مسترد کر دیا۔

درحقیقت اس ادارہ کے اہم اغراض و مقاصد کو مندرجہ ذیل نکات میں ذکر کیا جا سکتا ہے:

۱۔ قوم میں ہم آہنگی اور ہم فکری پیدا کرتے ہوئے متحد اور متفق کرنا۔

۲۔ "آل پاکستان شیعہ کانفرنس" میں منظور شدہ شق کو عوامی اور جمہوری انداز میں مسترد کرنا۔

۳۔ قوم میں اپنے حقوق کے مطالبات کی لہر پیدا کرنا۔ (اسی ادارہ کی حقائق پر مبنی کوششوں کے نتیجہ میں آگے چل کر یہ تحریک شیعہ مطالبات کمیٹی کا رخ اختیار کر گئی)۔

اس طرح سے مرحوم مفتی جعفر حسین صاحب نے اپنی دوراندیشی اور تیز بین نگاہوں سے پاکستان کی تاریخ سے منوایا کہ مملکت خداداد پاکستان اسلامی نظریہ پر قائم ہوئی ہے۔ شیعہ قوم اس ملک کا اہم حصہ ہے جس نے پاکستان بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور اس وقت اپنے ملک کے بچانے میں بھی اہم کردار ادا کر رہی ہے لہٰذا اسلامی نقطہ نگاہ سے انہیں اپنے مذہب کے مطابق آزادی کا حق حاصل ہوگا۔

اگر اس وقت کے سیاسی اور اجتماعی مسائل اور وسائل کی کمی اور مذہبی حالات کو نظر میں رکھا جائے تو "ادارہ تحفظ حقوق شیعہ" کے اغراض و مقاصد سے عوام کو روشناس کرانا اور قوم کو اپنے ساتھ لے کر چلنا نہایت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ تھا جسے مفتی صاحب نے سرانجام دیا اور ادارہ کے تمام تر اجتماعی اہداف تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

مخفی نہ رہے کہ دستور ساز کمیٹی میں بھی حکومت نے مفتی جعفر حسین کو رکن نامزد کیا تھا۔ اس کمیٹی نے ایک قرارداد مقاصد مقرر کی جو ملک کے آئین کی اصل واساس قرار پائی۔ مفتی جعفر حسین اس کمیٹی کے روحِ رواں تھے۔

۱۹۴۹ء میں نواب زادہ لیاقت علی خان نے مفتی جعفر حسین کو تعلیمات اسلامیہ بورڈ کا رکن نامزد کیا۔ اس بورڈ کا کام مختلف امور میں حکومت کو اسلامی نقطہ نظر سے آگاہ کرنا اور آئین سازی میں ہاتھ بٹانا تھا اس بورڈ کے چیئر مین ڈاکٹر حمید اللہ تھے۔ اور دوسرے اراکین میں مفتی محمد شفیع کراچی، سید سلیمان ندوی اور مولانا ظفر احمد انصاری تھے۔ (خورشید خاور، ص ۱۱۶)

بائیس ۲۲ نکات

قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت کے بعد اسلام دشمنوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ پاکستان میں نظام اسلام نافذ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسلام کے تہتر فرقے میں سے ہر فرقہ اپنے ہی نظریات کو اصل اسلام سمجھتا ہے تو کون سا اسلام نافذ کیا جائے گا۔ اس چیلنج کے جواب میں ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے اکتیس مقتدر علماء نے اکیس سے چوبیس جنوری ۱۹۵۱ء تک کراچی میں اجلاس کر کے بائیس نکاتی دستاویز مرتب کی جس کی روشنی میں نافذ ہونے والا نظام تمام فرقوں سے سندِ قبولیت حاصل کر سکتا تھا۔ مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین اس اجلاس کے روح رواں تھے۔ نکتہ نمبر بائیس میں کہا گیا ہے۔

"دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔"

اس نکتے کے نیچے ایک تشریح نوٹ مفتی جعفر حسین کی خصوصی کاوشوں کے نتیجہ میں لکھا گیا۔

نوٹ: "قرآن وسنت کے الفاظ جہاں جہاں آئے ہیں ان کا کسی فرقہ پر اطلاق کے وقت وہی مفہوم مراد لیا جائے گا جو اس فرقہ کے نزدیک صحیح اور مسلّم ہو۔" (ترمیمی نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ اور تحریک جعفریہ پاکستان؛ خورشید خاور، ص ۱۱۶)

ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں اس تشریحی نوٹ کو اس دستاویز سے حذف کر دیا گیا۔ (ترمیمی نظام عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ اور تحریک جعفریہ پاکستان)

قادیانیت کے خلاف اقدام

۱۸رمئی ۱۹۵۲ء کومرزائی وزیر خارجہ چودھری ظفراللہ خان قادیانی نے جہانگیر پارک کراچی میں ایک تقریر کی جس سے مسلمانانِ پاکستان کے جذبات مجروح ہوئے۔ اس کے ردِّ عمل میں انجمن آل مسلمین پاکستان کے زیر انتظام کراچی میں ہی ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا،جس کے داعیان میں مفتی صاحب بھی تھے اور آپ نے کانفرنس میں ایک بصیرت افروز تقریر بھی کی اس کے علاوہ "تحریک تحفظ ختم نبوت" میں حافظ کفایت حسین صاحب کے دوش بدوش بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر محاذ پر جا کر ختمِ نبوت سے متعلق شیعہ نقطہ نظر واضح کیا۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل حائزاہمیت قراردادیں پاس ہوئی.

۱۔قادیانیوں (احمدی گروپ) کوغیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے انہیں حکومت کے اہم اور کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

۲۔چودھری ظفراللہ خان کووزارت خارجہ کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان، حسین عارف،ص ۱۷)

علامہ سید محمد دہلوی کے دورِ قیادت میں آپ نے دہلوی صاحب کا بھر پور ساتھ دیا یہاں تک کہ صدر ایوب خان نے شیعہ اکابرین اور علماء پر مشتمل ۵۰ رکنی وفد سے ملاقات کی اور شیعہ مطالبات کو حق بجانب سمجھتے ہوئے ان مسائل کے حل کے لئے پانچ شیعہ اور چار حکومت کی نمائندگی میں مشتمل افراد پر ایک کمیٹی بنانے کا اعلان کیا۔ شیعہ نمائندگی میں جن پانچ افراد کے نام تھے ان میں علامہ سید محمد دہلوی کے علاوہ مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ جیسی اہم شخصیات تھیں، چنانچہ آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی تگ ودو سے دونومبر ۱۹۶۸ء کو حکومت نے نصاب تعلیم کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا۔

اسلامی مشاورتی کونسل اور اسلامی نظریاتی کونسل

فیلڈ مارشل صدر جنرل محمد ایوب خان نے اپنے عہد اقتدار میں اسلامی امور سے متعلق اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی جس میں علامہ مفتی جعفر حسین کو شیعہ نمائندہ کی حیثیت سے نامزد کیا۔ ایوب خان اور یحییٰ خان کے دور میں آپ نے اس کونسل میں مذہب وملت کی نمائندگی کی۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان پیپلز پارٹی نے آپ کی جگہ پر خطیب آل محمد سید اظہر حسن زیدی کو نامزد کیا۔ جب جنرل ضیاءالحق کی مارشل لا حکومت

نے اسلامی مشاورتی کونسل کا نام بدل کر اسلامی نظریاتی کونسل رکھا اور از سرِ نو تشکیل کی تو پھر علامہ مفتی جعفر حسین کو بطور شیعہ نمائندہ نامزد کیا گیا۔(تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان،ص ۲۵۵)

تحریک کا قیام اور علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت

جولائی ۱۹۷۷ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی اقتدار سے اچانک معزولی اور جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لا نے ملک میں عجیب کیفیت پیدا کر دی۔"پاکستان قومی اتحاد" کی جدوجہد کے باعث ملک میں موجود مذہبی احساسات کے پیش نظر ضیاء الحق نے "اسلامی نظام" کی حامی بھر لی۔(پاکستان کی سیاسی جماعتیں، ڈاکٹر مہدی حسن،ص ۲۱۴) تحریک کے قیام کا بنیادی سبب یہ تھا کہ جنرل ضیاء الحق نے اسلامائزیشن کا اعلان کیا اور بعض مبہم اعلانات کئے جن سے اہل تشیع میں خدشات پیدا ہوئے کہ ان پر ایک مخصوص فقہ اور نظریات مسلط کئے جا رہے ہیں اس طرح قانون سازی میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ۱۲/اپریل ۱۹۷۹ء کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی بنیاد ڈالی گئی۔(رپورٹ،تحریک جعفریہ پاکستان،انور علی آخونزادہ،ص ۲)

بھکر کی سرزمین سے چلنے والے اس عظیم قافلے کی قیادت چونکہ براہ راست علماءِ حق کے پاس تھی اس لئے تمام طبقات نے مل کر جدوجہد کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔یوں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے نام سے ایک جماعت وجود میں آئی۔اور اسی موقع پر ہی شیعہ عوام نے براہ راست متفقہ طور پر اپنی مرکزی قیادت کا انتخاب کیا۔ایک اندازہ کے مطابق شرکاء کی تعداد دس لاکھ تھی۔اس کنونشن میں علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ کو شیعیان پاکستان کا متفقہ طور پر قائد تسلیم کیا گیا۔(سفیر نور،ص ۲۷ سفیر انقلاب،ص ۹۸) پوری فضا ایک ہی قائد ایک ہی رہبر مفتی جعفر، مفتی جعفر کے نعرے سے گونج اٹھی۔بقول بی بی سی لندن، آیۃ اللہ خمینیؒ کے بعد مفتی جعفر حسین جنوبی ایشیا کے دوسرے بڑے روحانی پیشوا تھے کہ جنہیں عوام کی اتنی بڑی تعداد نے ووٹ دیا۔(خورشید خاور،ص ۱۱۸)

قومی تحریک کے قیام کا اعلان سنتے ہی جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے ایک قریبی رفیق سے کہا:

یہ اچھا نہیں ہوا ہمارے چند احباب کے رویہ اور دباؤ کے رد عمل نے ایک بکھری قوم کو پلیٹ فارم عطا کر دیا ہے جو مستقبل قریب میں ہماری مشکلات میں اضافہ کا باعث بنے گا۔(سفیر نور،ص ۲۷)

یہ جدوجہد کسی گروہ، فرقہ، جماعت یا مسلک کے خلاف ہرگز نہیں تھی نہ ہی اس کا مقصد پورے ملک پر فقہ جعفریہ کا نفاذ تھا۔جہاں تک پبلک لا اور پرسنل لا کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تحریک کا مؤقف یہ رہا کہ

مسلمانوں کی کوئی فقہ ایسی نہیں ہے جو یہ لازم قرار دیتی ہو کہ اس فقہ کی حکمرانی میں دوسری فقہ کے لئے پرسنل لاء ہوگا لیکن چونکہ مارشل لا دور کی ابتدا تھی اس وقت چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا ملتِ جعفریہ کی قیادت نے اسے باور کرایا کہ پاکستان میں اہل تشیع کی موجودگی میں مخصوص طرزِ فکر کو اسلام کا لبادہ اوڑھا کر پاکستان کے مسلمانوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی کسی پر اپنی مرضی مسلط کی جا سکتی ہے۔

قائد مرحوم مفتی صاحب پیرسنی کے باوجود ملک کے گوشہ و کنار میں تحریک کے اہداف کو واضح کرتے ہوئے اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی حالات کا بھی جائزہ لیتے رہے۔

قومی تحریک کا پہلا تنظیمی اجلاس

ملکی حالات اور شیعہ قوم کی ضرورت کے پیش نظر قومی تحریک کا پہلا اجلاس ۲۰/اپریل ۱۹۷۹ کو گوجرانوالہ شہر میں منعقد ہوا جس میں تحریک کو ایک تنظیمی شکل دی گئی اور "سپریم و مرکزی کونسلز" جیسے اہم دو ادارے عمل میں لائے گئے اور اس طرح سے مفتی صاحب نے اس اجلاس میں قوم کے تمام علما اور اکابرین کو اپنے ساتھ ملا کر چلنے کا عزم کرتے ہوئے ملک بھر سے علما، زعما، دانشور، صحافی، وکلاء اور دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے حضرات کو ان اداروں میں نامزد فرمایا اور انہی میں سے چھ افراد: سید وزارت حسین نقوی بھکر، علامہ سید ریاض حسین نجفی لاہور، سید اختر حسین شائق انبالوی لاہور، سید امداد حسین شاہ ہمدانی ایڈووکیٹ سرگودھا، کرنل محمد خان چکوال اور سید اقتدار علی پشاور پر مشتمل دستور ساز کمیٹی بھی تشکیل دی گئی تا کہ باقاعدہ تحریک کا ضابطہ اور آئین تشکیل دیا جا سکے اور اسی طرح اس اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ اس تحریک کا ایک اعلیٰ وفد صدر جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کر کے اسے اپنی تحریک کے اہداف، مقاصد اور قومی جذبات سے آگاہ کرے گا۔ (سفیر نور، ص ۷۳)

جنرل ضیاء سے قومی تحریک کے پہلے وفد کی ملاقات

۲۳/اپریل ۱۹۷۹ کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا پہلا وفد ضیاء الحق سے ملنے کے لئے اسلام آباد پہنچا اور جنرل ضیاء کی ملاقات سے قبل وزیر مذہبی امور محمود اے ہارون سے ملاقات کی انہوں نے ضیاء الحق سے تبادلہ خیال کے بعد تحریک کے وفد کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کے لئے ۲۶/اپریل کا وقت

دے دیا لیکن جب طے شدہ تاریخ پر تحریک کے وفد سے ضیاء نے ملاقات نہ کی تو یہ وفد ۲۷/اپریل کو گورنر پنجاب جنرل سوار خان سے ملا اور ان سے اپیل کی کہ صدر اپنے رائج کردہ اسلامائزیشن نظام میں ملت جعفریہ کی بھرپور نمائندگی اور تحفظ کا اعلان کرے بصورت دیگر ۳۰/اپریل تک تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے وفد سے ملاقات کر کے انہیں اپنے موقف سے آگاہ کرے۔ جنرل موصوف نے ۲۹/اپریل کو وزارت مذہبی امور کے توسط سے جواب دینے کا وعدہ کیا مگر قائدین تحریک کو ۲۹/اپریل تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

۳۰/اپریل کی صبح کی اخبارات اور ریڈیو میں یہ خبر منظر عام پر آئی کہ صدر مملکت ۵/مئی کو شیعہ وفد سے ملاقات کر کے ان کا موقف معلوم کریں گے! اس تعجب خیز خبر سے تحریک کے اکابرین میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی کہ تحریک کے اکابرین تو اپنا موقف بیان کر چکے ہیں اور حکومت کے جواب کے منتظر ہیں۔

چنانچہ ملت جعفریہ سے جنرل ضیاء کی اس بے رخی اور لا پرواہی کے بدولت ۳۰/اپریل ۱۹۷۹ء کو قائد تحریک علامہ مفتی جعفر حسین نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس منعقد کر کے احتجاجاً اسلامی نظریاتی کونسل سے مستعفی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے حکومت پر واضح کیا کہ اب صدر ضیاء الحق سے ملاقات کا وقت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے اعلیٰ اختیاراتی ادارے معین کریں گے۔

مفتی صاحب کی وارننگ کو سمجھتے ہوئے ۵/مئی ۱۹۷۹ء کو ضیاء الحق نے تحریک کے وفد سے ملاقات کرنے کی خواہش کی جس پر تحریک کے فیصلے کے مطابق قائد ملت علامہ مفتی جعفر حسین کی سربراہی میں مرحوم مولانا مرزا یوسف حسین، علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم، آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی، علامہ ملک اعجاز حسین نجفی خوشاب اور سید وزارت حسین نقوی پر مشتمل چھ رکنی وفد نے صدر ضیاء سے ملاقات کی، صدر نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں ۹/مئی ۱۹۷۹ کو کراچی کی پریس کانفرنس میں اہم اعلان کریں گے (سفیر نور، ص ۷۴۔۷۵) لیکن ۹/مئی کو جنرل ضیاء نے کراچی میں غیر مبہم سا اعلان یوں کیا کہ "نظام مصطفیٰ" کے نفاذ میں کسی فقہ کو مایوس نہیں کیا جائے گا صدر کا یہ اعلان اور جزئیات فقہ جعفریہ کے پرسنل لاء تک محدود تھیں جبکہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان پبلک لاء میں اپنے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کر رہی تھی۔

جنرل ضیاء الحق کا یہ غیر مبہم سا اعلان سن کر علامہ مفتی جعفر حسین نے عوامی رابطہ مہم تیز کر دی اور ملک گیر دورہ جات کی صورت میں قوم کو حقائق اور خدمات سے آگاہ کرنے لگے، قائد کے ان دورہ جات اور ہمت نے ملک کے اندر ایک تہلکہ مچا دیا۔

۶ر جولائی ۱۹۸۰ء کا تاریخ ساز کنونشن اور معاہدہ اسلام آباد

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ مفتی جعفر حسین اور ان کے رفقاء تحریک کے استحکام اور درپیش مسائل کے متعلق لائحہ عمل تیار کرنے میں مصروف تھے کہ وقت کے ڈکٹیٹر نے اپنی اور اپنے آقاؤں کی پسند کا اسلام نافذ کرنے والے خواب کے تحت ۲۰ ر جون ۱۹۸۰ کو زکواۃ اور عشر آرڈیننس جاری کیا جس میں مکتب تشیع کو یکسر نظر انداز کیا گیا تھا، جنرل ضیاء کے اس اقدام سے ملت جعفریہ کی مایوسیوں میں مزید اضافہ ہوا جس پر تحریک کے ذمہ داران، اکابرین اور قائد ملت کو حکومت کے پے درپے ایسے اقدامات کے بارے میں مجبوراً راہ تلاش کرنا پڑی۔

لہٰذا قائد مرحوم مفتی جعفر حسین نے ۴ر۵ جولائی کو اسلام آباد میں ایک شیعہ کنونشن کا اعلان کر دیا ملک بھر سے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا گیا۔علامہ مفتی جعفر حسین کے اس اعلان نے ضیاء الحق کو از حد پریشان کر دیا جس کے ازالہ کے لئے اس نے ۲ر جولائی کے روز چند روایتی نام نہاد شیعہ رہنماؤں (جن کا تحریک کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہ تھا) سے ملاقات کر کے تمام شیعہ مطالبات تسلیم کر لینے کا اعلان کیا جسے قائد مرحوم نے رد کرتے ہوئے اسے روایتی مکاری قرار دیا کیونکہ در اصل یہ حکومت کی طرف سے قومی کنونشن کو سبوتاژ کرنے کی سازش تھی۔قوم نے اپنے محبوب قائد علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت میں اسلام آباد کی شاہراؤں پر ایک بہت بڑی احتجاجی ریلی نکالی ابھی احتجاج کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ تین بجے سہ پہر کو قائد مرحوم مفتی جعفر حسین کی خدمت میں وفاقی وزیر مذہبی امور محمود ہارون کی مذاکراتی دعوت پہنچائی گئی جس کے بعد آپ علما کے وفد سمیت مذاکرات کے لئے تشریف لے گئے مگر مذاکرات بے سود رہے، علامہ مفتی صاحب نے قوم کے درمیان واپس آتے ہی مختصر خطاب کیا اور قوم کو سیکرٹریٹ کی جانب مارچ کرنے اور مطالبات کی منظوری تک اسے اپنے حصار میں رکھنے کا حکم دے دیا۔

شیعہ قوم نے اپنے محبوب قائد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مکمل طور پر مرکزی سیکرٹریٹ کا محاصرہ کرتے ہوئے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا جو پاکستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا اہم ترین واقعہ تھا البتہ اس تاریخی کارنامے میں ہمارے کچھ جوان پولیس مقابلے میں زخمی ہوئے اور اسی طرح ہمارا قیمتی جوان محمد حسین شاد شہادت کی موت سے ہمکنار ہوا، جسے آج بھی شہید فقہ جعفریہ کے نام سے یاد رکھا ہوا ہے۔

تمام تر رکاوٹوں کے باوجود مفتی صاحب کی قیادت میں مرکزی سیکرٹریٹ کا محاصرہ مضبوط سے مضبوط

تر ہوتا گیا تو اس کے مقابلے میں ۵ اور ۶ ؍جولائی کی شب مظاہرین کے خلاف حکومتی کارندوں نے بھی اپنے مورچے سنبھال لئے اور ان کا دائرہ بھی تنگ تر ہوتا نظر آنے لگا مصدقہ اطلاعات کے مطابق اسلام آباد کے سرکاری ہسپتالوں میں کئی وارڈ خالی کروا دیئے گئے اور ایمبولینسوں کو بھی الرٹ کر دیا گیا تھا جبکہ دوسری جانب طوفانی، موسلا دھار بارش نے لاکھوں افراد کو بے حال کر دیا تھا مگر ان تمام نامساعد حالات کے باوجود کسی فرد کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی اور مرتے دم تک اپنے محبوب قائد کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے اسی عزم و جزم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

وزیر مذہبی امور سے مذاکرات کی ناکامی کے بعد اور شیعہ اجتماع کے جذبہ کے متعلق موصولہ اطلاعات کی روشنی میں ضیاء الحق نے ۶ جولائی کے روز تحریک کے اکابرین اور قائد ملت کو مذکرات کی دعوت دی۔ صدر سے ملاقات کے لئے علامہ سید گلاب علی نقوی، علامہ سید صفدر حسین نجفی، کرنل (ر) فدا حسین اور سید شبیر حسین ایڈووکیٹ پر مشتمل ایک وفد قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی زیر قیادت صدر ہاؤس روانہ ہوا جہاں مذاکرات کے بعد صدر ضیاء الحق کی جانب سے کسی قوم کے ساتھ یہ پہلا تحریری معاہدہ تھا جو شیعہ قومی قیادت کے ساتھ طے پا رہا تھا جسے بعد میں معاہدہ اسلام آباد کے نام سے شہرت ملی۔ (رپورٹ، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے حکومت کے ساتھ مذاکرات ۱۹۸۰ء)

معاہدہ کے بعد اس اعلیٰ اور فاتح وفد نے اپنی قوم کو مبارکباد پیش کی اور قائد ملت مرحوم مفتی جعفر حسین نے مختصر خطاب میں قوم کے حوصلوں اور اعتماد کو سراہتے ہوئے مذاکرات کی صورتحال سے آگاہ فرمایا اور اسی کے ساتھ انہیں پرامن طور پر منتشر ہونے کا حکم بھی دے دیا جس کے بعد لاکھوں افراد شہید محمد حسین شاد کی یاد میں "شہید فقہ جعفریہ خون تیرا رنگ لایا ہے" کے نعرے لگاتے ہوئے سیکرٹریٹ سے واپس چل پڑے۔ (سفیر نور، ص۸۱)

جنرل اختر نے اگلے روز سٹاف میٹنگ کے دوران کہا:

> **"یہ بہت ہی نازک موقع تھا، تمام دنیا کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی تھیں اور لوگ ایک ایک لمحہ گن رہے تھے، پاکستان کا سرکاری نظام منجمد ہو گیا تھا، سرکاری مشینری مفلوج ہو چکی تھی، لیکن آئی ایس آئی نے اپنے فرض سے بڑھ کر کام کیا، صدر پاکستان آئی ایس آئی کی کارکردگی پر بے حد خوش ہیں، انہوں نے ان الفاظ میں ہمیں خراج تحسین پیش کیا ہے: مجھے امریکا کے سفیر نے پیغام دیا کہ آج پاکستان کو بچا لیا گیا ہے۔**

ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ ہماری کوششوں سے نہ صرف پاکستان کی سلامتی کو درپیش خطرہ ٹل گیا بلکہ بہت بڑی خون ریزی کو بھی روک لیا گیا ہے، شکر الحمدللہ، اسے کہتے ہیں غیبی امداد، ورنہ ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا۔" (حساس ادارے، ص ۲۷۸-۲۷۹، ایڈیشن ۱۹۹۸)

ملت تشیع کے اس عظیم اورتاریخی کارنامے سے بہت مثبت نتائج ابھر کر سامنے آئے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ شیعہ قوم نے ایک مضبوط پلیٹ فارم سے اپنے حقوق کے تحفظ کی جنگ لڑ کر اپنی طاقت کا لوہا منوایا جس سے دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں کو بھی شیعہ قوم کی طاقت کا اندازہ ہوا تو دوسری طرف پاکستان کا حکمران طبقہ جو عرصہ دراز سے مکتب اہل بیت علیہم اسلام کے پیروکاروں کو سیاسی اور اجتماعی طور پر ایک مردہ قوم سمجھ کر ہمیشہ نظر انداز کرتا رہا تھا، یہ باور کرنا پڑا کہ شیعیان حیدر کرار ایک مہذب قوم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا ایک قوی اور طاقتور فرقہ ہے، اس سے بڑھ کر خود شیعہ قوم کو بھی اپنے اتحاد و وحدت کے اثرات کے علاوہ اپنے مکتب کی ترجمانی کے لئے ایک مستقل سیاسی و مذہبی پلیٹ فارم کی اہمیت اورضرورت کا اندازہ ہوا۔

پارلیمنٹ ہاؤس کا گھیراؤ اور اپنے مطالبات تسلیم کرانے کیلئے قومی تحریک کے کارکنان کا مظاہرہ تاریخ میں ہمیشہ رقم ہو گیا اور آج جب بھی کوئی گروہ اپنے حقوق کے تحفظ کی بات کرتا ہے تو اسے لامحالہ اس عظیم الشان مزاحمت کو یاد کرنا پڑتا ہے وہ صرف زکوٰۃ آرڈی نینس کے خلاف مظاہرہ نہ تھا بلکہ پاکستان میں موجود تمام حقوق کے تحفظ اور قومی مسائل کے حل کی طرف پہلا قدم تھا۔اس سے یہ تاثر نہیں لینا چاہئے کہ شیعہ زکوٰۃ دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا جس کی روشنی میں زکوٰۃ دینا چاہتے تھے اس انداز کی زکوٰۃ کی مخالفت تو مولانا مفتی محمود سمیت کئی اہل سنت علما نے بھی کی تھی۔

قائد مرحوم اس جدوجہد میں نہ صرف شیعیان حیدر کرار کے حقوق کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے بلکہ شیعہ قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے ملک وملت کے مفاد میں ہونے والے ہر اس مثبت اقدام کا ساتھ دیا اوران امور میں بھی سرگرم رہے جن کی اس وقت ملک وملت کو ضرورت تھی۔

حضرت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم نے اپنی سوا چار سالہ قیادت میں اپنی بیماری اور ضعیف العمری کو بالائے طاق رکھ کر بے پناہ قومی خدمت کی۔علم وحلم کا یہ بیکراں سمندر اپنی موجوں سے قوم کی کشتی کو کنارا عطا کر گیا... وہ کسی مقام پر مصلحت کا شکار ہوئے نہ کسی مرحلہ پر ظلم کی طرفداری کی ... وہ پیرسالی میں بھی

چٹانوں کی طرح آمریت کے سامنے سینہ سپر رہے اور قومی مفادات کو جان سے عزیز تر سمجھا...وہ زندگی کی جوان سانسوں سے روح کی تھرتھراتی منزل تک حکومت کے متعصّبانہ اقدامات سے برسرپیکار رہے۔اسلئے

اس حسن پاکباز کی آتی ہے اب بھی یاد
نور سحر کے ساتھ کبھی چاندنی کے ساتھ

قومی تحریک کی ناؤ کے پہلے ناخدا اور ملت جعفریہ پاکستان کے دوسرے قائد ۲۹/اگست ۱۹۸۳ءکواس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔(مفتی جعفرحسین مرحوم،غضنفر کاظمی،صفحہ ۵۸)

قائدشہید علامہ عارف حسین الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

سید عارف حسین بن سید فضل حسین ۲۵ ؍نومبر ۱۹۴۶ء کو پاکستان کے شمال مغرب میں واقع شہر پاراچنار کے نواحی گاؤں پیواڑ کے ایک مذہبی، علمی اور سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی گاؤں پیواڑ پاک افغان سرحد پر واقع ہے جس میں غُنڈی خیل، علی زئی اور دوپرزئی نامی قبائل آباد ہیں۔ سید عارف حسینی "دوپرزئی" قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حسین الاصغر ابن علی بن الحسین (ع) تک پہنچتا ہے، لہٰذا ان کا خاندان "حسینی" کے عنوان سے مشہور ہے۔ ان کے آباء واجداد جن میں سے متعدد افراد علمائے دین اور مبلغین میں سے تھے اسلامی معارف وتعلیمات کی ترویج کی غرض سے پیواڑ اور قریبی علاقوں میں سرگرم عمل رہے ہیں۔

حالات زندگی

سید عارف حسین الحسینی نے اپنی طفولیت اپنے آبائی گاؤں میں گزارای، ج قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیمات بھی وہیں مکمل کیں، ان کے والد بھی علما میں سے تھے۔ بعدازاں انہوں نے اسکول میں داخلہ لیا، پرائمری اور متوسطہ کے بعد پاراچنار کے ہائی اسکول میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۹۶۴ء میں ہائی اسکول سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد علوم آل محمد سے روشناس ہونے کیلئے مدرسہ جعفریہ پاراچنار میں داخلہ لیا، درسی کتب کے علاوہ آپ مناظرانہ کتب کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے۔ مدرسہ جعفریہ سے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے مناظرانہ شوق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس وقت کے مشہور شیعہ مناظر مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے مدرسہ درس آل محمد فیصل آباد میں داخل ہو گئے، مدرسے کا ماحول سازگار نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ہی عرصہ بعد آپ واپس پاراچنار چلے گئے، آپ کو اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ فارسی، عربی اور اردو پر بھی عبور حاصل تھا۔

نجف اشرف میں

آپ ۱۹۶۷ء میں علمی پیاس بجھانے کے لئے نجف اشرف تشریف لے گئے، اس وقت کے مجتہد اعظم حضرت آیۃ اللہ العظمی سید محسن الحکیم نے آپ کے ساتھ ہر ممکن مدد کی۔ نجف میں آپ نے جن اساتذہ سے فیض حاصل کیا، ان میں شیخ اشرفی اصفہانی، شہید محراب آیت اللہ مدنی، آقای لشکرانی اور آیت اللہ مرتضوی نمایاں ہیں۔ تعلیم کے سلسلے میں دروس کا لکھنا، مباحثہ اور مطالعہ کے آپ سختی سے پابند تھے، عزاداری اور ماتم سے آپ کو گہرا لگاو تھا۔

امام خمینیؒ سے واقفیت

علامہ سید عارف حسین الحسینی نجف میں آیت اللہ مدنی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور ان کے توسط سے امام خمینی کی شخصیت اور کارناموں سے واقف ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے الزام میں عراق کی بعثی حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اور کچھ عرصہ بعد ملک بدر کر دیا۔

وطن واپسی اور ازدواج

وطن واپسی کے بعد تقریباً دس مہینوں تک پاراچنار میں تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ انہوں نے اسی عرصے میں ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔

قم میں حصول علم کا تسلسل

۱۹۷۴ء میں انہوں نے دوبارہ اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے اور نجف جانے کا فیصلہ کیا لیکن حکومت عراق نے انہیں ویزا دینے سے انکار کیا؛ چنانچہ وہ اسی سال قم روانہ ہوئے اور حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ شہید استاد مرتضی مطہری، آیات عظام مکارم شیرازی، وحید خراسانی، میرزا جواد تبریزی، محسن حرم پناہی اور سید کاظم حائری سے فلسفہ، کلام، فقہ، اصول اور تفسیر جیسے علوم میں کسب فیض کیا۔

ایران میں گرفتاری

قم میں رہائش اور حصول علم کے دوران آپ پہلوی حکومت کے خلاف علما اور عوام کے احتجاجی

مظاہروں میں شرکت کرتے تھے لہٰذا انہیں گرفتار کیا گیا۔ انہیں ایک ضمانت نامے پر دستخط کرنے کیلئے کہا گیا:

"آپ مظاہروں ، انقلابی قائدین کی تقاریر میں شرکت نہیں کریں گے اور انقلابی رہنماؤں سے کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے۔"

لیکن آپ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔

وطن واپسی

آپ اپنے محترم و شفیق استاد آقای حرم پناہی کے حکم کی تعمیل اور کرم ایجنسی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر ۱۹۷۷ء میں قم سے پاراچنار تشریف لے آئے اور سلسلہ درس و تدریس، تبلیغ اور امور قومیات میں مصروف ہو گئے۔

اصولی قیادت اور دستوری جانشین

علامہ مفتی جعفر حسین کی وفات ایک قومی سانحہ تھا، اس میں جلدی سے سنبھل جانا آسان نہ تھا اور نہ جلد بازی کا کوئی فیصلہ قوم کے لئے سود مند ہو سکتا تھا۔ نزاکتوں کا احترام کرتے کرتے اکابرین ملت کو کافی دن لگ گئے چنانچہ اسی وقفہ ماتم میں دشمنوں کو اپنی دیرینہ سازشوں کی تکمیل کا موقع مل گیا نیز وہ اپنی قیادت بھی منظر عام پر لائے۔

قائد مرحوم کی وفات کے بعد مسئلہ اصولی اور ان کے دستوری جانشین کا تھا۔ قوم کے اذہان سے قائد کے وجود سے محرومی کا احساس زائل کرنے اور دستوری ذمہ داریاں نبھانے کے لئے سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ نے قومی تحریک کی سپریم کونسل اور مجلس عاملہ کے اراکین کو تعزیتی اور دعوت فکر دینے والا خط لکھا جس میں تحریر تھا:

اس پُرآشوب دور میں آپ اراکین کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی اولین فرصت میں مفتی صاحب کے حقیقی جانشین کا انتخاب کر کے قوم کی موجودہ بے چینی اور مایوسی کو دور کریں تا کہ مفتی صاحب کا مشن جاری اور ملت جعفریہ کے حقوق کا تحفظ قائم رہے۔ (سفیر نور، ص ۸۵)

دستور کے تمام تقاضے پورے کرنے کے لئے آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی اور سید وزارت حسین

نقوی نے آزاد کشمیر، گلگت بلتستان سمیت ملک بھر کا دورہ انتہائی جانفشانی کے ساتھ مکمل کیا اور ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں مرکزی کونسل کو انتخاب عمل میں لے آئے۔ ۱۹؍جنوری ۱۹۸۴ء کو لاہور کے مقامی ہوٹل لارڈ میں سید وزارت حسین نقوی نے پریس کانفرنس کی، انہوں نے بتلایا کہ تحریک کی مرکزی کونسل کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کا ۱۰؍فروری ۱۹۸۴ء کو بھکر میں اہم اجلاس ہوگا اور یہاں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی آیندہ قیادت کا آئین کے تحت انتخاب کیا جائے گا۔

۱۰ فروری کی صبح قصر زینب بھکر میں تحریک کی سپریم کونسل کے ۴۰ ارکان میں سے ۳۶ اور مرکزی کونسل کے ۱۲۵ میں سے ۱۱۵؍ارکان اجلاس میں شرکت کے لئے پہنچ چکے تھے یوں سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کا یہ اہم ترین اجلاس با قاعدہ دستور کے تحت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آقای یعقوب علی توسلی کوئٹہ نے مفتی عنایت علی شاہ صاحب کا نام قیادت کے لئے پیش کیا۔ تحریک کے اس وقت کے جنرل سیکرٹری شائق انبالوی مرحوم نے مفتی عنایت علی شاہ صاحب پر کچھ اعتراضات کئے تو خلیفہ نذیر حسین لاہور نے قیادت کے لئے علامہ سید صفدر حسین نجفی کا نام پیش کیا۔ اس وقت کے حالات میں علامہ سید صفدر حسین نجفی کا اسم گرامی نہایت ہی موزوں تھا کیونکہ ان کی قومی خدمات ملت جعفریہ کے لئے درخشاں باب تھیں مگر آپ اپنی تدریسی اور علمی مصروفیات کی بنا پر اس اہم منصب کو قبول کرنے سے گریزاں تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ پاکستان کے اندر نجف اشرف اور قم المقدسہ کی طرز پر ایک حوزہ علمیہ کا قیام وجود میں لایا جائے اور اس کی بنیادیں فراہم کرنے کے لئے پورے ملک میں ملت تشیع کے دینی مدارس کا ایک منظم سلسلہ قائم کیا جائے اور اسی کے لئے آپ اپنے شب و روز صرف کر رہے تھے لہذا آپ نے قومی قیادت سنبھالنے سے بلا تامل معذرت کی۔ (ایضا، ص ۸۹)

علامہ سید صفدر حسین نجفی کے اظہار معذوری پر اجلاس میں خاموشی چھا گئی اور سکوت کو توڑتے ہوئے سید وزارت حسین نقوی اٹھے اور مخاطب ہوئے:

میری نظر میں علامہ سید صفدر حسین نجفی کے انکار کے بعد موزوں ترین شخصیت پاراچنار کے مجاہد عالم دین علامہ سید عارف حسین الحسینی ہیں۔ آپ کا کردار، آپ کی سیاسی بصیرت، جرات اور علمی حیثیت اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ کو قوم کی قیادت سونپی جائے۔ (ایضاً، ص ۹۰)

آپ نے معذرت کی کہ وہ جس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں وہاں کے مسائل اس قدر سنگین ہیں کہ سنبھالے نہیں جاتے وہ پاکستان کی قیادت کیسے سنبھالیں گے؟ اس طرح دیگر دلائل بھی دیئے مگر شرکاء اجلاس

نے قبول نہ کئے۔علامہ سید صفدر حسین نجفی اور دیگر بزرگ علماء نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اس نازک موقع پر قوم کی قیادت کی ذمہ داری قبول فرمائیں، آپ کو یقین دلایا گیا کہ آپ علم جہاد بلند کریں گے تو تمام علما آپ کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

علما سے تعاون کا وعدہ لے کر آپ قیادت قبول کرنے پر رضا مند ہو گئے اور یوں سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کی مکمل حمایت اور اعتماد کے بعد آپ قومی تحریک کے دستورالعمل کے تحت کثرت رائے سے قائد مرحوم کے جانشین منتخب ہوئے۔(ایضاص۹۱)

قائد شہید نے اپنے ساڑھے چار سالہ دور قیادت میں اس ملک وملت کیلئے بھرپور خدمات انجام دیں اوران کی رہنمائی کا حق ادا کیا۔شہید قائد نے اپنے دور قیادت میں ملک کے کونے کونے میں جا کرلوگوں کی فکری،شعوری، مذہبی، اجتماعی، ملی تربیت و بیداری کیلئے دن رات ایک کیا اور مسلسل عوامی رابطہ کے ذریعے ان میں ایک درد، ایک احساس پیدا کر دیا،علامہ عارف الحسینی کی یہ خوبی کسی طور بھلائی نہیں جاسکتی کہ وہ اپنے ساتھ مختلف دورہ جات میں اہل سنت علماء کو بھی لے کر جاتے اور اتحاد کی فضا کو عوامی سطح پر نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ،جن لوگوں نے انہیں دیکھا ہے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ ان کا یہ عمل دکھاوا یا مجبوری نہیں تھی بلکہ وہ اتحاد بین المسلمین پر پختہ یقین رکھتے تھے اور امت کوایک لڑی میں پرونے کے شدید خواہش مند تھے، جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے پشاور کے مولانا عبدالقدوس تو اکثر ان کے ہمراہ دیکھے جاتے اوراتحاد بین المسلمین کے حوالے سے برپا کانفرنسز میں نمایاں طور پر شریک ہوتے۔

علامہ عارف الحسینی نے ملک میں مارشل لا دور میں قیادت کی ذمہ داری سرانجام دی۔ یہ بڑا سخت دور تھا جب جنرل ضیاء الحق نوے دن کے وعدے پر برسر اقتدار آیا تھا اور ملک میں مختلف انداز میں تفریق و انتشار عروج پکڑ رہا تھا،کہیں صوبائیت کی بو پھیل رہی تھی تو کہیں لسانیت کا بیج بویا جا رہا تھا،کہیں علاقائیت کا دور دورہ تھا تو کہیں فرقہ واریت کو دوام بخشا جا رہا تھا، افغان روس جنگ کی وجہ سے ملک میں کلاشنکوف کلچر در آیا تھا اوراسی کے باعث منشیات فروشی خصوصی طور پر ہیروئن نے تباہی مچا رکھی تھی،سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں لگی تھیں اور سیاسی ورکرز کو شاہی قلعہ لاہور میں اذیتیں دی جاتی تھیں ایسے ماحول میں ایم آرڈی MRD کے نام سے بحالی جمہوریت کی تحریک چل رہی تھی علامہ عارف حسین الحسینی نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا اور اس کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں ، اپنے تعاون کا بھرپور یقین دلایا جو سیاسی جماعتوں کیلئے بہت حوصلہ افزائی کا باعث تھا۔

علامہ عارف الحسینی نے اپنے ہر خطاب میں مارشل لاحکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور امریکہ نواز پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے دور قیادت میں انہوں نے مختلف قومی و بین الاقوامی مسائل پر اپنا موقف بڑی صراحت کے ساتھ پیش کیا۔انہوں نے پہلی بار ملت اسلامیہ کو دوسری اقوام وملل کے مقابل لانے کی جدوجہد کی اور ٦ جولائی ١٩٨٧ء کے دن مینار پاکستان کے وسیع گراؤنڈ میں عظیم الشان قرآن وسنت کانفرنس منعقد کر کے اپنی سیاسی طاقت وقوت کا بھرپور اظہار کیا اور قومی جماعت کے سیاسی منشور کا اعلان کیا۔

شہادت

علامہ سید عارف حسین الحسینی ۵/اگست ١٩٨٨ء کو اپنے مدرسے ”جامعہ معارف الاسلامیہ“ میں وقت کے ابن ملجم کی گولیوں کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ العالی

قائدملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجدعلی نقوی مدظلہ العالی نے ۱۹۴۰ءکوایک ایسے پاک وپاکیزہ علمی گھرانہ میں آنکھ کھولی جو تدین، پاکدامنی اورنیک سیرتی میں شہرت رکھتا ہے، آپ کا آبائی تعلق موضع ملھووالی، پنڈی گھیپ ضلع اٹک کے نقوی سادات سے ہے۔آپ کے والدگرامی کا نام سیدمحمدعلی نقوی تھا جوایک متدین اور جہاندیدہ ہر دلعزیز شخصیت تھے اوراگست ۱۹۸۶ء میں اس دنیائے فانی سے دنیائے ابدکی طرف رحلت فرماگئے، خداوندعالم انہیں اپنی جواررحمت میں مدارج عالیہ سے سرفرازفرمائے جنہوں نے اپنے نیک کردار سے علامہ صاحب جیسا فرزندقوم کوعطا کیا۔آپ کے جدمحترم کا نام سیدصفت علی شاہ المعروف صفت شاہ تھا آپ کے جدگرامی کا سلسلہ نسب ۲۵ پشتوں سے امام علی نقی علیہ السلام سے جاملتا ہے ۔آپ کے عزیز چچا استاذ العلماء علامہ سیدگلاب علی نقوی پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اوراب بھی ملک کے طول وعرض میں ان کے سینکڑوں شاگردان دین حقہ کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول ہیں۔

قائدملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجدعلی نقوی نے اپنی دنیوی تعلیم مکمل کرنے کے بعددینی تعلیم کے حصول کے لئے مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ شیعہ میانی ملتان میں تشریف لے گئے اوراپنے چچاگرامی استادالعلماء حضرت علامہ سید گلاب علی نقوی اورمحترم جناب مولانا محمدحسین (پرنسپل مدرسہ جامعۃ المعصومین سدھو پورہ،فیصل آباد) جیسی شخصیات سے کسب فیض کیا۔ ۱۹۵۸ء میں عربی فاضل کاامتحان دیااور ۱۹۵۸ءتا ۱۹۷۰ءتک اسی مدرسہ میں علوم اہلبیت کی تدریس میں مشغول رہے؛ مدرسہ میں علم کلام، اصول وفقہ جیسے اہم علوم سے تشنگان علوم محمدآل محمدؐ کوفیض یاب کرتے رہے اوراسی کے ساتھ ساتھ وائس پرنسپل کی حیثیت سے بھی اسی دینی درسگاہ کی خدمت انجام دیتے رہے؛ اس کے علاوہ مسجدامام علی رضاؑ شیعہ میانی ملتان میں عوامی واجتماعی ضرورت کے پیش نظرامامت جماعت کے علاوہ تفسیر،احکام اورعقائد کے دروس کا سلسلہ بھی جاری رکھا، اس طرح سے معاشرے اورمدارس دینیہ کی ضروریات کے پیش نظرمزیدعلمی

پیاس کا احساس ہوا جس کے نتیجہ میں مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۷۰ء میں حوزہ علمیہ نجف اشرف عراق تشریف لے گئے اور وہاں درج ذیل نامور اور مایہ ناز اساتذہ سے کسب فیض کیا۔

۱۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ابوالقاسم خوئی اعلیٰ اللہ مقامہ

۲۔ مجاہد کبیر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ روح اللہ الموسوی الخمینی اعلیٰ اللہ مقامہ

۳۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شہید محمد باقر صدر اعلیٰ اللہ مقامہ

۴۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی اعلیٰ اللہ مقامہ

۵۔ حضرت آیۃ اللہ محمد علی مدرس افغانی اعلیٰ اللہ مقامہ (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان، ص ۱۱۲۔ ۱۱۳)

مکتب تشیع کی تاریخ شاہد ہے کہ اس مکتب کی قیادت اور رہبریت ہمیشہ ظلم اور ظالم کے خلاف برسر پیکار رہی ہے، اس سلسلہ میں ائمہ معصومین کی رہبریت اور قیادت کے بعد اس مشن کے علمبردار و سپہ سالار ہمارے علماء اور فقہاء جامع الشرائط رہے ہیں۔ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب علم و عمل کے مرکز نجف اشرف میں جہاں معارف اسلامی کے علوم قرآن، تفسیر، اصول، فقہ، فلسفہ وکلام کی پیاس بجھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے، وہاں مکتب تشیع کی قیادت اور رہبریت کے علمبردار مراجع کرام سے سیاست علوی سے سرشار "اسلامی عادلانہ نظام" کے نفاذ کے اسلوب سمجھنے کا عزم وارادہ بھی رکھتے تھے اس سلسلہ میں اپنے استاد گراں قدر مجدد سیاست علوی مفکر اسلام حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شہید سید محمد باقر الصدرؒ جیسی مایہ ناز شخصیت کے سامنے زانوئے ادب تلمذ کئے، شہید باقر الصدر اپنے زمانے میں مکتب اہلبیت کے علوم کے ماہرین میں سے تھے اور سیرتِ علویؑ سے سرشار اجتماعی اور سیاسی پہلو میں بھی انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔

شہید باقر الصدرؒ نے ایک طرف سے اجتماعی میدان میں روشن فکری کے ساتھ اسلامی افکار کی ترویج اور اس کے خلاف ہونے والے تمام اعتراضات کا مقابلہ کیا؛ خاص کر اسلامی فلسفہ کے خلاف آئے دن نئے شبہات کا منہ توڑ کر جواب دینے اور اسلامی فلسفہ کو بہتر انداز میں اجاگر کرنے کے لئے جدید طرز سے فلسفہ اسلامی کو روشناس کروایا تو دوسری طرف سے اسلام دشمن مکاتب کی طرف سے پیش کردہ "اقتصادی نظام" خصوصاً کمیونیسٹ اقتصادی نظام کے مقابلے میں اسلام کے "عادلانہ اقتصادی نظام" کو نئے انداز میں پیش کر کے ثابت کیا کہ دنیوی مکاتب فکر کا پیش کردہ اقتصادی نظام ناقص ہے اور اگر کسی اقتصادی نظام کو کمال حاصل ہے تو فقط اور فقط اسلامی اقتصاد ہی ہے۔

اسی طرح سے شہید باقر الصدرؒ نے اپنے ملک کے وقت کے ڈکٹیٹراورآمرحکمران کی اسلام دشمن چالوں کو بھانپتے ہوئے حزب الدعوۃ الاسلامیہ جیسی سیاسی مذہبی پارٹی کی بنیادرکھی اور آمر کے مقابلے میں محاذ کھولا ، یہاں تک اپنے ان سیاسی و مذہبی اہداف کے حصول کی جدوجہد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

پاکستانی معاشرہ کی اجتماعی موقعیت بھی اس قسم کے حالات کی متقاضی تھی اور قائدملت جعفریہ حضرت علامہ سیدساجدعلی نقوی بھی انہی گوہرنایاب کی تلاش میں نجف اشرف روانہ ہوئے تھے، لہٰذا شہید کی اس نورانی اوراسلامی فکرکو قریب سے سمجھنے کے لئے اپنی تمام تر توجہات کامرکزانہی کی ذات با برکت کوٹھہرایااورنجف اشرف میں اپنی فقہی، اصولی،تفسیری اورکلامی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ اجتماعی ضروریات کو پورا کرنے کے لئےشہید باقر الصدرؒکی شاگردی اختیارکی۔

سفیرامن اپنے استاداورممتاز ماہراقتصادشہید باقر الصدرؒ کے بارے میں کہتے ہیں:

"شہید بزرگوار کے علوم وفنون نظریات وتصورات کی بدولت نہ صرف عالم اسلام بلکہ دنیائے عالم بھرپور انداز میں استفادہ کرتے ہوئے ترقی وکامرانی کے سفر پر گامزن ہیں، شہید نے جوعلمی وقلمی آثارچھوڑے ہیں وہ ہم سب کے لئےمشعل راہ ہیں،شہید باقر الصدرؒ ہمیشہ سامراجی قوتوں کی آنکھوں کا کانٹا بنے رہے، اسی کی بدولت استعماری سازشوں کے نتیجے میں انہیں شہید کردیا گیااور دنیائے عالم ہمیشہ کے لئے ایسی شخصیت سے محروم ہوگئے جواسلامی دنیا کااثاثہ تھی۔"

جب بعث پارٹی نے تمام غیرملکی شیعہ علما کوعراق چھوڑنے پرمجبورکیاتو۱۹۷۵ء میں سفیرامن ایران کے شہرقم المقدسہ تشریف لے آئے اور ماہراساتذہ و جیدفقہاء عظام من جملہ فقیہ اہل بیتؑ حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیدمحمدرضا گلپائیگانی اعلیٰ اللہ مقامہ کی خدمت میں درس خارج کی تعلیم حاصل کی اوراپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس کاسلسلہ بھی جاری رکھا۔۱۹۷۸ءکوراولپنڈی واپس پلٹ آئے اور مدرسہ آیت اللہ الحکیم میں ایک مایہ نازاستادکی حیثیت سے اس علمی مرکز کی سرپرستی کرتے ہوئے شاگردان علوم اہل بیتؑ کی تربیت میں مصروف عمل رہے۔اسی طرح سے کالجزویونیورسٹیز کےشاگردوں کی مذہبی تربیت کےعنوان سے اس جوان طبقہ کے لئے بھی معارف اسلامی کے دروس میں سے احکام ،عقائداورتفسیر کے علاوہ اسلامی اقتصادا ور حکومت اسلامی جیسے اہم موضوعات پرجوانوں کے لئے درس دینے لگے۔جس کے نتیجہ میں جوانوں میں

مذہبی بیداری کے ساتھ ساتھ اجتماعی ومعاشرتی تحرک کا بھی احساس ہوا اور قائد ملت جعفریہ کے تربیت یافتہ جوان بھی شیعہ اسٹوڈنٹس تنظیم "امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان" میں جوق در جوق شامل ہونے لگے۔

علامہ سید ساجد علی نقوی علمی، سیاسی بصیرت کے حوالہ سے ایک دانشور اور اہل علم کے طور پر پاکستانی عوام اور خواص میں انفرادی مقام کے حامل شخص ہیں اور آپ شروع سے ہی ایک متحرک شخصیت اور سیاسی و اجتماعی سوچ کے مالک رہے ہیں، اس سلسلے میں ایک بزرگ عالم دین کا کہنا ہے کہ آپ مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ ملتان میں اپنی درسی مصروفیت کے علاوہ اپنی دوراندیشی کی وجہ سے ۱۶ سال کی عمر میں بھی عموماً ہندوستان کے آئین و دستور کا مطالعہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اجتماعی معاشرہ میں مکتب تشیع کے اجتماعی پلیٹ فارم تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی تاسیس سے لے کر آج تک ایک سنجیدہ ،معتبر،روشن فکر عالم دین اور بابصیرت وبالغ نظر سیاستدان کے طور پر ملی ، دینی وسیاسی افق پر اہم اور ذمہ دار فرد کے طور پر موجود رہے ہیں۔

قائد ملت جعفریہ حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی پاکستان میں اعتدال پسندی،روشن فکری اور وحدت ملت کے حوالہ سے شہرت رکھتے ہیں؛ اسی اعلیٰ سوچ کی بنا پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے علما میں ہمفکری اور یکجہتی کو فروغ دینے کے لئے اس راہ میں قدم اٹھایا تا کہ عقل و منطق کے اصولوں پر استوار مکتب اہلبیتؑ کی میراث ثقافت،حریت و بیداری کو عام کیا جائے تا کہ سامراجی خون خواروں کی نام نہاد تہذیب سے تھکی ماندی آدمیت کو اسلامی زاویوں سے امن ونجات کی دعوت دی جا سکے؛ اس سلسلہ میں انجمن علمائے امامیہ کی بنیاد ڈالی۔

جناب حسین عارف لکھتے ہیں:

> **"علامہ سید ساجد علی نقوی نے ۱۹۷۸ء میں علما کی ایک تنظیم "ہیئت علمائے امامیہ" قائم کی اس ہیئت علماء ہی نے جولائی ۱۹۸۰ء میں شیعہ کنونشن اسلام آباد میں منعقد کیا، اسی کنونشن کی وجہ سے شیعوں میں سیاسی زندگی کا احساس ہوا۔" (تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان،ص ۱۱۸، تاریخ اشاعت ۱۹۸۴)**

راولپنڈی میں شہید باقر الصدرؒ کی شہادت کی مناسبت سے منعقد ہونے والا احتجاجی اجتماع اسی ہیئت کے اراکین کی تگ ودو سے کامیاب ہوا اور اسی اجتماع کے ضمن میں علمائے جعفریہ پاکستان کی اہم نشست میں طے پایا کہ قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت اور سربراہی میں حکومت

کے سامنے اپنے مکتب کے مطالبات پیش کئے جائیں جس کے نتیجہ میں ۱۹۸۰ء میں اسلام آباد کے اندر ہونے والے عظیم الشان مظاہرے کا اہتمام کیا گیا، اس مظاہرے کی کامیابی میں بھی اسی ہیئت کے اراکین خصوصاً حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی اور حضرت علامہ شیخ محسن علی نجفی کا اہم کردار تھا۔

جب قائد ملت جعفریہ ۱۹۷۸ء کو پاکستان میں تشریف لائے تو یہ ملک سیاسی میدان میں نیا رخ اختیار کر رہا تھا، وقت کا آمر قومی منتخب وزیر اعظم کو تختہ دار پر لٹکا کر جمہوریت کا تختہ الٹ کر برسر اقتدار آچکا تھا۔ لہٰذا ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک مارشل لا حکومت کے خلاف چلائی جانے والی پُرامن ایم۔آر۔ڈی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا ۔ دوسری جانب جب اس فوجی آمر نے عوام کے اسلامی احساسات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا اعلان کرتے ہوئے ایک خاص فقہ کے نفاذ کا اعلان کیا۔حکمران کے اس اعلان پر اکابرین ملت جعفریہ خصوصاً علمائے کرام میں تشویش پیدا ہوئی کہ اس اعلان سے مکتب تشیع کے تحفظات کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے جس پر اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے علمائے کرام پیش قدم ہوئے اور قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین کی سربراہی میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی بنیاد ڈالی گئی تو اس سلسلے میں حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی نے اپنے مربی، معلم اور چچا حضرت علامہ سید گلاب علی نقوی کی معیت میں اس قومی و اجتماعی پلیٹ فارم تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی تاسیس میں اہم کردار ادا کیا۔

آپ کی سیاسی و مذہبی سوچ کے پیش نظر قائد مرحوم نے آپ کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے اعلیٰ اختیاراتی ادارہ سپریم کونسل کا رکن منتخب کرتے ہوئے اہم ذمہ داریاں عائدکیں جیسا کہ ایم آر ڈی، اے پی سی اور دیگر سیاسی اتحادوں میں تحریک کی نمائندگی جیسے اہم امور آپ کے سپرد تھے۔

اس طرح سے مفتی جعفر حسینؒ کی قیادت میں چلنے والی اس تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی پیشرفت اور سربلندی کے لئے شب و روز مصروف عمل رہے اور قائد مرحوم کو کبھی بھی تنہائی کا احساس نہ ہونے دیا۔آپ اپنی اجتماعی خدمات اور احساس ذمہ داری کے پیش نظر قائد مرحوم کی وفات حسرت آیات کے بعد اس تحریک کے جمود کو برداشت نہ کر سکے اور ہیئت علمائے امامیہ راولپنڈی کی طرف سے دوبارہ اس تحریک کی سربلندی اور قیادت کے خلا کو پُر کرنے کے لئے اپنے حصے کی شمع جلائے رکھی ۔ بالآخر چھ ماہ کا دورانیہ گزرنے کے بعد مکتب تشیع پاکستان کی ترجمان اس اجتماعی تحریک کے لئے نئے قائد کا انتخاب کیا گیا اور عالم باعمل اور اجتماعی سوچ کے مالک حضرت علامہ سید عارف حسین الحسینی کو بطور قائد متعارف کروایا گیا۔

حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی قائد شہید کے دور قیادت میں بھی اس عظیم تحریک میں اہم کردار ادا کرتے رہے اور آپ کی انہی اجتماعی اور سیاسی خدمات کے پیشِ نظر قائد شہید نے بھی آپ کو اپنا قریبی مشاور اور سینئر نائب صدر کے طور پر انتخاب کیا، اس طرح سے علامہ سید ساجد علی نقوی قائد شہید کے قریبی اور بااعتماد ساتھیوں میں سے تھے، آپ پاکستان کے اندر ہونے والے تمام تر دورہ جات میں عموماً قائد شہید کے شانہ بشانہ ساتھی رہے۔

ترتیب زمانی کے لحاظ سے سفیر امن چوتھے قائد ہیں، آپ دانشوری، تفکر اور بصیرت میں لاثانی شخصیت کے مالک ہیں۔ خوش اخلاق، خوش اقدار، خوش کردار، خوش گفتار، ملنسار، مہمان نواز، وضعدار، ذہانت کا منبع اور شگفتہ مزاج ہیں، آپ کی پوری زندگی سادگی، خلوص، اصولوں پر قائم، شجاعت اور ایثار و قربانی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، آپ ایک معتدل، جامع، فہیم اور فکر و سوچ کی دنیا کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ عملی سیاسی میدان کے بھی شہیر اور سیاست فہم و فراست کی روشن مثال نیز محافظ تشیع، اسلامی اصولوں اور اقدار کے نگہبان ہیں۔

جو شخصیت کسی قوم، ملک یا ملت کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچا دے، امت کی انفرادی سے لے کر اجتماعی سوچ اور فکر کی تجدید نو کرے تو اسے مسیحا کہا جاتا ہے، وطن کے پاسبان علامہ سید ساجد علی نقوی نے اتحاد امت اور امن عالم کی نقابت کا عملی طور پر حق ادا کیا ہے۔ آپ کی مثبت پالیسیوں نے قومی تحریک کو زندہ جاوید بنا دیا، مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے شب و روز سرگرداں رہ کر ہر مایوسی میں امیدوں کی کرن اور ایک مضبوط و بےخوف آواز بن کر سامنے آئے ہیں۔ زمانے کے حوادث کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے قومی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے رواں دواں اس مخلص میر کارواں میں آج تک کوئی لرزش نہیں آئی ہے۔

خردمند اور منصف مزاج محققین پر لازم ہے کہ وہ زمینی حقائق، موانع، مشکلات اور چیلنجز کو سامنے رکھ کر ہر قسم کے پرجوش جذبات کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہوئے سفیر امن کی شخصیت کو پہچانیں اور اس عظیم رہنما کے عظیم افکار و نظریات اور خدمات نیز شکوک و شبہات کی تند و تیز آندھیوں کے مقابلے میں ان کی استقامت کو کما حقہ نسل حاضر اور آئندہ نسلوں تک منتقل کریں۔

سفیر امن کے شاگردان

۱۔علامہ سید محمد تقی نقوی
۲۔علامہ سید افتخار حسین نقوی
۳۔علامہ سید مشتاق حسین ہمدانی
۴۔مولانا غلام رسول عرفانی
۵۔ڈاکٹر غلام جابر محمدی
۶۔مولانا زوار حسین علوی
۷۔مولانا سید مستعان حیدر
۸۔مولانا سید مظہر حسین کاظمی
۹۔مولانا نور ہاشم
۱۰۔مولانا امیر حسین نقوی
۱۱۔مولانا امیر حسین حسنی
۱۲۔مولانا مقبول حسین علوی
۱۳۔مولانا محمد تحسین
۱۴۔مولانا فرحت عباس جوادی
۱۵۔مولانا محمد اکرم
۱۶۔مولانا سید ضیغم عباس نقوی
۱۷۔مولانا توقیر عباس
۱۸۔مولانا ریاض حسین جلوی و۔۔۔

شہید ڈاکٹر سید محمد علی نقوی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد علی نقوی کی پیدائش ۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء کو علی رضا آباد میں ہوئی، آپ کے والد گرامی کا نام سید امیر حسین نقوی تھا۔ ان کا نام محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ نے محمد علی رکھا۔ جب ڈاکٹر شہید کی ولادت ہوئی تو ان کے والد گرامی نجف اشرف میں تھے۔ وطن پہنچے تو واپسی پر خاندان کے افراد کو ہمراہ لے گئے چھ سال تک ڈاکٹر شہید والد کے ہمراہ نجف اشرف رہے بعد میں نیروبی انہی کے ساتھ رہے اور یوگنڈا کے دارالخلافہ کمپالہ پہنچے اور وہیں اولڈ کمپالہ میں سینئر کیمبرج کیا۔ ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ پاکستان خاندان کے ہمراہ لوٹے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی پری میڈیکل میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۳ء میں آپ نے ایم بی بی ایس کی پہلی کلاس میں داخلہ لیا اس دوران اپنی ذہانت و فطانت کی بنیاد سے والد گرامی سے انعام کے طور پر زیارات کا مقدس سفر کیا۔ ملک وقوم کی نوجوان نسل کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے وہ ان دنوں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں تھے کہ تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کو مودت کی لڑی میں پرونے کا خیال جنون کی حد اختیار کر گیا۔ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے پلیٹ فارم سے پہلا پروگرام "یوم حسینؑ" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی کے سیمینار ہال میں منعقد کیا گیا جس سے اس وقت کے صوبائی وزیر خزانہ حنیف رامے، علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم، مولانا سید مرتضیٰ حسین صدرالافاضل نے خطاب کیا اور یوں آئی ایس او ملک میں متعارف ہوئی۔

لاہور اور دیگر شہروں میں تنظیم کے تعارف کے لئے کیلنڈر شائع کرایا گیا جس میں سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کے روضہ مبارک کی تصویر تھی اور نیچے تنظیم کا نصب العین اور نام تحریر تھا اس کیلنڈر کی اشاعت کے پیچھے ڈاکٹر محمد علی نقوی کا جذبہ کارفرما تھا۔ یہ کیلنڈر ملک بھر میں آئی ایس او کا تعارف بنا اور باد نسیم کے خوشگوار جھونکے کی طرح پھیل گیا۔ ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۳ء کے آئی ایس او کے ریکارڈ میں بھی ڈاکٹر صاحب کے دروس کے حوالے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اندر تنظیمی جذبہ خون کی طرح گردش کرتا تھا۔ آپ نے کمیونزم اور

سوشلزم کے علمبردار" لینن اور ماؤزے تنگ" کے مقابلے میں محسن اسلام حضرت امام حسینؑ کی ذات مقدس کو پیش کیا اور اپنے دلائل سے اپنے مخاطب کو اس صداقت کا قائل کیا۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۵ء تک آئی ایس او کا دائرہ تنظیم لاہور کے تعلیمی ادارہ تک محدود تھا جسے ملک کے مختلف شہروں میں پھیلایا گیا۔

آپ نے لائل پور (حال فیصل آباد) کا پہلا تنظیمی دورہ کیا اور وہاں کی شخصیات سے ملاقات کی طلبا کو اکٹھا کیا آئی ایس او کے اہداف سے متعارف کرایا۔ ۱۹۷۴۔۷۵ میں تنظیم کے انتخابات بڑے زرعی یونیورسٹی سے سید ناصر حسین نقوی صدر منتخب ہوئے جبکہ ڈاکٹر محمد علی نقوی کو جنرل سیکرٹری لیا گیا۔ اس سے پہلے نشر و اشاعت سیکرٹری، آفس سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری کے عہدوں پر وہی دن رات کام کرتے رہے۔ اکثر احباب کا کہنا ہے کہ وہ آفس سیکرٹری کے عہدے کو اچھا سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ جس تنظیم کا مرکزی آفس مستحکم اور یونٹس سے مربوط ہوگا وہی تنظیم اسی قدر ترقی کرے گی۔ جب وہ جنرل سیکرٹری تھے تو تمام عہدیداروں سے زیادہ متحرک اور فعال تھے۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء میں آپ ایم بی بی ایس کا امتحان دے کر فارغ ہوئے تو ۸ رنومبر کو آپ کی شادی انجام پائی اس روز بھی بارات کی روانگی سے قبل تنظیمی امور کے لئے پریس میں کام کروا رہے تھے۔ اپنی رفیقہ حیات سے پہلی ملاقات میں واضح کر دیا کہ "یہ میری دوسری شادی ہے" بیگم خاصی پریشان ہوئیں تو آپ نے وضاحت کر دی کہ "پہلی تنظیم سے ہو چکی ہے" لہٰذا اگر وقت نہ دے سکوں تو شکایت نہ کرنا۔ آپ کی تنظیمی زندگی میں اہلیہ نے بھرپور ساتھ دیا اور اپنی الگ تنظیمی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور قوم کی خواتین کو پیغام سیدہ زہراؑ پہنچایا اور انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ملک میں آئی ایس او (شعبہ طالبات) کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا مرکزی دفتر بھی ڈاکٹر صاحب کا گھر بنا۔

لہٰذا یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ آئی ایس او پاکستان (طلبا و طالبات) آپ کے گھر پروان چڑھی۔ ڈاکٹر محمد علی نقوی کی پیشہ وارانہ زندگی کا آغاز جنوری ۱۹۷۸ء میں میو ہسپتال لاہور سے ہوا۔ آپ نے ذہنی امراض کے ماہر پروفیسر اے کے ترین کے ہمراہ چھ ماہ تک بطور ہاؤس سرجن اور فزیشن کام کیا اور ایک سال تک علامہ اقبال میڈیکل کالج پروفیسر افتخار احمد کی زیر پرستی میڈیکل کے میدان میں مہارت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۷۹ء میں آپ نے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ با قاعدہ گورنمنٹ سروس حاصل کی اور پہلی بار "سروسز ہسپتال لاہور" کے میڈیکل یونٹ میں بطور رجسٹرار تعینات ہوئے۔ آپ نے اسی دوران M.C.P.S بھی کیا دو سال تک شعبہ بے ہوشی میں کام کرتے رہے۔ آپ نے یہاں سرجری میں

خاص مہارت حاصل کر لی اور ایک معروف ڈاکٹر کے حوالے سے پہچانے جانے لگے۔ یہاں چھ سال تک ملازمت کی اکثر رات کی ڈیوٹی لیتے اور دن بھر تنظیمی کام کرتے رہتے۔

اسی دوران تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان بھی تشکیل پا چکی تھی۔ جو آپ کی انقلابی ذات کا محور تھی اس لئے آپ حساس اداروں کی نظر میں تھے۔ انہوں نے پنجاب کے وزیر صحت اور سیکرٹری کو آپ کے بارے میں اطلاعات فراہم کیں اور آپ کے تبادلہ کی سفارش کی اور یہ زور دیا کہ اس شخص کو لاہور سے باہر تعینات کیا جائے اور وہاں حاضری کو ضروری بنایا جائے۔

چنانچہ آپ کو لاہور سے ڈسٹرکٹ ہسپتال قصور تبدیل کر دیا گیا کچھ عرصہ بعد وہاں سے نارنگ منڈی (شیخوپورہ) ٹرانسفر کر دیا گیا پھر ضلع جہلم بھیجا گیا اور آپ کا ایجنسیاں مکمل تعاقب کرتی رہیں آپ کے خطوط کی فوٹو کاپیاں اور چند قائدین کے ساتھ تصاویر پنجاب سیکرٹریٹ کو ارسال کی گئیں جو آج بھی آپ کی پرسنل فائل میں موجود ہیں۔ ۱۹۸۶ء کی بات ہے جب تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد علامہ سید عارف حسین الحسینی نے ۱۴ رمئی کو "یوم مردہ باد امریکہ" منانے کا اعلان کیا ڈاکٹر نقوی نے "الفلاح بلڈنگ" شاہراہ قائداعظم پر چڑھ کر Down with U.S.A (مردہ باد امریکا) کا طویل وعریض بینر لٹکایا۔ اس احتجاج کے دوران ملکی وغیر ملکی صحافیوں نے بینر سمیت آپ کی تصاویر بنائیں جو ملکی اخبارات میں بھی شائع ہوئیں اور اس پر حکومت پنجاب نے آپ کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔

۱۹۹۰ء میں آپ نے "زینبیہ کمپلیکس" کے سامنے اپنا پرائیویٹ کلینک کھولا اور پریکٹس شروع کر دی، پورے علاقے کے غریب وغرباء کا مفت علاج ہوتا جب وہ دعائیہ جملے بولتے اور چلے جاتے تو آپ فرماتے "دعا، فیس میں آ گئی ہے۔" ۱۹۹۲ء میں آپ ملک کے معروف ہسپتال شیخ زید ہسپتال اور فیڈرل پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ لاہور میں رجسٹرار کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تا حیات یہاں فرائض انجام دیتے رہے۔ علامہ سید صفدر حسین نجفی مدرسہ سے باہر نکلے اور ساتھیوں کی کمی محسوس کی تو ڈاکٹر نقوی ہی ان کے کام آئے جن کا نام انہوں نے خود رکھا تھا۔ علامہ سید صفدر حسین نجفی نے امام خمینیؒ کی توضیح المسائل کا اردو ترجمہ کیا تو ڈاکٹر نقوی نے اسے ملک کے گوشہ و کنار میں تقسیم کیا حضرت امام خمینیؒ کا تعارف اور ان کی تحریک کے مقاصد تحریر کروا کے ہفت روزہ رضا کار میں شائع کر کے اسے ملک میں پھیلا دیا۔ ۱۹۷۶ء میں عراقی علما پر امام خمینیؒ کی حمایت میں حکومتی تشدد ہوا تو ڈاکٹر نقوی نے ایک پوسٹر شائع کروایا جس کا عنوان تھا:

"وہاں خون کی ہولی کھیلی گئی اور ہم کہ یہاں خاموش رہیں۔"

۱۹۷۸ء میں شاہ ایران کو پاکستانی حکومت نے دورہ کی دعوت دی تو ڈاکٹر نقوی اور ثاقب نقوی نے پوسٹر شائع کروایا جس پر درج تھا:

"ہم قاتل شاہ کا استقبال نہیں کرتے۔"

نیچے اسلامیان پاکستان لکھا گیا۔ جب یہ پوسٹر لاہور کے در و دیوار پر لگایا گیا تو حکومتی ایوانوں اور ایران کے قونصل خانوں میں کھلبلی مچ گئی اور شاہ ایران پاکستان نہ آسکا۔ انقلاب اسلامی آنے سے قبل جب امام خمینیؒ پیرس میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے لاہور سے علامہ سید صفدر حسین نجفی اور سیٹھ نوازش علی، امام خمینیؒ سے ملنے کے لئے پیرس گئے تو ڈاکٹر نقوی نے دوستوں کے مشورے سے امام کو تائیدی خط لکھا۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو جب ایران کی سرزمین پر انقلاب اسلامی کا سورج طلوع ہوا تو جامعۃ المنتظر لاہور میں آئی ایس او کا سالانہ مرکزی کنونشن ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعے امام خمینیؒ اور انقلاب کو خوش آمدید کہا گیا اور ان کے ساتھ ایفائے عہد کا اعلان کیا گیا۔ اس وقت ڈاکٹر نقوی ابوالقاسم خوئی کے مقلد تھے۔ آپ نے امام خمینیؒ کی تقلید کا اعلان فرمایا اور اس طرح دوسرے احباب بھی رفتہ رفتہ امام خمینیؒ کے مقلد بن گئے۔ ۲۰ر ستمبر ۱۹۷۹ء کی رات جب امریکا کے اشارے پر عراق نے ایران پر جارحیت کی بی بی سی نے حملہ کی خبر نشر کر دی ڈاکٹر نقوی نے دوستوں کو اکٹھا کیا اور لاکھوں روپے کی ادویات خریدیں اور خود ایران پہنچانے گئے۔ ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر نقوی آئی ایس او کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے ایران مشاہداتی دورہ پر تشریف لے گئے اور وہاں کے شریعت کدہ سے دلوں کو تازگی بخشی۔ ڈاکٹر نقوی نظریاتی طور پر اس قدر پختہ تھے کہ وہ نظریات کے مقابلہ میں رشتوں اور تعلقات کو نظر انداز کر جاتے تھے پاکستان میں علامہ سید عارف حسین الحسینی شہیدؒ سے آپ کا لگاؤ ان کی ملکوتی صفات کے علاوہ امام خمینیؒ کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی تھا۔ ڈاکٹر نقوی ان کے بارے کہتے رہتے کہ

"اس شخص کی بات تین حوالوں سے ہم پر حجت ہے ایک یہ کہ یہ ہمارے قائد ہیں دوم یہ کہ ان کی ہر بات کے پیچھے کوئی طاقت گویا ہوتی ہے سوم یہ کہ یہ امام خمینیؒ کے نمائندہ ہیں اور ان کی کسی بات کے آگے چون و چرا گناہ ہے۔"

۱۹۸۶ء میں جب اسلامی جمہوری ایران کے صدر کی حیثیت سے آقای سید علی خامنہ ای (مقام معظم

رہبری) نے پاکستان کا دورہ کیا تو لاہور کے تمام انتظامات ڈاکٹر نقوی کے سپرد تھے۔ باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر نقوی نے انقلاب اسلامی ایران کے تحفظ کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کی۔ تحریک جعفریہ ہو، آئی ایس او ہو، آئی او ہو یا کوئی ان سے متعلقہ ادارہ ڈاکٹر نقوی ہر مرحلے پر ان کے لئے سرگرم عمل نظر آئے اور کوئی کنونشن، کوئی کانفرنس، کوئی سیمینار ان کے بغیر مکمل نہ ہوتا۔ لاہور کے دیو سماج روڈ پر ایک عمارت خریدی گئی اور امامیہ سنٹر نام رکھا گیا اس کے اندر تمام دفاتر کی نگرانی ڈاکٹر نقوی فرماتے اور اپنی ملازمت کے باوجود وقت نکال کر وہاں تشریف لاتے اور متعلقہ افراد سے مربوط رہتے۔ ملت جعفریہ کی ہر رفاہ عامہ کی تنظیم کو بھی اتنا ہی وقت دیا جتنا تحریک جعفریہ یا آئی ایس او۔ مکہ کی گلیوں میں اسیر ہوئے اور اپنے آباؤ اجداد کی سنت ادا کی اور آخر ۷ مارچ ۱۹۹۵ء کو لاہور کی معروف ترین شاہراہ ملتان روڈ کے چوک یتیم خانہ میں اپنے خاندانی ورثے کو گلے لگالیا۔ (خلاصہ از سفیر انقلاب)

علامہ شیخ غلام محمد غروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد بزرگوار کا نام حاجی ہاشم ہے اور آپ کے دادا کا نام غلام محمد ہے۔ آپ کے والد مرحوم اپنے وقت کے جیّد علما میں سے تھے۔ آپ کا پورا نام شیخ غلام محمد غروی ہے؛ موصوف اپنے دادا کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کا نام دادا کے نام سے منسوب کرتے ہوئے غلام محمد رکھا؛ آپ کا تعلق ارض بلتستان کے ایک مشہور اور علما دوست علاقہ کھرمنگ سے ہے۔ آپ ۱۳۶۲ ہجری میں علاقہ کھرمنگ کے سب سے بڑے گاؤں پاری کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول کرگل سے شروع کی۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے دینی تعلیم کی بھی ابتدا کی اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔

گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم مرحوم نے دینی تعلیم حاصل کرانے کی غرض سے کارگل کی جائیداد فروخت کر کے عراق لے گئے۔ پانچ سال تک آپ نے حوزہ علمیہ کربلا معلیٰ میں اور چھ سال نجف اشرف میں تعلیم حاصل کی۔ گیارہ سال کی اس کم مدّت میں حوزہ علمیہ نجف اشرف سے فارغ التحصیل ہو کر آپ ۲۲ سال کی عمر میں واپس بلتستان آئے، علامہ مرحوم اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ارض بلتستان پہنچنے کے بعد اپنے آبائی گاؤں پاری میں ایک سال تک تشریف فرما رہے؛ ایک سال تک اپنے آبائی گاؤں پاری میں رہنے کے بعد آپ گول، تشریف لائے اور وہیں سے آپ نے پہلی بار درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مختصر عرصہ گول میں قیام کرنے کے بعد آپ ارض بلتستان کے مرکزی شہر اسکردو میں تشریف لائے، مختصر سے عرصہ میں آپ کی خداداد صلاحیتوں، علم، حلم، بردباری اور تقویٰ سے پورے بلتستان میں آپ کی شہرت ہوئی۔

آپ کے دانشمندانہ فیصلے تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ خواہ وہ فیصلے شرعی ہوں یا سیاسی، آپ ہر فیصلے میں قرآن وسنت اور علماء کی رائے کو فوقیت دیا کرتے تھے، ہمیشہ علاقے کا مفاد آپ کے فیصلوں کا محور ہوتا تھا، کوئی بھی فیصلہ آپ نے اپنے طور پر نہیں کیا۔ بسا اوقات علماء کے علاوہ

معززین اور دانشور حضرات کو بھی رائے میں شامل کیا کرتے تھے، آزادی بلتستان سے لیکر ان کے آخری ایاّم تک جتنے سیاسی اقدامات انہوں نے اٹھائے قومی مفاد میں رہے، جہاں تک شرعی فیصلوں کا تعلق ہے، انہوں نے بلتستان میں "محکمہ شرعیہ" قائم کر کے شرعی عدالت قائم کی جس میں بلتستان کے غیور عوام کو بغیر کسی فیس کے "قرآن وسنت" کے مطابق انصاف فراہم ہوتا تھا۔

آپ نے ہر فیصلے کو کمال تدبر، فہم، عقل اور دور اندیشی سے کام لے کر کیا اور کسی کا حق ضائع نہ ہونے دیا، یہی وجہ ہے کہ آج تک ان کا کوئی شرعی فیصلہ کسی قانونی عدالت میں چیلنج نہیں ہو سکا۔ آپ کی زندگی میں بلتستان کی عوام شریعت کی پابند تھی، محکمہ شرعیہ کے علاوہ گاؤں اور محلوّں کے سطح پر پورے بلتستان کے علاقوں میں لوگوں کے تنازعات کو حل کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور جو تنازعات ذمہ دار افراد سے حل نہ ہوتے تو "محکمہ شرعیہ" میں بلا کر خود فیصلہ سناتے۔ گویا ان کے ہر قسم کے فیصلوں میں فہم وفراست، عدل وانصاف، قومی مفاد، دینی مفاد اور تدبر کا بڑا عمل دخل ہے، تاریخ گواہ ہے کہ ان کے ہر فیصلے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نادر اور قیمتی بنتے گئے اور ہر لحاظ سے قومی مفاد اور ہر زاویے سے سود مند ثابت ہوئے۔

علامہ کی زندگی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ عرفان کی ان بلندیوں پر فائز تھے جن تک رسائی کی ہر شخص تمنا کرتا ہے، ان کی پوری زندگی درد والم، شعور وآگاہی سے بھرپور نظر آتی ہے؛ ذات خدا کے ساتھ آشنائی کے درد کے حوالے سے ان کے قریبی ساتھی بخوبی جانتے ہیں، کہ وہ کتنے عبادت گزار تھے: انہوں نے مشکل ترین وقت میں بھی نماز تہجد ترک نہیں کی؛ اس کے ساتھ ساتھ ان کی پوری زندگی ذکر حقیقی کی ترجمان نظر آتی ہے ان کے بارے میں بلتستان کا ہر فرد جانتا ہے کہ ہر معاملہ میں چاہے وہ ذاتی ہو یا گروہی، عقلائی ہو یا مملکتی، سیاسی ہو یا مذہبی صرف اور صرف رضائے الہیٰ کو مدّنظر رکھا کرتے تھے۔ خدا پر ان کے توکل کا یہ عالم تھا کہ آپ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بھی کسی سے نہیں دبتے تھے، نہ کسی قسم کی لالچ میں آتے تھے اور وہ خدا کے علاوہ کسی بھی دیگر طاقت سے خائف نہ ہوتے تھے، وہ خدا کے صفت (غنی) سے اس حد تک متصف تھے کہ اپنے لئے کسی چیز کی تمنا نہیں کی۔

علامہ مرحوم میں باطل قوتوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود تھی، آپ نے کبھی بھی کسی ظالم وجابر حکمران کے سامنے سر نہیں جھکایا مظلوم کی حمایت اور ظالم وجابر کا مقابلہ آپ کی سرشت میں شامل تھا۔ کبھی بھی بیوروکریسی کے سامنے دب کر بات نہیں کی؛ باطل حکمرانوں سے مقابلے کا انداز بڑا عجیب

تھا۔ جب مقابلے میں آتے تو مخالف کو شکست کا سامنا کرنا ہوتا، FCR کے زمانے میں پولیٹیکل ایجنٹ بہرام گل خان سے مقابلے اور مارشل لاء دور میں ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے مقابلہ ان کی جرأت مندی و بہادری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کالے قانون FCR کے دور میں ظالم و جابر پولیٹیکل ایجنٹوں نے بلتستان کے علاقوں میں فرقہ واریت کی بنیاد ڈالنے کی مذموم کوششیں شروع کیں جس میں بہرام خان اور حبیب الرحمن جیسوں کے نام آتے ہیں۔ اپنی تمام تر توانائیوں اور اختیارات کے باوجود علامہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور حسرت دل میں لیکر گئے کہ ہم تمام تر اختیارات کے باوجود علامہ مرحوم کو جھکا نہیں سکے؛ خداوند متعال نے علامہ مرحوم کو وہ صلاحیت عطا کی تھی کہ وہ اس کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ضیاء الحق جیسے جابر حکمران سے ملنے کیلئے علامہ کی قیادت میں جب علماء کا وفد گیا تو علامہ کو دیکھ کر ضیاء الحق کی آنکھیں خون آلودہ ہوگئیں لیکن اس سے کہیں زیادہ علامہ کی آنکھیں خود بخود سرخ ہونے لگیں۔ فرق اتنا تھا کہ وہ سرخی باطل کی تھی اور یہ سرخی حق کی تھی؛ آپ ان کی جرأتمندی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں جو انہوں نے ضیاء الحق سے مخاطب ہوکر دکھائی:

> **"ہم تم سے کچھ مطالبہ کرنے نہیں آئے بلکہ صرف ایک بات پوچھنے آئے ہیں کہ ایک ہی کمشنری کے اندر ایک علاقہ اسلحہ سے لیس ہزاروں ایکڑز جنگلات پر مرضی کا مالک اور اس کے ساتھ ہی دوسرے علاقے میں ہتھیار پر پابندی اور جنگلات پر پابندی؛ ایسا کیوں ہے؟"**

علامہ مرحوم نے مزید فرمایا:

> **"تم پاکستان میں جہاں کہیں بھی چار شیعہ دیکھتے ہو تو تمہاری آنکھیں خون آلود کیوں ہوجاتی ہیں۔"**

غروی صاحب کی شخصیت کو نکھارنے والا ایک اہم پہلو اتحاد بین المسلمین کے بارے ان کا جذبہ تھا۔ جس کی وجہ سے بلتستان کے غیور عوام امن وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔ غروی صاحب نے اپنی پوری زندگی میں اتحاد بین المسلمین کو اپنا شعار بنائے رکھا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ رہے؛ یہی وجہ ہے کہ موصوف ہر مسلک وفرقے اور ہر طبقۂ زندگی میں ہردلعزیز تھے۔ موصوف نے بلتستان کی ہر جگہ امن و

سکون کو بحال رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں ۔جس کی مثال ہم ضیاء الحق کے دور کا وہ واقعہ لے سکتے ہیں جب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق نے قومی کاموں کی انجام دہی کے لئے آپ سے کچھ ڈیمانڈ دینے کو کہا تو آپ نے حکومت کے سینما گھر کو صفحہ ہستی سے مٹا کر اہل تسنن کو دینے اور ان کے لئے بارہ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا تو اہل تسنن نے اس سینما گھر کی جگہ دکانیں بنائیں جو ان کی مسجد کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنا، اہلسنت، اہل حدیث، نوربخشی غرض جو بھی مکتب فکر ہو آپ کے گرویدہ تھےاور آپ کے ہر حکم پر چون و چرا کئے بغیر سر تسلیم خم کرتے۔

۱۹۸۸ء کا ہنگامہ خیز واقعہ جو کہ پورے گلگت بلتستان کی تاریخ کا سیاہ ترین واقعہ تھا اس ہنگامہ خیز واقعہ میں بھی آپ نے اتحاد بین المسلمین کے جذبہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا؛ نوجوانوں کو اتحاد کی تلقین کی اور خود آپ کی ذات ان کی نگرانی فرماتی رہی۔آپ نے اپنی پوری زندگی میں ہر موڑ پر نوجوانوں کو اتحاد اور شراکت عمل کی تلقین کرتے رہے جس کی بدولت آج بلتستان امن کا گہوارہ نظر آتا ہے اور انشااللہ امن کا گہوارہ رہے گا۔

علامہ مرحوم نے کبھی سیاست کرنے کا اعلان نہیں کیا لیکن اس کے باوجود گلگت بلتستان کا ہر سیاسی شعور رکھنے والا اس بات کا گواہ ہے کہ کوئی بھی سیاسی معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا موصوف بزرگوار کے بغیر طے ہی نہیں پاسکتا تھا؛ موصوف نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی اپنے آپ کو سیاست دان نہیں کہلوایا لیکن وہاں کی سیاست کے بارے میں علاقے کے سیاست دان اس وقت تک کوئی بھی سیاسی فیصلہ نہیں کرتے تھے جب تک علامہ کی رائے معلوم نہ کر لیتے؛ قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے بلتستان کا پہلا دورہ کیا تو آپؒ نے شیخ غلام محمد غروی کو قومی تحریک کی صدارت کی ذمہ داری سونپی ۔اس اہم ذمہ داری کو موصوف اپنی حیات کے آخری لمحہ تک نبھاتے رہے۔

جب مسلم لیگ (ن) کی ملک میں حکومت قائم ہوئی اور مسلم لیگ (ن) کے وزیر امور کشمیر نے ایک مرتبہ پھر گلگت بلتستان میں اپنے منصب و اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے الیکشن شیڈول کے اعلان کے بعد ایک حلقہ بندی تبدیل کی جس کے نتیجے میں شیخ غلام محمد غروی نے پورے شمالی علاقہ جات میں الیکشن سے بائیکاٹ کا اعلان کیا اور پورے گلگت بلتستان میں اسی ،نوے فیصد لوگوں نے الیکشن سے بائیکاٹ کرتے ہوئے موصوف کے فرمان پر لبیک کہا ،حکومت کی پوری طاقت استعمال ہونے کے باوجود عوام نے غروی صاحب کے سیاسی فیصلے اور سوچ کو فالو کیا۔مگر موصوف کو ذہنی تکلیف دینے کے لئے حکومت وقت کے

کارندے مہتاب عباسی نے کچھ بے ضمیروں کو بلا مقابلہ منتخب قرار دے کر الیکشن کو درست قرار دینے کی نا پاک کوشش کی مگران کے بلا مقابلہ منتخب شدگان کو عوام کے غیض وغضب کا سامنا کرنا پڑا اور مہتاب عباسی کو بھی رسوائی نصیب ہوئی؛ بہت جلد ہی اسے غبن کے الزام میں جیل جانا پڑا اور کروڑوں روپے حکومت کو ادا کرنا پڑے؛ ادھر علامہ کے بائیکاٹ کے فیصلے کو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی جس کے نتیجے میں ناردرن ایریاز کونسل ۱۹۹۴ء کے الیکشن میں تحریک جعفریہ پاکستان کے امیدواران نے واضح اکثریت سے کامیابی حاصل کی جو آج تک ایک بڑی مذہبی جماعت کی حیثیت سے گلگت بلتستان میں مذہب حقہ کی نشر واشاعت میں مصروف عمل ہے۔

علامہ شیخ غلام حیدر نجفی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شیخ غلام حیدر نجفی ۱۹۳۹ء گلگت نگر کے گاؤں غلمت میں ایک متدین اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے؛ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے ۱۹۵۹ء میں نجف اشرف تشریف لے گئے۔ وہاں امیر المومنین علی () کے دَر اقدس پر زانوئے ادب تہہ کئے اور علوم محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ پانچ سال تک حوزہ علمیہ نجف اشرف میں بزرگ علمائے کرام سے کسب فیض کیا۔ اور سات سال کے بعد اپنے آبائی وطن واپس تشریف لائے تا کہ اپنے علاقہ، ملت کی مذہبی اور سیاسی امور میں راہنمائی کر سکیں۔ موصوف کی زندگی کا بیشتر حصہ عوام کے حقوق کے تحفظ، مذہبی اور سیاسی محاذوں پر ہونے والی سازشوں کو ناکام بنانے، قوم کی ہر مشکل مرحلے میں راہنمائی کرنے اور اتحاد و وحدت کے لئے کی گئی کوششوں میں گزرا۔

اگر ہم شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم کی اجتماعی زندگی پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہو گا کہ موصوف کی زندگی کا دستور اور منشور ائمہ معصومین کے فرامین پر مشتمل تھا؛ ۱۹۶۶ء میں جب آپ پاکستان تشریف لائے تو پاکستان کے کئی دینی مراکز کی جانب سے آپ کو دینی خدمات سرانجام دینے کے لئے پیش کش ہوئی مگر آپ نے گلگت بلتستان کی عوام کے لئے خدمت کو ترجیح دی؛ موصوف "انجمن حسینیہ" نگر کے بانیان میں سے تھے اور متعدد بار مرکزی "انجمن امامیہ" گلگت کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے فرائض کو بطریق احسن نبھایا۔

نجف اشرف میں حوزہ علمیہ کے برجستہ اساتید سے کسب فیض کیا، جتنا عرصہ نجف اشرف میں زیر تعلیم رہے وہاں کی قیادت اور تنظیمی امور سے منسلک رہے، آپ کا شمار نجف اشرف میں بھی سیاسی اور فعال افراد میں ہوتا تھا۔ نجف اشرف میں قیام کے دوران وہاں کی مشہور درسگاہ "مدرسہ قوام" کے پرنسپل بھی بنے۔ وہاں کی بعث پارٹی نے جب حکیم خاندان کے خلاف سازشیں شروع کرتے ہوئے جلیل القدر علماء کرام اور مراجع عظام کو قتل کرنے کی پے در پے کوششیں کیں تو اس وقت شیخ غلام حیدر نجفی نے علماء کے تحفظ میں اہم

کردار ادا کیا جس کا آج بھی حکیم خاندان معترف ہے۔آپ حضرت آیت اللہ محسن الحکیم کے ساتھ خاص عقیدت رکھتے تھے، بنابر مشہور ایک مرتبہ کسی خطرناک مرحلے میں آیت اللہ محسن الحکیم کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بھاگ گئے۔اُس قحط کے زمانے میں جہاں طلبہ کرام کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا تھا شیخ صاحب کو کھلی اجازت تھی کہ وہ جتنا چاہیں مال امام سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱۹۷۳۔۷۴ میں شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم مستقل طور پر گلگت میں مقیم ہوئے اور ۱۹۹۰ء تک (شہید ضیاء الدین رضوی کی آمد سے قبل) تقریباً ۲۰ سال کے عرصے تک گلگت میں قوم کے مذہبی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور ہر مشکل مرحلے میں قوم کی قیادت کی۔آپ صرف گلگت بلتستان کی حد تک محدود نہ تھے بلکہ قائد شہیدؒ اور قائد موجود کی قیادت کے ادوار میں بھی ان کا کردار واضح نظر آتا ہے۔

جنرل یحییٰ خان کے زمانے میں سابق ریاست نگر کے اندر رائج ”راجگی نظام“ کے خاتمہ کے لئے شروع ہونے والی تحریک میں چوٹی کی قیادت کا کردار ادا کیا جس کے دوران انہیں چلاس جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

میدان سیاست میں بھی بہت مشہور تھے،آپ نے اپنی قوم وملت کے لئے بہت سی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۹۴ء میں گلگت بلتستان کی تاریخ میں پہلی بار”قانون ساز اسمبلی“ کے انتخابات منعقد ہوئے ان انتخابات میں موصوف تحریک جعفریہ پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے پھر بحیثیت ”مشیر خوراک وزراعت“ منتخب ہوئے؛ ۱۹۹۹ء کے الیکشن میں دوبارہ کامیاب ٹھہرے۔اپنے حلقہ انتخابات میں ہمیشہ موصوف کی سیاسی پوزیشن اتنا مضبوط رہی جتنا صوبہ سندھ میں محترمہ بے نظیر بھٹو اور امین فہیم کی اپنے اپنے حلقوں میں ہوتی تھی۔

شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم کے دور میں جتنے سماجی کام ہوئے کسی اور دور میں نہیں ہوئے مثلاً نگر کے علاقہ میں جتنے بھی پل تھے کم از کم ۳۰ سال پرانے اور لکڑی کے معلق پل تھے جبکہ شیخ صاحب کے دور میں دو آرسی سی پل،ایک چھلت میں اور ایک شایار میں ڈالے گئے۔چھلت میں ہی ہسپتال اور ہرسپو میں عالی شان کالج کی عمارت تعمیر کرائی اور آج بہترین طریقے سے چل رہا ہے۔اسی طرح ایک بہت بڑا گاؤں (سید آباد) پھکر جو کم از کم ۸۰۰ گھرانوں پر مشتمل ہے اس ترقی یافتہ دور میں بجلی کی سہولت سے محروم اور دیگر مسائل میں گرفتار تھا تو موصوف کی کوششوں سے تمام مسائل حل ہوئے اور آج وہاں کے عوام بھی دوسرے علاقوں کے لوگوں کی طرح سہولت سے زندگی گزار رہے ہیں۔

۳رجون ۲۰۰۴ءکوشہید ضیاءالدین رضویؒ کی بلا جواز گرفتاری کے بعد پورے خطے میں غم و غصے کی فضاء قائم تھی۔حکومت اورعوام آمنے سامنے آ چکے تھے ایسے میں شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومت اورعوام کے درمیان پل کا کردار ادا کیا اور متنازعہ نصاب تعلیم کے حوالے سے طے پائے جانے والے عبوری فارمولے کومنظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا۔

شہید ضیاءالدین رضویؒ کی شہادت کے بعد گلگت کے اندرعوام کی مشکلات ومصائب میں ہر وقت اور ہر جگہ حاضر رہے۔نام نہاد جرگہ کی سازشوں سے طے پانے والا ۱۶رنکاتی امن معاہدہ جس میں مکتب تشیع کے خلاف ہرممکن اقدام کی کوشش کی گئی تھی شیخ غلام حیدر نجفی نے اس معاہدے پرعمل درآمد کروانے کی ہرممکن کوشش کو ناکام بنادیا تھا۔

سانحہ ۱۳راکتوبر کے فوراً بعد شیخ مرزا علی نگری ، سابق وزیر پانی وبجلی جناب دیدار علی اور دیگر کی گرفتاری کے بعد مایوس قوم کی ہرمشکل مرحلے میں قیادت کی۔جلوس عاشورا کے تاریخی دھرنے کے ذریعے علما کی رہائی میں اہم کردار ادا کیا؛ مرتے دم تک شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم قوم کے مصائب اورمشکلات کے سامنے مضبوط چٹان بنے رہے۔موصوف سخت ترین اورمشکل ترین حالات میں بڑے بڑے اورسنگین مسائل کوآسانی کے ساتھ حل کیا کرتے تھےاورانتہائی حاضر جواب اورشجاع تھے۔

حکومت وقت نے شہید ضیاءالدین رضویؒ کے گھر کا محاصرہ کیا اور وہ چاہتے تھے کہ آغا کوگرفتار کریں لیکن شیعہ جوان میدان میں آ گئے اورآغا کی گرفتاری سے مانع ہوگئےجس کے نتیجہ میں حالات انتہائی کشیدہ ہو گئے یہاں تک کہ خون ریزی کا خطرہ پیش آیا۔شیخ غلام حیدر نجفی ،رضوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ میں کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں اورانتہائی خوشی اور اطمینان سے ان کا استقبال کیا گویا کہ کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔

شیخ غلام حیدر نجفی نے [مذاق سے] کہا:

”آغا صاحب یہ آپ کیا کر رہے ہیں باہرخون ریزی ہونے والی ہے کیا آپ حکومت سے ڈرتے ہیں؟ آئیں چلتے ہیں آخر یہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟“

آپ لوگ وہاں گئے اور حکمرانوں سے مذاکرات کئے پھر واپس پلٹ گئے اور ایک خطرناک سازش کو ناکام بنادیا۔

شہید ضیاءالدین رضوی کے بقول شیخ غلام حیدر نجفی خوب جانتے تھے کہ گلگت بلتستان کو بنانے کے

لئے کونسی اینٹ کہاں رکھنا چاہیئے لہٰذا شہید اکثر امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ موصوف نے اپنی زندگی کو دین و مذہب کی خدمت اور ملت کے حقوق کے تحفظ کے لئے وقف کر رکھا تھا اور ملت تشیع کی مذہبی اور سیاسی رہنمائی کی؛ شہید ضیاء الدین رضویؒ کے دور میں بھی آپ ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ شہید کی شہادت کے بعد بھی سخت اور سنگین ترین حالات میں اللہ تعالی کی عطا کردہ بصیرت اور صلاحیت کی بنا پر بہترین اور احسن طریقے سے مکتب تشیع کی ترجمانی کی۔

مقامی انتظامیہ نے ایک خطرناک سازش کے تحت پنجاب سے چراغ الدین نامی ایک تکفیری خطیب کو گلگت بلایا تا کہ شیعوں کو کافر قرار دے کر ان کے حوصلے پست کئے جائیں اور اپنے مذموم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اس تکفیری خطیب نے آتے ہی تشیع کے خلاف تکفیری مہم شروع کردی۔ کچھ دن گزرے ہی تھے کہ مناظرے کی دعوت دے ڈالی، اس وقت شیخ غلام حیدر نجفی نگر میں تھے تو یہ خبر فوراً آپ تک بھی جا پہنچی آپ نے بلا فاصلہ اس خطیب کی دعوت کو قبول کرلیا اور رات کے تین بجے اپنے آپ کو گلگت پہنچا دیا اور اعلان کرا دیا کہ کل پولوگراونڈ گلگت میں مناظرہ ہوگا لیکن وہ خطیب صاحب، حکومتِ وقت کی مدد سے صبح ہونے سے پہلے ہی گلگت سے فرار ہوگیا۔ موصوف مسئلہ اصلاح نصاب کے سلسلے میں بھی تا آخر دم اپنی کوششوں کو قائم و دائم رکھا۔

شیخ غلام حیدر نجفی بہت ہی شجاع انسان تھے؛ آپ کی شجاعت، گلگت بلتستان میں اس قدر مشہور ہے کہ آپ کے نام سے شجاعت ذہن میں آتی ہے۔ گلگت میں مرسوم ہے کہ ائمہ اہلبیت؈ کی ولادت کے موقع پر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ اس مسئلے میں مخالفین کے اعتراض پر حکومت نے چراغانی پر پابندی لگادی جس کے بعد شیخ صاحب حکومت کے ذمہ دار افراد سے مذاکرات کے لئے چلے گئے اور حدالامکان کوشش کی کہ مسئلہ مذاکرات کے ذریعے سے حل ہو جائے۔

وہاں پر آپ نے کہا:

"یہ ہمارا علاقہ ہے اس کو کسی کی مدد کے بغیر حتی کہ حکومت پاکستان کی مدد کے بغیر ہم نے آزاد کرایا ہے اور پہاڑ کی چوٹی کے اوپر چراغاں کرنے سے کسی کو کیوں تکلیف ہونی چاہیئے۔"

مگر اس وقت پشاور کا رہنے والا ایک کرنل بنام عبدالغفور، گلگت میں ڈیوٹی پر مامور تھا، اس نے ہرگز قبول نہیں کیا اور کہا:

"آپ لوگوں کو چراغاں کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔"

اس بات پر شیخ غلام حیدر نجفی کو بہت غصہ آیا اور کہا:

"اس وقت میں تمہارے اس سٹار کا احترام کرتا ہوں کل میں شیخ حیدر بن کر چراغانی کے لئے پہاڑ پر جا رہا ہوں اگر تم مرد ہو تو عبدالغفور بن کر وہاں آنا اور چراغاں کرنے سے روکنا۔"

دوسرے دن انتہائی شان و شوکت کے ساتھ رسم چراغانی کو انجام دیا گیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے سے شیخ صاحب کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہتی تھی اور اس سلسلے میں آپ متعدد بار اسلام آباد اور آخری بار کراچی میں معالجہ کے بعد جب گلگت تشریف لے گئے تو اس وقت گلگت میں انتخابات کا دور دورہ تھا۔ ہزاروں افراد نے گلگت میں آپ کا شاندار استقبال کیا اور ریلی کی شکل میں غلمت نگر پہنچایا، آپ کی طبیعت ظاہراً بالکل ٹھیک تھی؛ انتخابات میں شرکت کے لئے تحریک جعفریہ پاکستان کے کالعدم ہونے کی بدولت آپ نے اپنے کاغذات آزاد امیدوار کی حیثیت سے جمع کرائے اور دوسرے دن سے انتخابی کاروائی شروع کرنے کا اعلان کیا مگر قدرت کو یہ بات منظور نہ تھی اور وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

لہٰذا ۲۰۰۹ء میں رات کے وقت آپ کی روح آپ کے قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات کی خبر پورے علاقے میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ملک بھر سے مومنین آپ کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور انتہائی شان و شوکت کے ساتھ آپ کو اپنے آبائی وطن غلمت نگر میں آستانہ مقدس سید شاہ ولی رح میں سپرد خاک کیا گیا۔

شہید علامہ محمد حسن ترابی رحمۃ اللہ علیہ

کراچی سے سینکڑوں کلومیٹر دور شگر (اسکردو) میں ۶ جولائی ۱۹۵۳ء میں پیدا ہونے والی شخصیت نے کراچی پر بالخصوص اور پاکستان میں بسنے والے مکتب تشیع پر بالعموم ناقابل فراموش اثرات مرتب کئے۔ اپنی ابتدائی تعلیم کے بعد کراچی ہجرت، تعلیم کی تکمیل اور اس سلسلے میں جدوجہد شہید ترابیؒ کی زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔ والد کی وفات کے بعد مالی وسائل کی قلت آپ کی راہ میں حائل نہ ہوسکی۔ آپ نے دن رات ایک کر کے اپنی تعلیم مکمل کی اور اپنے آبائی شہر کے لئے روانہ ہو گئے۔

کسی سے نہ دبنے والے شہید ترابیؒ نے اس وقت کے آمر ضیاءالحق کی آمریت کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو ساتھیوں کے ہمراہ پابند سلاسل کر دیا مگر آپ نے آمر وقت پر ثابت کر دیا:

ڈریں گے ہم نہ اسیری سے اب زمانے میں
کریں گے ماتم شبیرؑ قید خانے میں

آخر کار حکومت نے آپ کو اور آپ کے رفقا کو رہا کر دیا۔ چند کے سوا باقی رفقا نے اپنی اپنی مجبوریوں اور مصالحتوں کے تحت تنظیم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جس کا آپ پر شدید اثر ہوا اور آپ نے ایک بار پھر آبائی شہر سے کراچی ہجرت کی اور یوں کراچی آپ کا جائے مسکن ہوا؛ اب کراچی تھا اور آپ؛ شہر کے کسی گوشے میں کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو، کسی جلوس کی برآمدگی کا مسئلہ ہو یا کسی شہری کا، بغیر کسی تفریق فقہ و مذہب، یا کسی کا ذاتی مسئلہ ہو شہید ترابیؒ اپنے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر اس کے حل کے لئے سرگرداں رہتے اور مسئلہ حل ہو جانے کے بعد چین کا سانس لیتے تھے۔

شہید ترابیؒ ایک مدبر، بردبار سنجیدہ، بہادر، نڈر، بیباک اور تحریک جعفریہ پاکستان کے صوبائی رہنما تھے۔ شہید ترابیؒ جیسے رہنما صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں مقام اور شہرت راتوں رات نہیں ملی؛ ان کی

شہرت کسی حادثے کا نتیجہ نہیں بلکہ تین دہائیوں کی محنت کا ثمر تھا۔ ان کی تمام جدوجہد اور فعالیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود، ترقی و کمال، اتحاد و اتفاق اور امن و آشتی کے لئے وقف ہو چکی تھیں۔ شہید ترابیؒ اہلسنت اور اہل تشیع کے درمیان ایک پل کی مانند تھے۔؛ ڈاکٹر معراج صدیقی کہتے ہیں:

"علامہ حسن ترابیؒ صرف ایک سیاسی لیڈر یا اہم شخصیت کا نام نہیں بلکہ اتحاد امت کے مشن کو لیکر انتھک جدجہد کرنے والا، امت کو لڑانے کی سازشوں کو ناکام کرنے والا، صبر، برداشت، ایثار اور محبت کا پیکر، استعمار کی دھجیاں بکھیرنے والا اور ان کاموں کی وجہ سے غیروں ہی نہیں اپنوں کی نظر میں مطعون ہونے والا۔"

پروفیسر سبط جعفر زیدی ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

"شہید ترابی کے اس مقام تک پہنچنے میں کسی نمایاں خاندانی پس منظر، برادری وقومیت یا غیر معمولی تعلیم وتربیت یا توارث وسماجی حیثیت ومنصب کو دخل نہ تھا بلکہ اپنی ذاتی محنت، لگن، جفاکشی، جدوجہد، بے جگری ودلیری اور جرأت ومردانگی کی وجہ سے آپ ایک مرکزی، قومی، عوامی شخصیت بن کرابھرے؛ سب سے بڑھ کر قوم کے شریک حال اور آڑے وقت میں موجود اور دستیاب ہوتے تھے؛ ان کی شہادت کے بعد ان کی جگہ وخلا کو پُر کرنے کے لئے کئی افراد افراد بھی ناکام پڑ رہے ہیں۔"

علامہ حسن ترابیؒ پر متعدد بار قاتلانہ حملے ہوئے مگر وہ ہراساں ہوئے نہ خوف زدہ، بلکہ بڑی جرأت و ہمت کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن رہے۔ ۶ /اپریل ۲۰۰۶ء کے قاتلانہ حملے میں بال بال بچ جانے پر ملاقات کے لئے آنے والے علماء اور دیگر تنظیمی ساتھیوں سے کہا:

"شاید مجھ میں کوئی کمی تھی یا پھر میں اس قابل نہیں ہوں کہ خدا شہادت کی موت عطا کرے۔"

یہ بات بھی آپ کے قریبی حلقۂ احباب کو ہی معلوم ہے کہ شہید نے ایران زیارات پر جانے کے لئے الحرمین ٹریولز سے ٹکٹ تک بنوا لئے تھے مگر پہلے قاتلانہ حملے کے بعد اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ میں ڈر کر بھاگ گیا ہوں؛ یعنی شہید کی دلی خواہش تھی:

اس طرح تیری حرارت میرے ایمان میں آئے
موت بستر پر نہ آئے مجھے میدان میں آئے

آخرکار علامہ حسن ترابیؒ ۱۴ جولائی ۲۰۰۶ء کو اپنی آرزو شہادت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

شہادت سے آشنا تھا سبھی کا دل دُکھا گیا
وہ ایک دیا کیا بجھا سینکڑوں دیئے جلا گیا

(ماخوذ از کتاب: شہید راہ وحدت)

ہمیں کسی بھی شہید کی شہادت پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ امام خمینیؒ کے قول کے مطابق:

"تعجب تو اس وقت ہے کہ جب راہِ حق کے مجاہدین بستر پر مریں اور جرائم پیشہ ظالم لوگ اپنے خبیث ہاتھ ان کے خون سے آلودہ نہ کریں۔" (سید رمیز الحسن موسوی، استعمار و استبداد کے خلاف علمائے عراق کی جدوجہد، ص ۱۴۳)

نوٹ: شہید علامہ حسن ترابی کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے کتاب شہید راہ وحدت کا مطالعہ کیا جائے۔

شہید سید ضیاء الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شہید سید ضیاء الدین رضوی کے نانا جناب میر احمد شاہ رضوی صاحب تھے کہ جو ۱۸۸۴ میں جناب سید شاہ صفی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ یہ گھرانہ گلگت کے معروف خاندان، سادات رضوی کے نام سے مشہور تھا۔ جناب میر احمد شاہ رضوی ایک معروف عالم اور خطیب تھے۔ آپ کی مجلس میں شیعہ اور سنی ہر دو فرقے شرکت کرتے تھے۔ آپ جو دعا لوگوں کے لئے کرتے تھے، وہ پوری ہوجاتی تھی۔ شہید رضوی کے والد گرامی حجۃ الاسلام علامہ سید فاضل شاہ رضوی ایک متقی، پارسا اور باعمل عالم تھے۔(۱) ان کی پوری زندگی پانچ وقت کی نماز کی امامت کرانے، قرآن اور حدیث کا درس دینے، فقہی مسائل بیان کرنے اور صرف، نحو کے پڑھانے میں صرف ہوگئی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں نماز شب کو کبھی ترک نہیں کیا۔ انتہائی خلوص اور سچائی کے ساتھ زندگی بسر کی جس کی بنا پر لوگوں کے درمیان ان کا بڑا احترام تھا۔(۲)

شہید کی شخصیت میں والد کا کردار

شہید سید ضیاء الدین رضوی ایک دانشمند اور روحانی باپ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زندگی سے ہی ایک پاک ماحول میں رہے۔ ایک پاک خانوادے جو علم دوست اور خاندان پیغمبر سے دوستی اور محبت رکھنے والا تھا۔ شہید اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے والد کے ساتھ رفت و آمد کرتے تھے۔ مذہبی اور تبلیغی مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ شہید کے والد نے شہید کی اس طرح تربیت کی کہ نوجوانی میں شہید مسجد میں نماز مغربین کی امامت کراتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب ذوق وشوق کے ساتھ ان کی اقتدا میں نماز جماعت ادا کیا کرتے تھے۔ شہید کے والد ہمیشہ اپنے فرزند کے تربیتی امور خصوصاً حلقہ احباب پر نظر رکھتے تھے۔(۳)

شہید کا بچپن اور نوجوانی کا دور

شہید کا بچپن ان کے ہم عمر بچوں سے مختلف تھا۔ ان کا اخلاق، رفتار اور گفتار ان کے درخشاں مستقبل

کی حکایت کرتا تھا۔ کھیل کود اور وہ کام جو عام بچے انجام دیتے ہیں وہ بہت ہی کم انجام دیا کرتے تھے۔ وہ زیادہ تر سوچ بچار اور فکر میں لگے رہتے تھے ان کی عقل جو کام کرتی تھی وہ ان کی عمر کے تقاضے سے زیادہ تھا۔ (۴)

ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم

شہید نے دوران شیر خوارگی سے ہی معنویت کے سائے میں علم حاصل کیا۔ اپنے عالم با عمل والد اور پاکدامن ماں کی گود میں ہی لباس علم سے آراستہ ہوئے۔ شہید نے اپنے بچپن اور نوجوانی میں ابتدائی تعلیم کو اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کیا۔ شہید نے ہائی سکول نمبر ا گلگت سے میٹرک پاس کیا۔ ہر سال کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۴ میں اچھے نمبروں کے ساتھ میٹرک سائنس کے ساتھ پاس کیا۔ پورے سکول میں پہلی پوزیشن لی۔ وہ معارف اہل بیت کے ساتھ عشق رکھتے تھے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد علوم دینی کے حصول کی خاطر ۱۹۷۴ میں لاہور شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جامعہ المنتظر لاہور میں حصول علوم آل محمد میں مصروف ہو گئے۔ (۵)

حوزوی دروس کی ابتدا

شہید نے اپنے ابتدائی علوم من جملہ مقدمات کو اپنے والد گرامی کے پاس حاصل کیا۔ ۱۹۷۴ میں لاہور شہر کی طرف حصول علم کے لئے ہجرت کی۔ مدرسہ جامعہ المنتظر میں دوسرے طلاب کی طرح رہنے لگے۔ سنجیدگی اور انتہائی کوشش کے ساتھ دینی علوم اور معارف کو کسب کرتے رہے۔ شہید رضوی نے اعلیٰ اور قابل اساتذہ کی کاوشوں اور محنتوں اور ان کی نگرانی میں ۱۹۸۰ میں پہلی سطح کے دینی دروس کو بطور احسن حاصل کیا۔ ساتھ ساتھ لاہور یونیورسٹی سے بی اے کا سرٹفیکیٹ بھی حاصل کرلیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۸۰ میں حوزہ علمیہ قم کی طرف روانہ ہوئے۔ (۶)

حوزہ علمیہ قم اور پاکستان میں شہید رضوی کے اساتذہ

الف: پاکستان میں شہید کے اساتذہ:

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ شیخ اختر عباس نجفی مرحوم

۲۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم
۳۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد شفیع نجفی
۴۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حافظ ریاض حسین نجفی۔
۵۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ موسی بیگ نجفی۔ (۷)

ب: ایران میں شہید کے اساتذہ:

ا۔ مرحوم آیت اللہ العظمی فاضل لنکرانی۔
2۔ مرحوم آیت اللہ العظمی میرزا جواد تبریزی۔
3۔ مرحوم آیت اللہ سید حسن طاہری خرم آبادی۔ (۸)

فرزندان شہید

شہید سید ضیاء الدین رضوی نے اپنی مختصر سی حیات میں دو شادیاں کی۔ شہید کی پہلی شریک حیات سے خدا نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا (حسین) عطا کیا۔ شہید کی پہلی شریک حیات اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اس کے بعد شہید نے دوسری شادی سید محمد عباس کی بیٹی سے کی۔ ان سے خدا نے شہید کو دو بیٹے علی اور حسن عطا کئے۔ (۹)

شہید کی اخلاقی اور شخصی خصوصیات

الف) گھر والوں کے ساتھ شہید کا اخلاق

شہید کے فرزند "حسین رضوی" اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ شہید کا اخلاق اور برتاو گھر والوں کے ساتھ مثل اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ تھا۔ وہ کبھی بھی گھر والوں سے غصہ نہیں کرتے تھے۔ کبھی بھی گھر والوں کے ساتھ اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ بہت کم بولا کرتے تھے۔ دوسروں کو بھی کم بولنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ بہت ہی سادگی سے بات کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بہت احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کیا کرتے تھے۔ (۱۰)

ب) عبادت اور بندگی

عبادت اور بندگی میں شہید ایک عالی مثال رکھتے تھے۔جناب سید اظہر کاظمی فرماتے ہیں کہ جب شہید قم المقدسہ میں حصول علم میں مشغول تھے اس وقت جب کبھی وہ حرم مطہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے گزرتے تھے تو وہ ضرور دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔وہ مزید کہتے ہیں کہ ایک دن عاشور کی رات کو شہید کی خدمت میں حاضر ہوا تو شہید نے مجھ سے کہا آپ یہاں آرام کریں۔وہ خود دوسرے کمرے میں چلے گئے۔عبادت میں مشغول ہو گئے۔اتنے میں، میں نے دیکھا کہ شہید نے بہت گریہ کیا کہ جو میرے لئے بہت تعجب کا باعث تھا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو اتنا زیادہ عبادت خدا میں روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔(۱۱)

ج) آئینہ اخلاص

شہید اخلاص کے پیکر تھے۔یہی وجہ تھی کہ شہید نے تھوڑے ہی عرصے میں ہمارے دلوں بلکہ ہر پاکستانی مؤمن کے دل پر حکومت کی۔ایمان باللہ کے بعد،شہید کی واضح ترین صفت ان کا اخلاص تھا۔اسی لئے شہید کے سامنے کوئی ان کی تعریف کرتا تو وہ خوش نہیں ہوتے تھے۔ہمیشہ حق بات کرنے کی تاکید کرتے تھے۔شہید نے قوم اور ملت کے لئے بہت زیادہ خدمات انجام دیں۔اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اپنے ان کاموں کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔(۱۲)

د) قبول حق

شہید کی نیک صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ حق کو قبول کرتے تھے، چاہے یہی حق بات ان کے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو۔جب بھی ان کو معلوم ہوتا کہ یہ حق بات ہے وہ اس کو قبول کر لیتے۔یہی ان کی روح کی پاکیزگی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔(۱۳)

ھ) بردباری وصبر

شہید کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ ہر مشکل میں صبر اور استقامت سے کام لیتے تھے۔جب بھی کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو وہ غصہ نہیں ہوتے تھے۔صبر اور استقامت کے ساتھ اس مشکل کو حل کرتے تھے۔گلگت بلتستان کے تکفیریوں اور حکومت کی طرف سے گلگت بلتستان کے مظلوم

شیعوں کے اوپر بڑی سختیاں تھیں جیسا کہ مذہی رسومات سے روکنا، بڑے شیعہ افسروں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دینا، شیعوں کے اوپر مختلف قسم کے الزامات لگانا، شیعہ نوجوانوں کو بغیر کسی دلیل کے گرفتار کرنا اور ان کو زندانوں میں رکھنا اور شہید کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب مشکلات کے سامنے شہید نے بردباری اور صبر وتحمل سے کام لیا۔ ان سب کا سامنا کیا۔(۱۴)

و) عاشق خاندان اہل بیت علیہم السلام

شہید سید ضیاء الدین رضوی، پیغمبر اعظم اور اہل بیت کے ساتھ بہت انس ومحبت رکھتے تھے۔ خصوصا مولائے متقیان حضرت علی اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ بڑا عشق اور محبت رکھتے تھے۔ شہید کی مولا علی کے ساتھ محبت کی ایک مثال موجود ہے۔ گلگت اور بلتستان میں رسم ہے کہ ائمہ معصومین خصوصا مولائے متقیان کی ولادت پر گھروں، سڑکوں اور خصوصا پہاڑوں پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ وہابی حضرات اور حکومت اس بات پر راضی نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر ایسے مواقع میں مختلف قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ ایک سال حکومت نے مولا علی کی ولادت کے موقع پر ایک پہاڑی پر چراغاں کرنے پر پابندی لگادی اس پر وہاں کے مؤمنین بہت رنجیدہ تھے۔ اس انتظار میں تھے کہ قائد گلگت بلتستان اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ اس دوران لوگوں نے دیکھا کہ سید ضیاء الدین رضوی غائب ہیں۔ آپ کو تلاش کیا گیا تو سید کو اسی پہاڑی پر جس پر حکومت نے چراغاں کرنے سے منع کیا تھا، چراغاں کرتے ہوئے پایا۔(۱۵)

ر) شہید کی شجاعت

شہید رضوی مؤمن شجاع تھے۔ وہ کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کی شجاعت کے حوالے سے محسن ملت مرحوم حجت الاسلام والمسلمین شیخ غلام حیدر نجفی صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ وہابیوں کے اشارے پر حکومت نے شہید کو ان کے گھر کے اندر محصور کیا۔ حکومت اس طریقے سے ان کو گرفتار کرنا چاہتی تھی، لیکن ملت تشیع کے غیور اور باوفا نوجوانوں نے حکومتی کارندوں کے سامنے مقاومت کی۔ اور شہید کو گرفتار کرنے نہیں دیا جس پر حالات بہت خراب ہوئے۔ حکومت اور آپ کے باوفا شیعہ نوجوانوں کے درمیان بہت بڑے خون خرابے کا خطرہ پیدا ہوا۔ شیخ حیدر فرماتے ہیں کہ اسی اثنا میں، میں شہید رضوی کی خدمت میں پہنچا اور دیکھا کہ شہید کو کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں۔ انہوں نے خوشی اور اطمینان کے ساتھ میرا استقبال کیا گویا کہ کسی قسم کا حادثہ نہیں ہوا ہے۔(۱۶)

گلگت بلتستان کی مختصر جغرافیائی حالت

گلگت کا علاقہ پاکستان کے شمال کے انتہا میں واقع ہے۔اور یہ علاقہ دنیا کے تین معروف بلند پہاڑی سلسلوں، کوہ ہمالیہ، کوہ ہندوکش اور کوہ قراقرم کے درمیان واقع ہے۔گلگت کا علاقہ پاکستان کے حساس علاقوں میں سے ایک ہے کیونکہ یہ گلگت بلتستان کا مرکز کہلاتا ہے اور پاکستان کی مرکزی حکومت کا نمایندہ گلگت میں اپنی مسؤلیت کو انجام دیتا ہے۔گلگت بلتستان کا رقبہ تقریبا ۷۲۴۹۶ مربع کلومیٹر ہے۔گلگت کے شمال مغرب میں افغانستان کا بارڈر ملتا ہے اور شمال مشرق میں چین کا بارڈر ملتا ہے۔اونچے اونچے برف پوش پہاڑی سلسلے جیسے راکاپوشی، نانگا پربت واقع ہیں۔جدید تحقیقات کے مطابق یہ دنیا کے بلند ترین پہاڑوں میں شمار ہوتے ہیں۔دنیا بھر کے سیاح ان پہاڑوں کو دیکھنے کے لئے ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں اور اسی سیاحت کی بنا پر حکومت پاکستان سالانہ کئی ڈالرز کماتی ہے۔(۱۷)

گلگت بلتستان کی سات اضلاع میں تقسیم بندی

اس وقت گلگت بلتستان کو ۷ اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ضلع گلگت ۲۔ضلع سکردو ۳۔ضلع استور

۴۔ضلع ہنزہ نگر ۵۔ضلع گانچھے ۶۔ضلع غذر

۷۔ضلع دیامر

گلگت بلتستان میں مجموعی طور پر شیعوں کی اکثریت ہے لیکن ہر ضلع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ضلع غذر میں اسماعیلی برادری کی اکثریت اور تھوڑی مقدار میں اہل سنت برادری پائی جاتی ہے، ضلع دیامر میں سب اہل سنت ہیں اور ضلع استور میں اہل سنت اکثریت میں ہیں اور تقریبا ۳۲ فیصد اہل تشیع ہیں۔(۱۸)

شہید ضیاء الدین سے پہلے گلگت بلتستان کی حالت

گلگت شہر، گلگت بلتستان کے سیاسی اور انتظامی امور کا مرکز ہے۔گلگت بلتستان کو ۱۹۴۸ء میں سینکڑوں شیعہ جوانوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ڈوگرہ راج سے آزاد کرایا۔(۱۹)

پاکستان کی آزادی کے چودہ ماہ بعد مرزا حسن خان، احسان علی اور بابر خان کی سرپرستی میں شیعہ نوجوانوں نے اپنی جان ہتھیلی میں رکھ کر اور بہت سے نوجوانوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس

علاقے کو ڈوگرہ راج سے آزاد کرایا۔اس علاقے کو آزاد کرانے کے دو ہفتے بعد وہاں کے سیاسی قائدین نے علاقے کو پاکستان کے ساتھ ملحق کیا کیونکہ پاکستان وہ پہلا ملک تھا جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آیا تھا۔

اس وقت حکومت پاکستان نے گلگت بلتستان کے سیاسی امور کو چلانے کے لئے ایک سنی اور متعصب فرد کو نمائندہ بنا کر بھیجا۔اس نے وہاں جا کر اپنی دشمنی وہاں کے شیعوں پر ظاہر کی۔ وہاں کے سنیوں اور شیعوں کو مذہبی بنا پر ایک دوسرے سے لڑایا۔ اس کے گلگت جانے سے پہلے وہاں کے مقامی شیعوں اور سنیوں نے ایک مسجد بنائی تھی۔ اکھٹے ایک ہی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ برادرانہ طور پر سب اس مسجد میں اپنے اپنے عقیدے کے مطابق عبادت انجام دیتے تھے لیکن اس متعصب وزیر نے اس مسجد کو شیعوں کے لئے ممنوع قرار دیا۔اس کے سبب وہ مسجد آج شہر کے مرکز میں وہابیوں کے ہاتھ میں ہے۔آج اس مسجد کو وہابی ایک اہم مورچہ کے طور پر وہاں کے شیعوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح ۸۷ فیصد بڑی بڑی پوسٹیں مخالفین اہل تشیع کے ہاتھ میں تھیں ۔گلگت بلتستان کے شیعوں کی آبادی ۶۵ فیصد تھی۔ باقی آبادی سنی، اسماعیلی اور نور بخشیوں کی تھی۔حکومت پاکستان نے وہاں کی زمینوں کو شیعہ مخالفین کے ہاتھوں فروخت کیا جس کی وجہ سے اب وہاں کے شیعوں کی آبادی تقریبا ۵۵ فیصد ہوگئی ہے ۔اقتصادی اور تجارتی حوالے سے وہاں کے بازار بھی زیادہ تر وہابیوں کے ہاتھ آگئے ہیں جن میں سے بعض مقامی وہابی ہیں اور بعض دوسرے علاقوں سے آکر کاروبار کررہے ہیں۔

گلگت ایک پرامن، خوبصورت اور اچھی تجارت کا حامل تھا لیکن وہاں پر وہابیوں کے انتہائی زور وشور کی تبلیغات کہ وجہ سے اور شہید رضوی سے پہلے وہاں کے شیعوں میں قیادت کے فقدان کی بنا پر مختلف دیہاتوں میں وہابیوں نے اسلحہ کے زور پر بہت سارے مظلوم شیعوں کو سنی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا اور ان کو مجبوراسنی طریقے سے نماز پڑھنا پڑا اور ان شیعوں سے وہابی کہا کرتے تھے کہ شیعوں کا نکاح باطل ہے اسی طرح ۸۸ کی ٹینشن کسی سے مخفی نہیں ہے۔جنرل ضیاءالحق کی حکومت کے دوران ان کی حکومت کی سرپرستی میں ۵۰ ہزار نفر پر مشتمل دہشت گرد ٹولے (جنہیں وہ خود مجاہدین کہا کرتے تھے) نے گلگت کے مظلوم اور نہتے شیعوں پر لشکر کشی کی جس میں بہت سے شیعہ نشین علاقوں جیسے بونجی، پڑی، سکوار، حراموش، جلال آباد اور مناور کو گھر بار اور مال مویشی سمیت جلا دیا گیا۔سینکڑوں مظلوم شیعوں کو کلاشنکوف کی گولیوں سے شہید کیا گیا اور جن کے پاس اسلحہ نہیں تھا انہوں نے کلہاڑیوں کا وار کر کے مومنین کو شہید کیا۔

ایک اندازے کے مطابق اس سانحے میں شیعوں کی ۱۰۰ مساجد ۵۰/امام بارگاہیں اور ہزاروں قرآن مجید کو نذر آتش کیا گیا۔ ۲۰ اور راقم الحروف خود ۸۸ کی ٹینشن کا زندہ راوی ہے۔ ۸۸ کی ٹینشن کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ہم اس سانحے کے متاثرین میں سے ہیں۔

اس سانحہ سے پہلے ہم تقریباً ۱۰۰ گھرانوں پر مشتمل مومنین گاؤں سئی جگوٹ میں رہتے تھے، لیکن ۸۸ کی ٹینشن میں ہمیں اسلحہ کے زور پر غیر شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا اور چونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ہم پہلے کافر تھے اور نئے مسلمان بنے تھے اسی لئے تقریباً ہمیں ۶ مہینوں تک غیر شیعہ مذہب کو اختیار کرنا پڑا (البتہ اندر سے تقیہ کیا ہوا تھا) اور ۶ مہینے بعد وہاں سے ہجرت کر کے گلگت آنا پڑا اور اس وقت وہاں کے مظلوم شیعہ گلگت کے مختلف علاقوں گلگت شہر، سکوار، جٹل اور دنیور کے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے پر عمل پیرا ہیں۔

۸۸ کی ٹینشن کی اس خطرناک صورتحال کے بعد وہاں کے شیعوں میں خوف و ہراس اور ناامیدی پھیل گئی تھی جس کے نتیجے میں سئی جگوٹ کے باشندوں کے علاوہ بونجی، مناور، پڑی اور شکیوٹ کے شیعوں نے بھی اپنے علاقوں سے گلگت شہر کی طرف ہجرت کی۔

اسی طرح ۱۹۹۰ میں یوم ولادت امیرالمومنین حضرت علی کے موقع پر چراغاں کرنے کے جرم میں وہابیوں نے چند شیعہ غیور، فعال اور مذہبی جوانوں کو شہید کیا اور وہاں کے شیعہ مومنین اس کے جواب میں کچھ نہیں کر سکتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت وہاں پر قیادت کا فقدان تھا اس وقت کے علماء فقط صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ (۲۱)

اسی طرح شہید رضوی کے گلگت میں قیادت سنبھالنے سے پہلے شیعوں کی شرافت اور امن پسندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہابی لوگ فعال شیعہ نوجوانوں کو آئے دن گولی کا نشانہ بناتے تھے جس میں آئی ایس او کے صدر سید شمس الدین رضوی جیسی شخصیت جو خود شہید کے ماموں تھے کو شہید کیا گیا۔ اسی طرح آئی ایس او کے فعال اور غیور رکن ناصر الدین کو شہید کیا گیا۔ اسی طرح واجد علی کو ان کے گھر کے سامنے جو اپنے بھائی برکت علی کی شہادت پر گریہ کناں تھے کو بھی شہید کیا گیا فقط اس پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ علاقے کے نامور مذہبی، سیاسی اور حکومتی عہدوں پر فائز شخصیات کو یکے بعد دیگرے شہید کیا گیا۔ (۲۲)

شہید کی قیادت کے بعد گلگت کے حالات

شہید ملت وسالار شہیدان گلگت آقای سید ضیاء الدین رضوی نے ۱۹۹۰ء میں گلگت کی سرزمین پر اپنے قدم مبارک رکھے۔ دراصل وہ تبلیغ کی غرض سے گلگت آئے تھے اور واپس حوزہ علمیہ قم جانا چاہتے تھے لیکن وہاں کے شیعہ جوانوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کو واپس قم جانے نہیں دیا اور ان سے مرکزی جامع مسجد گلگت میں امام جمعہ والجماعت اور علاقے کی قیادت سنبھالنے کی درخواست کی جس پر آپ نے ان کے جوش اور ولولے کو دیکھ کر اپنی رضایت کا اعلان کیا۔ شہید رضوی نے اپنے بصیرت اور قابلیت سے تھوڑی مدت میں وہاں کے مومنین کو منظم اور متحد کیا اور وہاں کے شیعوں کے دلوں کو جذبہ شہادت اور ایثار سے زندہ کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں جامع مسجد گلگت میں اپنے فکری خطبات کے ذریعے سے وہاں کے شیعوں کو روحانی طاقت بخشی اور آپ نے ملت جعفریہ کو اتنا مضبوط بنا دیا کہ وہ دشمن کی ہر اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے قابل ہوگئی۔ (۲۳)

شہید سید ضیاء الدین رضوی کی شہادت کے بعد مناور، شکیوٹ اور کونو داس کالونی کے شیعوں نے اپنی جان و مال، ناموس اور عقیدے کی حفاظت کی خاطر دوسرے پرامن علاقوں کی طرف ہجرت کی چونکہ ان علاقوں میں شیعہ اقلیت میں تھے۔ اسی طرح برمس، قاسم پورہ اور مجینی محلہ اور نگرل کے کچھ سنیوں نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور دوسرے علاقوں کی طرف منتقل ہوئے۔ شہید سید ضیاء الدین رضوی ہر عام و خاص کے دلوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ آپ پاکستان کے سارے علما اور اکابرین کے لئے قابل قبول تھے۔ لوگ آپ کو امام زمانہ کا مخلص ترین سپاہی سمجھتے تھے۔

شہید کے مختلف شخصی پہلو

الف: شہید کی فردی خصوصیات:

شہید سید ضیاء الدین رضوی سادگی کے ساتھ زندگی گزاتے تھے۔ انہیں ان کے والد بزرگوار کی طرف سے تھوڑی سی زمین وراثت میں ملی تھی۔ ان کی سادہ زیستی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب انہوں نے ۱۹۹۰ء میں جامع مسجد گلگت کے امام جمعہ والجماعت کی ذمہ داری قبول کی تو مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے دی جانے والی تھوڑی بہت رقم کو بھی انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا حالانکہ اس وقت ان کی کوئی ذاتی انکم نہیں تھی۔

اسی طرح انہیں مختلف دینی مدارس میں اچھی تنخواہ کے ساتھ تدریس کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اور ہر طرح کے خوف میں گھرے ہوئے گلگت میں رہ کر مقامی مومنین کی خدمت کرنے کو ترجیح دی تا کہ وہاں رہ کر بکھری ہوئی قوم کو متحد کر سکیں۔ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ محرم الحرام کا عشرہ پڑھنے کے بعد معمولاً علما حضرات کو تھوڑی بہت رقم دی جاتی ہے وہ اسے بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ (۲۴) اور اگر کوئی انہیں ہدیہ دیتا تو اسے فقرا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حجۃ الاسلام جناب زمانی کا کہنا ہے کہ آیت اللہ صافی گلپائیگانی کے دفتر کی طرف سے ۲۰۰۰ ڈالرز آقای ضیاء الدین کے ذاتی مخارج کے لئے بھیجے تھے اور شہید نے اسے کہیں خرچ نہیں کیا تھا حتی کہ ان کی شہادت کے بعد بھی وہ ۲۰۰۰ ڈالرز باقی پڑے تھے، ان مثالوں سے پتا چلتا ہے کہ شہید مال امام کو صرف کرنے میں کتنا احتیاط کرتے تھے۔ (۲۵)

ب) شہید کی علمی خصوصیات

علمی اعتبار سے شہید گلگت میں علماء کے درمیان مانی ہوئی شخصیت تھی۔ انہوں نے ۶ سال تک پاکستان کے دینی مدارس میں کسب علم کیا۔ اس کے بعد ۱۰ سال تک حوزہ علمیہ قم میں علوم آل محمد کے زیور سے آراستہ ہوئے اور انہی ۱۶ سال کے مختصر عرصے میں شہید نے واقعاً علم کا سمندر اپنے اندر سمولیا۔ کیوں نہ علم کا سمندر ہوتے جبکہ قم میں انہوں نے آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ مرزا جواد تبریزی اور آقای کاشانی اور حسین خرم آبادی جیسی شخصیات سے کسب فیض کیا۔ اگر چہ شہید کی مدت تحصیل بہت کم اور مختصر تھی لیکن انہوں نے اس مختصر عرصے میں بہت ہی محنت کے ساتھ علم حاصل کیا۔ جو استعداد خدا نے انہیں دی تھی واقعاً وہ اسے بروی کار لائے جس کے نتیجے میں وہ ایک ماہر استاد، توانا خطیب اور قوی مناظر کے طور پر معاشرے میں ابھرے۔ (۲۶) اس سلسلے میں آپ کے نماز جمعہ کے خطبوں سے بعض جملے نقل کئے جاتے ہیں:

> **"میں نے کئی بار کہا ہے اور اب بھی اعلان کرتا ہوں کہ آجاؤ وہابیو مجھ سے شیعہ مذہب کے بارے میں وضاحت طلب کرو یا ثابت کرو کہ تمہارا مذہب حق ہے یا مجھے اجازت دو تا کہ ثابت کروں کہ مذہب شیعہ حق ہے، اور اگر میں اس مناظرے میں ہار گیا تو پوری شیعہ قوم کو لے کر تمہارا مذہب اختیار کروں گا۔"**

ج) تدریس

شہید حوزہ علمیہ قم میں تحصیل کے ساتھ ساتھ طلاب کو پڑھاتے بھی تھے۔ گلگت شہر میں بھی ایک مدرسہ تھا جس میں شہید تدریس کیا کرتے تھے۔ بعض طلبا اپنا درس شہید کے گھر میں رکھتے تھے۔ آپ نے تقریباً دو سال تک محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی کے حکم سے لندن کے ایک مدرسے میں جو جامعہ المنتظر کی شاخ تھا میں تدریس کی اور وہاں پر بھی آپ نے بہت سے طلاب کی تربیت کی۔

د) تبلیغ

حقیقت میں شہید بچپن ہی سے دین اسلام کی تبلیغ میں سرگرم رہے۔ بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دیتے تھے۔ حوزہ علمیہ قم میں وارد ہونے کے بعد ماہ مبارک رمضان اور محرم الحرام میں تبلیغ دین کی خاطر اپنے علاقے کی طرف جاتے تھے۔ جب آپ حوزہ علمیہ قم میں حصول علم میں مشغول تھے تو علامہ سید صفدر حسین نجفی نے آپ کو تبلیغ کے لئے لندن بھیجا دو سال تک انہوں نے لندن میں تدریس اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، ان کی علمی صلاحیت، تقویٰ اور پارسائی کو دیکھ کر دنیا کے مختلف علاقوں سے ان کو تدریس اور تبلیغ کرنے کی پیشکش آئی لیکن انہوں نے ان سب کو چھوڑ کر اپنے آشوب زدہ علاقے کے مظلوم مومنین کی خدمت کرنے کو ترجیح دی![۲۷]

ھ) تالیفات

شہید گلگت کے مختلف علاقوں میں لوگوں کو وعظ و نصیحت، تبلیغ اور اسی طرح دینی مدارس میں تدریس میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ساتھ ہی حکومت اور وہابیوں کے ساتھ مختلف امور پر محاذ آرا تھے۔ ان سب مصروفیات کے باوجود علمی تحقیقات اور تالیفات کے میدان سے بھی غافل نہیں رہے۔ بڑی گرانقدر کتابیں لکھ کر ملت تشیع کے لئے ایک بہت بڑا علمی سرمایہ یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔ ان کی تالیفات میں درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ عبداللہ ابن سبا ایک افسانوی کردار۔
۲۔ صحابہ آیات و روایات کی روشنی میں۔
۳۔ آئینہ حقیقت۔[۲۸]

شہید رضوی کے افکار

شہید سید ضیاء الدین رضوی (اعلی اللہ مقامہ) انقلاب اسلامی ایران، حضرت امام خمینی (قدس سرہ) اور رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ خامنہ ای کے عاشق تھے۔ شہید کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کی نجات اور عزت صرف اور صرف حضرت امام خمینی (رضوان اللہ) کے نورانی افکار کی پیروی اور ولی فقیہ کی اطاعت کرنے میں ہے۔ شہید کا نظریہ تھا کہ جو نظام حقیقی معنوں میں مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے اسلام کے دشمنوں کے سامنے ڈٹا ہوا ہے وہ اسلامی جمہوریہ ایران کا نظام ہے۔ شہید بزرگوار کسی کو بھی اسلامی جمہوریہ ایران اور رہبر معظم انقلاب کی چھوٹی سی بھی اہانت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ شہید کے گلگت آنے سے پہلے وہابی یہ نعرہ لگاتے تھے "کافر کافر شیعہ کافر" لیکن شہید کے گلگت آنے کے بعد کسی کی جرات نہیں تھی کہ اس قسم کی غلیظ زبان استعمال کرے۔[۲۹] اس کے علاوہ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے علامہ شہید سید عارف حسین الحسینی (رہ) کی سیرت اور ان کے کردار اور افکار کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا تھا۔ شہید کی نظر میں عارف حسینی کی شہادت پاکستان کی شیعہ قوم کے لئے ان کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان تھا درحالیکہ خود شہید سید ضیاء الدین رضوی کی شہادت سے جو نقصان گلگت بلتستان کے شیعوں کو ہوا وہ نقصان علامہ سید عارف کی شہادت سے کم نہ تھا۔ بلکہ شہید بزرگوار عالم ومجاہد اور قائد ہر دل عزیز شیعیان پاکستان علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد شہید سید ضیاء الدین رضوی کی شہادت شیعیان پاکستان بالخصوص شیعیان گلگت بلتستان کے لئے بہت بڑا المناک اور ناقابل فراموش سانحہ تھا۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے خط کو اپنایا ہوا تھا۔ وہ ہر وقت قائد ملت کی حمایت کرتے تھے اور وہ بھی ان کو اپنا دست راست سمجھتے تھے۔ شہید کا فرمان تھا:

"کوئی بھی شخص مرکز سے رابطہ رکھے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔"

اس بارے میں بہت سی ویڈیو کیسٹیں بھی پائی جاتی ہیں جہاں پر انہوں نے بھرپور انداز میں قائد ملت کی حمایت کی ہے اور قائد محترم پر لگائے گئے الزامات کی سخت مخالفت اور شدید مذمت کی ہے۔ قائد محترم علامہ سید ساجد علی نقوی کی حمایت اور شجاعانہ قیادت کے سلسلے میں شہید سید ضیاء الدین رضوی کی طرف سے کی گئی گفتگو کے ایک حصے کو ایک ویڈیو کیسٹ سے بندہ حقیر اس مقالے میں نقل کرتا ہوں:

قائدملت علامہ سید ساجد علی نقوی کو ہر طریقے سے مرعوب کرنے اور دبانے کے لئے ان کو پابند سلاسل کیا گیا۔ پھر کیسی شرائط رکھیں وہ شرائط کیا تھیں، لوگ کہتے تھے کہ یہ قتل کیس ہے فلاں ہے، نہیں، مسئلہ قتل کیس نہیں تھا، مسئلہ یہ تھا کہ حکومت دشمن کی ہمنوا بن کر یہ چاہتی تھی کہ کل دشمن جو مطالبہ کر رہا تھا، آج قائد سے حکومت خود وہ مطالبہ کر رہی ہے، کہ جناب یہ شرط بھی مان لیں، یہ شرط بھی مان لیں، لیکن قائد محترم نے فرمایا کہ میرے لئے ان شرایط کو قبول کرنے سے آسان مسند شہادت ہے۔ میں مسند شہادت کو قبول تو کر سکتا ہوں لیکن اس ذلت آمیز ان شرائط پر میں کبھی بھی دستخط نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہی آپ نے ثابت کر کے دکھایا، کیس کا سلسلہ چل رہا ہے۔

ان شاء اللہ حق کی نصرت ہوگی دشمنوں اور حکام کا یہ ستم اور ان کا یہ ظلم جو چلا آرہا ہے۔ برادران ہمیں ان ساری چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس وقت پاکستان کے اندر تشیع کا وجود بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ اس وقت اگر ہم نے اپنے وجود کے تحفظ کی کوشش نہ کی تو کل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بیدار اور ہوشیار ہو جائیں۔ اور پاکستان کے اندر مذہب اہل بیت پر خود بھی پابند رہتے ہوئے اس مذہب کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے میدان عمل میں ہمیشہ آمادہ و تیار رہیں اور جب تک زندگی ہے حق پر عمل ہوتا رہے اور اگر زندگی جائے تو حق پر قربان ہو جائے۔(۳۰)

شہید کی دینی اور فرہنگی خدمات

شہید مظلوم نے اپنی ساری زندگی قوم کی خدمت اور خدا کی عبادت میں گزاری۔ وہ سفر میں ہوتے یا حضر میں، مریض ہوتے یا سالم، مشکل میں ہوتے یا آسانی میں انہوں نے اپنی عبادت میں کبھی سستی نہیں کی۔ اسی طرح وہ اپنی فعالیتوں میں بھی خواہ وہ دینی فعالیت ہو یا مذہبی، سیاسی فعالیت ہو یا ثقافتی بغیر کسی سستی کے سرگرم عمل رہتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند فعالیتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

الف) دینیات سینٹرز کا قیام

شہید نے گلگت، نگر، ہنزہ، جلال آباد، دنیور اور دوسرے سینکڑوں دیہاتوں میں جوانوں کو دینی

تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے کئ دینیات سینٹرز کی بنیاد رکھی ان سینٹروں میں اساتذہ کا بھی معقول انتظام کیا گیا اوران کے لئے معقول تنخواہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

ب) خواہران کے لئے حوزوی مدارس کا قیام

شہید نے گلگت شہر میں خواہران کی دینی تربیت کے لئے جامعۃ الزہرا (سلام اللہ علیہا) کی بنیاد رکھی اسی طرح نومل، جلال آباد، ہنزہ، نگر اور دنیور میں بھی خواہران کے دینی مدارس کی سرپرستی کرتے تھے۔ اور ان مدارس کے معلمین کی ماہانہ مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ فی الحال خواہران کے آٹھ مدرسے ہیں جو شہید کی کوششوں سے تاسیس ہوئے تھے۔ تقریبا ۲۰ سے زیادہ دینیات سینٹرز ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ طالب علم کسب فیض کر رہے ہیں۔ (۳۱)

ج) برادران کے حوزوی مدرسوں کی سرپرستی

شہید گلگت شہر میں برادران کے ایک حوزوی مدرسے کی سرپرستی کرتے تھے۔ بہت زیادہ مصروف ہونے کے باوجود طلاب کرام ایک درس کو سید کے گھر میں رکھتے تھے۔ اور شہید کسی بھی وقت درس کی چھٹی نہیں کرتے تھے۔ حال ہی میں یہ مدرسہ جناب حجت الاسلام والمسلمین سید راحت حسین الحسینی صاحب کی زیر نگرانی ہے۔ اس مدرسے میں اب حفاظ کرام حفظ قرآن میں مصروف ہیں۔

د) دور دراز علاقوں میں علماء کو تبلیغ پر بھیجنا

وہ علاقے جہاں لوگوں کے لئے علما میسر نہیں تھے وہاں پر نماز جماعت کے قیام اور دوسری دینی خدمات انجام دینے کے لئے مبلغین کو بھیجتے تھے۔ ہر طریقے سے مبلغین کی حمایت کرتے تھے۔ تقریباً ۳۰۰۰/ روپے سے ان کی مالی امداد کرتے تھے۔

ہ) اخلاقی دروس کا انعقاد

دینی طالب علموں اور عام نوجوانوں کے لئے اخلاقی دروس کا انعقاد کرتے تھے۔ وہ ضرور ہفتے میں ایک دفعہ گلگت کی جامع مسجد اور مختلف علاقوں میں نوجوان طبقہ کے لئے درس اخلاق کا بندوبست کرتے تھے جس میں بے شمار نوجوان شرکت کرتے تھے اور معنوی تربیت حاصل کرتے تھے، بندہ خود اس بات کا گواہ

ہے کہ میں نے خود دنیور اور گلگت میں شہید کے کئی دروس اخلاق میں شرکت کی اور معنوی استفادہ کیا۔

و) مساجد کی تعمیر

شہید نے اپنی زندگی میں گلگت کے مختلف علاقوں میں جہاں مساجد کی اشد ضرورت تھی، مساجد بنوائیں، بلکہ جہاں دوسروں کے لئے مسجد بنانا ممکن نہیں تھا، شہید نے وہاں پر بھی مسجد بنا کر غیر ممکن کو ممکن بنایا۔ گاہکوچ میں جہاں ۱۰۰ فیصد اسماعیلی زندگی کرتے ہیں وہاں پر شیعہ مسافروں اور مالزامیین کے لئے مسجد بنوائی بلکہ ایک مکان بھی وہاں خریدا تا کہ مبلغ وہاں رہ کر اس مسجد میں نمازیوں کے لئے تبلیغ کریں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہنزہ علی آباد میں بھی مسجد بنوائی اور خود گلگت شہر میں مرکزی جامع مسجد کی تعمیر نو کرائی جو تین منزلوں پر مشتمل ہے پہلی منزل میں ۵۰۰، دوسری منزل میں ۳۵۰ اور تیسری منزل میں ۱۵۰ نمازیوں کے لئے گنجایش ہے۔[۳۲] یہ مسجد اہل تشیع کے لئے شہید کا ایک شاہکار اور یادگار تحفہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی شہید نے بہت سارے فلاحی کام انجام دئے جن کو تفصیلات بیان کرنے کی اس مقالے میں گنجائش نہیں ہے، فقط ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

ز) تعمیر ملت پروگرام

شہید ضیاء الدین کی جامع مسجد گلگت کی ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے وہاں پر حجت الاسلام والمسلمین سید عباس علی شاہ حسینی نجفی امام جمعہ والجماعت تھے۔ وہ ایک باعمل عالم اور زبردست خطیب ہیں انہوں نے مذہب اہل بیت کی تبلیغ اور ترویج کے لئے ہر قسم کی قربانی دی ہے۔ لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے بہت سارے امور انجام دئے ہیں۔

ان امور میں ایک اقتصادی نظام کی تنظیم نو ہے۔ اس نظام کو پہلے سید عباس علی شاہ چلا رہے تھے۔ یہ اقتصادی نظام بغیر کسی خاص نام کے چل رہا تھا لیکن شہید بزرگوار نے ۱۹۸۹ء میں مرکزی امامیہ مسجد گلگت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد باقاعدہ طور پر انتخابات کے ذریعے مسجد کمیٹی بنائی۔ اس نظام کو تعمیر ملت پروگرام نام دیا۔ یہ نظام ملت تشیع کے لئے ایک مفید کام ثابت ہوا۔

ح) شادی بیاہ میں آسانی

شہید بزرگوار کے گلگت آنے سے پہلے علاقے میں شادی بیاہ میں ایسی رسومات تھی جو دین اسلام

کے خلاف تھیں۔ مثلا ناچ گانے وغیرہ اس کے علاوہ شادی کو پر رونق بنانے یا شہرت بنانے کے لئے اپنی قلیل سی جائیداد کو لٹاتے تھے۔ علاوہ براین نکاح کے دوران مہر حد سے زیادہ رکھتے تھے۔ شہید کی بدولت یہ ساری غلط رسومات ختم ہوگئیں۔ لوگ سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کو اختتام تک پہنچانے لگے۔ ناچ گانے کا سلسلہ ختم ہوا۔ اپنی دولت کو لٹانے کے بجائے چند کلو شیرینی سے مسجد میں مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے لگے اور نکاح کے دوران مہر بھی مناسب رکھا جانے لگا۔

شہید کے مختلف محاذ

شہید سید ضیاء الدین رضوی اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دفاع کے لئے بہت سارے محاذوں پر لڑتے رہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

الف) ایران عراق کی ۸ سالہ جنگ میں شرکت

شہید سید ضیاء الدین رضوی پورے وجود کے ساتھ امام زمانہ (عج) کے مخلص سپاہی اور اسلامی انقلاب کے باوفا ساتھی تھے۔ جب ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا تو شہید بزرگوار حوزہ علمیہ قم میں وارد ہوئے۔ اسی دوران عراق نے زبردستی اسلامی جمہوریہ ایران پر حملہ کیا۔ کئی مرتبہ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے ایران کی طرف سے ہونے والی دفاعی جنگ میں شرکت کی۔

ب) متنازعہ نصاب تعلیم کے سلسلے میں شہید کا موقف

بنیادی قانون کے مطابق شیعہ اور سنی دونوں پاکستان کے رسمی مذہب ہیں۔ پاکستان کو شیعہ اور سنی دونوں نے مل کر بنایا ہے۔ خصوصا شیعوں کی قربانیاں حصول پاکستان کے لئے کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ بنیادی قانون کے مطابق نصابی کتابوں کے اندر ہر دو فرقوں کے عقائد مندرج ہونے چاہیے۔ یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ کتابوں کے اندر ایسا درسی مواد لانے سے پرہیز کیا جائے جو مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پھیلائے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ۱۹۹۷ء کے بعد پہلی کلاس سے لیکر یونیورسٹی تک تمام کتابوں میں اس قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نصابی کتابوں میں ایسے زہریلے افکار درج کئے گئے ہیں کہ جو شیعہ عقائد کے خلاف ہیں۔[۳۳]

لہٰذا شہید بزرگوار نے اس زہریلے درسی مواد کے خلاف زبردست تحریک اور مہم چلائی۔ حکومت سے

مطالبہ کیا کہ نصاب تعلیم کے اندر ایسا درسی مواد کو رکھا جائے جو سب فرقوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اس تحریک کی شیعوں کے علاوہ عام سنی برادران نے بھی بھر پور حمایت کا اعلان کیا اس پر ساری عوام سڑکوں پر آئی سارے حکومتی ادارے بند ہوئے۔ سکول کے طالب علموں نے سکولوں کو بند کیا۔ بازار بھی بند ہو گئے۔

شہید کی شہادت

اس کے نتیجے میں حکومت پاکستان بے بس ہوئی۔ ہر طرح سے شہید کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ کئی بار گرفتار کیا گیا لیکن شہید کسی طرح سے حکومت کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ دن بہ دن یہ تحریک شدت پکڑتی گئی جس پر شہید کو خاموش کرنے کے لئے آخری حربہ استعمال کیا گیا اور شہید کو جنوری ۲۰۰۵ء کے دن تقریباً ۱۲ بجے نماز ظہر پر جاتے ہوئے کلاشنکوف کی گولیوں اور گرنیٹ سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں موقع پر شہید کے دو وفادار محافظ حسین اکبر اور عباس علی شہید ہو گئے۔ خود شہید اور آپ کا تیسرا محافظ شدید زخمی ہوئے۔ ان کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے راولپنڈی سی ایم ایچ ہسپتال منتقل کیا گیا، لیکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گلگت بلتستان کے محبوب رہنما سید ضیاء الدین رضوی اپنے محافظ سمیت جام شہادت نوش کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ہزاروں چاہنے والوں نے الوداع کرنے کے بعد جامع مسجد گلگت کے صحن میں ان کو سپرد خاک کیا۔ خدا ان کی قبر پر اپنی رحمت کی بارش نازل کرے۔ (بشکریہ سائٹ ابنائے روح اللہ)

منابع:

۱۔ انجم، غلام حسین، شیعیت گلگت میں، ص ۱۵۰۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۰۔

۴۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۱۔

۵۔ ماہنامہ ہادی، ۲۰۰۸، ص ۸۔

۶۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۳۔

۷۔ ایضاً، ص ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۹، ۲۰، ۲۲۔
۹۔ قیصر، محبت حسین، شہدای گلگت بلتستان، ص ۵۰۲۔
۱۰۔ حسین رضوی، فرزند شہید ضیاء الدین رضوی۔
۱۱۔ سید اظہر کاظمی، ہم زلف سید ضیاء الدین رضوی۔
۱۲۔ سخنرانی حجت الاسلام سید راحت حسینی، مدرسہ امام علی قم، سال ۲۰۱۰۔
۱۳۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۲۷ و ۵۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۸۔
۱۵۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۹۲۔
۱۶۔ ایضاً، ص ۳۰۔
۱۷۔ ایضاً، ص ۳۳۔
۱۸۔ ایضاً، ص ۳۶۔
۱۹۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۲۔
۲۰۔ قیصر، محبت حسین، شہدای گلگت بلتستان، ص ۷۴۔
۲۱۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۵۔
۲۲۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۴۴۔
۲۳۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، ص ۷۔
۲۴۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، ص ۷۔
۲۵۔ اطلسی، محمد نذیر، گلگت۔
۲۶۔ حجت الاسلام سید راحت حسینی کی تقریر سے اقتباس۔
۲۷۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۵۲۔
۲۸۔ ایضاً۔
۲۹۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۱۳۔
۳۰۔ مرکزی جامع مسجد گلگت میں نمازیوں سے خطاب۔
۳۱۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۶۱۔

۳۲۔ایضاً۔
۳۳۔رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۸۳ و ۸۴۔

مرحوم سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ

تحریک پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ، بھکر قومی کنونشن کے بانی، بابائے تحریک جعفریہ، ممتاز شخصیت اور شیعہ علماء کونسل پاکستان کے مرکزی نائب صدر جناب سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۵ء میں سہارن پور، یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں جب قائداعظم کی قیادت میں قافلہ سہارن پور سے گزرا تو انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو استقبالیہ کا ہار پہنایا۔ (بھکر ٹائمز)

مرحوم سید وزارت حسین نقوی کا خاندان بھارت سے ہجرت کر کے بھکر میں سکونت پذیر ہوا۔ آپ بنیادی طور پر وکالت کے پیشہ سے منسلک تھے۔ اس پیشے میں آپ ایک ممتاز مقام رکھتے تھے؛ قانونی معاملات کے علاوہ سیاست میں بھی کافی اثر رکھتے تھے۔ دینی کاموں میں ہمیشہ پیش قدم رہے۔ بھکر میں شاندار مرکز "قصر زینبؑ" کے نام سے تعمیر کروایا، جو علاقہ کی مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ قومی اجتماعات کا بھی مرکز بنا رہا ہے۔ اس مرکز کے تمام معاملات کی نگرانی آپ آخر دم تک کرتے رہے ہیں۔ اس میں مسجد، امام بارگاہ اور تنظیموں کے دفاتر بھی قائم رہے ہیں۔

جب جنرل ضیاء الحق نے اسلامائزیشن کا اعلان کیا اور بعض مبہم اعلانات کئے جن سے اہل تشیع میں خدشات پیدا ہوئے کہ ان پر ایک مخصوص فقہ اور نظریات مسلط کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح قانون سازی میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی بنیاد ڈالی گئی۔ بھکر کی سرزمین پر تشکیل پانے والے اس متحدہ قومی پلیٹ فارم کے کنونشن کے بانی جناب سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ مرحوم تھے۔ آپ ایام نوجوانی سے ہی اجتماعی اور قومی سوچ کے حامل تھے کہ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سید وزارت حسین نقوی کی مینجمنٹ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ۱۹۷۹ء میں منعقد ہونے والے تاریخ پاکستان میں شیعیان حیدر کرار کے سب سے بڑے اجتماع کو بطریق احسن مینج

کیا۔ایک اندازے کے مطابق شرکاء کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی؛ بی بی سی لندن کے بقول آیت اللہ خمینیؒ کے بعد مفتی جعفر حسینؒ جنوبی ایشیا کے دوسرے بڑے روحانی پیشوا تھے کہ جنہیں عوام کی اتنی بڑی تعداد نے ووٹ دیا۔(خورشید خاور، صفحہ ۱۱۸)

تحریک کے دستور کی تدوین میں آپ کی کاوشیں اور محنت کارفرما تھیں؛ ۲۰/اپریل ۱۹۷۹ء کو گوجرانوالہ شہر میں تحریک کا ضابطہ اور آئین تشکیل دینے کے لئے جن چھ افراد کا انتخاب کیا گیا ان میں ایک سید وزارت حسین نقوی تھے۔(سفیر نور، صفحہ ۷۳)

تحریک کے چھ اکابرین علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم، علامہ مرزا یوسف حسین مرحوم، علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم، آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی، علامہ ملک اعجاز حسین نجفی اور سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ پر مشتمل وفد نے ۵/مئی ۱۹۷۹ء کو ضیاء الحق سے ملاقات اور طویل مذاکرات کئے۔ ہر شخص اپنے اپنے انداز میں اپنا موقف پیش کر رہا تھا۔ جب سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ کو لب کشائی کا موقع ملا تو انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں ضیاء الحق سے مخاطب ہو کر کہا:

> **"صدر محترم میں محب وطن پاکستانی اور سچا مسلمان ہوں۔آپ کے نظام مصطفی کے اعلان سے ہم خوش تو ہوئے مگر آپ کی پیش کردہ تشریحات نے ملت جعفریہ کے ہر پیر و جوان کو احساس محرومی میں مبتلا کر دیا ہے کہ آپ پاکستان کو سنی اسٹیٹ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"**

ابھی وزارت حسین نقوی کے چند جملے باقی ہی تھے کہ ضیاء الحق کی پیشانی پر بل پڑے اور اس نے غصے میں کھڑے ہو کر کہا:

> **"مسٹر نقوی آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر ایسی تشریحات ہیں بھی سہی تو کیا ہوا، میں کوئی سکھستان بنا رہا ہوں؟"**

ضیاء الحق اس حالت میں شاید کچھ اور کہنا چاہتے تھے مگر وزارت حسین نقوی نے پھر مداخلت کی:

> **"صدر محترم، پاکستان اسلامی ریاست ہے، فقہی ریاست نہیں؛ ہم قطعاً اپنی فقہ پر کسی دوسری فقہ کا تسلط برداشت نہیں کریں گے۔"(سفیر نور، صفحہ ۷۵)**

صدر نے تحریک کے وفد سے ملاقات کے بعد وعدہ کیا کہ وہ ۹/مئی ۱۹۷۹ء کو کراچی کی پریس کانفرنس

میں اہم اعلان کریں گے۔ ملاقات اختتام کو پہنچی تو حکومت نے تحریک کے چھ اکابرین کو ٹی۔ اے، ڈی ۔اے کی پیش کش کی جسے اکابرین نے ٹھکراتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی جماعت کی نمائندگی کرنے آئے تھے کوئی سرکاری مہمان نہیں تھے۔ (ایضاً،صفحہ ۷۶)

تحریک کو مضبوط بنانے اوراس کے امور میں آپ نے خصوصی دلچسپی لی، آپ تحریک کے ہر اجلاس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے اور ہر موقع پر اپنی رائے کا بے باک اظہار فرمایا۔

مفتی صاحب کی وفات کے بعد مسئلہ اصولی قیادت اوران کے دستوری جانشین کا تھا؛ قوم کے اذہان سے قائد کے وجود سے محرومی کا احساس زائل کرنے اور دستوری ذمہ داریاں نبھانے کے لئے سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ نے تحریک کی سپریم کونسل اور مجلس عاملہ کے اراکین کو تعزیتی اور دعوت فکر دینے والا خط لکھا جس میں تحریر تھا:

"اس پر آشوب دور میں آپ اراکین کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی اولین فرصت میں مفتی صاحب کے حقیقی جانشین کا انتخاب کر کے قوم کی موجودہ بے چینی اور مایوسی کو دور کریں تا کہ مفتی صاحب کا مشن جاری اور ملت جعفریہ کے حقوق کا تحفظ قائم رہے۔" (ایضاً، صفحہ ۸۵)

پانچ اراکین مجلس عاملہ پر مشتمل کمیٹی میں سے مکمل طور پر دو رکن آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی اور سید وزارت حسین نقوی نے ہی تمام صوبوں میں اپنی ذمہ داریاں ادا کیں۔ (ایضاً،صفحہ ۸۶)

دستوری تقاضے ابھی تشنہ ہی تھے کہ جناب حامد علی موسوی صاحب کی قیادت کی خبر اخبارات نے شائع کر دی۔ ۱۹ر جنوری ۱۹۸۴ء کو لاہور کے مقامی ہوٹل "لارڈ" میں سید وزارت حسین نقوی نے پریس کانفرنس کی۔ انہوں نے بتلایا کہ تحریک کی مرکزی کونسل کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کا ۱۰ر فروری ۱۹۸۴ء کو بھکر میں اہم اجلاس ہوگا اور یہاں تحریک کی آئندہ قیادت کا آئین کے تحت انتخاب کیا جائے گا۔ (ایضاً،صفحہ ۸۸)

دس فروری کی صبح قصر زینب بھکر میں تحریک کی سپریم کونسل اور مرکزی کونسل کا اہم ترین اجلاس با قاعدہ دستور کے تحت منعقد ہوا۔ کچھ شخصیات پر اشکال وارد ہونے کے علاوہ علامہ سید صفدر حسین نجفی کے قومی قیادت کو سنبھالنے سے بلا تامل معذرت کرنے کے بعد سید وزارت حسین نقوی نے مجاہد عالم دین علامہ سید عارف حسین الحسینی کا نام قیادت کے لئے پیش کیا تھا۔ قائد شہید مذکورہ کونسلز کی مکمل حمایت اوراعتماد کے بعد قائد مرحوم کے جانشین منتخب ہوئے۔ (تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، سید وزارت حسین نقوی

ایڈووکیٹ، نقل از ماہنامہ تحریک، صفحہ ۳۱، جنوری ۱۹۹۶؛ سفیر نور، ص ۹۱، اشاعت دوم ۱۹۹۸)

تنظیمی تقاضوں کے پیش نظر قائد شہید نے اپنی مرکزی کابینہ کا اعلان کیا تو اس میں سید وزارت حسین نقوی کو تحریک کا مرکزی جنرل سیکرٹری اور ڈاکٹر محمد علی نقوی کو جوائنٹ سیکرٹری کی ذمہ داری سونپی۔ (سفیر نور، صفحہ ۱۰۶)

مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۹۸۴ء کو قائد شہیدؒ نے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ایک "دستور کمیٹی" بنائی کہ تحریک کے آئین کو جدید تقاضوں کے تحت ترمیم کرنے کے لئے اپنی سفارشات مرتب کرے۔ اس کمیٹی میں بھی آپ شامل تھے۔

۱۔ علامہ سید ساجد علی نقوی (کنوینئر)
۲۔ علامہ حافظ ریاض حسین نجفی (رکن)
۳۔ علامہ شیخ محسن علی نجفی (رکن)
۴۔ علامہ رضی جعفر نقوی (رکن)
۵۔ علامہ محمد جواد صاحب (رکن)
۶۔ سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ (رکن)
۷۔ ڈاکٹر محمد علی نقوی (رکن)
۸۔ سید امام علی شاہ کاظمی (رکن)
۹۔ سید امداد حسین ہمدانی (رکن)
۱۰۔ سید مصطفیٰ حیدر نقوی (رکن)
۱۱۔ اعجاز رسول نگری ایڈووکیٹ (رکن)؛ (تحریک کے دستور کی ارتقائی تاریخ، سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ، نقل از ماہنامہ تحریک، صفحہ ۳۱، جنوری ۱۹۹۶ء)

ایم آر ڈی کے اکابرین سے بحالی جمہوریت کے حوالے سے تحریک کے جس وفد نے گفت وشنید کی تھی اس میں سید وزارت حسین نقوی بھی شامل تھے۔ (تحریک کا سیاسی سفر، صفحہ ۴۱) اور قرآن وسنت کانفرنس میں پیش کرنے کے لئے منشور تیار کرنے کے لئے جو منشور کمیٹی تشکیل دی گئی اس میں بھی آپ شامل تھے۔ (تحریک کا سیاسی سفر، صفحہ ۵۰)

قائد شہید نے عملی سیاست میں شرکت کرنے کے حوالے سے علمائے کرام اور ممتاز شیعہ شخصیات سے ملک بھر سے آراء لیں تو سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ نے ایک مقالہ "ہمارے مطالبات، پس منظر، پیش رفت، تجاویز" لکھ کر اپنی نظر کچھ یوں بیان فرمائی:

> **"ملت جعفریہ کی بدقسمتی ہے کہ سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ کر ہم نے اس کے نزدیک جانے کی کوشش نہیں کی اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم احتجاج کی قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ قرار دادیں منظور کرنا ہمارا مقدر اور مطالبات ہمارا قومی نشان بن گئے ہیں۔ ہمارے اذہان میں یہ بٹھا**

دیا گیا ہے کہ حکومت حاصل کرنا ہمارا شعار نہیں، سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، حکومت کی تشکیل سے ہمارا کوئی سروکار نہیں۔ ہمارا کام صرف عبادت کرنا، مذہبی رسوم ادا کرنا اور اگر کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مطالبہ یا قرارداد منظور کرنا ہے۔ یہ وہ عمل تھا کہ جس سے ہم بے عمل ہو کر رہ گئے ہیں۔ ملکی سطح پر ملت جعفریہ کی کوئی آواز نہ رہی اور جب کبھی قومی سرگرمیوں میں سیاست کی بات کی تو اس پر کسی نے توجہ نہ دی، اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اجتماعی سیاسی قوت حاصل کئے بغیر ہم مضبوط شہری نہیں بن سکتے اور اس کمزور کیفیت میں ہمارے حقوق کسی وقت بھی چھینے جا سکتے ہیں۔"

انہوں نے اپنے مقالہ میں مزید لکھا:

"اگر تحریک، ملت شیعہ کی صحیح خدمت کرنا چاہتی ہے اور ملت جعفریہ اپنے حقوق کی بحالی اور مطالبات کا حصول چاہتی ہے تو ہمیں اس ملک میں ایک سیاسی قوت بن کر ابھرنا ہوگا۔ اپنے حقوق کی بحالی چاہتے ہیں تو ہمیں راہب کا نہیں بلکہ مجاہد کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ایوان حکومت میں شرکت کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ ماضی کی پالیسی ترک کر کے مذہبی اور دینی لائحہ عمل کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط سیاسی لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔ تحریک کو اپنے منشور کے پیش نظر ملت جعفریہ کو فوری طور پر سیاسی قوت بننے کے لئے ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنا چاہئے جس کا خاکہ کچھ اس طرح ہو سکتا ہے:

الف) تحریک کے ذیل میں ایک آزاد سیاسی شعبہ فوری طور پر قائم کیا جائے جس کا کوئی مناسب نام تحریک کے علاوہ تجویز کیا جائے۔

ب) تحریک کا یہ سیاسی شعبہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں سے رابطہ قائم کرے، اشتراک عمل قائم کرے، درسگاہوں سے نکل کر موچی دروازہ، نشتر پارک اور قصہ خوانی بازار میں سیاسی جلسے منعقد کرے۔

ج) ملت پاکستان کو معاشی، فلاحی، سماجی اور معاشرتی پروگرام پیش کرے۔

د) تحریک کے سیاسی شعبہ پر اشتراک عمل کے لئے دائیں یا بائیں بازو کے امتیاز سے بالاتر ہو کر کام کیا جائے۔

س) تحریک کا یہ سیاسی شعبہ ملک کی دیگر جماعتوں سے انتخابی اتحاد کرے اور اس طرح پارلیمنٹ میں اپنے حقوق کا تحفظ کرے۔ (تحریک کا سیاسی سفر، صفحہ ۲۳ تا ۲۵، تاریخ اشاعت ۱۹۸۷ء)

۵/ جولائی ۲۰۰۹ء کو اسلام آباد میں قائد ملت کی صدارت میں علما کانفرس کا انعقاد ہوا جس میں سید وزارت حسین نقوی نے اپنے احساسات کا اظہار کچھ یوں کیا:

گرتی گئی جو راہ وفا میں لہو کی بوند
ہر اک قدم پہ شمع جلاتی چلی گئی

تحریک جعفریہ پر ۲۰۰۲ء میں ایک ڈکٹیٹر نے پابندی لگائی آج سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے موجودہ حکومت جنرل مشرف کے کاموں کو غلط کہہ رہی ہے اگر جنرل مشرف کے تمام اقدامات غلط تھے تو تحریک جعفریہ پر پابندی کا قدم بھی غلط تھا۔ لہٰذا منطقی بات ہے کہ تحریک جعفریہ کو بحال کیا جائے۔ (علماء کانفرنس، رپورٹ، دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان، صفحہ ۱۸)

۲۰۱۲ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں انہوں نے فرمایا:

"ملک کا صدر، وزیر اعظم اور سب سن لیں کہ ملت جعفریہ کو کبھی دیوار سے نہیں لگایا جا سکتا۔" (خطاب سے اقتباس)

سید وزارت حسین نقوی قائدین کے ساتھ شانہ بشانہ رہے اور نظام قیادت کے ساتھ ہمیشہ وفادار رہے، آپ اعلیٰ پایہ کے قانون دان ہونے کے ساتھ ساتھ توانا قومی رہنما، بابصیرت، شجاع، اور سنجیدہ شخصیت تھے۔ ان کی زندگی اخلاص اور جہد مسلسل کا نام ہے؛ شجاعت سے قومی موقف کو ہر جگہ آگے بڑھایا؛ قیادت کے ساتھ وابستگی ان کا طرۂ امتیاز رہا، مشکل ترین حالات میں بھی ان کے قدم کبھی نہیں لڑکھڑائے؛ اپنے قومی حقوق کے تحفظ میں ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ مرحوم دشمن کی سازشوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان کا دلیرانہ تدارک کرتے رہے۔ علاقائی حوالے سے بھی مرحوم کی خدمات لائق تحسین ہیں؛ مختلف مناسبتوں کے مواقع پر فرقہ پرستوں کی وجہ سے حالات خراب ہوئے تو ان کا وہاں کے بگڑتے ہوئے حالات کو بروقت کنٹرول کرنا اور مسلسل عوام کے ساتھ شانہ بشانہ میدان عمل میں رہنے کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آج ملک وملت ایک امن پسند قانونی، علمی، سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور سماجی شخصیت سے محروم ضرور ہوئے ہیں لیکن

ہوا کے رخ پہ چراغ الفت کی لو بڑھا کر چلا گیا ہے
وہ اک دیے سے نجانے کتنے دیے جلا کر چلا گیا ہے

علامہ سید افتخار حسین نقوی حفظہ اللہ

آپ کا تعلق بخاری نقوی سادات کے اس سلسلے سے ہے کہ جنہوں نے ہر دور میں صعوبتوں کی پرواہ کئے بغیر ترویج اسلام وانسانیت کا بیڑا اپنے سر لیا۔ برصغیر پاک وہند میں اسلام کے انسانیت دوست چہرے کا تعارف آپ ہی کے جدامجد، معروف علمی وعرفانی بزرگ حضرت سید جلال الدین شیر شاہ سرخ پوش بخاری النقوی رضوان اللہ تعالی علیہ نے کرایا۔ آپ ان کے فرزند حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ (جن کی مزار حضرت سخی شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کے احاطے میں ہے) کی اولاد سے ہیں۔

جائے ولادت، تاریخ پیدائش اور ابتدائی تعلیم

آپ کی ولادت ۱۹۵۱ء میں ضلع ملتان کے مشہور گاؤں جنگل بھیڑا عقب اسماعیل آباد ٹیکسٹائل ملز قصبہ مظفر آباد تحصیل وضلع ملتان میں ہوئی۔ ابتدائی دینی ودنیاوی تعلیم ملتان ہی کے دینی ادارے مخزن العلوم العربیہ الجعفریہ شیعہ میانی سے حاصل کی۔ قومی خدمات میں حصہ لینے کا بے حد شوق آپ کو بچپن ہی سے تھا چنانچہ جس وقت آپ میٹرک میں تھے اس دوران مطالبات کمیٹی کی تحریک زوروں پر تھی۔ جب ۱۹۶۷-۶۶ء میں راولپنڈی میں علامہ سید محمد دہلویؒ کی کال پر شیعہ احتجاجی کنونشن منعقد ہوا تو جو وفد ملتان سے راولپنڈی کے لئے آیا اس وفد میں ایک کمسن میٹرک کا طالب علم سید افتخار حسین بھی موجود تھا۔ یہی جذبہ آپ کو ماں کی گود سے ورثہ میں ملا تھا جو آج تک آپ کی پوری عملی زندگی میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم

آپ پاکستان سے دینی ودنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۹ء کے وسط میں اعلیٰ تعلیم کے لئے نجف اشرف عراق چلے گئے جہاں آپ کو آیت اللہ حافظ بشیر حسین، آیت اللہ اسحاق فیاض، آیت اللہ محمد علی مدرس، آیت اللہ سید مرتضوی، آیت اللہ اشرفی، آیت اللہ عباس قوچانی، آیت اللہ عیسیٰ محقق جیسے عظیم اساتذہ

سے کسب فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ نجف اشرف میں قیام کے دوران آپ نے مفکر اسلام حضرت آیت اللہ شہید باقر الصدر کی بارگاہ ملکوتی سے بھی روحانی فیض پایا اور نجف اشرف کے بزرگ مراجع تقلید حضرت آیت اللہ سید محمود شاہرودی، آیت اللہ زنجانی، آیت اللہ حلی، حضرت آیت اللہ الخوئیؒ اور حضرت امام خمینیؒ سے رُوحانی ومعنوی راہوں پر گامزن ہونے کے لئے استفادہ کیا۔

حضرت آیت اللہ السیّد محسن الحکیمؒ کی خدمت میں نجف اشرف عراق میں زمانہ طالب علمی کے ابتدائی دور میں حسن البکر کی فوجی آمریت کے خلاف نجف اشرف کے مجتہدین اور علما کی طرف سے منعقد کی جانے والی احتجاجی ریلیوں میں بھی آپ باقاعدہ شریک ہوا کرتے تھے یہ وہ ریلیاں تھیں جن میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ محسن الحکیمؒ ہر ہفتے بروز جمعہ اپنی نظر بندی کے مقام کوفہ سے نظر بندی توڑ کر نجف اشرف میں حرم امیر المومنینؑ میں مولا کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے اور ان کے استقبال کے لئے مجتہدین، علما اور طلبا شریک ہوتے تھے اور نعروں کی گونج میں آقای حکیمؒ کو حرم مولا میں لے آتے تھے۔ آپ بھی ان ریلیوں میں موجود رہتے تھے، یہ ۱۹۶۹ء ہی کا دور تھا اور یہ سلسلہ مسلسل چھ ماہ تک جاری رہا اور آقای حکیمؒ کی وفات پر ختم ہوا۔

عراق سے واپسی اور تبلیغی عمل کا آغاز

آپ کو ۱۹۷۵ء کے اواخر میں نجف اشرف میں دوسرے طلبا کے ساتھ گرفتار کیا گیا، فروری ۱۹۷۶ء میں عراق بدر کر دیا گیا تھا۔ اس طرح آپ وطن واپس آ گئے اور اپنے آبائی شہر ملتان میں رہائش پذیر ہوئے اور وہاں سے ہی تبلیغ دین درس وتدریس کے سلسلے کا آغاز کیا۔ آپ نے تبلیغی عمل کا آغاز ملتان کے مشہور محلہ ناصر آباد (جھک) کی جامع مسجد کی خطابت سے کیا اور فارغ اوقات میں جامعہ مخزن العلوم الجعفر یہ شیعہ میانی ملتان میں رضا کارانہ طور پر تدریسی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ اسی دوران آپ نے حضرت آیت اللہ دستغیبؒ شہید کی معروف تربیتی کتاب ”گناہان کبیرہ“ کی دو ضخیم جلدوں کی تلخیص کی جسے گناہانِ کبیرہ کے نام سے شائع کیا اس کتاب کے علاوہ آپ نے متعدد چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں جن میں اعمال ماہ رجب، اعمال ذوالحجہ، احکام ماہ صیام، اعمال عاشورا خاص مقبول ہوئیں جبکہ علمی اور اخلاقی تربیت سے متعلق متعدد مضامین بھی تحریر کئے۔

اسلام آباد آمد

۱۹۷۸ء اسلام آباد میں معروف دینی درس گاہ جامعہ اہل بیتؑ اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اس کی اہمیت کے پیش نظر آپ کو یہاں تدریس کے لئے مدعو کیا گیا اور آپ بطور وائس پرنسپل مدرسہ ہذا میں اپنے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اسلام آباد میں آپ کا قیام آپ کا بھرپور دینی وقومی فعالیت کا دور تھا اس دوران آپ نے اسلام آباد کے ہر ہر سیکٹر میں نوجوانوں کے لئے اخلاقی دروس، تربیتی وتعلیمی ورکشاپس کا آغاز کیا۔ آپ کا یہ سلسلہ دروس بہت کامیاب رہا جس کے نتیجہ میں بہت سارے نوجوان آپ کے گرد جمع ہو گئے اور علمی پیاس بجھانے لگے۔ آپ نے نوجوانوں کو دور حاضر کے علمی چیلنجز سے نمبرد آزما ہونے کے لئے تیار کیا۔

مجلہ الزہرا کا اجراء

آپ کو شروع دن سے تحریری میدان میں کام کرنے کا شوق تھا چنانچہ آپ نے اسلام آباد میں قیام کے دوران ایک علمی مجلہ ماہانہ الزہراؑ کے نام سے شروع کیا جس نے بڑی تیزی سے علمی حلقوں میں اپنا نام پیدا کیا۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا قیام

جس وقت آپ اسلام آباد میں ہمہ جہتی تعلیمی، تنظیمی، عمل جاری رکھے ہوئے تھے انہی دنوں میں علامہ مفتی جعفر حسین کی آواز پر پاکستان بھر کے شیعوں نے لبیک کہا اور اپنے آئینی حقوق کے حصول کے لئے بھکر کی سرزمین پر ۱۲/اپریل ۱۹۷۹ء کو تاریخی شیعہ کنونشن منعقد کیا اور اس کنونشن میں علامہ مفتی جعفر حسین کو اپنا قائد منتخب کیا۔ اس تاریخ ساز اجتماع کے موقع پر علامہ افتخار نقوی بھکر میں موجود تھے اور ایک نوجوان عالم دین کے روپ میں بہت ہی سرگرم عمل رہے، مفتی صاحب نے قائد منتخب ہونے کے بعد ملک بھر میں دورہ جات کا سلسلہ شروع کیا تو پنجاب، سرحد وکشمیر میں علامہ افتخار حسین نقوی النجفی نے ان دورہ جات کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

آزاد کشمیر میں خدمات

اسلام آباد کنونشن کے معاہدے جس میں یہ طے پایا کہ شیعوں کیلئے ان کی فقہ کے مطابق قانون

سازی ہوگی۔اس معاہدہ پر جزوی طور پر عملدرآمد ہوا۔آزاد کشمیر میں اس وقت برگیڈیئر حیات صاحب کی حکومت تھی۔ مفتی صاحبؒ نے علامہ افتخار حسین نقوی مدظلہ کو اپنا نمائندہ بنا کر آزاد کشمیر بھیجا۔ جہاں پر آپ نے آزاد کشمیر کے صدر، ان کی کابینہ اور وہاں کی عدلیہ کے سربراہ سے ملاقات کی۔ وہاں پر قائم اسلامی نظریاتی کونسل میں مظفر آباد میں موجود معروف خطیب، مفتی کفایت حسین کو بطور نمائندہ مقرر کیا، اس طرح انہوں نے آزاد کشمیر میں شیعہ حقوق کی پاسداری کے لئے آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

دوبارہ حصول علم کے لئے حوزہ علمیہ قم روانگی

علم حاصل کرنے کا دورانیہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی نے پوری دُنیا میں ہلچل مچا دی۔ جدید عصری علوم سے آشنا لوگ اپنی ہر مشکل اسلامی نقطہ نظر سے جاننا چاہتے تھے خاص کر اسلام آباد میں پڑھے لکھے نوجوانوں اور عصری علوم پر دسترس رکھنے والوں کا جذبہ دیدنی تھا، علامہ صاحب نے جدید علمی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی مزید علمی بنیادوں کو مستحکم کرنے اور عصری تقاضوں کے تناظر میں اسلامک تھاٹ کے مختلف شعبہ جات پر مہارت حاصل کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر مرکز علم قم المقدسہ کا رُخ کیا جہاں پر جدید تقاضوں کے علمی چیلنجوں کا جواب دینے کے لئے نوجوان علماء کی تربیت کے واسطے دو سالہ کورس "راہِ حق" قم انسٹیٹیوٹ میں حضرت آیت اللہ اُستاد مصباح یزدی کی زیر نگرانی رکھا گیا تھا جس میں تقابل ادیان، جدید و قدیم فلسفہ' جدید انداز سے تفسیر قرآن، اسلامی ریاست، نفاذ شریعت کا طریقہ کار اور اسلام کا نظریہ حکومت جیسے اہم موضوعات پر لیکچرز و دروس کا اہتمام کیا گیا تھا اس کورس میں میں حصہ لینے کی غرض سے ۱۹۸۰ء کے آخر میں آپ ایران کی سرزمین قم المقدسہ تشریف لے گئے۔ اس انسٹیٹیوٹ میں جن اساتذہ سے کسب فیض حاصل کیا ان میں سرفہرست حضرت آیت اللہ مصباح یزدی، آیت اللہ مظاہری، آیت اللہ ڈاکٹر احمد احمدی، ڈاکٹر عزت، ڈاکٹر جعفری، حجۃ الاسلام والمسلمین آقای فیاض جیسے اساتذہ شامل ہیں۔

حضرت آیت اللہ شہید سید باقر الحکیمؒ کی خدمت میں

آپ کا ایران میں قیام اور ایران سے واپسی پر پاکستان آنے کے بعد حضرت آیت اللہ باقر الحکیم شہیدؒ سے قریبی رابطہ رہا۔ آپ نے ان سے اعلیٰ اخلاقی دروس، جدید سیاسیات، تنظیم سازی، عالمی تناظر میں آنے والی تبدیلیوں میں اسلام کے لئے کام کرنے کے انداز جیسے اہم تربیتی امور بارے بھرپور استفادہ کیا

اور شہید آپ سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ نجف اشرف میں طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کا عراق کے اس عظیم علمی گھرانے حکیم خاندان سے قریبی تعلق رہا اور یہ رابطہ آج تک برقرار ہے۔

ماڑی انڈس ضلع میانوالی آمد اور مدرسہ کا قیام

آپ کی اپنی خواہش تو یہ تھی کہ آپ عصری تقاضوں کے مطابق اسلامک تھاٹ پر دسترس حاصل کرنے کے بعد اسلام آباد ہی میں قیام کریں لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میانوالی ضلع کی سادات برادری کے اصرار پر قرآنی استخارہ کے بعد آپ نے اپنی علمی خدمات کے لئے پاکستان کے پسماندہ ترین علاقہ ماڑی انڈس میانوالی کا انتخاب کیا اور وہاں کے سادات و مومنین کی خواہش پوری ہو گئی، چونکہ یہ علاقہ بنیادی دینی، تبلیغی، تعلیمی ضروریات سے محروم تھا اور علمی حوالے سے پسماندہ ترین علاقہ تھا اس لیے آپ نے اپنی تمام تر تربیتی، علمی، تبلیغی کاوشوں کو اسی علاقے پر مرکوز کر دیا۔

اسلام آباد میں علمی دروس کا اہتمام

آپ نے میانوالی آنے کے بعد اسلام آباد سے اپنا رابطہ منقطع نہ کیا اور ہر ہفتہ میانوالی سے اسلام آباد آ کر گریجویٹ طبقہ کو اسلامی اقتصادیات، اخلاقیات اجتماعیات اور سیاسیات جیسے موضوعات پر درس دیتے تھے یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا۔

قائد مرحوم علامہ مفتی جعفر حسین کی خدمت میں

اسلام آباد میں قیام کے دوران اور بعد میں میانوالی پہنچ کر بھی آپ نے علامہ مفتی جعفر حسینؒ کی تحریک میں بھرپور انداز میں شرکت جاری رکھی اور ہر طرح کی اہم ملاقاتوں، قومی سطح کے مذاکرات اور معروف قومی و سیاسی شخصیات سے روابط میں آپ شریک رہے آپ کو مفتی جعفر حسین صاحب سے گہری محبت تھی اور آپ نے ان سے بھرپور استفادہ کیا اور آپ کو مفتی صاحب کی جامعۃ اہل البیتؑ میں قیام اور پھر میانوالی جانے کے بعد خصوصی شفقت حاصل رہی۔

قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کا انتخاب

۲۹/اگست ۱۹۸۳ء کو مفتی جعفر حسینؒ کی رحلت کے بعد جب نئی شیعہ قیادت کے لئے ۱۰/فروری

۱۹۸۴ء میں بھکر میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کو نیا قائد منتخب کیا گیا تو اس کانفرنس کی دونوں نشستوں کی نظامت کے فرائض آپ نے سرانجام دیئے اور اس نئی قیادت کے انتخاب کے تمام اتار چڑھاؤ کو بڑے اچھے انداز میں کنٹرول کیا اور نئی قیادت کا انتخاب بخوبی انجام پایا۔

مفتی صاحب کی رحلت کے بعد جب علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ قائد منتخب ہو گئے تو آپ ان کے شانہ بشانہ تھے اور شہید قائدؒ آپ کی آراء کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے قائد ہونے کے بعد آپ کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پنجاب کا پہلا صدر نامزد کر دیا گیا اور قائد شہید حسینیؒ کی شہادت تک آپ پنجاب کے باضابطہ صدر رہے اگرچہ اس صدارت کی مدت دو سال ہوتی تھی مگر آپ کی قابلیت، اہلیت اور محنت کی وجہ سے آپ کو دو بار صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کے شہید عارف حسینیؒ کے ساتھ ذاتی برادرانہ مراسم تھے کیونکہ نجف اشرف میں مدرسہ شبیریہ میں آپ علامہ عارف حسینیؒ کے ساتھ رہتے تھے اور علامہ عارف حسینیؒ آپ پر مکمل اعتماد کرتے تھے اسی لیے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ میں آپ علامہ عارف حسینیؒ کے قابل اعتماد ساتھی کے طور پر تمام تر اہم قومی اجلاس، کانفرنسز اور ملاقاتوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔

شہید عارف حسین الحسینی کے بعد نئی قیادت کا انتخاب

علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد جب ۱۹۸۸ء میں علامہ سیّد ساجد علی نقوی مدظلہ العالی جو اس وقت قائد ملت جعفریہ ہیں (وہ آپ کے مربی اور پہلے معلم بھی ہیں کیونکہ آپ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز ملتان میں ان ہی سے ابتدائی درس لے کر کیا تھا اور پھر نجف اشرف میں بھی علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ سے مکمل رہنمائی حاصل کرتے رہے اور آپ نے نجف اشرف میں قیام کے دوران اِن سے بھرپور علمی استفادہ بھی کیا اور تنظیمی زندگی میں بھی آپ نے اپنے اُستاد سے فیض حاصل کیا) کا انتخاب ایک مشکل اور کٹھن مرحلہ تھا اس وقت آپ پنجاب کے صدر تھے لیکن آپ کا اپنی صلاحیتوں کی بدولت پورے ملک کے تنظیمی حلقوں میں اثر ورسوخ تھا، نئی قیادت کے انتخاب میں آپ کا حصہ بھی شامل ہے اور علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ جو علامہ شہید عارف حسین الحسینیؒ کے معتمد خاص اور سینئر نائب صدر بھی تھے بھاری اکثریت سے مرکزی کونسل کے اجلاس منعقدہ پشاور میں نئے قائد منتخب ہوئے آپ نے نئی قیادت کے ساتھ بھرپور کام کیا۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں عزاداری کا جلوس

نئی قیادت کے لئے پہلا چیلنج ڈیرہ اسماعیل خان میں کئی سالوں سے عزاداروں کے رُکے ہوئے جلوس کو برآمد کروانا تھا۔ قائد محترم مدظلہ نے حکومت کو ڈیڈ لائن دی کہ ۳۰ رستمبر ۱۹۸۸ء تک یہ جلوس برآمد نہ کرایا گیا تو شیعہ خود جلوس برآمد کرائیں گے۔ چنانچہ ۳۰ رستمبر کو ڈیرہ اسماعیل خان میں عزاداروں کے جلوس کی قیادت قائد ملت مدظلہ کے خصوصی حکم پر آپ نے کی۔ آپ اس وقت ڈیرہ اسماعیل خان مین ایک ذمہ دار عالم کی حیثیت سے موجود تھے۔ اس کے علاوہ تمام تر اہم قومی رابطے، سیاسی تعلقات، بیرونی روابط، اہم ملاقاتیں، حکومت وقت سے مذاکرات اور وفود کو ترتیب دینے، اور مختلف تنظیمی معاملات کو چلانے میں آپ کا کردار اہم رہا۔ اسی لئے آپ کو مرکزی کابینہ میں خارجہ امور کا مشیر اور بعد میں صوبہ پنجاب کا صدر اور پھر تحریک جعفریہ کا مرکزی سیکرٹری جنرل چن لیا گیا چنانچہ آپ کے سیکرٹری جنرل ہونے کا دور تحریک کی ترقی اور سیاسی عروج کا دور تھا۔ اس دور میں تحریک نے نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر اپنا ایک مقام منوایا، حکومت کو اپنی بھرپور سیاسی قوت کا احساس دلوایا اور مخالف قوتوں سے خود کو تسلیم کروایا۔ آپ کے تنظیمی عمل اور تحریک میں عملی جدوجہد کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بات دوست و دشمن سب تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی ۱۸ سالہ تنظیمی، تحریکی اور قومی و ملی زندگی میں بھرپور کام کیا اور انتھک محنت کی۔ آپ نے کئی کارکنوں کی تربیت کی اور انہیں قومی سیاسی شعور دیا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک قومی تحریک اور دینی پلیٹ فارم سے عملی سیاست میں شمولیت کا مقصد خدمت خلق، مظلوموں کی نصرت اور محکوم لوگوں کی سرفرازی تھا اور ان کے حقوق کیلئے کام کرنا تھا، آپ نے اس مرحلہ کو بخوبی انجام دیا۔

دینی سیاسی پلیٹ فارم سے علیحدگی

سیاسی وقومی مصروفیات کے دوران آپ نے علمی ورفاہی عمل بھی جاری رکھا اور تنظیمی کاموں کے ساتھ ساتھ جامعۃ امام خمینیؒ بھی چلاتے رہے اور اس تعلیمی وتربیتی ادارہ سے نوجوانوں کی اخلاقی تربیت جاری رکھی اور تشنگان علوم آل محمدؑ کی علمی پیاس بجھاتے رہے اور آپ نے اس دوران بہت ہی ہونہار اور لائق طلبا کی تربیت کی جو اس وقت ملک وقوم کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اور آپ نے ایک جامعہ میں اپنے عمل سے ثابت کیا کہ آپ بہترین مدیر بھی ہیں اور ایک دینی ادارہ کو جدید خطوط پر چلانے کی آپ میں بھرپور

صلاحیت ہے۔آپ نے ماڑی انڈس میں ۱۹۸۲ء میں جامعہ امام خمینیؒ کی بنیاد رکھی اور ۱۹۹۳ء میں آپ نے خواتین کے لئے پاکستان میں پہلا دینی مدرسہ شروع کیا اور ۱۹۹۶ء میں آپ نے المہدی ہسپتال کی بنیاد رکھی، اس دوران تحریک کا کارواں تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا چنانچہ آپ نے تیس جولائی ۱۹۹۸ء کو قائد ملت جعفریہ مدظلہ العالی سے اجازت لینے کے بعد تمام تر تنظیمی اور سیاسی سرگرمیوں کو چھوڑ دیا اور تحریک جعفریہ کی مرکزی کونسل، سپریم کونسل اور جنرل سیکرٹری شپ سے استعفیٰ دے دیا اور قائد ملت جعفریہ مدظلہ نے انہیں تعلیمی، تبلیغی، تربیتی، رفاہی اور خدماتی کاموں میں بھرپور کام کرنے کے لئے اجازت دے دی۔

آپ نے جولائی ۱۹۹۸ء میں اپنا سیاسی عمل چھوڑ دیا اور ایک نئے جذبہ اور سوچ کو لے کر آپ تعلیمی میدان عمل میں اُترے اور آج آپ کی سرپرستی میں ملک بھر میں خدمت خلق کا ایک وسیع نیٹ ورک چل رہا ہے جو ہر طرح کے مذہبی تعصّبات سے بالاتر خالصتاً انسانیت کی خدمت اور مظلوموں کی نصرت پر مبنی ہے۔ یہ تعلیم و تربیت کا وسیع کاروان ہے، یہ کاروان ان لوگوں کی مدد کے لئے ہے جو جہالت و غربت کی چکی میں پس رہے ہیں، شروع ہی سے آپ کا نظریہ رہا ہے کہ پاکستان کی تمام تر مشکلات کا سبب جہالت اور غربت ہے چنانچہ آپ نے ایسے افراد جو جہالت و افلاس اور محرومیوں کا شکار ہیں اور بنیادی انسانی ضروریات سے محروم زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں تعلیم عام کرنے، ان کی مالی مشکلات حل کرنے کے لئے اپنے تمام تر مساعی جمیلہ کو وقف کر رکھا ہے، آپ تمام تر تعلیمی، تربیتی، خدماتی، رفاہی، تبلیغی سرگرمیوں کو امام خمینیؒ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) پاکستان، النور ویلفیئر ٹرسٹ اسلام آباد، النور ویلفیئر ٹرسٹ آزاد کشمیر اور اسی طرح کے دیگر فلاحی اداروں کے ذریعہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی زندگی مسلسل جدوجہد اور خدمت سے عبارت ہے آپ کا اس وقت ایک وسیع نیٹ ورک ہے اور بہت منظم انداز سے آپ تعلیمی، تربیتی، خدماتی اور تبلیغی میدانوں میں کام کر رہے ہیں۔

امام خمینیؒ ٹرسٹ کی بنیاد

مدرسہ امام خمینی میں جہاں آپ بچوں کو درس نظامی پڑھا رہے تھے وہاں پر ان کے اذہان کو خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار بنانے میں بھی مصروف تھے اور آپ خود بھی ضلع میانوالی جیسے پسماندہ علاقہ میں غریب عوام سے مسلسل رابطہ میں تھے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ یہی عوامی

خدمت ہی تھی جس نے مدرسہ امام خمینیؒ کے پلیٹ فارم سے وسیع تر تعلیمی، رفاہی، خدماتی، تبلیغاتی اور تربیتی عمل کا آغاز کر دیا جو امام خمینیؒ ٹرسٹ کی بنیاد بنا۔ ان تمام اہم قومی امور کی مکمل نگرانی اور نظم ونسق کو بہتر انداز میں چلانے اور پورے ملک میں دینی خدمات کا جال بچھانے کے لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک ٹرسٹ قائم کیا جائے، جس کے تحت ان تمام امور کو ایک مرکزیت حاصل ہو اور کام کو خوش اسلوبی سے آگے بڑھایا جاسکے چنانچہ امام خمینیؒ ٹرسٹ کو باقاعدہ رجسٹرڈ کروایا گیا۔ (سائٹ آئی کے ٹی پر علامہ صاحب کا موجود تعارف، خدمات وفعالیت کی تفصیل سے خلاصہ)

مختار علی نیئرؒ رحمۃ اللہ علیہ

مرحوم مختار علی نیئرؔ دو درجن سے زائد اُردو اور ہندکو کی علمی، ادبی، تحقیقی، ثقافتی اور مذہبی کتب کے مصنف تھے۔ جن میں تاریخ زبان ہندکو، تاریخ زبان و ادب ہندکو، ہندکو نثر دی کہازی، ہندکو قواعد، عظیم گندھارا اور ہندکو زبان، ہندکو ڈکشنری (خزانہ)، ہندکو ضرب الامثال (متلاں) اور تاریخِ عزاداری پشاور قابلِ ذکر ہیں۔ جبکہ اُن کی غیر مطبوعہ مسودات میں تذکرہ قدیم شعرا ہندکو، مزاحیہ شاعری پر مبنی کتاب "اب میں بولوں کے نہ بولوں" اور اُردو، فارسی اور ہندکو کلام کے مجموعات شامل ہیں جبکہ انہوں نے کلاسیک اردو ادب پر مبنی ناولٹ گلیاں اور بازار سمیت کئی مشہور و معروف افسانے بھی تحریر کئے۔

اُن کا شمار پاکستان ٹیلی ویژن پشاور سنٹر کے بانی رائٹرز میں ہوتا تھا، انہوں نے پی ٹی وی پشاور سنٹر کے آغاز کے پہلے روز ہی پہلا ڈرامہ "لاڈلے" تحریر کیا اور یہی ڈرامہ ملک کے ممتاز فنکار فردوس جمال کا بھی فنی زندگی کا پہلا ڈرامہ قرار پایا۔

تاہم مختار علی نیئرؔ کی پی ٹی وی پر وجہ شہرت اُردو پروگرام چٹخارے میں "اب میں بولوں کہ نہ بولوں" اور ہندکو خاکوں پر مبنی پروگرام "دیکھدا جاندا رہیے" قرار پائی۔ مرحوم درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ تھے اور اس ضمن میں ملک کی معروف یونیورسٹیوں قائد اعظم یونیورسٹی اور علامہ اقبال یونیورسٹی میں لسانیات کے موضوع پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کو لیکچرز دیتے رہے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے اُردو اور ہندکو زبان کی خدمات اور ہندکو رسم الخط کو ترتیب دینے پر اُن کو ۱۹۹۳ء میں اعلیٰ سیول اعزاز "تمغہ امتیاز" سے نوازا گیا جبکہ انہوں نے پی ٹی وی کا ۲۵ سالہ "سلور جوبلی میڈل" بھی حاصل کیا۔

اُن کو ہندکو زبان کے بنیادی اجزاء پر جامع کام کرنے پر "بابائے ہندکو" کے لقب سے بھی نوازا گیا اور ان کو بابائے ہندکو گولڈ میڈل بھی عطا کیا گیا۔

ہندکو زبان کی لوک موسیقی متعارف کروانے پر مرحوم کو برصغیر پاک و ہند کے عظیم موسیقار ماسٹر غلام

حیدر کے ایوارڈ جبکہ سابق گورنر سندھ اور ممتاز سماجی رہنما حکیم محمد سعید نے اپنی علمی و ادبی تنظیم ہمدرد فاونڈیشن پاکستان کی جانب سے بابائے ہندکو مختار علی نیئرؔ کو "وثیقہ اعتراف" کے خصوصی اعزاز کے علاوہ کئی قومی و بین الاقوامی تنظیموں کی جانب سے اعزازات و اسناد سے بھی نوازا گیا۔

آخونزادہ مختار علی نیئرؔ کا شمار ملک کے ممتاز مذہبی رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ وہ اپنے جدِ امجد کی جانب سے وراثت میں ملی ذِکرِ محمد و آلِ محمد کی مسند پر تادمِ حیات فائز رہے اور ذاکرِ اہلِ بیتؑ کی حیثیت سے بے ریا قومی خدمات انجام دیتے رہے؛ اُن کو ۱۹۷۲ء میں اپنے والد گرامی آخونزادہ قمر علی قمر سرحدی نے امام بارگاہ سید عالم شاہ جعفری میں بزرگانِ قوم اور ساداتِ عظام کے اجتماع میں ذاکری کی کرسی عنایت کی تھی جو بعدازاں مرحوم آخونزادہ مختار علی نیئرؔ نے اپنے خلف الرشید آخونزادہ مجاہد علی اکبر کو قدیم امام بارگاہ سید علی جان الحسینی المعروف تہہ خانے والی زیارت میں اسی طرز کے ایک اجتماع میں عطا کی آخونزادہ مختار علی نیئرؔ نے فارسی، اُردو، ہندکو اور پشتو زبان میں ذکرِ محمد و آلِ محمد کو فروغ دیا اور ہر چار زبانوں میں انہوں نے ذاکری کو نئے اسلوب سے نوازا۔

چاروں زبانوں میں اُن کے تحریر کردہ نوحے اور مرثیے آج بھی قومی مجالس اور جلوسوں میں پڑھے جاتے ہیں جبکہ ملتِ جعفریہ پاکستان کی نمائندہ جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان جو بعدازاں تحریکِ جعفریہ پاکستان اور حال میں اسلامی تحریک کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے میں قائد اولِ تحریک سید محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ملتِ تشیع کیلئے خدمات کا آغاز کیا اور بعدازاں وہ تحریک جعفریہ پاکستان اور اسلامی تحریک پاکستان میں مرکزی کونسل کے رکن کی حیثیت سے بھی ملی فرائض انجام دیتے رہے۔

مرحوم نے اپنے ترکے میں دو صاحبزادے آخونزادہ مجاہد علی اکبر اور آخونزادہ زاہد علی عسکر، تین بہنیں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے مرحوم آخونزادہ ممتاز علی اختر مرحوم کے چھوٹے بھائی جبکہ آخونزادہ امتیاز علی بدر مرحوم، آخونزادہ اقبال علی، آخونزادہ خورشید علی انور، آخونزادہ مظفر علی ظفر جاویدانی اور تحریک جعفریہ پاکستان کے سابق مرکزی سیکرٹری جنرل آخونزادہ انور علی رضا شہید کے برادر بزرگ تھے جبکہ خاندان آخونزادہ کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے صوبہ سرحد کے اس مشہور و معروف علمی، ادبی، سماجی، سیاسی اور مذہبی خانوادے کی خدمات کو اپنے دور میں مثالی فروغ دیا جو خاندان آخونزادہ کے عروج و ترقی کے ابواب میں سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

مرحوم برصغیر پاک و ہند کے ممتاز شعرا سید فارغ بخاری اور مرزا رضا حسین ہمدانی، معروف براڈ کاسٹر مرزا مصطفٰی علی ہمدانی کے بھانجے، ممتاز سیاسی رہنما، پاکستان پیپلز پارٹی صوبہ سرحد کے سابق جنرل سیکرٹری و سابق صوبائی وزیر سید قمر عباس شہید اور ممتاز دانشور، شاعر ادیب اور براڈ کاسٹر صفدر علی ہمدانی کے خالہ زاد بھائی تھے۔

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز دانشور، شاعر، ادیب، محقق، ڈرامہ نگار، افسانہ نگار، کالم نویس، ماہر تعلیم اور سلطان الذاکرین بابائے ہندکو آخونزادہ مختار علی نیرؔ بدھ ۱۰ر جون ۲۰۰۹ء کو ۷۵ برس کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کر کے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم کا جنازہ امام بارگاہ آخون آباد اندورنِ کوہاٹی گیٹ سے اُٹھایا گیا جس میں ہزاروں سوگواروں نے نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کرتے ہوئے مرحوم کے جنازہ کو پرُسہ امام پیش کیا۔

مرحوم کی نمازِ جنازہ کوہاٹی چوک میں قائد ملتِ جعفریہ پاکستان اور اسلامی تحریک پاکستان کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ اِس موقع پر اسلامی تحریک پاکستان کے صوبائی سربراہ علامہ محمد رمضان توقیر، مدرسہ شہید علامہ عارف الحسین الحسینی کے پرنسپل علامہ سید جواد ہادی، مدرسہ کے مہتمم علامہ عابد حسین شاکری، مرکزی شیعہ جامع مسجد کے خطیب علامہ ارشاد حسین خلیلی، امامیہ جرگہ صوبہ سرحد کے سیکرٹری جنرل سردار سجاد حسین زاہد اور تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ صوبہ سرحد کے صدر سردار عباس علی قزلباش سمیت اُردو اور ہندکو کے شعرا، ادبا اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے سرکردہ رہنما بھی موجود تھے۔

نمازِ جنازہ کے بعد مرحوم کے آخری دیدار پر قائد ملتِ جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی نے خصوصی دعائے مغفرت فرمائی جس کے بعد اُن کے جسدِ خاکی کو اُن کے آبائی قبرستان باغِ زہرا لے جایا گیا جہاں مرحوم کو ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔ ملک کی ممتاز مذہبی، سیاسی اور ادبی شخصیات نے آخونزادہ مختار علی نیرؔ کی موت کو علمی، ادبی، تاریخی، سماجی، سیاسی، تدریسی، تحقیقی، ثقافتی اور شاعری و ذاکری کے شعبوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور ان خدمات کو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے سے تعبیر کیا۔ (بشکریہ زاہد علی عسکر، مجاہد علی اکبر)

شہید سید وقار حسین نقوی رحمۃ اللہ علیہ

رائے ونڈ ریلوے اسٹیشن سے کچے کی جانب پانچ میل دور ایک پسماندہ گاؤں موضع بھیل کے ایک مشترکہ خاندانی نظام کے تحت آباد سادات گھرانے میں رہائش پذیر تین بھائیوں میں سے منجھلے بھائی سید شبیر حسین کے یہاں ۱۶ مئی ۱۹۵۲ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جو صورت میں اپنے دادا کی تصویر تھا۔ جن کو ہم سید وقار حسین نقوی کے نام سے جانتے ہیں۔ کچھ وقت گاؤں رہنے کے بعد سید شبیر حسین اپنے خاندان کے ہمراہ پشاور چلے گئے جہاں کچھ عرصے قیام کے بعد مستقلاً لاہور آ گئے۔ لاہور کے حسینیہ ہائی اسکول سے سید وقار حسین نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسکول کے منتظم شہید کے ماموں سید محمد صادق تھے۔ جو اپنے وقت کے ایک دیندار اور مصلح شخصیت تھے جنہوں نے اس دور میں شیعہ بچوں کے لئے یتیم خانہ بنوایا، پریس لگا کر دینی رسائل جاری کئے اور فروغ عزاداری کے سلسلے میں ملک کے علاوہ بیرون ملک مبلغین کو روانہ کیا۔ اس ماحول اور تربیت کا اثر تھا کہ شہید وقار حسین بھی دینی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے لیکن اپنی تعلیم سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ملازمت بھی کرتے رہے۔ پہلے کراچی میں اسٹیٹ بینک میں کچھ عرصہ ملازمت کی پھر پاکستان اسٹیل ملز سے وابستہ رہے۔ جس کے بعد ایک سال سعودی عرب میں برسر روزگار رہے؛ سعودی عرب سے پاکستان واپس آ کر شادی کی۔ کراچی میں اپنی دینی خدمات کا آغاز دو امام بارگاہوں کے انتظامی امور کے سنبھالنے سے کیا۔ پھر ایک مدرسے کی بنیاد رکھی جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ اسی دوران معاشیات میں ایم اے کیا اور مقابلے کا امتحان (C.S.S) پاس کیا، ابتدائی پوسٹنگ گلگت میں ہوئی مگر والدہ نے جانے کی اجازت نہیں دی کیونکہ گلگت جانے کی وجہ سے دینی خدمات کے سلسلے میں التوا پیدا ہو رہا تھا۔ ان تمام سرگرمیوں کے باوجود شہید نے تعلیم کے سلسلہ کو بھی جاری رکھا، LAW کا امتحان پاس کیا اور وکالت شروع کر دی۔

وکالت کے دوران بھی یہ صوفی منش انسان بندگان خدا کی بلا معاوضہ خدمات انجام دیتا رہا؛ تحریک

جعفریہ سندھ کے قانونی مشیر ہونے کی وجہ سے ملت جعفریہ سے متعلق مقدمات کی ایک بڑی تعداد آپ کے پاس ہوتی تھی۔ سیہون شریف سے اغوا ہونے والے مغوی افراد کی رہائی ہو یا آگرہ تاج کالونی کے جلوس عزا کے گرفتار شدگان عزاداروں کی رہائی، شہید وقار حسین نقوی پیش پیش نظر آتے تھے۔ پاسبان اسلام کے نام سے اسکاوٹ تنظیم کا اجراء بھی شہید کا کارنامہ ہے جو مجالس عزا کے انتظامات میں معاون و مددگار ثابت ہوئے؛ شہید نے کئی مدارس کے امتحانات میں مہتمم کے فرائض بھی انجام دیئے۔ آپ کی ملی خدمات اور صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو تحریک جعفریہ پاکستان کا ایڈیشنل مرکزی سیکرٹری جنرل منتخب کرلیا گیا جس کے سبب آپ کی مصروفیات میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ آپ کا شمار شہید علامہ سید عارف حسین الحسینی کے انتہائی معتمد ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ شہید اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے مگر اس سب کے باوجود انہوں نے اپنی دینی و مذہبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاندانی امور کو بھی بطریق احسن نبھایا؛ اپنے بہن اور بھائیوں کی شادیاں کیں؛ شہید وقار حسین نقوی کی فعالیت دشمن کی نگاہوں میں ایک طویل عرصے سے کھٹک رہی تھی۔

یکم محرم الحرام مطابق ۶/اپریل ۲۰۰۰ء کی صبح جب شہید اپنی صاحبزادی کو فاطمہ ڈینٹل کالج واقع شہید ملت روڈ پر گاڑی سے اتارنے کے لئے رکے تو دہشت گردوں اور دشمنان اہل بیتؑ نے گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں سید وقار حسین نقوی، آپ کے بڑے صاحبزادے سید ارصاد مہدی (جو بی کام کا امتحان پاس کر چکے تھے اور اپنے والد کا دفتری امور میں ہاتھ بٹاتے تھے) اور ڈرائیور سید اقبال حسین موقع پر ہی شہید ہو گئے جبکہ آپ کی صاحبزادی شدید زخمی ہو گئیں؛ آپ کے پسماندگان میں ضعیف والدہ، اہلیہ، ۳ صاحبزادیاں اور ۳ صاحبزادے ہیں۔ شہداء کی نماز جنازہ امام بارگاہ شاہ کربلا رضویہ سوسائٹی میں ادا کی گئی اور تدفین سخی حسن قبرستان میں عمل میں آئی جبکہ ڈرائیور سید اقبال حسین کی تدفین شہید کے آبائی علاقہ پاراچنار میں عمل میں آئی۔ (تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی، حسن مرتضیٰ، ص ۲۱۷۔۲۱۸)

شہید مظفر علی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

شہید مظفر علی کرمانی ؒ نے ۱۹۶۰ء میں کراچی کے قدیم علاقے کھارادر کے ایک مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی؛ بچپن روایتی انداز میں گزرا، زمانہ طالب علمی میں حسن اخلاق اور ہنس مکھ شخصیت ہونے کی بنا پر آپ اساتذہ اور طالبعلموں میں یکساں مقبول تھے۔ اسکول کا زمانہ گزار کر جب آپ نے عالم شباب میں قدم رکھا تو گھرانے سے ملنے والے مذہبی رجحانات میں مزید پختگی اور وسعت پیدا ہوئی؛ یہ وہ وقت تھا کہ "امام خمینیؒ کی قیادت میں تاریخ کا یہ انوکھا تجربہ (انقلاب اسلامی) دنیا کے سامنے آیا کہ ایمان اور جذبۂ شہادت کے ذریعہ سے بڑی سے بڑی طاقت کو کس طرح شکست دے سکتے ہیں۔ اس تجربے نے دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں کو متاثر کیا، ان کے حوصلوں کو بلند کیا، دنیا کے مظلوم اور کچلے ہوئے لوگوں میں نئی امنگ پیدا کی، ان کے اندر چھائی ہوئی مایوسی اور پژمردگی کو دور کر کے یقین و اعتماد کی تازہ روح پھونکی اور امید کی روشنی سے ان کے ذہنوں کو منور کیا۔" (انقلاب ایران، محمد صلاح الدین، ص ۳۹)

۶؍جولائی ۱۹۸۰ء کے اسلام آباد کنونشن کے موقع پر شہید نے قائد ملت جعفریہ مفتی جعفر حسین مرحوم کے پیغام کو کراچی کے کونے کونے تک پہنچانے کے بعد نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ شرکت کی۔ ۲۹؍اگست ۱۹۸۳ء کو مفتی صاحب کی رحلت کے بعد ۱۰؍فروری ۱۹۸۴ء علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی قیادت کے اعلان پر پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد کے عہد کی تجدید کرنے کے ساتھ اپنی بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔

آیت اللہ باقر الصدرؒ اور ان کی خواہر بنت الہدیٰ کی شہادت ہو، صدام تکریتی کی مسلط کردہ جنگ ہو، خلیج میں ایرانی مسافر طیارہ کی امریکہ کے ہاتھوں تباہی ہو، ضیاء الحق کے نام نہاد ریفرنڈم کا موقع، ۶؍جولائی ۱۹۸۷ء کی قرآن وسنت کانفرنس لاہور ہو، قائد شہید علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کی شہادت کا سانحہ یا امام خمینیؒ کی رحلت کا سانحہ ہو ہر موقع پر شہید کرمانی نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا؛ جس کی پاداش میں

حراست اور پولیس کے تشدد کا بھی نشانہ بنے۔

تحریک جعفریہ سندھ میں فعالیت کے حوالے سے شہید مظفر کرمانی کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل تھی؛ کراچی میں تحریک کے دفتر کا قیام اور تحریکی سرگرمیوں میں خصوصاً کراچی میں ۱۹۹۰ء کی دہائی کے اور ملک کے مختلف حصوں میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کے لئے مالی وسائل کی فراہمی میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔ شہید کرمانی کے کارناموں میں بنیادی اور نظریاتی موضوعات پر فکری سیمینارز کا انعقاد جو نہ صرف کراچی میں بلکہ سیالکوٹ، کوئٹہ، اسلام آباد کے علاوہ بعدازاں شارجہ، ابوظہبی دارالاسلام اور ٹورنٹو میں بھی منعقد ہوئے۔ ذرائع ابلاغ کی اہمیت کے پیش نظر شہید نے ایک ہفت روزہ اخبار ''نوائے اسلام'' کا اجرا کیا جسے وہ روزنامہ بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی اپنی شہادت سے ایک روز قبل اپنے تمام قریبی ساتھیوں کو آگاہ کر رہے تھے کہ ذمہ دار ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دہشت گرد، تحریک جعفریہ کی کسی بڑی شخصیت کو نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا آپ سب احتیاط کریں مگر ڈاکٹر شہید ہی ان کا نشانہ بن گئے۔ بالکل اسی طرح شہید مظفر کرمانی نے بھی شہادت سے چند روز قبل ہی اپنے تمام قریبی ساتھیوں کو آگاہ کیا تھا کہ احتیاط کریں کیونکہ دہشت گرد، تحریک جعفریہ کی فعال شخصیت کو نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر شہید کرمانی ہی ان کا نشانہ بنے۔

۲۰۰۱ء میں شہید نے عازم حج ہونے کا عزم کیا اور اسی سلسلے ۵رفروری ۲۰۰۱ء کی رات نوجوانوں کی فکری تربیت کے لئے سولجر بازار میں حسینی بلڈ بنک کے نزدیک مصروف تھے کہ دہشگردوں نے گولیوں کی بارش کر دی جس سے شہید اور ان کے ساتھی نذیر عباس نے جام شہادت نوش کیا۔ ۶رفروری کو دونوں شہداء کی نماز جنازہ خراسان روڈ پر ادا کی گئی اور حسینی باغ میواشاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ (تذکرہ شہدائے ملت جعفریہ کراچی، حسن مرتضیٰ، ص ۲۸۳۔ ۲۸۴)

شہید انور علی آخونزادہ رحمۃ اللہ علیہ

شہید انور علی آخونزادہ معتدل مزاج، مخلص اور محب وطن رہنما تھے، آپ قانون پسند اور قانون کی حکمرانی پر یقین رکھتے تھے۔شہید کا کردار کسی تعارف کا محتاج نہیں؛ سب سے پہلے جو منظر یادوں کی اسکرین پر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب قیادت سے اختلاف ہوا تو لوگ پوچھتے انور علی آخونزادہ اور علامہ حسن ترابی کہاں کھڑے ہیں؛ ان کا نام ہی حوصلہ کا باعث بن جاتا تھا؛ یہ سب ان کے مخلص پن اور فعال ہونے کی وجہ سے تھا؛ آپ نے ہمیشہ نفرتوں کی آگ بھڑکانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا؛ آپ نے اپنی پوری زندگی جہد مسلسل کی عملی تصویر بن کر ایک عظیم نظریے کے مطابق گزاری۔

جب آپ کی شہادت ہوئی سارا ماحول بدل گیا ایسے لگا جیسے چڑیوں نے چہچہانا چھوڑ دیا ہو، کلیوں نے چٹخنا اور پھولوں نے کھلنے سے انکار کر دیا ہو، صرف دل کی دنیا ہی اداس نہ ہوئی بلکہ سارا ماحول اداس ہوا، کسی بات پر مسکرانے کو دل چاہتا تھا نہ کچھ کھانے کی طرف دل مائل ہوتا تھا، ہر چہرے میں بلکہ ہر طرف ایک اداسی سی تھی جس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

شہید نے رنگ و نسل، مذاہب سے بالاتر ہو کر ملک پاکستان کے عوام کی خدمت کی ہے، آپ عملی میدان میں اہل بیت کے حقیقی پیروکار تو اخلاق و کردار اور گفتار میں شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ کی یادگار تھے۔آپ مبلغ ولایت و قیادت تھے اور ہمیشہ نشر تعلیمات محمد و آل محمد میں کوشاں تھے۔شہید جن مقاصد کے لئے زندہ تھے، ان مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے کردار کی روشنی کا ایک مینار چھوڑ گئے ہیں، آپ اعلیٰ اخلاق اور تہذیبی وضعداری کا ایک پرکشش نمونہ تھے۔شہید جہد مسلسل کے ذریعے قومی تحریک کے لئے کامیابیوں کا ایک ایسا جیتا جاگتا نمونہ بن گئے تھے جو پژمردہ ارادوں میں ایک نئی روح پھونک دیتا تھا۔ ان کی شخصیت میں دینداری، نیکی اور ایثار کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔شہید ہو کر بھی انور علی آخونزادہ حیات جاوداں پا گئے، ان کا نام رہتی دنیا تک اپنے بلند پایہ کارناموں اور خدمات کے سبب ہمیشہ زندہ رہے گا۔

آپ فولادی اعصاب کے مالک تھے، مختلف ہتھکنڈوں سے ان کے اعصاب توڑے نہ جا سکے، آپ قومی تحریک کے ایسے مرکزی رہنما تھے، جنہیں حق کی بات کہنے سے زمانے کی بڑی سے بڑی قوتیں بھی روک نہ سکیں، یہ شاہین صفت ہو کر مسلسل اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے، آپ جس طرف رخ کرتے وہاں روشنی اور سرگرمی کا ماحول پیدا کر دیتے۔ آپ ہر لمحہ اپنے کارواں کو احساس زیاں کا شعور دے کر جانب منزل گامزن کرتے رہتے۔ آپ اپنے زمانے کے باطل وطاغوتی قوتوں کے مقابل زورِ حیدر، فقرِ بوذر اور صدقِ سلمانی کے پیکر بنے ہوئے دکھائی دیتے۔ شہید آخونزادہ اپنی قوم کو حاضر و موجود کے فتنوں سے نہ صرف آگاہ کرتے بلکہ ان سے بچنے کے لئے ہدایت و رہنمائی بھی کرتے تھے۔

شہید انور علی آخونزادہ کی قومی تحریک میں اب بھی علامہ سید محمد تقی نقوی و علامہ محی الدین کاظم جیسے بہترین مبلّغ و منتظم، استاد شیخ شبیر حسن میثمی جیسے اعلیٰ معیشت دان و تھنکر، علامہ رمضان توقیر اور علامہ مرزا علی نگری جیسے منجھے ہوئے سیاست دان موجود ہیں جن میں سے ہر ایک شخص شہید انور علی آخونزادہ کی طرح اپنی مثال آپ ہے۔ ہم میں اچھے لوگوں کی کمی ہر گز نہیں، المیہ یہ ہے کہ اچھے لوگوں کا ذکر ہی ان کے چلے جانے کے بعد کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک کے کارکنان کے ساتھ ساتھ معاشرے کے وہ طبقات جنہوں نے قومی تحریک کو حق پر سمجھا اب شہید کے مشن کی تکمیل کے لئے کمر بستہ ہو جائیں کہ شائد اسی طرح ہم شہید انور علی آخونزادہ کا قرض اتار سکیں۔

تاریخ ہمیشہ وقت کے قدر دان لوگوں کا نام اونچا اور روشن رکھتی ہے، آپ کے تاریخی کارناموں کی بنا پر بعد والوں کے لئے آپ کی شخصیت روشن قندیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر ہم چشمِ تصور میں دیکھیں تو وہ ہمیں پکارتے ملیں گے: میری قومی تحریک و قیادت کو تنہا مت چھوڑنا۔

قومی تحریک کے مرکزی جنرل سیکرٹری شہید انور علی آخونزادہؒ کی شہادت (۲۳؍نومبر ۲۰۰۰ء) کے موقع پر شہید راہ وحدت علامہ حسن ترابیؒ کے یادگار الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''آج ہمارے ہر دل عزیز برادر، بزرگ، مخلص، مجاہد، نہ تھکنے والا کارکن، امام زمانہؑ کے مشن کے عظیم سپاہی محترم انور علی آخونزادہ ہم میں موجود نہیں۔ شہادت ان کی تمنا، ان کی آرزو اور ان کی منزل جس کے لئے وہ ہر وقت دعائے شہادت کا ورد کرتے تھے، آج وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ یقیناً مولائے متقیان علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرح شہید

انورعلی رضانے بھی گولی لگتے ہی کہا ہوگا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میرے دوست تم کامیاب ہو گئے۔ انورعلی آخونزادہ قیادت کے لئے ڈھال بلکہ قائد کے لئے اس دور کے مالک اشتر تھے۔ وہ شہید ہو گئے، اب وہ باقی ہے اور باقی رہے گا۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم ان کے درجات کومزید بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے اس کردار کے عظیم ورثہ کی حفاظت کرنے کےتوفیق عطا فرمائے۔'' آمین

سچے انقلابی شہید علامہ الطاف حسین الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

"تحریک نے کیا ہی کیا ہے لہٰذا اسے ختم ہو جانا چاہئے" کی صداؤں جیسے ماحول کے مقابلہ میں شہید الطاف حسین الحسینی کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے، آپ نے اپنی سوچ، فکر، ثابت قدمی، مخلصی، ایمانداری اور سچے انقلابی پن سے اپنا مرکزی کردار ادا کیا۔ شہید الطاف حسینی جیسے لوگ ہی قوم کی پہچان بن پاتے ہیں۔ یہ وہ اشخاص ہوتے ہیں جو کہ قوم کا مرکز کہلاتے ہیں۔ تاریکی سے روشنی کا سفر قوم کو ایسے ہی کردار کرواتے ہیں۔ قومی معاملات میں ایسے ہی کردار قوم کے لئے آئیڈیل ہوتے ہیں، جس جماعت میں ایسے مخلص ایماندار، بے غرض، قابل و باصلاحیت اشخاص موجود ہوں گے وہ جماعت ہی اپنے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھاتی نظر آئے گی۔

علامہ الطاف حسین الحسینیؒ کا شمار ملک کے انتہائی نامور علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ شیعہ علماء کونسل پاکستان صوبہ سندھ کے سینئر نائب صدر کے عہدے پر رہتے ہوئے اپنے فرائض کو بہ احسن انجام دیتے رہے اور آپ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور سیرت اہلبیتؑ کی تبلیغ و ترویج کے حوالے سے بلند مرتبے کے حامل تھے نیز پورے ملک بالخصوص صوبہ سندھ میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک آپ اتحاد، امن اور رواداری کی روشن علامت تھے۔ ان کی شہادت نہ صرف ملت جعفریہ بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا انتہائی ناقابل تلافی نقصان ہے جس کا ازالہ مدتوں ممکن نہ ہو سکے گا۔ شہید الطاف حسین الحسینیؒ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ملت کیلئے، ملت کے حقوق اور سربلندی کیلئے جد و جہد میں گزارا اور آخر اپنی جان بھی ملت کے مفاد کیلئے قربان کردی۔ مشکل اور پیچیدہ حالات میں شہید الطاف حسین الحسینیؒ بھی اس ملی پلیٹ فارم کا حصہ تھے جس قومی پلیٹ فارم پر ماضی میں شہید حسینیؒ، ڈاکٹر شہیدؒ، شہید انور علی آخونزادہؒ اور شہید حسن ترابیؒ و...

جیسے شہدا نے اپنا کردار ادا کیا اور آج پاکستان کے جید بزرگ علما کردار ادا کر رہے ہیں؛ قومی پلیٹ فارم کو پروقار بنانے میں اور قومی مسائل کے حل اور ملت تشیع کے حقوق کے تحفظ کیلئے شہید نے جو کردار ادا کیا

وہ منفرد تھا؛ آپ مشکلات سے کبھی پسپا ہوئے نہ ہی ہار مانی، ملکی پیچیدگیوں کو سمجھتے ہوئے اپنی ملت کے لئے مناسب اقدامات کئے جن سے ملت کی سربلندی اور سرفرازی میں اضافہ ہوا؛ آپ نظریہ ومکتب پر مر مٹنے والے ایک جانثار اور ایک ایسے سچے انقلابی تھے جس میں ایک انقلابی کی تمام خصوصیات موجود تھیں، شہید نے اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کیا کہ ایک انقلابی کو کیسے ہونا چاہئے۔

تنظیمی کارکنان کے ساتھ شہید کی محبت اور شفقت بھی مثالی تھی، ان کی خدمات کی ستائش میں بھی شہید کا طرز عمل لائق ستائش تھا۔ آپ کارکنان کو بے حد پذیرائی دیتے تھے۔ آج ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ شہید کے کردار اور مشن کو زندہ رکھیں۔

واضح رہے کہ شہید الطاف حسین الحسینی پر ۳ر فروری ۲۰۱۱ء کی شب چند نامعلوم دہشت گردوں نے اس وقت فائرنگ کی جب وہ حیدرآباد میں واقع اپنے گھر جارہے تھے۔ قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہونے پر شہید الطاف حسین الحسینیؒ کو کراچی کے ایک مقامی ہسپتال منتقل کر دیا گیا، جہاں پر وہ زخموں کی تاب نہ لا کر ۴ر فروری کو درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ شہید الطاف حسین الحسینیؒ کو سینے اور سر میں پانچ گولیاں لگی تھیں جس کے سبب ان کی شہادت واقع ہوئی۔ شہید علامہ الطاف حسین الحسینیؒ کی نماز جنازہ ۵ر فروری بروز ہفتہ کوٹری میں ادا کی گئی تھی۔

شہید راہِ ہدایت قیصر حسین چغتائی رحمۃ اللہ علیہ

صوبہ سندھ میں جن شخصیات نے قدمے، درمے، سخنے، بہر صورت اپنی اپنی بساط کے مطابق خدمات انجام دی ہیں ان میں شہید قیصر عباس چغتائی کا نام بھی زندہ اور تابندہ رہے گا۔تحریک،شہدا کی جماعت ہے بلکہ ہمارے بزرگان نے پاکستان میں ملت جعفریہ کی روشن شناخت اور حقوق کے لئے جو جدوجہد کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہمارے بزرگان نے جانوں کے نذرانے اور قید وبند کی تکلیفیں ذاتی مفادات کے لئے برداشت نہیں کیں بلکہ انہوں نے ملت کے تحفظ، بقا اور انہیں حقوق دلانے کے لئے تمام تر مشکلات اور مصیبتیں جھیلیں۔ یہ قومی تحریک کے بزرگان ہی تھے جو طوفانوں سے ٹکرا گئے، انھوں نے مصیبتوں کے پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، ان پر بجلیاں گرائی گئیں تو وہ ان پر مسکرا دیے، بادل گرجے تو مسکراہٹوں سے جواب دیا، صرصر اٹھی تو رُخ پھیر دیا، آندھیاں آئیں تو ان سے کہا تمہارا راستہ یہ نہیں ہے۔ حق پرستوں کے اس کارواں نے تاریک راہوں کو روشن و تابناک بنایا۔ یہ کارواں نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز کا مصداق ہے تو ان میں دہلوی، مفتی، حسینی اور نقوی جیسے میر کارواں بھی پائے جاتے ہیں۔

شہید قیصر حسین چغتائی کا شمار شیعہ علما کونسل سندھ کے فعال کارکنوں میں ہوتا ہے اور شہید علامہ حسن ترابیؒ کی کابینہ میں صوبائی مشیر رہ چکے ہیں، کارکنان سے ان کا رابطہ رہتا سب کے مشیر اور اچھے کاموں میں شریک رہتے۔ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے سب سے جدا اور سب کے رفیق، مرکزی سطح سے پورے ملک پر اپنی فکر صالح کی چھاپ ڈالتے۔

ضلع سانگڑھ میں تنظیمی اور مذہبی امور میں فعال اور قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے بااعتماد ساتھیوں میں سے تھے، ضلع بھر میں ترویج عزاداری کے سلسلے میں منفرد مقام رکھتے تھے اور سماجی حلقے میں بھی شہیدؒ کی اپنی ایک علیحدہ شناخت تھی؛ شہیدؒ کے دو فرزند جے ایس او کے فعال کارکن ہیں؛ شہیدؒ نے سندھ کے شہر ٹنڈو آدم میں کام شروع کیا جہاں تشیع کی بہتری اور پیروان مکتب اہل بیت کے لئے پشت

پناہ، مددگار اور حوصلہ دینے والی شخصیت کی شدید ضرورت تھی، پچیس سالہ انتھک محنتوں سے ہزاروں افراد شیعہ کئے؛ خاندانی اور پرانے شیعوں کو جرأت وحوصلہ دیا، بہترین، ہوشیار اور سمجھ دار نوجوان تربیت کئے، علماء کرام اور قیادت و رہبریت سے لوگوں کو آشنا کیا اور اس راہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کیا مگر پوری تاب وتوان کے ساتھ اللہ پر توکل کرتے ہوئے مکتب اہلبیت کی ترویج میں دن رات ایک کر دیئے۔

شہید ۱۵ رفروری ۲۰۱۳ء دوپہر اپنے دفتر سے نماز ظہرین باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف نکلے تھے کہ ٹنڈو آدم بیرانی روڈ پر ریلوے پھاٹک کے قریب گھات لگائے مُسلّح دہشت گردوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے قیصر حسین چغتائی کو شہید کر دیا۔ شہیدؒ کی خدمات کے پیش نظر علامہ سید شہنشاہ حسین نقوی نے کہا کہ ایسے شہید کو "شہید راہ ہدایت" کا نام دیا جائے تو بجا ہے۔ (اس مرد مجاہد کے لئے اور وہ تمام شہداء جو دینِ اسلام کی راہ میں زحمت برداشت کرتے ہوئے شہید کر دیئے گئے ان سب کے لئے ایک سورہ فاتحہ کی التماس ہے۔)

علامہ سید محمد تقی نقوی حفظہ اللہ

سید محمد تقی نقوی صاحب کا تعلق خاندان نقوی البخاری سے ہے، حضرت امام علی نقیؑ کی اولاد میں سے ہیں ان کے مورث اعلیٰ سید جلال الدین بخاری اوچشریف (ضلع بہاولپور) میں دفن ہیں جو بخارا سے ہجرت کر کے وہاں تشریف لائے تھے اور ان ہی کی اولاد سے شاہ عیسیٰ بن شاہ محمد داڑو اوچ بلوٹ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں دفن ہیں وہ بھی ان کے جد امجد ہیں اور شاہ محمد داڑو کی اولاد سے ہیں اور اس وقت شاہ محمد داڑو کی اولاد پہاڑی علاقوں میں زیادہ تر آباد ہے اور ان کی اولاد میں سے سید غفور حسین شاہ کی اولاد میں سے تقی نقوی صاحب کا خاندان ہے اس وقت یہ خاندان ملھووالی ضلع اٹک میں آباد ہے اپنے علاقے میں خاصا پہچانا ہوا خاندان ہے۔ملی حوالے سے یہ واضح ہے کہ سادات خاندان نے اسلام کو پھیلانے میں کافی خدمات انجام دی ہیں مگر درمیان میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صورت حال نہ رہی جیسی پرانی تھی مگر پھر کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد پھر ویسا ہی ماحول ہو گیا تبلیغی حوالے سے کام ہوا اور اس کے بعد اس خاندان میں علما پیدا ہوئے اور سلسلہ شروع ہو گیا اس کے بعد مدارس کا قیام ہوا اور سادات اپنے آبائی تبلیغی مشن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

موصوف ۱۹۴۹ء میں شیعہ میانی ملتان میں پیدا ہوئے۔(تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان،ص ۲۵۵) ابتدائی دینی تعلیم جامعہ مخزن العلوم شیعہ میانی ملتان میں پائی؛ میٹرک پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے مدرسے میں داخل کر دیا گیا وہاں مولانا سبزواری صاحب قبلہ نے تعلیم دی۔اس کے بعد فاضل عربی کا امتحان پاس کیا اور پورے بورڈ میں اول آئے۔اس کے بعد پاکستان میں دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدرسہ میں بحیثیت مدرس کام کیا اس کے بعد ایران میں انقلاب اسلامی برپا ہوا اور آپ ایران چلے گئے اور وہاں تعلیم حاصل کی۔(تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان،ص ۲۵۵) ایران میں آیت اللہ اعمادی، آیت اللہ فاضل لنکرانی اور دیگر اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔جب تحریک جعفریہ پاکستان تشکیل پائی علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم اس کے سربراہ بنے بھکر کنونشن ہوا اس سلسلے سے پہلے وہاں علماء کا اجلاس ہوا تھا اس میں آپ شریک ہوئے تھے

۔آپ کے والد گرامی حضرت علامہ سید گلاب علی نقویؒ کے مفتی جعفر حسین مرحومؒ کے ساتھ روابط تھے لہٰذا وہ ،ان کو اپنے دوروں میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔مفتی صاحب کے بعد پھر شہید علامہ عارف حسین الحسینی کا دور آیا اس وقت اگر چہ آپ قم المقدسہ میں زیر تعلیم تھے لیکن قم میں بھی آپ نے تحریک جعفریہ کا جو شعبہ تھا وہ قائم کیا اور اس کو فعال بنایا۔کونسل کے ممبر کی حیثیت سے بھی وہاں کام کیا۔

جب آپ پاکستان واپس آئے تو تحریک جعفریہ کی" سپریم کونسل" میں شامل کر لئے گئے۔سپریم کونسل کا تصور آتے ہی ذہن میں بزرگ علما کا تصور آتا ہے لیکن انہیں نوجوانی میں اس میں شامل کرلیا گیا اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

علامہ تقی نقوی صاحب جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"واضح ہے کہ شامل تو سارے بزرگ علما ہی ہوتے ہیں البتہ یہ تو شہید حسینیؒ کی اپنی نظر انتخاب تھی انہوں نے مجھ میں کوئی ایسی صلاحیت دیکھی ہوگی جس کی وجہ سے رکن بنایا گیا ہو گا۔"(مجلہ تحریک،ص ۲۷،ستمبر ۱۹۹۷ء)

پاکستان کے چوٹی کے معروف علما میں حضرت علامہ سید محمد تقی نقوی کا شمار ہوتا ہے اور آپ ایک متحرک ، اصلاحی ، ملت کا درد رکھنے والے اور مخلص خطیب ہیں۔ دین کی تبلیغ کے لئے موصوف کو روزانہ سینکڑوں میل سفر طے کرنا پڑتا ہے؛ اس وقت جامعہ مخزن العلوم الجعفریہ ملتان کے پرنسپل ،شیعہ علما کونسل پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور مجمع اہل بیت پاکستان کے سربراہ ہیں۔سابقہ دور میں تحریک جعفریہ نے اسلامی تعلیمات اور اسلام کی رفعت کے حوالے سے ملت میں موجود کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے" شعبہ تبلیغات اسلامی" کی بنیاد رکھی تو علامہ موصوف کو اس شعبہ کا مرکزی چیئرمین بنایا گیا۔سب سے پہلے آپ نے صوبائی، ڈویژنل اور ضلعی سطح پر علما کو اپنے ساتھ ملایا اس کے بعد پانچ ، چھ نکات پر کام شروع کیا؛ بچوں اور بچیوں کی قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کا پروگرام دیا جس سے ملت کے ہزاروں بچے مستفید ہوئے۔اس کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نماز جمعہ ہونا چاہئے تھا اور نہیں ہو رہا تھا وہاں نماز جمعہ کا اہتمام کیا؛ سینکڑوں مقامات پر یہ اہتمام کیا گیا۔جیل خانہ جات میں قیدیوں کے حوالے سے کام کیا ، اپنی بساط کے مطابق قیدیوں کی تربیت اور خودسازی کے حوالے سے خدمات انجام دیں۔ ماہ رمضان میں مختلف شہروں اور دیہاتوں میں تبلیغ کے لئے مبلغین بھیجے، مساجد و امام بارگاہوں کی تعمیر کے سلسلے میں بھی ہر ممکن تعاون کیا۔

موصوف نے تحریک جعفریہ پاکستان کا جو تشخص اسلامی حوالے سے بنتا تھا اسے برقرار رکھنے میں بھرپور کوشش کی اور اس کے ساتھ ساتھ تکفیریوں کے حربوں کو بھی ناکام بناتے رہے۔ تکفیری گروہ جو اپنے آپ کو ایک مذہبی جماعت کہتا تھا اس کا مذہبی و تکفیری لبادہ سپریم کورٹ میں چیف جسٹس کے سامنے دس گھنٹوں کی طویل بحث کے بعد اتار دیا۔ قرآن و سنت کانفرنس مینار پاکستان میں آپ اسٹیج سیکرٹری تھے اور عظمت اسلام کانفرس میں قائد ملت جعفریہ پاکستان کے خطاب سے پہلے آپ کا خطاب ہوا۔

جنوبی پنجاب کے سب سے بڑے اجتماع (جو چوک قریشی میں وہاں کے شہدا کے چہلم کی مناسبت سے تحریک جعفریہ مظفرگڑھ کی جانب سے انعقاد کیا گیا تھا) میں موصوف نے اپنے خطاب کے دوران وزیراعظم نواز شریف کے مشیر مشاہد حسین سید جو اسٹیج پر موجود تھے کو مخاطب کر کے کہا:

"مشاہد صاحب آپ کی حکومت کے دوران شیعہ بے گناہ مارے جا رہے ہیں بروز قیامت سیدہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کو کیسے منہ دکھاؤ گے۔"

موصوف صبر و استقامت، تحمل و رواداری اور امن و وحدت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ ہر ماہ کئی بیوگان اور یتامیٰ کے ساتھ مالی معاونت کرتے ہیں؛ مدارس کا اتحادیہ بنام "مخزن المدارس" کہ جس میں تقریباً پینتیس مدارس شامل ہیں کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں اور آپ کے مدرسہ سے ایک سہ ماہی علمی اور تحقیقی مجلہ بنام "المخزن" شائع کیا جاتا ہے۔ موصوف نے سیلاب متاثرین کے لئے جو خدمات انجام دیں ہیں وہ بھی قابل تحسین ہیں۔

واضح رہے کہ موصوف نے شیعہ میانی ملتان کے اندر مختلف ادارے بنائے ہیں جس میں فری ڈسپنسری، جہیز کمیٹی اور مختلف فلاحی ادارے شامل ہیں؛ جنوبی پنجاب کی مرکزی اور ملک کی قدیم ترین درسگاہ "مخزن العلوم" ہے جس کا ایک خواتین کے لئے مدرسہ (جامعہ زہرا) بھی ہے جس میں ۶۰ سے ۸۰ طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مخزن العلوم قومی تحریک اور قیادت کے حوالے سے پنجاب کا مرکز کہلاتا ہے، قائد شہیدؒ کے تعارف کے استقبالات کی ابتدا شیعہ میانی ملتان سے ہوئی جہاں ان کے استقبال میں گاڑی کو تحریکیوں نے اپنے کندھوں پہ اٹھالیا تھا۔

بندہ ناچیز نے مجلہ معارف کے لئے علامہ صاحب سے واقعہ کربلا کے متعلق ایک انٹرویو لینے کے لئے انہیں سوالات بھیجے تھے، تو ان سوالات میں جو پہلا سوال کیا گیا تھا موصوف کے تعارف کے متعلق تھا، علامہ موصوف کا تعارف ان کی اپنی زبانی بھی ملاحظہ فرمائیں:

برائے مہربانی مختصر مگر جامع اپنا تعارف کرائیں؟

جواب: سید محمد تقی نقوی فرزند علامہ سید گلاب علی شاہ نقوی اعلی اللہ مقامہ۔ نقوی بخاری سادات سے تعلق ہے۔ ہمارے خانوادے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت امام علی نقی کی اولاد قرار دیا ہے؛ چونکہ ہمارے جد امجد سید جلال الدین سرخپوش مدفون اوچشریف، بہاولپور بخارا سے سرزمین ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ اس لئے بخاری معروف ہوئے۔ اس علاقے میں اسلام پھیلایا؛ بہت زیادہ قبائل ان کے دست مبارک پر دین حق قبول کرنے سے شرفیاب ہوئے۔ اس لئے ان کی اولاد کو اس دیار میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے والد علام کو رب العزت نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انھوں نے پاکستان بننے سے قبل علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس پیغام انبیاء کی تبلیغ اور محمد و آل محمد کی حقانیت کی وضاحت کے لئے خدمت شروع کی اور جامعہ مخزن العلوم الجعفر یہ شیعہ میانی ملتان تاسیس فرمایا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ کا آبائی وطن ضلع اٹک کا ایک گاوں ملھووالی ہے تحصیل پنڈی گھیپ ہے۔ وہ سادات کی آبادی پر مشتمل ہے۔ آپ پر خالق نے یہ لطف فرمایا کہ تحصیل علم دین سے خصوصی محبت بخشی۔ چنانچہ آپ بہت علمائے پاک و ہند سے تحصیل علم میں کامیاب ہوئے۔ خوشاب میں اپنے استاد مکرم مولانا سید محبوب علی شاہ نقوی سے مقدمات کی تعلیم حاصل کی۔ پھر لکھنؤ کے مدرسہ سلطان المدارس سے فیض پایا۔ پھر لاہور کے ایک سرکاری ادارے سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی اور آخر میں انتہائی مقدس و لائق بزرگوار استاد جو پاکستان کے لئے آفتاب ثابت ہوئے، حضرت علامہ سید محمد باقر نقوی ہندی سے کسب فیض کیا۔ یہ ہستی ان دیار کے تمام علما کے استاد تھے۔ بلند ترین علمی مقام کے مالک تھے اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثل آپ تھے۔ آپ نے ہی ہمارے علام کو ملتان کی ایک نواحی شیعہ آبادی سورہ میانی میں تعیین فرمایا۔

بحیثیت امام جمعہ و جماعت تشریف لائے لیکن علوم اہل بیت کی تدریس و اشاعت سے قلبی لگاو رکھنے کی وجہ سے اس جامعہ کو قائم کرنے میں کامیاب ہوئے؛ حالانکہ ان ایام میں نہ لوگ ان ایام میں مدارس سے محبت رکھتے تھے؛ نہ مالی خوشحالی تھی؛ نہ ماحول ایسا تھا؛ مشکل ترین اقتصادی حالات سے گزرے لیکن شاگرد تربیت کئے۔ آپ نے ایک امام بارگاہ کو درسگاہ کے لئے استعمال کیا۔ اور ایسے عظیم شاگردان تیار کئے کہ پھر ان کے مبارک ہاتھوں پاکستان کے ہر شہر میں مدارس بنتے گئے اور شمع سے شمع جلنے کا محاورہ سو فیصد صادق ہو گیا۔ بندہ آپ کے فرزندان میں سے تیسرا بیٹا قرار پایا۔ آپ نے میری خصوصی تربیت کی۔ نگاہ کرم رکھی۔ انہی ہی کی گود میں پلا، بڑھا؛ آپ نے ہی میری بچپن سے ہی دینی علوم کی طرف رغبت دلائی اور

پرائمری اور مڈل کے دوران ہی ابتدائی کتب کی تعلیم دے دی۔ اور مڈل سے فارغ ہونے کے بعد فوراً مخزن العلوم الجعفریہ کا باقاعدہ متعلم بنا دیا۔ اور حقیر سے چھ سال کی تحصیل کے اندر جامعہ کا نصاب مکمل کر لیا۔ اور ان کے حکم کے مطابق فاضل عربی کی سند کا امتحان دیا اور پورے پنجاب میں اول پوزیشن حاصل کی اس کے ساتھ ساتھ تمام علمی مباحثوں اور فقہی وعقیدتی سوالات کے جوابات میں اپنا معاون بنایا۔ چونکہ آپ کے دور میں شیعہ وسنی علما کے درمیان کافی زیادہ مباحث اٹھتی رہیں۔ اختلاف نظر ہوتا تھا، کتب کا مطالعہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ ان مباحث نے بندہ ناچیز پر کافی بہتر اثرات مرتب کئے اور نصاب کے باہر والی کتب سے فیض پایا اور علمی گفتگو میں حاضر رہنے اور والد محترم کی تمام تحریروں سے مستفیض ہونے کا موقع نصیب ہوتا رہا۔ جس نے فکر کو بالیدہ کرنے میں بہت زیادہ تعاون کیا۔ اس کے بعد حقیر حوزہ علمیہ نجف اشرف کے لئے آمادہ ہو رہا تھا لیکن ہمارے معظم استاد حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ جو کہ اب قائد ملت جعفریہ پاکستان ہیں نجف اشرف روانہ ہو گئے اور دو دیگر استاد مولانا شیخ امیر حسن نجفی مرحوم اور مولانا سید سکندر علی شمسی اللہ تعالیٰ آپ کو شفا کامل عاجل عطا فرمائے۔ حوزہ علمیہ نجف اشرف چلے گئے تو والد علام نے مجھے نجف اشرف جانے سے روک دیا۔ تاکہ جامعہ کے اساتذہ کی کمی پیش نہ آئے اور ادھر صدام کی پارٹی نے نجف اشرف پر حملہ کر دیا اور اس طرح حقیر حوزہ علمیہ کی طرف منتقل ہونے سے رک گیا۔ لیکن دوسری طرف ٦٩ تا ٧٩ تک دس سال جامعہ میں تدریس کا موقع نصیب ہو گیا۔ اور والد علام جیسے سرپرست وسائبان سے استفادہ کرنے کا پھر سے موقع ملتا رہا نیز بذریعہ منبر تبلیغ کرنے اور پیغام معصومین کی نشر واشاعت کرنے میں مصروف رہا اور اس طرح جب ١٩٧٩ء میں انقلاب اسلامی ایران کامیاب ہوا۔

اور حضرت امام خمینی اعلی اللہ مقامہ کی قیادت میں استعمار کو شکست ہوئی اور ایران کی عظیم سرزمین پر نور کی برسات برسنے لگی تو حقیر بھی حوزہ علمیہ قم وارد ہونے میں کامیاب ہوا اور اس وفد میں شامل تھا جو امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کو تبریک کہنے کے لئے ملتان سے گیا تھا۔ جس میں ہمارے والد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کے ساتھ مولانا مفتی سید عنایت علی شاہ صاحب نقوی مرحوم اعلی اللہ مقامہ بھی تشریف لے گئے تھے اور ہمارے برادر محترم سید جعفر رضا گردیزی بھی اس کے ایک رکن تھے، وفد تو واپس آ گیا لیکن حقیر حوزہ علمیہ قم مقدسہ کا محصل بن کر رہ گیا اور اس طرح ٧٩ تا ٨٥ اس بحر علوم سے مستفید ہوتا رہا اور اس دورانیہ میں حضرت آیۃ اللہ اعمادی، آیۃ اللہ ستودہ، آیۃ اللہ کاظم حائری، آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد فاضل لنکرانی اعلی اللہ مقامہ اور دیگر اساتذہ حوزہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے اور ان کے نور علم سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ یہ عموماً جنگ

تحمیلی کا دور تھا۔ مشکلات زیادہ تھیں لیکن اس ذات کریم کا شکر ہے کہ اس نے تحصیلات میں رکاوٹ سے محفوظ رکھا اور تسلسل کسب فیض جاری رہا۔ پھر ہمارے بڑے بھائی سید عبدالعلی مرحوم کو بے گناہ قتل کر دیا گیا۔ ہمارے والد محترم کی صحت متاثر ہوئی، ضعیفی کا عالم تھا، جامعہ اور دیگر امور کا چلانا ان کے لئے مشکل ہو گیا اور وہ سخت مریض ہو گئے۔ اس لئے حقیر کو حوزہ کو خیر باد کہہ کر واپس ملتان آنا پڑ گیا۔ اگر چہ ہمارے استاد بزرگوار آیۃ اللہ فاضل اعلی اللہ مقامہ اس کی اجازت دینے پر راضی نہ تھے بلکہ انھوں نے بندہ حقیر کو ایک سفارشی خط بھی قبلہ والد مرحوم کے نام لکھ دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا کہ ان کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بندہ حقیر حوزہ کو ترک کرے اور ملتان میں جامعہ اور قوم کی خدمت کا سلسلہ شروع کر دے۔

شہید قائد علامہ سید عارف حسین الحسینی اعلی اللہ مقامہ نے تحریک جعفریہ کی سپریم کونسل کا رکن بنا دیا اور اس خدمت میں اپنے ساتھ شامل کر لیا ۸۵ تا ۸۸ ان تک ان کی معیت نصیب ہوئی اور ۸۸ سے قائد ملت علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ کی نیابت۔ اور اس طرح آج تک ان قومی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی دوران شیعہ قوم پر سخت ترین ابتلاءات آئے۔ شہادت کا بازار گرم ہوا، ہمارے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد شہید کر دی گئی۔ قید و بند اور دیگر مصائب نازل ہوتے رہے موافقت ومخالفت کا سلسلہ بھی ہوتا رہا لیکن یہ کاروان اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہمارا جامعہ طلاب کرام کی تعلیم و تربیت کی خدمت بھی انجام دے رہا ہے بندہ حقیر اس کی مدیریت کا فریضہ بھی انجام دے رہا ہے، نجف اشرف دوبارہ آباد ہو چکا ہے، قم المقدسہ بھی طلاب سے بھرا ہوا ہے، اس جامعہ کے تربیت یافتگان دونوں طرف بھیجتے رہتے ہیں اور تفقہ فی الدین کی سعادت پاتے رہتے ہیں۔ انقلاب اسلامی کی پشت پناہی جاری ہے، مقام ولایت فقیہ کی حمایت و اطاعت انجام پا رہی ہے اور ان شاءاللہ تا قیام قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جامعہ کی نئی بلڈنگ کھڑی کرنے، ایک دخترانہ مدرسہ قائم کرنے کی توفیق مل چکی ہے، تیس سے زائد مدارس دینیہ کے اتحاد مخزن المدارس الجعفریہ کے ذریعہ ان کی سرپرستی و خدمت کرنے کا موقع بھی عطا ہوا ہے اور لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون پر عمل درآمد کے لئے کوشش کی جارہی ہے۔ سن وسال کے اعتبار سے عمر رسیدہ ہو رہے ہیں ۱۹۴۹ء کو متولد ہوئے تھے امراض و آفات و مصائب سے بھی گزر رہے ہیں۔ قوم کی مشکلات نے بھی ضرور متاثر کیا ہے۔ مہربانوں کی نوازشات بھی ہوتی ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ سے یہی التجا

ہے کہ ہمارے معاصی و گناہان سے درگزر فرمائے، تمام خطاؤں کو معاف کرے، بزرگان کے نقش قدم کو جاری رکھنے کی توفیق جاری رکھے، اساتذہ کرام پر رحمت نازل کرے، مراجع عظام وعلمائے کرام کا سایہ عاطفت برقرار رکھے، دشمن دین و مذہب ظالموں کا شر ختم فرمادے، انقلاب اسلامی کی حفاظت کرے، مقام معظم رہبری کو سلامتی نصیب رکھے اور ہماری ان ادنیٰ اور کمزور مساعی کو قبول کرے اور ہمارے بعد بھی شاگردان، وارثان اور عزیزان کو اس دریائے فیض کو جاری رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

علامہ محمد رمضان توقیر حفظہ اللہ

رمضان توقیر صاحب ۱۹۵۴ء میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ساتھ ایک گاؤں حاجی موہرہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام غلام حیدر خان ہے بلوچ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؛ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی سے حاصل کی۔ ان کے والد گرامی کو شروع سے ہی دینی تعلیم کا شوق تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے رمضان توقیر صاحب کو باب النجف جاڑا میں داخل کروا دیا۔ وہاں ان کے اساتذہ کرام میں محترم حاجی ناصر حسین حیدری، شہید اثیر جاڑوی اور علامہ غلام حسن جاڑا شامل ہیں جن سے آپ فیضیاب ہوئے۔ تقریباً ۱۹۷۵ء میں فاضل عربی کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد اپنے گاؤں میں بحیثیت پیش نماز تقریباً ۴، ۵ سال خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حوزہ علمیہ قم میں تقریباً ۶ سال تعلیم حاصل کی۔ وہاں کے اساتذہ میں آیت اللہ فاضل لنکرانی، آقای کوہ کمری شامل ہیں۔ واپسی مدرسہ جامعۃ النجف کی بنیاد انہوں نے خود رکھ کر خدمات انجام دیں۔ رمضان توقیر صاحب اپنی زندگی میں سب سے زیادہ علامہ شہید عارف حسین الحسینیؒ سے متاثر ہوئے ہیں۔ زمانۂ طالب علمی سے ہی قومیات میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ جب شیعہ مطالبات اور شیعہ مسائل کے حوالے سے بھکر کنونشن میں علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کو چنا گیا تب سے تحریک جعفریہ کے ساتھ شریک کارواں ہوئے اور آج تک ملی خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔

مومنین کے درمیان آپس میں پیدا ہونے والے اختلافات کو بخوبی حل کرانے اور ان کے درمیان صلح کرانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین پر کامل یقین رکھتے ہیں؛ متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر بہت فعال رہے ہیں اور صوبہ خیبر پختونخوا میں تحریک جعفریہ پاکستان کا ایک مذہبی و سیاسی شناختہ شدہ چہرہ ہیں۔ آپ وزیراعلیٰ خیبر پختونخواہ کے مشیر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ تحریک جعفریہ کے صوبائی صدر رہے ہیں اور اچھے انداز میں اپنے صوبے کو چلاتے رہے ہیں؛ اس وقت بھی آپ ماشاءاللہ تحریک کے مرکزی نائب صدر ہیں۔ آپ کی نظر میں تحریک کے لئے بطور تنظیم، ترجیحات میں سے سب سے پہلی ترجیح

تنظیم کو نچلی سطح تک منظم کرنا، ملت تشیع کو زیادہ سے زیادہ منظم کرنا، زیادہ سے زیادہ دشمن کی سازشوں سے آگاہ کرنا اور بیدار رکھنا سمجھتے ہیں۔

رمضان توقیر صاحب اپنی قوم کے نام پیغام دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں ملت کا ایک کارکن ہونے کے ناطے عرض کروں گا کہ قوم قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کا شانہ بشانہ ساتھ دے کیونکہ ہم ایک ایسے ساحل پر کھڑے ہیں جہاں ہمیں قائد محترم کی رہبری کے سائے تلے کاروان مہدیؑ کو رواں دواں رکھنا ہے تا کہ اس ملت مظلوم پرور کو موجودہ ناگہانی مشکلات سے نجات مل سکے۔ ہر قوم کی پہچان اس کے قائدین ورہبر ہوتے ہیں بلاشبہ شیعیان حیدر کرار کا سرمایہ افتخار فرزند زہرا، وقت کے یزید استعماری سامراج کے مخالف علامہ سید ساجد علی نقوی ہیں، شیعیان پاکستان کے ہر فرد کو چاہئے کہ تحریک جعفریہ کا حصہ بنیں۔" (مجلہ تحریک، ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۶۱)

دیدار علی (سابق صوبائی وزیر گلگت بلتسان)

جناب دیدار علی ایک درویش صفت اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے انسان ہیں، ان کا تعلق گلگت سٹی سے ہے مگر اپنی سماجی، اخلاقی اور انسان دوست صفات کی وجہ سے گلگت کے علاوہ چلاس، کوہستان اور مانسہرہ تک تعلق داری قائم رکھے ہوئے ہیں جن میں اکثریت اہلسنت برادری کی ہے۔ دیدار علی ہمیشہ اپنے مرکز، قیادت، سادات، علمائے کرام اور شہید علامہ سید ضیاءالدین رضوی کے نظریے کے ساتھ وفادار اور منسلک رہے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ قائد ملت جعفریہ پاکستان نے پی پی پی کے ساتھ ہونے والے معاہدے میں دیدار علی کی وزارت کی شرط رکھ کر ان پر اپنے اور قوم کے اعتماد کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ موصوف جعفریہ پریس کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> **"مجھے اپنی وزارت سے بھی زیادہ اس بات پر خوشی اور فخر ہے کہ قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی مدظلہ العالی اور علمائے کرام نے بندہ حقیر پر اعتماد کیا اور پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے ساتھ ہونے والے اتحاد کی شرائط میں بندۂ ناچیز کی وزارت کی شرط رکھی اور یہی اعتماد اور بھروسہ میرے لئے سرمایہ ہے۔"**
> **(انٹرویو ۲۰۱۳)**

جناب دیدار علی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کے لئے مشہور و معروف سیاسی رہنما وکیل جوہر علی ایڈووکیٹ کی عملی جدوجہد میں شمولیت کے ساتھ کیا۔ بعد میں ۸۰ کے عشرے میں ہونے والے غیر جماعتی انتخابات میں پہلی دفعہ الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی۔ دوسری مرتبہ ۱۹۹۹ء میں قومی پلیٹ فارم تحریک جعفریہ پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی کا الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی، جبکہ تیسری بار ۲۰۰۹ء میں ہونے والے انتخابات میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے کامیابی حاصل کی چونکہ تحریک جعفریہ پر پابندی تھی جس کی وجہ سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑنا

پڑا۔ ۲۰۱۵ء گلگت بلتستان کے الیکشن میں اسلامی تحریک کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنانے میں پیش پیش رہے اور تحریک کے امیدواروں کو کامیاب کرانے کے لئے آپ نے دن رات محنت کی ہے۔ وہاں کے تمام قومی اور علاقائی امور میں موصوف پیش پیش رہتے ہیں۔

سید ثاقب اکبر نقوی حفظہ اللہ

سربراہ البصیرہ جناب ثاقب اکبر معروف ادیب، شاعر، محقق، مترجم، اسلامی اور انسانی علوم کے ماہر ہیں۔آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی قم ایران سے فارغ التحصیل ہیں۔آپ پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں لیکچرز دیتے رہتے ہیں۔آپ ملکی و بین الاقوامی سیمیناروں میں علمی مقالہ جات پیش کرتے رہتے ہیں۔آپ کے علمی مقالات اور کالم ملک کے اخبارات و جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔آپ کئی علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔

جناب ثاقب اکبر چیئرمین البصیرہ ٹرسٹ علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔علم و تحقیق کا میدان ہو، محافل شعر وسخن ہوں یا اہم عالمی معاملات پر مذاکرے، ملکی مسائل پر رائے کا اظہار ہو یا سماجی خدمات، مذہبی علوم پر ریسرچ ہو یا اسکالرز اور طالبان علم کی راہنمائی کسی بھی شعبہ زندگی میں آپ کی خدمات اور کوششیں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ نے تحصیل علم کے دوران ہی اپنے آپ کو ایک سماجی کارکن اور رہنما کے طور پر منوایا۔بیرون ملک حصول تعلیم کے دوران میں ہی علمی دنیا میں آپ کے عمق نظر اور وسعت مطالعہ کا اعتراف کیا جانے لگا۔اسی دوران میں آپ نے محسوس کیا کہ عصر حاضر کے مفکرین اسلام کے افکار کو اہل وطن تک پہنچانا ضروری ہے۔

اس احساس نے آپ کو ترجمے کی طرف راغب کیا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مختلف علمی امور پر تحقیق اور علمی مصادر و منابع کا ترجمہ اور اشاعت تھی۔اس مقصد کے لئے آپ نے محققین اور مترجمین کی تربیت اور تیاری کے سلسلے کا بھی آغاز کیا۔۱۹۹۵ء میں پاکستان واپسی کے بعد آپ نے ایک ریسرچ اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔پاکستان میں موجود کئی اسکالرز اس علمی ادارے سے وابستہ رہے ہیں اور استفادہ کرتے رہے ہیں۔اس اکیڈمی میں تفسیر قرآن، علوم حدیث، کلام جدید، فقہ، اصول فقہ اور فلسفہ جیسے بنیادی اسلامی علوم کے حوالے سے مختلف کام کیے گئے۔اسی طرح قومی و بین الاقوامی

سطح پر منعقد ہونے والے سیمینارز کے لیے علمی، اخلاقی اور معلوماتی موضوعات پر تحقیقی مقالے لکھے گئے اور یہ سلسلہ ہنوز استقامت سے جاری ہے۔

اس اکیڈمی کے تحت کئی ایک تحقیقی مجلّات کا اجرا کیا گیا جن میں ماہنامہ پیام اور سہ ماہی المیز ان قابل ذکر ہیں۔ سہ ماہی المیز ان کئی برس تک جاری رہا البتہ پیام کی اشاعت کا سلسلہ قائم ہے۔اس کا مقصد تشنگان علم کی تحقیقی پیاس کو بجھانا ،اور معاشرے میں حقیقی اسلامی اقدار کا فروغ ہے۔ پاکستان میں موجود گونا گوں مسائل کے حل کے لئے ایک مخلصانہ اور ذمہ دارانہ موقف کا اظہار بھی اس مجلّے کی ترجیحات میں شامل رہا ہے۔اسی طرح پاکستان میں محققین اور مترجمین کی تربیت کے لئے باقاعدہ اداروں کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے اخوت ریسرچ اکیڈمی میں باقاعدہ ریسرچ اینڈ ٹرانسلیشن سیکشن قائم کیا جہاں مترجمین اور محققین کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ذمہ دارانہ صحافت کے شعبے میں بھی جناب ثاقب اکبر کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔وہ نہ فقط خود مختلف ملکی، بین الاقوامی، سیاسی اور سماجی موضوعات پر لکھتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں انہوں نے تربیت کا ایک نظام بھی قائم کر رکھا ہے۔ان کے تربیت یافتہ دسیوں صحافی اس وقت عملی صحافتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی سرگرمیوں کا ایک حصہ ادبی بھی ہے۔گاہے گاہے ادبی محافل میں آپ اپنی تمام تر تحقیقی اور سماجی مصروفیات کے باوجود شرکت کرتے ہیں۔آپ خود بھی ایسی محافل کا اہتمام کرتے ہیں۔قومی اخبارات میں آپ کے کالم "جہان دگرگوں" اور "درخیال" کے عنوان سے شائع ہوتے ہیں۔ دینی، سماجی، ملکی اور بین الاقوامی موضوعات پر آپ کے مضامین اور کالم متواتر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

جناب ثاقب اکبر نے ادارے کی افادیت اور اس کی علمی حلقوں میں پذیرائی کے مدنظر ادارے کو البصیرہ ٹرسٹ کے نام سے رجسٹر کروایا، اب البصیرہ ٹرسٹ کے تحت کئی ایک ادارے کام کر رہے ہیں، جن میں البصیرہ پبلیکیشنز، اخوت ریسرچ اکیڈمی، اسکالرز لائبریری وغیرہ قابل ذکر ہیں ماہنامہ پیام بھی اسی ٹرسٹ کے تحت شائع ہو رہا ہے۔اسی طرح کئی ایک منصوبہ جات زیر تکمیل ہیں جن میں تعلیمی منصوبے بھی شامل ہیں.

ثاقب اکبر کی علمی خدمات علم دوست خواتین وحضرات کے لئے سرچشمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔مختلف یونیورسٹیوں کے ریسرچ سکالرز آپ سے راہنمائی کے لئے رجوع کرتے رہتے ہیں۔آپ تقریباً ۵۰ جلدوں پر مشتمل تالیفات اور تراجم کا سرمایہ دانش دوست حلقے کے سپرد کر چکے ہیں۔آپ نے بیک وقت

تفسیر، سیرت، سوانح، علم کلام، عالم اسلام کے مسائل اور پاکستان کے مسائل جیسے موضوعات پر قلم اٹھایا۔ دنیائے شعروادب میں آپ کی خدمات اس پر مستزاد ہیں۔(بشکریہ سائٹ البصیرہ)

سید ثاقب اکبر نقوی، شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کے ساتھیوں میں سے ہیں، ان کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں، ان کے زمانہ میں آپ قومی تحریک صوبہ پنجاب کے صوبائی سیکرٹری اطلاعات رہے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بطور احسن نبھایا، تحریک کے سیاسی منشور کی تدوین میں بھی موصوف کی خدمات قابل تحسین ہیں اور اسی طرح شہید حسینی نے جب میدان سیاست میں عملی طور پر وارد ہونے کے لئے پاکستان کے بزرگان، اکابرین وکارکنان کی آراء کو جاننا چاہا تو جو جوابات موصول ہوئے ان کی جمع آوری بھی آپ کا کارنامہ ہے، جو تحریک کا سیاسی سفر کے نام سے ہارڈ کاپی میں موجود ہے۔ اسی طرح قرآن وسنت کانفرنس کی پبلسٹی ہو یا رضار کار اخبار کے لئے خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت آپ ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے مرکزی ڈپٹی جنرل سیکرٹری ہیں، موصوف اتحاد بین المسلمین کے زبردست حامی ہیں، ملک کی دیگر تنظیموں سمیت قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی کے ساتھ بھی اچھے تعامل وروابط برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

علامہ سید زائر حسین نقوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید زائر حسین نقوی مرحوم کو جب قم المقدسہ میں تحریک جعفریہ کے دفتر کا مسئول اور انہیں نمائندہ قائد بنایا گیا تو اس وقت آپ کی اٹھان ہوئی؛ مرحوم کی اپنی عملی زندگی کے علاوہ طلاب کی خاطر گرانقدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا؛ انہوں نے ہمیشہ طلاب کی رہنمائی کی اور طلاب کے لئے مدرسہ امام علیؑ کی تاسیس کا سہرا بھی آپ کے سر جاتا ہے؛ مدارس تحت اشراف کا سسٹم آپ ہی نے متعارف کرایا؛ مرحوم اپنی مثال آپ تھے؛ آپ کی خدمات کو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکے گا۔ مرحوم ولایت فقیہ کے سچے تابعدار اور قیادت کے سچے اور مخلص حامی و ناصر تھے اور ان کے حقیقی پیروکار تھے؛ مرحوم اہل بیت کے سچے پیروکار اور شیعہ ہونا کے حقیقی مصداق تھے۔

جس طرح مجالس عزائے اہل بیت کے مختلف النوع روحانی اور اجتماعی فوائد کے وجود سے کوئی خردمند انکارنہیں کرسکتا، اسی طرح مقدس مقامات کی زیارات بھی متعدد روحانی و اجتماعی فوائد کی حامل ہیں۔ مقدس مقامات خصوصا قم اور نجف میں حوزہ علمیہ کے وجود کی بنا پر ان زیارات کے فوائد میں علوم آل محمد کے مراکز اور بزرگ علما سے آشنائی اور معارف اسلامی سے آگاہی جیسے درگراں بہا بھی شامل ہو گئے ہیں؛ علاوہ ازاین انقلاب اسلامی ایران کی عظیم الشان کامیابی کے بعد اسلام کے عملی پہلو کا سیاسی اور ملکی نظام کی صورت میں ظاہر ہونا، دنیا میں بسنے والے تمام شیعیان اہل بیت کے لئے یہاں کی زیارات کی کشش میں کئی گنا اضافے کا باعث بن گیا ہے۔ اسی لئے یہاں آنے والے زائرین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے لیکن دوسری طرف اس زیارتی سفر میں پیش آنے والی مشکلات میں بھی اضافہ ہورہا ہے زبان اور کلچر سے عدم آشنائی، مقامات مقدسہ سے ناواقفیت، رہائش، ٹرانسپورٹ کے مسائل اور ہر معاشرہ کی طرح تخریبی ذہنیت کے افراد کا وجود ایسی مشکلات ہیں جن پر قابو پانے کے لئے یہاں کے مسائل سے آشنا پاکستانی افراد کا اس سرزمین پر ہونا ضروری تھا؛ ایک مدت تک پاکستانی زائرین ان مشکلات کی وجہ سے بہت پریشان رہے

بالآخر قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی (دام ظلہ العالی) کے حکم پر ۱۹۹۶ء میں مرحوم علامہ سید زائر حسین نقویؒ نے قم المقدسہ میں شعبہ خدمت زائرین کا آغاز کیا۔

ان کی خدمات ہی کا صلہ ہے کہ آج بھی شعبہ زائرین کی تمام خدمات کا سلسلہ دفتر قائد قم کے زیر اہتمام سید ناصر عباس نقوی انقلابی کی کسٹڈی میں دنیا بھر سے آئے اردو زبان زائرین کی ہدایت کا سلسلہ جاری ہے اور ان کی مشکلات بھی حل ہو رہی ہیں اور مرحومین کی مغفرت کا بھی بے مثال ذریعہ بنا ہوا ہے۔

علامہ سید مشتاق حسین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید مشتاق حسین ہمدانی مرحوم مدرسہ آیت اللہ الحکیم کے اولین طلبہ میں سے تھے، آپ نے قائد موجود سے کسب فیض کیا، تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہاں بطور مدرس بھی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، علامہ سید مشتاق حسین ہمدانی، مدرسہ زینبیہ راولپنڈی کے بانی تھے، راولپنڈی میں بچیوں کی تعلیم کے لئے اس سے پہلے کوئی ادارہ نہیں تھا، موصوف نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس ادارے کو قائم کیا۔ ہمدانی مرحوم مدرسہ زینبیہ راولپنڈی کے بانی ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ علما کونسل کے مرکزی سیکرٹری مالیات بھی رہ چکے ہیں۔ شہید علامہ عارف حسین الحسینیؒ کے زمانے سے ملی تنظیموں سے وابستہ رہے، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، تحریک جعفریہ، اسلامی تحریک اور شیعہ علما کونسل کی مختلف تنظیمی ذمہ داریوں پر کام کر چکے ہیں۔ آپ نے ڈویژنل سیکرٹری، صدر آزاد کشمیر اور سپریم کونسل کے ادارے تک کام کیا۔ موصوف جب تک زندہ رہے قومی تحریک کی مرکزی کابینہ میں شامل اور قومی معاملات پر منعقد ہونے والے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ آپ ایک متدین، علمی، مخلص شخصیت تھے، نظام قیادت سے ہمیشہ وابستہ و مخلص رہے اور اس نظام کے توانا مدافع تھے نیز ممتاز حیثیت کی حامل شخصیت، روشن چہرہ اور تنظیمی و قومی سرمایہ تھے، آپ کی ملی، تعلیمی، سیاسی اور سماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

سیاسی حوالے سے موصوف کا ہمیشہ موقف رہا ہے کہ قوم کو چاہئے اجتماعی سوچ کا مظاہرہ کرے؛ اپنی قیادت کے ہاتھوں کو مضبوط کرے، قائد ملت کی آواز پر لبیک کہے اور قائد ملت جس سیاسی اتحاد میں جائیں یا تنہا الیکشن لڑیں، قوم اگر ان کی پشت پناہی کرے تو یقیناً مثبت اور بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

ایک انٹرویو کے دوران ہمدانی صاحب سے سوال کیا گیا کہ حالیہ دنوں میں شیعہ نسل کشی میں شدت آئی، لیکن اس کے باوجود عملی طور پر شیعہ تنظیموں میں وحدت کا فقدان نظر آیا، وحدت المسلمین کی بات تو ہم کرتے ہیں، لیکن وحدت بین المومنین کا فقدان نظر آتا ہے، اس کی کیا وجوہات ہیں؟

"سب سے پہلے تو یہ دیکھا جانا چاہئے کہ وحدت کے خلاف کام کس نے کیا۔ ہمارا تو الحمدللہ وہی سیٹ اپ ہے جو سید محمد دہلوی مرحوم، مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ، شہید عارف حسین الحسینیؒ اور ان کے بعد موجودہ قیادت، تو یہ سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ چلا آ رہا ہے اور ہم اسی تنظیمی سیٹ اپ اور آئین جو شہید دے کر گئے تھے، اسی کے مطابق یہ جماعت پہلے بھی چل رہی تھی، اب بھی چل رہی ہے۔ اب میں کسی کا نام نہیں لیتا، جو لوگ اس سے الگ ہوئے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ لوگ اس بات پر غور کریں کہ ہمارا الگ ہونا درست تھا یا نہیں تھا یا آج کا دور اس بات کا متقاضی ہے یا نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں تک شکوے شکایات کی بات ہے، یہ ہر جگہ ہوتے ہیں، لیکن اس کا احسن طریقہ یہ ہے کہ جماعت کے دائرے میں رہتے ہوئے آپ کام کریں، بات کریں۔ جیسا کہ ہم بھی کرتے ہیں، ہماری کابینہ کی میٹنگ ہوتی ہے تو مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہوتی ہے، لیکن جب ایک فیصلہ آ جاتا ہے تو پھر تنظیمی آدمی باہر جا کر اس کی تائید کرتا ہے اور اس کو لیکر چلتا ہے۔

۱۹۹۷ء میں بذات خود میں سپریم کونسل کے اس وفد میں شامل تھا جو مقام معظم رہبری سے ملنے گیا، اس وفد میں سے دو آدمی اب شہید ہو چکے ہیں، جبکہ دو زندہ ہیں۔ کل چار افراد تھے، جنہوں نے موجودہ قائد کے حوالے سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے رہبر سے پوچھا تھا کہ کیا آقای ساجد آپ کے نمائندہ ہیں۔ سوال کرنے والوں میں سے آغا حسن ترابی شہید اور انور علی اخونزادہ شہید اور دو افراد جو زندہ ہیں وہ مولانا عابد حسینی صاحب اور ہمارے کشمیر سے غلام رضا نقوی صاحب جو ممبر رہے ہیں کشمیر کونسل کے، یہ چار افراد تھے، انہوں نے یہ سوال کیا تھا۔ میں اس بات کا شاہد ہوں کہ چاروں کے جواب میں رہبر معظم نے یہ فرمایا کہ وہ میرے نمائندہ ہیں۔ جس طرح پہلے تھے، اسی طرح اب بھی ہیں، اب یہاں پر آ کر بات ختم ہو جاتی۔ اگر ہم نظریہ ولایت فقیہ کے پیروکار ہیں اور یقیناً ہیں تو اگر اس ولی فقیہ کی بات کو نہیں ماننا تو اس نظریہ ولایت فقیہ کی بات کا پرچار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" (ماخوذ از: سائٹ، تقریب خبر رسان ایجنسی، ۲۲/اسفند ۱۳۹۱)

علامہ سید عابد حسین الحسینی سابق سینیٹر حفظہ اللہ

سید عابد حسین الحسینی کا تعلق پاراچنار سے ہے۔ ۱۹۶۸ء میں گورنمنٹ کالج پاراچنار سے ریگولر ایف ایس سی کے بعد والد مرحوم کی خواہش پر کالج چھوڑ کر مدرسہ میں داخلہ لیا، موصوف ہائی سکول سے لیکر مدرسہ جعفریہ، نجف اشرف اور پھر قم میں شہید حسینیؒ کے بااعتماد ساتھیوں میں رہے۔ وطن لوٹنے کے بعد بھی سیاسی تحریکوں میں انکے بااعتماد ساتھی رہے۔ تحریک جعفریہ پاکستان کی سپریم کونسل اور ایک طویل عرصہ تک آئی ایس او کی مجلس نظارت کے رکن بھی رہے، ۲۰/ مارچ ۱۹۹۷ء کو تحریک جعفریہ پاکستان کے پلیٹ فارم سے سینیٹ کا ممبر منتخب ہو کر ایوان بالا میں ملت جعفریہ کی نمائندگی کی۔ موصوف نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں خواتین کے مدرسہ (دارالزہراء) کی بنیاد رکھی، جس سے اب تک سینکڑوں طالبات فارغ ہو کر ملک کے طول و عرض میں واقع مدارس دینیہ میں تدریس میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ۱۹۹۱ء میں طلبا کے لئے آیۃ اللہ خامنہ ای کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۹۹ء میں پاراچنار سٹی میں دارالزہراء کی ایک برانچ بھی کھولی ہے۔ ماضی میں ملکی سیاست میں آپ کا رول رہا ہے جبکہ اس وقت پاراچنار کی سیاست میں بھی اپنی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

علامہ سید محمد عباس رضوی حفظہ اللہ

جناب علامہ سید محمد عباس رضوی کا شمار گلگت بلتستان کے جید و بزرگ علمائے کرام میں ہوتا ہے؛ آپ دو مرتبہ تحریک جعفریہ پاکستان کے ٹکٹ پر قانون ساز اسمبلی گلگت بلتستان کے ممبر رہ چکے ہیں جبکہ موصوف کو گلگت بلتستان کے سماجی، سیاسی اور دینی حلقوں میں ایک ممتاز ومنفرد مقام حاصل ہے اور آپ ایک متقی و پرہیزگار انسان ہیں؛ آپ اس وقت بہت سے مذہبی وسماجی اداروں کی سرپرستی کے علاوہ شیعہ علما کونسل گلگت بلتستان کی بھی صوبائی صدارت کے ساتھ ساتھ مرکزی انجمن امامیہ بلتستان کی بھی مسئولیت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں؛ موصوف نے گلگت بلتستان کو پاکستان کا پانچواں صوبہ بنانے کے لئے جو کوششیں کی ہیں اور وہاں کی ملت کے لئے جو فلاحی کام انجام دیئے وہ سب قابل تحسین ہیں؛ موصوف اتحاد و وحدت کے مخلص علمبردار ہیں۔ ۱۸/اپریل ۲۰۱۶ء کو گلگت بلتستان کونسل کے الیکشن میں موصوف کامیاب قرار پائے ہیں۔ موصوف تحریک جعفریہ پاکستان کو قومی وملی پلیٹ فارم اور اسے وحدت کی علامت سمجھتے ہیں۔ موصوف اس بارے میں کہتے ہیں:

> **"ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے شہید قائد کے سنہری اصولوں پر چلتے ہوئے قائد موجود و نمائندہ ولی فقیہ علامہ سید ساجد علی نقوی کی پُرحکمت قیادت میں گلگت بلتستان کی سیاست میں عملی طور پر حصہ لے کر اور بھرپور کامیابیاں حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ملت جعفریہ سیاسی میدان میں اپنے اندر ایک موثر قوت وطاقت رکھتی ہے۔ تحریک اور اس کی قیادت کی پالیسیوں اور اقدامات ہی کی بدولت صاحب عمامہ اور باکردار افراد اسمبلیوں تک پہنچے اور مکتب تشیع کی بھرپور ترجمانی کا حق بھی ادا کیا مگر نادیدہ قوتوں نے تحریک جعفریہ کی ان لازوال کامیابیوں سے خائف ہو کر ہماری اس قومی جماعت پر توازن کی ظالمانہ پالیسی کے تحت بلاجواز پابندی عائد کردی۔" (اسلام ٹائمز، ۱۱/اپریل ۲۰۱۳ء)**

شہید سید اعجاز حسین نقوی رحمۃ اللہ علیہ

دو دریاؤں یعنی چناب اور جہلم کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر "پھالیہ" کے نام سے آباد ہے۔ شہید سید اعجاز حسین نقوی کا تعلق بھی وہاں سے ہے؛ شہید تحریک جعفریہ کے سرگرم کارکن تھے۔ شہید کی فعالیت سے پہلے وہاں کی تشیع آبادی نہ ہونے کے برابر تھی، بعض افراد کا کہنا ہے کہ ۵ فیصد تھی؛ اس کی وجہ وہاں پر پھیلی تکفیری تسلط کی فضا تھی؛ البتہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہاں شیعہ آبادی ۵ فیصد سے زیادہ ہو لیکن خوف کی وجہ سے تقیہ کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔ بہرحال جو بھی صورت حال ہو لیکن شہید نے پھالیہ میں مذہبی فعالیت کی جس کے نتیجہ میں کافی لوگوں نے مکتب شیعہ کو قبول کیا اور اس کے ساتھ تقیہ کی زندگی گزارنے والے افراد بھی کھل کر سامنے آ گئے۔ لیکن پھالیہ میں عزاداری کے جلوس نکالنے پر پابندی تھی؛ شہید نے مقامی انتظامیہ سے بات چیت کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن انتظامیہ نے ٹال مٹول سے کام لیا؛ بالآخر سید اعجاز حسین نقوی نے ۲۰۰۳ء میں روز عاشور شبیہ ذوالجناح کی لگام خود پکڑ کر جلوس عزا برآمد کرایا جس کے نتیجہ میں انتظامیہ نے اعجاز نقوی سمیت کچھ نوجوانوں پر ایف آئی آر درج کر دی۔ گیارہ بارہ محرم کو شہید نے مومنین کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ تھانہ پھالیہ کے سامنے ایک زبردست احتجاج کیا۔

۲۰۰۴ء میں جب شہید کی قیادت میں جلوس دوبارہ نکالا گیا تو جلوس کے روٹ کو مدنظر رکھ کر شر پسند تکفیری ٹولہ کے افراد مکانوں کی چھتوں پر جا بیٹھے اور جلوس عزا میں شریک مومنین کو ہراساں کرنے کی غرض سے پتھراؤ شروع کیا لیکن اعجاز نقوی جوانمردی سے وہاں جلوس گزارنے میں کامیاب ہوئے البتہ کچھ مومنین زخمی بھی ہوئے۔ بعض انتظامیہ کے نمک خوار اپنے حضرات بھی اعتراض کرنے لگے کہ اعجاز شاہ تو کسی سے مشورہ نہیں کرتے تو اس بات کا جواب انہوں نے ایک خطاب کے دوران کچھ یوں دیا:

"جب ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ فلاں چیز حق ہے اور میرا سسٹم بھی اس بات کی تائید کر رہا

ہے کہ یہ حق ہے۔ لہٰذا حق کو جاننے کے بعد مشورہ کیا معنی رکھتا ہے؛ اب حق لینے کا مرحلہ ہے نہ کہ مشورہ کا؛ عزاداری ہمارا حق ہے اس معاملے میں ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں؛ ہم جب چاہیں اور جہاں چاہیں عزاداری بپا کر سکتے ہیں۔" (خطاب سے اقتباس، ویڈیو کلپ موجود)

اسی خطاب کے دوران مومنین نے مندرجہ ذیل نعروں سے سید کا استقبال کیا:

اعجاز نقوی قدم بڑھاؤ... ہم تمہارے ساتھ ہیں... نقوی کے فرمان پر... جان بھی قربان ہے۔

بعد میں شہید اعجاز نقوی گرفتار ہو گئے اور تکفیری دہشت گردوں نے شہید کو پولیس کسٹڈی سے نکال کر بے دردی سے شہید کیا، شہید کی کوششوں کی بدولت آج پھالیہ میں عزاداری کے جلوس شان و شوکت سے نکلتے ہیں اور کوئی روک ٹوک نہیں ہے، اب تو چہلم کے جلوس کی قانونی اجازت ہائی کورٹ سے بھی مل چکی ہے۔

ہم ہوں نہ ہوں اس بزم میں، قائم عزاداری رہے۔

دفتر قائد ملت جعفریہ پاکستان شعبہ قم کے زیر اہتمام "دار التلاوہ" میں شہید سید اعجاز حسین نقوی کی نویں برسی کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شعبہ زائرین کے انچارج سید ناصر عباس انقلابی نے اپنے مخصوص انداز میں شہید کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"شہید سید اعجاز حسین نقوی شب و روز مکتب اہل بیت کی خدمت کرتے رہے؛ شہید عالم دین تو نہیں تھے لیکن علماء اور قیادت کا پیغام عوام تک احسن انداز میں پہنچاتے تھے؛ شہید ہمیشہ قیادت اور مرکز سے مربوط رہنے کی تاکید کرتے تھے۔ جب قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کو پابند سلاسل کیا گیا تو اسلام آباد میں شہید نے احتجاجی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: جب تک ہمارا باپ جیل میں ہے ہم چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔" (۳ مارچ ۲۰۱۴، خطاب سے اقتباس)

معروف مذہبی اسکالر علامہ سید سجاد حسین کاظمی کہتے ہیں:

"شہید سید اعجاز حسین نقوی شروع سے ہی انقلابی افکار کے مالک تھے اور انقلاب اسلامی نے ان کے نظریات کو اور زیادہ تقویت دی؛ دینی و قومی خدمات ان کی اہم خصلت تھی عزاداری کے معاملات میں ان کا خاص کردار تھا اور اسی مشن کی حفاظت میں اپنی جان

تک قربان کر دی۔"(۳مارچ ۲۰۱۴،خطاب سے اقتباس)

شہید سید اعجاز حسین نقوی کے اقوال

ا۔تشیع (حصول رضائے خدا کی خاطر) بوڑھے ہاتھوں سے جوان بیٹے مقتل کی جانب روانہ کرنے والوں کا مکتب ہے۔

۲۔جو ظلم کو روکنے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھائے گا وہ لاشیں اٹھانے کے لئے اپنا کندھا تیار رکھے۔

۳۔ہر انسان اپنے مقصد کی بدولت عظیم ہوتا ہے، جتنا کسی کا مقصد قیمتی ہوتا ہے اتنا ہی وہ انسان۔

۴۔آدم سے خاتم تک تمام غلاظتوں کا نام یزید ہے اور تمام خوبیوں کا نام حسینؑ ہے۔

۵۔کردار زینبؑ کے بغیر (کربلا) واقعہ رہتا ہے تحریک نہیں بنتا۔

استاد شیخ شبیر حسن میثمی حفظہ اللہ

کوئی تحریک جب اٹھتی ہے اور نت نئی منزلیں طے کرتی ہے تو اس میں ہر طرح کے لوگ آتے اور شامل ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنا وقت دیتے ہیں، کچھ صلاحیتوں کو لگاتے ہیں اور کچھ مال وزر کی قربانی دیتے ہیں، لیکن کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندگی کا ایک ایک لمحہ، آرزوؤں کا پورا سوز وساز، صلاحیتوں کی پوری آن بان، دل کی ساری دھڑکنیں تحریک کے لئے لگا دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ تحریک کے محسنین ہیں اور جس تحریک کو ایسے لوگ ہر مرحلے میں میسر آجائیں کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب یقیناً اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ سورہ انعام، آیت ۱۶۲) کا یہی وہ بلند مقام ہے جس پر پہنچنے کے بعد یہ کردار آنے والوں کے لئے ماڈل بن جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگ کسی تحریک کے لئے بنیاد کا پتھر ہوتے ہیں جو عمارت کی مضبوطی اور استحکام کی ضمانت بن جاتے ہیں۔

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ جنہیں پھول بن کر کھلنے کا فن آتا ہے لیکن ایسی شخصیات بہت کم ہوتی ہیں جو کھاد بن کر تحریک کی جڑوں کو مضبوط کرتی ہیں اور مٹی میں جذب ہو کر پھولوں کی رنگت اور پھلوں کی شیرینی میں اضافہ کرتی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ استاد شیخ شبیر میثمی تحریک میں آنے کے بعد اس کے ہر نشیب وفراز، اتار چڑھاؤ اور نرم وگرم میں پوری طرح شریک رہے۔ مشکلات ومصائب کے اندھیرے، اس کے بعد داغ داغ اجالے سب سے ہنستے کھیلتے گزر رہے ہیں۔

بڑی بات یہ ہے کہ جو ذمے داریاں قومی قیادت کی جانب سے ان کے سپرد کردی گئیں، جو بوجھ ان پر ڈال دیا گیا، جس خدمت پر ان کو مامور کردیا گیا، جس مہم پر ان کو لگا دیا گیا، سب میں یکساں خلوص، لگن، ہمت، ولولے اور حوصلے سے لگ گئے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے زہرا اکیڈمی کی خدمات، تنظیم کی راہیں، خدمت خلق کی وادی، پاکستانی سیاست کی گھاٹی، مشاورت کی رہ گزر، دفتر تحریک کا سائبان یا مرکز کا

آنگن ہر جگہ میثمی صاحب اپنے منطقی استدلال، فولادی عزم اور اخلاص کی گرمی کے ساتھ تن، من سے موجود رہے ہیں۔

موصوف کے تجربے میں وُسعت، تحریکی شعور میں بالیدگی اور فکر میں پختگی پائی جاتی ہے۔ ان کی ہر بات میں صحت مند منطقیت ہے؛ جس سے ان کی شخصیت میں صداقت کا جمال نکھرا ہوا ہے جو ناپختہ لوگوں کی علمی رعونت، دستار فضیلت اور مریضانہ انانیت کے مقابلے میں بڑا فطری اور پُرکشش ہے۔ اپنی حق بات پر جمنا اور اپنے موقف پر مضبوطی سے ڈٹ جانا ان کو آتا ہے۔ تہذیبی دعوتِ مبارزت بھی قبول کر لیتے ہیں، لیکن اس میں صداقت کی پاسداری ہوتی ہے۔ ان میں حلم پایا جاتا ہے، زعم نہیں؛ حمایتِ حق کا جذبہ ہے، مقابل کو شکست دینے کی خواہش نہیں۔ اس لئے میڈیا پر موصوف قومی تحریک کے موقف کی وکالت اور شیعہ علما کونسل کی ترجمانی احسن و مثبت انداز میں کر لیتے ہیں۔

موصوف کو سفر و حضر، دکھ و سکھ، اچھے بُرے جس حال میں دیکھا، ایک طرح سے ملتے دیکھا۔ مزاج میں اتھل پتھل نہیں ہے، کبھی آگ، کبھی دھواں اور کبھی پانی جیسی شخصیت نہیں ہیں۔ ساری ادائیں نپی تلی، نظم و ضبط میں ڈھلا ہوا مزاج، تنظیمی آداب میں رچی بسی طبیعت، حفظِ مراتب کا پورا لحاظ، انسانی رشتوں اور پُرانے تعلقات کو نبھانے کا فن، باتوں کی دھار اور الفاظ کی کاٹ کی پوری سمجھ بوجھ، مسائل کے پیچ و خم کا بھرپور فہم، موقع کی نزاکت کا احساس، کسی فیصلے کے دوررس اثرات کا ادراک، اظہار اختلاف میں اعتدال۔ ذہین اور فطین ہونے کے ساتھ ساتھ موصوف میں بلا کا اعتماد پایا جاتا ہے؛ یہ بڑے سے بڑے کام کو بھی آسانی سے حل کر دیتے ہیں۔ آپ مزاج کے بڑے نڈر اور بے باک ہیں؛ آپ کسی بھی بڑے سے بڑے کام میں ہاتھ ڈالنے سے نہیں کتراتے بلکہ سامنے والے کا حوصلہ بھی بڑھاتے ہیں۔ استاد شبیر میثمی کسی بھی فیلڈ میں کنی نہیں کتراتے، یہ جہاں بھی جاتے ہیں وہاں سوچ کے نئے زاویے کھول آتے ہیں، اس کی تازہ ترین مثال دفترِ قائد قم المقدسہ میں ۶ / دسمبر ۲۰۱۷ء کو ہونے والی علمی و تنظیمی نشست ہے۔ آپ اپنے کام کو اپنا فن سمجھتے ہیں اور اس فن کو بہت اچھے طریقے سے استعمال کرنا بھی جانتے ہیں۔ آپ جہاں اور جس شکل میں بھی ہوتے ہیں وہاں سیکھنے کی نئی راہیں کھولتے ہیں اور لوگ ان کی کاوشوں پر فخر کرتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مرحوم ومغفور علامہ سید عبدالجلیل نقوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام علامہ سید عبدالجلیل نقویؒ مذہبی، سماجی، ثقافتی، سیاسی اور اجتماعی فکر و ذہن نیز اعمال و خدمات کی وسعتوں کے لحاظ سے ملت جعفریہ کی ایک معتبر شخصیت تھے، اسی وجہ سے ان کی وفات سے غیر معمولی غم محسوس کیا گیا، آپ اختلاف و اتفاق دونوں میں اصولوں کو اہمیت دیتے تھے، آپ زندگی کے ہر پڑاؤ پر ملت کی فلاح و بہبودی کے لئے فعال دکھائی دیئے۔ اس مجاہد سیّد کی وفات کوئی ایسا حادثہ نہیں ہے جس کو معمولی سمجھ لیا جائے بلکہ امت مسلمہ کو عموماً اور ملت جعفریہ پاکستان کو خصوصاً اس سے ایک ایسا گھاؤ لگا ہے جس کا درد نہ معلوم کب تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔

ماضی کی طرح مستقبل میں جب بھی ملت کو مشکلات ومصائب سے نجات کی ضرورت پیش آئے گی تو اس مجاہد سید کے مجاہدانہ عزائم کی تصویر ملت جعفریہ پاکستان کے سامنے بھرپور انداز میں ابھر کر سامنے آجائے گی۔ شیعہ علما کونسل پاکستان کے لئے ان کی وفات کی سنگینی اس لئے بھی بڑھی ہوئی ہے کہ وہ کارکنان کی پسندیدہ اور منظور نظر شخصیت تھے، ان کی مجاہدانہ للکار سے فرقہ پرستوں اور تکفیریوں کے ناپاک عزائم تہس نہس ہوجاتے تھے، آپ ملت جعفریہ پاکستان کی طاقت تھے ہم ان کی کمی کو شدت کے ساتھ محسوس کررہے ہیں۔

انہوں نے ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لئے بڑی جانفشانی سے کام لیا، تاریخ میں ایسی کم شخصیات گزری ہیں جنہوں نے سیاست و اجتماعیت کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن کو بھی جمع کیا ہو اور عوامی و سماجی زندگی میں رہتے ہوئے بھی تزکیہ نفس پر توجہ مرکوز رکھی ہو۔ انھوں نے قوم وملت کے مسائل کے حل کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، ان کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ کی سیاست علوی ورضوی سیرت پر کاربند تھی، آپ اصلاح معاشرہ کے لئے گامزن اور پسماندہ افراد کی آواز تھے۔ آپ نظام ولایت و قیادت کا پَرتَو، قائدین کے افکار ونظریات کے امین اور قائد موجود کے سچے جانثار تھے، ایمانی فراست،

سیاسی بصیرت اور زبردست قومی، ملی وسماجی شعور آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ سب کے تھے اور سب آپ کے تھے۔ آپ کا محبت بھرا رویہّ اور آپ کا عزم ایک ایسی مسلّم حقیقت تھے جس نے آپ کو ہر خاص وعام میں عزیز بنائے رکھا تھا۔

بیدار مغزی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم وملت کی صحیح نباضی نے آپ کی شخصیت کو پُراعتماد بنادیا تھا۔ وسعت ظرف، کثرت عمل اور جرات وشجاعت آپ کی پہچان تھی۔ آپ ملت جعفریہ پاکستان کے حسین خوابوں کی خوبصورت تعبیر تھے، آپ کی زندگی ایک ایسی شمع کی مانند تھی جس نے خود جل کر نہ جانے کتنوں کو ولایت وقیادت کی روشنی پہنچائی اور اس شمع جلائے رکھنے کا کام جس پاکیزگی اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا اس کی مثال تلاش بسیار کے بعد بھی شاید ہی مشکل سے مل سکے گی۔

حجتہ الاسلام علامہ سید عبدالجلیل نقویؒ ایسے وقت میں علیل اور عالم بقا کے راہی ہوئے جب ملت جعفریہ کو آپ جیسی ذہین شخصیات کی ضرورت تھی، علامہ مرحوم جیسے ایک قومی رہنما اور قابل قدر شخصیت کا اس وقت عالم فنا سے اٹھ جانا ایک ایسا خلا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے یعنی قحطِ رجال کے اس دور میں آپ صف اوّل کے ان رہنماؤں میں تھے جنہیں امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ کہا جاسکتا ہے، آپ کی وفات کو ملی یکجہتی کونسل پاکستان بھی اپنا غیر معمولی نقصان سمجھتی ہے۔

علامہ مرحوم کے چہلم کے موقع پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کا بہترین انداز ان کے مشن کو پایۂتکمیل تک پہنچانے کے اس عزم سے وابستہ ہے کہ ہم ان کے بتائے ہوئے راستے پر ملت کے مستقبل کو تابناک بنانے کا فرض نبھاتے اور اسلام ناب محمدیؐ کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بناتے رہیں گے۔

شہید خورشید انور ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ

قانون فطرت تو یہی ہے کہ دریا، سمندر میں گرتے ہیں مگر ۱۹۹۹ء کے برس ۲۸ ستمبر کو ایک سمندر، دریا میں گر گیا۔ پُر آشوب ادوار میں شیعہ قومی پلیٹ فارم کے جن مایہ ناز سپوتوں کو دہشت گردی نے نگل لیا ان میں معروف ایڈووکیٹ شہید خورشید انور مرکزی جنرل سیکرٹری تحریک جعفریہ پاکستان جیسے یکتائے روزگار انسان بھی شامل ہیں۔ ۲۸ ستمبر کو خورشید انور اپنی ۱۷ سالہ لختِ جگر اُم لیلی اور سیکورٹی گارڈ سمیت بے رحم گولیوں کا نشانہ بنے، میرے پاس الفاظ میسر نہیں ہیں ورنہ میں ام لیلی اور ملالہ کا مقایسہ کرتا، بس اتنا عرض ہے کہ ہمارے حکمران ملک دشمن سازشوں سے باخبر ہونے کے باوجود کب تک مصلحتوں کا شکار رہیں گے؟

کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

شہید خورشید انور شگفتہ مزاج، خوش وضع، خلیق، درد دل رکھنے والے، سماجی کارکن، تعصب سے پاک، تفرق و انتشار کے مخالف، انسانیت کے علمبردار، سماجی حلقوں کے فعال رُکن و رکین، بلند خیالات اور رُعب و وجاہت کے مالک تھے، شہید کو دُکھی اور بے سہارا لوگوں سے بے حد اُنس اور لگاؤ تھا۔ ہاں اک لمحہ ہی تو ہوتا ہے نا جو فرعون کے جادوگروں کو رب کی معرفت عطا کر جاتا ہے؛ وہ ایک لمحہ جب حضرت ہاجرہ بے آب و گیاہ وادی کو مسکن بنا لیتی ہیں اور حضرت ابراہیم کو نظروں سے اوجھل ہو جانے دیتی ہیں۔ اگر وہ اس لمحہ میں ان کے پیروں کی زنجیر بن جاتیں تو تاریخ کا سفر رک جاتا؛ وہ ایک لمحہ ہی تو تھا کہ جس نے حضرت حر کو معرفت اور ہدایت عطا کی۔ ہاں وہی ایک لمحہ تو ہوتا ہے جب ایک لمحے کی خطا صدیوں کی سزا بن جایا کرتی ہے۔ شہید خورشید جب یہ پہچان گئے کہ حق کیا ہے اور پاکستان کی ملت محرومہ کے دردوں کا مداوا کیسے کیا جا سکتا ہے اسی ایک لمحے میں مکتب تشیع کو قبول کیا اور شیعہ قومی پلیٹ فارم کا حصہ بن کر ایک روشن باب و سپوت ثابت ہوئے۔

شہید خورشید نے نہ صرف کے پی کے بلکہ پورے پاکستان میں اُس وقت تحریک اور قائد ملت کا ساتھ دیا جب اپنے بھی پرائے ہو چکے تھے، اس کٹھن دور میں قیادت کے ساتھ شانہ بشانہ رہے۔ شہید نے اُن گئے گزرے حالات میں اپنے حصے کی شمع جلائے رکھی۔ شہید اس سوچ پر کاربند تھے کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ چل سکتا ہے تو ٹھیک، ورنہ ہماری طرف سے یہی پیغام ہے کہ

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصہ کی کوئی شمع جلاتے جاتے

شہید اپنی زندگی وار کر یہ پیغام ثبت کر گئے کہ انسانیت کو بچانا ہی زندگی کا اصل نصب العین ہے۔ لوگوں کو لوگوں کی غلامی سے بچانے کے لئے گلی کوچوں میں ببانگ دہل پکارا اور اپنی مجاہدانہ للکار سے گواہی دی کہ انسان تو فانی ہے مگر حق کبھی فنا نہیں ہوتا۔ آپ نے کبھی بزدلی کا مظاہرہ کیا نہ زبان کے نشتر کا خوف؛ اپنے اہل وعیال کی پرتعیش زندگی کے بجائے اللہ کی راہ میں تھکنے کے راستے کا انتخاب کیا، حق کے لئے قولاً اور عملاً خود کو وقف کئے رکھا۔

شہید خورشید انور ایڈووکیٹ بلاشبہ ایک عظیم انسان تھے اور ان کی تمام زندگی ذاتی نمود ونمائش کی بجائے اس پیغام کے لئے وقف تھی جس کو حق جان کر انھوں نے تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ قرآن کریم اور احادیث کے مطابق شہید زندہ ہوتا ہے لہٰذا خورشید انور بھی زندہ ہیں نیز ان کا پیغام اور ان کی تحریک، شیعہ علما کونسل کی صورت میں زندہ ہے، ان شاء اللہ تاقیامت زندہ رہے گی۔

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

سردار کاظم علی خان حیدری مرحوم

سردار کاظم علی خان حیدری مرحوم نظامِ قیادت سے ہمیشہ وفادار رہے؛ وہ اپنی ذات میں ایک ملت تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی ملت کے قومی معاملات اور حقوقِ تشیع کے دفاع میں صرف کی، مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ضلع مظفرگڑھ کے شیعہ بغیر سرپرست کے زندگی گزار رہے ہیں۔

سردار کاظم خان کے دادا سردار رسول بخش خان مستوئی قیام پاکستان سے قبل کافی عرصہ ٹاؤن کمیٹی علی پور کے ممبر رہے اور قیام پاکستان کے بعد ٹاؤن کمیٹی علی پور کے پہلے صدر مقرر ہوئے جبکہ آپ کے والد سردار کریم بخش خان حیدری "تحریک پاکستان" کے بڑے سرگرم کارکن تھے۔

زندہ و جاوید حرکت و نمو سے لبریز ایک مستحکم مذہبی مرکز "امام بارگاہ حسینیہ علی پور" کی شکل میں ان کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سردار کاظم علی حیدری مرحوم جو ایک بابرکت اور پُرثمر زندگی گزارنے کے بعد لقائے الٰہی سے جا ملے ہیں کی ثقافتی، سماجی اور سیاسی میدان میں ان گنت خدمات سب پر عیاں ہیں۔ پنجاب بھر میں بالعموم جبکہ جنوبی پنجاب میں بالخصوص دینی، فکری، سیاسی، سماجی بیداری کے حوالے سے آپ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تحریک جعفریہ کی تاسیس سے ہی اس میں رکنیت اختیار کی اور مذہبی، اجتماعی و سیاسی سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کیا اور نظامِ قیادت کی راہ پر گامزن رہنے کا عہد کیا اور آخری عمر تک اس راہ پر گامزن رہتے ہوئے جنوبی پنجاب میں اسلام ناب کے دشمن تکفیری ٹولیوں سے مقابلے پر ڈٹے رہے۔

انہیں جب بھی دیکھا مسکراتے چہرے کے ساتھ دیکھا۔ ہر اجلاس میں بروقت شرکت ان کا شیوہ تھا۔ وہ اپنی رائے دینے کے بعد اجتماعی فیصلہ کے پابند رہتے۔ ان کے ساتھ کافی عرصہ تعلق رہا ہے ہم نے انہیں بااخلاق پایا ہے؛ وہ اپنے علاقے کی مضبوط و توانا آواز تھے۔

انہوں نے کبھی عہدہ کا لالچ نہیں کیا؛ وہ اپنے دین کے ساتھ مخلص تھے جو ان کی بخشش کا سبب بنے گا۔ان کی کمی کو پورا کرنے میں وقت لگے گا۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی شدت کے باوجود بھی مایوس نہیں تھے؛ ان جیسے مخلص لوگ اب کم ہی رہ گئے ہیں۔ مرحوم ہمیشہ جیّد بزرگ علما اور قائدین تشیع کے مورد اعتماد تھے۔فروغ اور تحفظ عزاداری نیز اتحاد بین المسلمین کے لئے آپ کی مخلصانہ کوششوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

۸/ مارچ ۱۹۸۶ء کو ملک کی ممتاز شخصیات کی آراء لینے کی غرض سے انہیں تحریک نے سیاسی میدان میں دخیل ہونے کے حوالے سے ایک سوالنامہ ارسال کیا، ان میں سے کئی آراء قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔سردار کاظم علی خان حیدری مرحوم اس وقت ضلع مظفر گڑھ کے جنرل سیکرٹری تھے.سوالنامے کے جواب میں انہوں نے جو اپنی رائے دی ہے وہ ان کی سیاسی بصیرت اور انقلابی فکر کی عکاس ہے،آپ نے فرمایا:

> **"ملکی سطح پر دیگر مذہبی جماعتیں کام کر رہی ہیں اور سیاسی میدان میں اپنی حیثیت منوا چکی ہیں لیکن ہماری تنظیم نے ابھی تک ایسا کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا؛ ہمیں بھی دوسری مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرح تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے پلیٹ فارم سے اہم کردار ادا کرنا چاہئے اور نو کروڑ عوام کے حقوق کے لئے جدوجہد اور طاغوتی نظام کی تبدیلی میں انقلابی قدم اٹھانا چاہئے تاکہ نظام اسلام کا نفاذ ہو۔"**

ہر محاذ پر آپ حالات کی نبض دیکھ کر اپنی متوازن حکمت عملی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔اس سلسلہ میں نہ تو قید و بند کی سختیاں آڑے آئیں اور نہ ہی مال و منال کے خرچ کا خوف،آپ ہمیشہ غدیری ثقافت کے فروغ کے لئے پیش پیش رہے۔ جب جب دشمنان تشیع نے استحصال کے نئے طریقے تلاش کئے تو دوسری طرف مستوئی گھرانے کے اس پروردہ نے تحفظ شیعیت کے سلسلہ میں نئی اُمنگوں،حوصلوں اور طریقہ کار کی کھوج جاری رکھی۔

آپ نے تشیع دشمن سازشوں کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے اسے باطل کرنے کا شعور بیدار کیا؛ اسی شعور کی بدولت آج بھی حرارت ایمانی ،یقین محکم اور عصری ہتھکنڈوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے شمعِ کاظم کے پروانے موجود ہیں۔

چوہدری فدا حسین گھلوی

چوہدری فدا حسین گھلوی ۱۹۵۵ء میں موضع گھلو تحصیل میلسی میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل ان کا خاندان مشرقی پنجاب کے گاؤں ضلع جالندھر کی تحصیل نواں شہر میں رہتا تھا۔ چوہدری فدا حسین گھلو کے دادا چوہدری نبی بخش جٹ برولہ یہاں کے ایک سفید پوش معزز زمیندار تھے۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد یہ خاندان پہلے موضع گھلو اور بعد میں موضع لالی پور میں آباد ہوا۔ گھلو میں قیام کی وجہ سے یہ حضرات گھلوی کہلاتے ہیں۔ چوہدری فدا حسین کی ولادت کے ۲ سال بعد ان کے والد عطا محمد وفات پا گئے۔ چوہدری فدا حسین نے اپنے چچا چوہدری شیر محمد گھلوی کے زیر سایہ پرورش پائی۔

چوہدری شیر محمد گھلوی اور چوہدری عطا محمد گھلوی نے ۱۹۴۷ء کے مہاجرین کی آبادکاری اور دوکوٹہ میں تعلیم کے فروغ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ گھلوی برادران نے گورنمنٹ پبلک ہائی سکول دوکوٹہ تحصیل میلسی کے قیام کے لئے ۲۸ کنال اور ۱۷ مرلے زمین بلا معاوضہ وقف کی۔ انہوں نے "انجمن اصلاح قوم دوکوٹہ" کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کی جس نے سکول کی عمارت کی تعمیر کے لئے علاقے کی معززین سے تعاون کی اپیل کی اس طرح یہ علمی منصوبہ تکمیل کو پہنچا۔ چوہدری فدا حسین نے ۱۹۷۷ء میں ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ عملی زندگی میں آنے کے بعد آبائی پیشہ زراعت اختیار کیا۔ ۱۹۷۹ء میں پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے۔ لیکن بہت جلد پیپلز پارٹی سے علیحدہ ہو کر اپنی خدمت تشیع کے لئے وقف کر دی۔ خدمت تشیع کے حوالے سے گھلوی خاندان کا کردار ملتان ڈویژن میں کسی سے کم نہیں، جانی قربانیوں کے لحاظ سے تو ان کا مقابلہ ہی نہیں، گھلوی خاندان نے بالیقین بہت قربانیاں دی ہیں۔

دہشت گردوں نے انہیں مسلسل مشق ستم بنایا، ان پر بہت سے قاتلانہ حملے ہوئے، فدا حسین گھلوی اور ان کے خاندان کو صبر اور خوف کے طویل مراحل سے گزرنا پڑا۔ جانی قربانی کے مختلف واقعات میں

چوہدری فدا حسین گھلوی کے بڑے بھائی چوہدری مختار احمد گھلوی اور ۱۹ عزیز و اقارب مسمیان: اکبر علی، بشیر احمد، سردار علی، اللہ بخش، اللہ ڈتہ، عبدالرحیم، محمد یوسف، مختار فوجی، شوکت علی، محمد رمضان، فضل محمد، عبدالسلام، سید علی شاہ، محمد نواز جوئیہ، انجینئر ارشاد علی، عاشق علی، علی رضا، سید شوکت علی، شیر محمد بلوچ، شہید ہوئے۔

شہادتوں کے واقعات نے فدا حسین گھلوی کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا، انہوں نے صبر کا دامن تھاما اور اپنی زندگی خدمت تشیع کے لئے وقف کر دی۔ چوہدری فدا حسین گھلوی ۱۹۸۸ء میں تحریک جعفریہ ضلع وہاڑی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں امن کمیٹی ضلع وہاڑی کے رکن نامزد ہوئے، چوہدری فدا حسین گھلوی نے تحریک جعفریہ ضلع وہاڑی کی تنظیم سازی میں گہری دلچسپی لی، وہ ۲۰۰۲ء میں اسلامی تحریک پاکستان صوبہ پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ چوہدری فدا حسین گھلوی نے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے ہمراہ پاکستان بھر میں تنظیمی اور اشاعتی دورے کئے۔

سینکڑوں انسانوں کا قاتل ریاض بسرا، ۱۳-۱۴ جولائی ۲۰۰۲ء کی درمیانی شب کوٹ شیر محمد گھلوی میں ایک خونی مقابلے میں چوہدری فدا حسین گھلوی کے ہاتھوں ہلاک ہوا، چوہدری فدا حسین گھلوی ۲۰۰۲ء میں متحدہ مجلس عمل پنجاب کی سپریم کونسل کے ممبر نامزد ہوئے، انھوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق اتحاد بین المسلمین کے لئے کوششیں کیں۔ ملتان میں علامہ سید ساجد علی نقوی اور دوسرے رہنماؤں کی آمد پر فدا حسین گھلوی ان کے میزبان ہوتے ہیں، فدا حسین گھلوی ایم ایم اے جنوبی پنجاب کے پارلیمانی بورڈ اور انتخابی کمیشن کے رکن رہے ہیں۔

علاوہ ازیں وہ پنجاب امن کمیٹی کے بھی رکن ہیں، فدا حسین گھلوی اسلامی تحریک پاکستان کی صوبائی محرم کمیٹی کے دو مرتبہ سربراہ اور دو مرتبہ نائب سربراہ رہے ہیں۔ فدا حسین گھلوی کا خاندان میلسی کی انتخابی سیاست کی ایک مسلمہ قوت ہے، چوہدری شیر محمد گھلوی نے ۱۹۵۱ء میں پاکستان مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کا الیکشن لڑا تھا۔ وہ ۱۹۷۹ء میں ممتاز بھابھہ جیسی نامور اور بااثر شخصیت کو شکست دے کر ڈسٹرکٹ کونسل وہاڑی کے رکن بھی منتخب ہوئے تھے۔ چوہدری شیر محمد گھلوی کے بیٹے چوہدری ریاض احمد ۱۹۸۷ء میں یونین کونسل لالی پور کے بلا مقابلہ چیئرمین جبکہ ان کے بڑے بیٹے چوہدری ارشاد احمد گھلوی ڈسٹرکٹ کونسل وہاڑی کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۹۱ء میں بھی یہ دونوں بھائی ان عہدوں کے لئے دوبارہ منتخب ہوئے، چوہدری فدا حسین گھلوی اور چوہدری شیر محمد گھلوی کا تذکرہ میلسی اور وہاڑی کی تاریخ پر لکھی گئی مختلف کتب میں موجود

ہے۔ ۲۰۰۹ء میں چوہدری فدا حسین گھلوی دوبارہ اسلامی تحریک پاکستان پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے۔

لشکر جھنگوی کے خلاف فدا حسین گھلوی نے جو طویل قانونی جنگ لڑی ہے اس پر ملکی اور عالمی پرنٹ میڈیا نیو یارک ٹائمز، ایکسپریس ٹریبیون، ڈیلی ٹائمز، دی نیوز، ہندوستان ٹائمز وغیرہ نے مضامین شائع کئے ہیں۔ (بشکریہ، ملتان کا کاروان سیاست ۱۹۴۷ء۔۲۰۱۱ء، محمد ممتاز خان ڈاہر)

شیخ محمد علی حیدر مرحوم

شیخ محمد علی حیدر مرحوم ایک دیندار شخصیت، متواضع، ملنسار اور باوقار انسان تھے۔ قومی تحریک و قیادت سے انتہائی مخلص، دینی اور ملی امور میں پیش پیش رہتے تھے۔ محمد علی شیخ مرحوم نے اپنے والد مرحوم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قوم و ملت کے لئے بے تکان خدمات سرانجام دیں۔ محمد علی شیخ کا شمار جی بی کی قدآور سیاسی، سماجی اور تجارتی شخصیات میں ہوتا تھا اور آپ سابقہ مشیر خوراک و ممتاز عالم دین شیخ غلام حیدر نجفی مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ ان کی ناگہانی موت پر گلگت بلتستان کے سیاسی، سماجی و مذہبی حلقوں نے رنج و دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی موت کو گلگت و بلتستان کے لئے ایک اچھے اور اہم لیڈر سے محروم ہونا قرار دیا تھا۔ آپ ۲۰۱۵ء کے عام انتخاب میں حلقہ ۴ نگر ۲ سے اسلامی تحریک پاکستان کے ٹکٹ سے رکن قانون ساز اسمبلی منتخب ہوئے تھے، قانون ساز اسمبلی جی بی میں اسلامی تحریک پاکستان کے پارلیمانی لیڈر بھی آپ تھے۔ محمد علی شیخ اعلیٰ پائے کے سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مخلص اور ملنسار شخص تھے جنہوں نے اپنے طرزِ عمل سے نہ صرف اپنے حلقہ انتخاب بلکہ گلگت بلتستان بھر کے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی تھی۔ جس طرح ان کے والد بزرگوار کو اس حلقہ میں شکست دینا مشکل تھا اسی طرح شیخ محمد علی حیدر مرحوم اب اس پوزیشن میں تھے کہ قومی تحریک کی وہ سیٹ شیخ محمد علی کے ساتھ عجین ہو چکی تھی۔

مرحوم ایک اصول پسند، بالغ نظر، دُوررس اور دُور بیں سیاستدان تھے اور ہمیشہ گلگت بلتستان کے عوام کی ترجمانی کرتے رہے، آپ ایک بے مثال مدبر اور مستقبل پر نظر رکھنے والے انسان تھے، آپ کی ژرف نگاہی اور دقیقہ سنجی جس کو کام میں لاکر انہوں نے مستقبل کے پردہ میں جھانکنے کی کامیاب کوشش کی اور اپنے لئے جس راہِ عمل کا انتخاب کیا اس پر پوری عزیمت اور صدق دلی سے آگے ہی بڑھتے رہے۔ انسان دوست عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار یہ شخصیت جی بی میں روشنی کا اِک منارہ تھے، آپ اہل علاقہ کے لئے ایک متحرک اور فعال سیاسی و سماجی خدمتگار کے روپ میں پہچانے جاتے تھے، آپ اُن مخیر حضرات میں

شامل تھے جو مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا مشن بنائے ہوئے تھے، کوئی ضرورت مند آپ کے ڈیرے سے کبھی مایوس نہ لوٹا تھا۔

آپ نے تھانہ کچہری کی سیاست کے بجائے عوام میں مل بیٹھ کر اپنے مسائل خود حل کرنے کو اولویت دی، آپ اپنے علاقہ میں کسی مسیحا سے کم نہ تھے بلکہ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ جرأت و بہادری سے اپنا قومی موقف بیان کرنا اور اس پر بلا خوف وخطر ڈٹ جانا مرحوم کی خصوصیت تھی، ان کی ملّی خدمات قابل تحسین ہیں۔ ان کی خدمات کو کبھی فرموش نہیں کیا جا سکتا اور انہی خدمات کی بدولت قوم وملت کو حاصل ہونے والی عزت و وقار قوم کے لئے سرمایہ افتخار ثابت ہوگا، ان کی گرانقدر خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

بلا شبہ ان کے خلا کو پُر تو نہیں کیا جا سکتا تاہم اُن کے عظیم مشن کو جاری و ساری رہنا چاہئے، شیخ محمد علی حیدر امن، محبت، رواداری، خلوص اور جذبہ خدمت خلق کے آپ عظیم علمبردار تھے اور اپنے علاقہ کی معصوم، مظلوم اور مستحق طبقے کی پکار بھی یہ کارہائے نمایاں ان کے کردار کی عظمت کو مزید دوبالا کرتے ہیں۔ شیخ محمد علی حیدر جیسے لوگ ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں جن کے کردار کی روشنی سے ظلمت کے گہرے اندھیرے بقائے نور میں شامل ہوجاتے ہیں، جن کے فکر وشعور کی مشعلوں سے پژمردہ انسانیت نئی زندگی پاتی ہے، جن کی قابل ستائش زندگی صبح نو کی نوید ہوتی ہے۔ (۴ مارچ ۲۰۱۸ء)

شیخ مرحوم کی قائد محبوب کے ساتھ آخری پریس کانفرنس

قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے ڈاکٹر علامہ شبیر حسن میثمی کے ہمراہ گلگت بلتستان کے رہنماؤں شیخ مرزا علی نگری، ڈاکٹر علامہ شبیر حسن میثمی، آقا دیدار علی، محمد علی شیخ، کیپٹن سکندر علی اور کیپٹن محمد شفیع کے ہمراہ مقامی ہوٹل میں پریس کانفرنس کی تو اس موقع پر محمد علی شیخ مرحوم بھی تھے۔

اس پریس کانفرنس میں قائد ملت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"گلگت بلتستان کے عوام کو بنیادی آئینی حق سے محروم رکھا جارہا ہے، اسلامی تحریک پاکستان نے اول روز سے ہی پاکستان کا پانچواں صوبہ بنانے کا مطالبہ کر رکھا ہے اور اس سلسلہ میں اسمبلی نے ۲۰۱۵ء میں قرارداد بھی منظور کی ہے۔ جی بی کو زمینی حیثیت ملنے سے مسئلہ کشمیر متاثر نہیں ہوگا۔ سی پیک میں پاور سیکٹر کے منصوبے جی بی میں بنانے چاہئیں اور تینوں ڈویژنوں سکردو، گلگت اور دیامر میں بھی اقتصادی زون قائم کئے جائیں۔ بغیر کسی

ثبوت کے پرامن شہریوں مذہبی وسیاسی جماعت کے کارکنوں کوفورتھ شیڈول میں ڈال کر سیاسی انتقام کا نشانہ بنانے کی مذمت کرتے ہیں۔نیشنل ایکشن پلان پراس کی روح کے مطابق عمل کیا جانا چاہئے۔گلگت بلتستان کوفوری طور پر پاکستان کا پانچواں صوبہ بنایا جائے۔ ہم نے مل کر باہر کے مسلمان ممالک سے آنے والے فتنہ کو روکا ہے۔سی پیک تاریخی منصوبہ ہے،گلگت بلتستان سی پیک میں گیٹ وے کی حیثیت رکھتا ہے،تمام سٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لیا جائے،عزاداری کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کریں گے۔"

اس پریس کانفرنس میں آقای دیدارعلی صاحب نے بھی اپنا موقف پیش کیا تھا اور استاد شیخ شبیر میثمی نے کہا تھا کہ ۲۰۱۷ء کے آخر تک ہماری جماعت صوبہ سندھ میں دس لاکھ افراد تک آب رسانی کا منصوبہ مکمل کر لے گی۔

سوست ڈرائی پورٹ کا دورہ

رکن قانون ساز اسمبلی شیخ محمد علی حیدر مرحوم نے سوست ڈرائی پورٹ کا دورہ کیا،سوست پہنچنے پر رکن گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی محمد علی حیدر کا عمائدین گوجال، کاروباری حضرات اور کسٹم حکام نے پرتپاک استقبال کیا،اس دوران سوست ڈارئی پورٹ میں اے سی کسٹم طاہر خٹک،سپرنٹنڈنٹ ودیگر نے محمد علی حیدر شیخ کو بریفنگ دی،رکن اسمبلی محمد علی حیدر نے ڈرائی پورٹ میں منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"سوست ڈرائی پورٹ کوملکی سطح پر تجارت کا بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے،تاجروں کے مسائل سے آگاہ ہیں،اسمبلی کے اندراور باہر تاجروں کے مسائل حل کرنے کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کروں گا۔سوست ڈرائی پورٹ کی سیکورٹی کو یقینی بنا کر کسٹم حکام کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ کسٹم حکام اورتاجروں کے ساتھ اگر کسی نے بدمعاشی یا زبردستی کی تو خاموش نہیں رہیں گے کوئی بھی فرد قانون سے بالاتر نہیں ہے۔اقتصادی راہداری منصوبے سے گلگت بلتستان کو فائدہ پہنچے گا،اس اہم منصوبے کی تکمیل سے خطے کی معاشی صورتحال بہتر ہوگی۔"

اس تقریب میں معروف کاروباری شخصیت محمد علی قائد بھی شیخ مرحوم کے ساتھ تھے۔

حلقہ ۴ نگر میں ضمنی الیکشن

یہ نشست ممبر قانون ساز اسمبلی محمد علی شیخ کے انتقال کے باعث خالی ہوئی تو اس نشست پر الیکشن ہوا، مرحوم کے بھائی شیخ محمد باقر نے اسلامی تحریک کے امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑا، 40 پولنگ اسٹیشنوں سے پی پی امیدوار ۶۸۸۸ ووٹ لے کر کامیاب ہوگئے جبکہ اس کے مدمقابل اسلامی تحریک پاکستان کے امیدوار شیخ محمد باقر ۷۸۳ ووٹوں سے ہار گئے، انہوں نے ۶ ہزار ۱۵ ووٹ حاصل کئے۔

شیخ محمد علی حیدر مرحوم نے علاقہ کی تعمیر و ترقی کے لئے جو اپنی زندگی میں کروڑوں روپے کے پروجیکٹس شروع کر رکھے تھے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ان کے بھائی شیخ محمد باقر اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔